وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا
(القرآن)

قرآن مبین علم غیب :—

قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں۔ تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لئے احکام ہیں (امیرالمومنین)

ماہنامہ

معارف اسلام

لاہور

شمارہ

ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۲ ہجری

مطابق

ستمبر سنہ ۱۹۶۲ء

مدیر اعزازی
غیاث الدین

...سالانہ
... روپے

مدیر معاون
سید محمود گیلانی

نگران اعلیٰ :- علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

جنرل سکرٹری : خواجہ سراج الدین جوہری

ناشر :- ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) پاکستان لاہور

راستی و درستی بہترین سیاست است

ماہنامہ
معارفِ اسلام
لاہور

مدیر اعزازی :- غیاث الدین
مدیر معاون :- حکیم سید محمود گیلانی

جلد :- ۸ | ماہ ستمبر سنہ ۱۹۶۲ء مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۲ھ | شمارہ :- ۶

فہرست

گفتنیہا

اتحاد کا ایک ہی راستہ

شیعہ سُنّی مسلمانوں کے لئے قابلِ توجّہ

اتحاد کا ہونا لازمی ہے اور ملک کی سلامتی کے لئے اس کی ضرورت ناگزیر ہے۔ یوں تو ملک کی آبادی کئی چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ مسلمان جوکہ آبادی کا جزوِ اعظم ہیں۔ ان میں کئی فرقے اور مکتب فکر کے کئی زاویے موجود ہیں۔ مگر مسلمانوں کی زیادہ تعداد اہلسنّت والجماعت اور شیعیان محمدؐ و آل محمدؐ سے تعلق رکھتی ہے۔ خود بانئ پاکستان حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح (علیہ الرحمۃ) شیعہ مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اور قائدِ ملت لیاقت علی خان مرحوم و مغفور بھی علامہ اقبالؒ کی طرح نیم شیعہ تھے اور بعد از رسولؐ اکرم امیرالمومنین علی علیہ السلام کی فضیلت کے قائل تھے۔ جن کے پیرو آج بھی کروڑوں کی تعداد میں ملک میں بستے ہیں۔ ملک کے بعض چھوٹے چھوٹے فرقے مثلاً جماعت احمدیہ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پنجابی کی ختم نبوت کی قائل اور جماعت اہلحدیث جو نجدؒ کی تحریک وہابیتؒ کی پروردہ یا اس کی ایک شاخ۔ یہ عموماً شیعہ سنیوں میں جو معمولی اختلافات ہیں ان کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ وہ غالباً یہ محسوس کرتے ہیں کہ شیعہ و سنّی اتحاد میں ان کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ مگر چونکہ غالب اکثریت ملک میں سنّی اور شیعہ مسلمانوں ہی کی ہے۔ اس لئے ان کے اتحاد سے یقیناً ملک کے اندر بدامنی ختم ہو جائے گی اور خوشحالی کا دَور دورہ ہوگا۔ پاکستان بننے سے پہلے جب وقت اہلحدیث اور احمدی حضرات اور جماعتِ اسلامی جیسی مشہور جماعت (جوکہ اہلحدیث کی ہی ایک ترقی یافتہ شکل ہے) پاکستان بننے کی مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت محمدؐ و آلِ محمدؐ کا ایک غلام محمد علی جناح رحمۃ تمام مسلمانوں کو رشتہ تسبیح اخوت میں پرو کر مسلمانوں کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت حاصل کرنے کے اسباب پیدا کر رہا تھا۔ یہ شیعہ اور سنیوں کا اتحاد ہی تھا جسکی وجہ سے مملکت خداداد معرضِ وجود میں آئی۔ اور آئندہ بھی ان دونوں کے اتحاد ہی سے ملک بامِ ترقی پر پہنچ سکتا ہے۔ اور پہنچے گا۔۔۔!

(انشاء اللہ)

بشرطیکہ یہ دونوں چھوٹے چھوٹے گروہوں کی باتوں میں نہ آئیں اور ان کی انگیخت کے باوجود جوش میں آنے اور الجھنے سے گریز کرتے رہیں — دیکھئے آپ کا الجھنا تو اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے عقائد کے مطابق آپ کے عمل کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔ خواہ اس کی کیسی ہی نوعیت کیوں نہ ہو۔ ایک دوسرے کے عقائد و اعمال کے آڑے آنا یقیناً تلخی و تشتت پیدا کر سکتا ہے۔ پس اس اتحاد کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ شیعہ مسلمان اور سنی مسلمان عقائد و اعمال کے سلسلے میں ہرگز ہرگز ایک دوسرے کی راہ میں نہ آئیں۔ ایک دوسرے پر جبر و زیادتی نہ کریں۔ ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کرتے ہوئے اُسے اس پر عمل کرنے کا پورا پورا موقع دیں۔ کسی جگہ بھی ایک دوسرے کے لئے رکاوٹ نہ پیدا کریں — یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیجئے کہ ان ہر دو مکاتیب فکر کی کچھ نہ کچھ علیحدہ علیحدہ خصوصیات بھی ہیں۔ اگر دونوں کی جدا جدا خصوصیات نہ ہوتیں تو عقائد و اعمال پر جدائی نہ ہوتی۔ عشق و محبت اور احترام نبی اکرمؐ جس طرح شیعوں میں ہے اہلسنت میں بھی کم نہیں۔ ادب و محبت اہلبیتِ رسالت جس طرح سنیوں میں ہے شیعوں میں اُن سے بھی زیادہ ہے۔ مگر بعض چھوٹے چھوٹے گروہ جو جدید کی پیداوار ہیں، ان میں سے بعض نے اپنے نبی بھی علیحدہ بنا لئے۔ اور بعض نے مقام نبوت محمدیہؐ کو اپنے عقیدہ میں ایسا گرایا کہ انھیں اپنے ہی جیسا ایک خاکی انسان سمجھنے لگے۔ اپنے عقیدہ کی پرورش اور اپنی جماعت کی حفاظت کے لئے یہ عموماً اشتعال دلا کر شیعہ اور سنیوں کو لڑاتے رہتے ہیں، اپنے گھر کی خبر نہیں لیتے، کہ وہ جو کھیل کھیل رہے ہیں وہ یہاں کہاں تک درست و مباح ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ عزاداری امام بجا لانے میں سنی پیش پیش ہوتے تھے اور اب بھی کافی تعداد میں اہلسنت عزائے حسین علیہ السلام بجا لانے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ مگر تحریک وہابیت سے منسلک جماعت ملک میں عموماً اشتعال دلا کر عزاداری نواسۂ رسولؐ کی مخالفت کرتی اور کراتی ہے — اہلسنت مسلمانوں کو اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ عزاداری کی بجا آوری میں ان کی شرکت مساوی ہونا چاہیئے۔ اور یہ اُن کے مسلک کے ہرگز خلاف نہیں۔ مخالفانہ جذبات محض چھوٹی جماعتوں نے مسلمانوں کو لڑانے کے لئے پھیلا رکھے ہیں۔ جس طرح مسلک اہلسنت کے خصوصیات میں اصحابؓ رسولؐ کی پیروی اور اہلبیت سے محبت و عقیدت ہے۔ اسیطرح خصائص تشیع میں بعد از رسولؐ صرف مسلک اہلبیتِ رسولؐ کی پیروی ہی لازمی ہے۔ اہلسنت کے خصائص میں فقہ آئمہ اربعہ اور پاکستان میں بالخصوص فقہ حنفیہ پر عمل ہے۔ اسیطرح خصوصیات شیعیت میں فقہ امامیہ بالفاظ دیگر فقہ جعفریہ پر عملدرآمد لازمی ہے۔ پس شیعہ سنی اتحاد کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو کہ نہ صرف خود شیعہ و سنی مسلمان ہی ایک دوسرے کے لئے کشادہ رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ گورنمنٹ عالیہ پاکستان بھی اسی طریقہ پر عمل کر کے ملک میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پائیدار امن قائم کر کے ملک کو بام ترقی پر پہنچا کر اپنے تمام مسائل اعلیٰ طریقے سے حل کر کے ملک کو بے پناہ طاقتور بنا سکتی ہے۔ وہ راستہ یہ ہے کہ آبادی ملک کے ان ہر دو طبقات کو جدا جدا مطمئن کرے۔ ایک طبقہ کو دوسرے پر ہرگز مسلط نہ ہونے

دے۔ اور اگر کسی مسئلہ میں ایسے قابلِ اعتراض حالات بن چکے ہیں تو انہیں کالعدم قرار دے کر اطمینان پیدا کرے۔ مثلاً۔ نصاب تعلیم کے سلسلے میں تعلیمات کی جملہ کتب میں اختلافی اور کسی فرقہ کے خلاف مواد کو ختم کر کے مشترکہ قابلِ تسلیم نصاب بنایا جائے۔ اور خواہ شیعہ ہو یا سُنّی کسی ایک کو بھی اپنے عقیدے کے خلاف پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ اسیطرح مثلاً اوقاف کے سلسلہ میں شیعہ و سُنّی عقائد کی روشنی میں ان کے اوقاف کا انتظام و استعمال ہونا چاہیئے۔ جب تک آپ ملک کے ان دونوں بڑے طبقوں میں سے کسی ایک کو بھی مطمئن ہونے سے روکے رکھیں گے بے اطمینانی بڑھتی جائے گی۔ اتحاد اور پھر پائیدار اتحاد قائم نہ ہو سکے گا۔ ملک اپنی اندرونی بے اتفاقی اور بدامنی میں مبتلا رہے گا۔ جو ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوگی۔ ہمارے اس بے غرض اور مفید مشورہ پر عمل کرنا آپ کا کام ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

خدا فراموشی اور مذہبی تباہی کے جدید پُرخطر حربے

دنیا کے ملاحدہ و زنادقہ نے از آدم تا ایں دم ایڑی سے چوٹی تک زور لگایا کہ انسانوں کو خدا اور مذہب سے دور رکھا جائے۔ قلوب و اذہان پر کلام الٰہی کا اثر نہ ہونے دیا جائے۔ اور عباد اللہ الصالحین کی عظمتوں اور فضیلتوں کو جھٹلا کر انہیں اہلِ عالم کی نظروں سے گرایا جائے۔ کفر و الحاد، شرک و ضلالت کے یہ شیطانی سلسلے چلتے رہے۔ لاتعداد و لاتحصیٰ علل و اسباب پیدا کئے جاتے رہے۔ ان گنت ابلیسی سامان، غیر طبیعی (Unscionlific) تھے۔ شیطان لعین اپنی ذریت سمیت بڑی حد تک ناکام ہو رہا تھا کفار و ضلال کے مقابلہ میں خدا پرستوں اور دینداروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اب راندۂ درگاہِ ربّ العزت نے اپنے گمراہ رفیقوں کو ایک اور راہ بھی دکھائی۔ اور ان کو ایسے سائنسی آلات کی ایجاد و اختراع پر آمادہ کیا جو دنیا والوں کو کامل طور پر زندیق و ملحد بنا کر ان کو خدائے تعالیٰ۔ اس کے محبوبوں اور اس کے دین سے منحرف کر سکیں۔

کون نہیں جانتا کہ ایٹم کی خطرناک دریافت اور پھر اس کی خوفناک ساخت نے نہ صرف جاپان کو زیر و زبر کیا ہے۔ نہ صرف ناگاساکی اور ہیروشیما کا نام و نشان مٹایا ہے۔ بلکہ حالات شاہد اور واقعات گواہ ہیں کہ ایٹمی ہتھیاروں کی ایجاد نے مخلوق کو اپنے خالق سے دُور ہٹا دیا۔ اور مذہب سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اسلام کے اعدائے ثلاثہ (روس، امریکہ، انگلینڈ) جب بھی مہلک بموں کے تجربے کرتے ہیں۔ انسانوں کی توجہ خدا اور اس کے دین سے پھر کر جدید تجربات اور ان کے عواقب پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اور ان کے دلوں میں یہ ملحدانہ یقین گھر بنا لیتا ہے کہ "خدا کا تصور بے معنی ہے۔ اس کی ہستی، اس کی قدرت اور اس کی قوت نہایت

مشتبہ اور غیر یقینی ہے۔ انسان کی زندگی اور کائنات کی سالمیت کا مدار آج خدا کی قدرت اور طاقت پر نہیں ایٹمی آلات اور سائنس کی ایجادات پر ہے۔" اور ایک ماہر طبیعیات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ



"لوگ دن رات خدا خدا کی رٹ لگا رہے ہیں۔ انہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ دورِ حاضر میں خدا ایک فرضی ہوّا ہے جس کے موہوم تخیل کو انسانوں کے ڈرانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ورنہ جہاں ایٹم اور راکٹ کی بے پناہ طاقتیں موجود ہیں، جہاں سائنس کی جدید ترین ایجادات نے زمین و آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہو۔ اور جہاں حیرت خیز سامان سائنس کے ذریعے اجرام فلکی کو قابو میں لایا اور ان پر قبضہ جمایا جا رہا ہو۔ وہاں خدا کی کیا مجال کہ قدم رکھ سکے۔ اور اپنی قدرت و قوت کا مظاہرہ کر سکے۔ آج کے زمانہ میں ایٹمی طاقتیں اور سائنس کی اختراعات ہی "خدا" ہیں۔ جو اگر چاہیں تو دنیا اور اہل دنیا کو سلامت رہنے دیں۔ چاہیں تو چشم زدن میں تباہ کر کے رکھ دیں!"

او۔سی۔کائی ٹوحش کا بیان مندرجہ رسالہ "ماڈرن نیوز" واشنگٹن
(۱۰ جولائی ۱۹۶۳ء)

سن لیا آپ نے کہ ایٹمی طاقتیں کیا گل کھلا رہی ہیں؟ اور اہل عالم کو خدا اور خدا کے مذہب کا منکر بنا کر کس طرح دہریت کی علانیہ تلقین کر رہی ہیں غور فرمائیے۔ کہ یورپ یا امریکہ میں کسی نئے ایٹمی ہتھیار کا تجربہ کیا جاتا ہے۔ تو اسی وقت ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ "اسکی تابکاری کے اثرات بہت جلد اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سمندر کے پانی جوش میں آکر آسمان کی خبر لائیں گے۔ دریا چرخ بریں سے ٹکر لینے لگیں گے۔ بھونچال اور سیلابوں سے تباہیاں آنے لگیں گی۔ زمین زیر و زبر ہو جائے گی۔ وبائیں پھوٹیں گی۔ انسان حیوان۔ چرند۔ پرند کی لاشوں سے زمین اٹ جائے گی۔ قحط ستائیگا۔ لوگ اناج کے ایک ایک دانے کو ترسیں گے۔ ماں بیٹی کو باپ بیٹے کو زندہ چبا جائے گا۔ بدحالی حسرت سے تنگ آکر تمام ممالک میں جنگ چھڑ جائے گی۔ اور دنیا کا ہر میدان ۔۔ میدان کارزار۔ یا میدان حشر دکھائی دے گا۔" اس قسم کے اعلانات کی سیاہی ہنوز خشک نہیں

ہو جاتی۔ اور ایٹمی ہتھیاروں کے دھماکے ابھی بحر منجمد شمالی۔ بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کی سطح پر ہی گھوم رہے ہوتے ہیں کہ تمام ممالک میں ایٹمی ذرات کی رفتار اور شرح معلوم کرنے کے لئے خودکار مشینیں نصب کر دی جاتی ہیں۔ اور خوف و ہراس میں مبتلا لوگ عبادت خانوں کو چھوڑ کر تابکاری کو ناپنے والے مذکورہ آلات کی طرف لپکتے ہیں۔ تاکہ یہ دریافت کیا جا سکے کہ ہماری فضا میں سٹرانشیم ۹۰۔ اور سیزیم ۱۳۷ کے ایٹمی ذرات کی مقدار کہیں بڑھ تو نہیں گئی۔ تابکار اثرات ۵۰۰ کاؤنٹ تک تو نہیں جا پہنچے اور ان کی رفتار میں ۱۳۳ گنا اضافہ تو نہیں ہو گیا۔ کافر و مشرک ممالک کو چھوڑئیے کہ وہاں ان اطلاعات سے کس قدر بھاگ دوڑ شروع ہوتی اور کس قدر کھلبلی مچتی ہے۔ اسلامی ممالک کو دیکھئے کہ "خطرے" کی فرضی خوفزدگی میں خدا بھول جاتا ہے۔ دین و ایمان پر کاری ضرب لگتی ہے۔ ایمان و ایقان پر بربادی آتی ہے۔ مسجدیں ویران نظر آتی ہیں۔ قرآن کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ اسلام ایک افسانۂ پارینہ نظر آتا ہے۔ یعنی۔ وہاں بھی وہ سب کچھ دیکھنے میں آتا ہے جو ملحد و کافر ممالک میں دیکھا جاتا ہے۔ وَاِنَّ فِیْ ھٰذِہٖ عِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ!

ایٹمی آلات اور ان کے تجربات سے نگاہ ہٹا کر ذرا اپنی نظر کو۔ مصنوعی سیاروں" تک لے جائیے کہ وہ دین و ایمان کو کتنا برباد کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنائے ہوئے سیارگان کے متعلق فرمایا کہ وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ۔ یہ نجوم و کواکب اہل دنیا کی راہنمائی کے لئے بنائے گئے ہیں مگر انسان کے بنائے ہوئے سیارے اس کے برعکس کام کر رہے ہیں۔ اور انسان کو ضلالت و گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ باور نہ ہو تو۔ ایک خبر اور ملاحظہ کیجئے:۔

• لندن ۳۰ر جولائی۔ کل یہاں ایک قومی اجتماع میں مذہب سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے موجودہ ترقی یافتہ سائنسی علوم کے خلاف بہت زہر اگلا۔ اس اجلاس میں ہر مکتب فکر کے لوگ جمع ہوئے۔ جس میں عیسائیوں کی اکثریت کے علاوہ یہودیوں اور مسلمانوں کی بھی خاص تعداد تھی۔ دینی علوم سے رغبت رکھنے والوں نے کہا۔ کہ ایٹمی دور کا انسان خدا اور اس کے احکام اور اس کے دین اور اس کے آئین اور اس کی قوتوں سے انکار کر کے ضلالت کے عمیق غار میں گر رہا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ایٹمی طاقتوں والے آلات نے انسان کو خدا سے غافل کر دیا ہے۔ راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کی ایجادیں اور ان کے مظاہرے بھی اہل دنیا کو گمراہی اور الحاد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ایک مصری مسلمان نے کہا کہ ان سائنسی آلات کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ عصر حاضر کے اہل اسلام مسجدیں چھوڑ چکے ہیں۔ مذہبی فرائض کو ادا نہیں کرتے اور ان میں بداعتقادی بے یقینی اور زندیقیت پھیلتی جا رہی ہے" (ملخصاً) ڈیلی ٹیلیگراف لندن ۳۱۔۔۔۶۱

اس سلسلہ میں ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اپنے پاکستان ہی کو دیکھیں۔ تو حالات کچھ کے کچھ نظر آئیں گے ایٹمی دھماکوں کے۔ "مہلک اثرات" اور ان کے تابکار ذرات کی ناپ تول کے لئے یہاں بھی بڑی بیتابی سے آلات نصب کئے جاتے ہیں اور بڑے اضطراب کے ساتھ ان کا ردِ عمل معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مصنوعی اور موہومہ وبائیں پھوٹنے اور ایٹمی اثرات سے مہلک امراض پھیلنے کے اعلانات یہاں بھی کئے جاتے ہیں۔ موسموں کے استعجابی تغیرات۔ پرخطر ارضی انقلابات۔ خوفناک فضائی صدمات اور باد و باراں کے تباہ کن سیلابات کی "پیشگوئیاں" یہاں بھی روح و جسم میں لرزہ پیدا کر دیتی ہیں۔ شام کے وقت جب کوئی مصنوعی سیارہ نظر آتا ہے تو پاکستانی مسلمان مغرب و عشاء کی نمازیں بھول جاتے ہیں۔ ان کی نگاہیں عرش والے کی طرف نہیں اٹھتیں۔ روس اور امریکہ کی طرف جاتی ہیں۔ بیت اللہ اور بیت الرسولؐ کے بجائے ماسکو اور واشنگٹن کی جانب دوڑتی ہیں۔ اور ـــ یہ ایٹمی دور کا مسلمان رحمانی قوتوں پر یقین رکھنے کی جگہ شیطانی طاقتوں کا غلام بن کر رہ جاتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی کو خدا بخشے۔ کیا خوب کہہ گئے ہیں۔ ؎

نئی ترکیب اب شیطان کو سوجھی ہے اغوا کی

خدا کی حد کیجے ترک۔ بس حجہ کو بڑا کہیے

مصر بڑا خوش ہے۔ کہ اس نے اپنا تیار کردہ راکٹ فضائے آسمانی میں چھوڑ کر تمام اسلامی ممالک کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ پاکستان بہت مسرور ہے کہ اس کے سائنسداں مسٹر یاسین نے اپنے رفقاء کی مدد سے راکٹ بنا لیا ہے۔ چشم ما روشن دل ما شاد! کون سر پھرا ہے جو اپنے عزیزوں کی ترقی نہیں چاہتا! خدائے کریم ہمارے ملک کو صحیح معنوں میں ماڈرن مسلم سٹیٹ بنائے۔ اور اس کو عالمی اسٹیج پر سربلند کرے۔ مگر علوم جدیدہ طبیعیہ کو علوم الٰہیہ و علوم نبویہؐ کے ماتحت سمجھنا اور رکھنا مسلمان کا دینی فرض ہے۔ اور وہ بے شک سائنسی علوم تعلیم و تعلم میں مصروف رہے۔ لیکن محمدؐ و آلِ محمدؐ کے علوم کے حصول و ابلاغ کو مقدم سمجھے۔ شریعت مطہرہ دنیاوی علموں کے سیکھنے اور سکھانے سے منع نہیں کرتی۔ البتہ وہ حکم دیتی ہے۔ تو یہ۔ کہ مسلمان جو علم بھی حاصل کریں۔ اس کا مقصد اسلام کی تقویت اور ایمان کا استحکام ہو وہ علوم جدیدہ کی روشنی میں خالق کائنات کی ہستی۔ اس کی قدرت۔ قوت۔ حکمت پر اور زیادہ یقین رکھے۔ اللہ کا کوئی قانون مسلمان کو چاند میں جانے سے نہیں روکتا۔ ہماری دلی دعا ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ لیکن وہ وہاں جائے تو چاند کو دو ٹکڑے کرنے والے کی محبت میں سرشار ہو کر جائے۔ وہ آفتاب کو پلٹنے والے کے عشق میں مخمور ہو کر جائے۔ وہ ستاروں کی بارش برسانے والوں کی ولا میں ڈوب کر جائے۔ کہ زمینوں آسمانوں کے سب بھیدے۔ ارض و سما کے چودہ طبق انہی چہاردہ معصومینؑ کے لئے بنائے گئے ہیں۔ جا۔ مسلمان بھائی آفتاب و ماہتاب کی سیاحت کو شوق سے جا۔ لیکن علوم آلِ محمدؐ سے بہرہ مند ہو کر جا۔ اور جاتے ہوئے نجم آفندی کا یہ گیت گاتا ہوا جا۔ ؎

اہلِ زمیں کی آج ستاروں پہ ہے نظر — ممکن ہے : کامیاب رہے چاند کا سفر
ہیں اپنی اپنی فکر میں ہر قوم کے بشر — مردانِ حق پرست کا جانا ہوا اگر
عباسؑ نامور کا علم لے کے جائیں گے
ہم چاند میں حسینؑ کا غم لے کے جائیں گے

عباسیت کے حامی و ناصر کی یاد

۱۶ اگست کو ایک طرف شیعیانِ حیدر کرار حضور صاحب لولاک جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء کا یوم ولادت منا رہے تھے۔ تو اسی روز دوسری طرف کلمہ گویانِ رسول کا ایک کثیر طبقہ پاکستان بھر میں بابائے اردو مولوی عبدالحق کا یوم وفات منانے میں مصروف تھا۔ ملک کے تمام شہروں میں مولوی صاحب کی یاد میں جلسے منعقد کئے گئے۔ ان کے اوصاف و فضائل میں دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ اکثر جرائد و رسائل نے خاص نمبر نکالے۔ یا خاص مقالات شائع کئے۔ اور باباجی کے بعض عقیدتمندوں نے تو ان کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔

ہم نے بھی بابائے اردو کی علمی صلاحیتوں اور ادبی قابلیتوں کے معترف ہیں۔ انھوں نے زبان اردو کی بہت بڑی خدمت کی ہے اور اس کے مردہ جسم کو نئی زندگی بخشی ہے۔ ہم یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی علمی و ادبی خدمات کو دوست و دشمن سب نے سراہا ہے۔ وہ بلند اخلاق اور بلند کردار کے مالک تھے یہ سب کچھ درست ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ان کے ارادتمند مقررین اور محررین نے اپنی کسی تحریر و تقریر میں مولوی صاحب کے ایک خاص "وصف" پر روشنی نہیں ڈالی ہے۔ خدا معلوم کہ ان کے اس "خاص وصف" کو تجاہل عارفانہ کی نذر کیا گیا۔ یا کسی اہم مصلحت و حکمت کے تحت اس کو منظر عام پر نہیں لایا گیا ــــ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بابا صاحب کے اس "وصفِ خاص" کو پردۂ مکنون سے نکال کر منصۂ شہود پر لائیں اور قارئین کی معلومات میں اضافہ کریں۔ کہ اِنَّ کِتْمَانَ الْعِلْمِ اِثْمٌ عَظِیْمٌ ہ

بات یہ ہے کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب عباسیت۔ ثم۔ ناصبیت کے زبردست حامی و ناصر تھے۔ چنانچہ جس وقت دریدہ دہن مصنف محمود احمد عباسی کی رسوائے عالم کتاب "خلافت معاویہ و یزید" چھپ کر مارکیٹ میں آئی۔ تو شیعیانِ علیؑ کے علاوہ اہلبیتؑ کرام سے محبت رکھنے والے برادرانِ اسلام کے دل بُری طرح مجروح ہوئے۔ عباسی کے خلاف درخواستیں دی گئیں۔ ایڈ منسٹریٹر نے کتاب کی ضبطی کا حکم صادر کیا۔ لیکن ہائیکورٹ میں اپیل کرنے پر وہ ناپاک تصنیف پھر بحال ہو گئی۔ بابائے اردو نے

جب یہ خبر سنی کہ مقدمہ کا فیصلہ عباسی کے حق میں ہوگیا ہے۔ تو انھوں نے کمال مسرت و بہجت سے اس بحث کتاب کے مصنف کو ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کیا۔ اور خط لکھا کہ:-

" محترمی محمود احمد عباسی! مقدمہ کی کامیابی مبارک ہو۔ ایک جاہل حاکم آپ کی بلند تاریخی تحقیق و ریسرچ کو کیا سمجھ سکتا ہے؟ ہائیکورٹ کا یہ بصیرت افروز فیصلہ آئندہ ایسے معاملات میں بطور نظیر کے پیش کیا جائے گا۔"

پس بابائے اردو کے معتقدین کا فرض ہے۔ کہ آئندہ وہ جب بھی ان کی برسی منائیں۔ تو مولانا کے دیگر اوصاف بیان کرنے کے علاوہ ان کا یہ وصفِ خاص بھی ظاہر کردیا کریں۔ کہ وہ حسینؓ ابن علیؓ کو ایک باغی و مجرم ٹھہراتے تھے۔ معاویہ و یزید ابن معاویہ کو امیر المومنین اور یزیدی اشقیاء کو رحمۃ اللہ علیہم کہتے تھے۔ اگر مقررین و محررین بابا صاحب کے اس عقیدے کو چھپائیں گے۔ تو تاریخ اور سوانح میں بددیانتی کے مرتکب ہوں گے۔

پھر وہی دو قرآن

کچھ مدت ہوئی۔ پرویزی جماعت کے ایک سرگرم مبلغ مسٹر غلام جیلانی برقی نے۔ "دو اسلام دو قرآن" کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ اور بعض جماعتوں کے علماء نے "ایک اسلام۔ ایک قرآن" کے نام سے ان کے جواب بھی شائع کئے۔ لیکن اخبار "چٹان" لاہور نے اپنی حالیہ اشاعت خاص "میلاد نمبر" میں "پھر دو قرآن" کا قصہ چھیڑ دیا ہے۔ اور مذکورہ پرچہ کے سرورق کا آغاز ہی اس مفہوم سے کیا گیا ہے کہ:-

۱۔ ایک قرآن وہ تھا جس کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں ایذائیں اور پتھر مارے جاتے تھے۔ جسکو طائف میں زخمی کیا گیا۔ جس کا احد میں دانت توڑا گیا۔ جس کی ہر مرحلہ پر مخالفت کی گئی۔ جس کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ اور جس کے مشن کو فیل کرنے کے لئے سر توڑ کوششیں کی گئیں۔

۲۔ ایک قرآن وہ ہے جو مسجدوں میں گونج رہا ہے۔ ایک ایک گھر میں پڑھا جارہا ہے۔ نماز کی ایک ایک رکعت میں تلاوت کیا جارہا ہے۔ مسلمان اس کو سینوں سے لگاتے ہیں۔ اس کو چومتے اور سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ اور ہر آن اس کا احترام کرتے ہیں۔

لیکن مدیر "چٹان" کو شاید یہ معلوم ہی نہیں۔ کہ قرآن تو ازل سے ایک ہے اور ابد تک ایک ہی رہیگا اعدا و معاندین نے اس کے ٹکڑے کرنے کی بہترین کوشش کیں۔ مگر وہ ایک ہی رہا اور ایک ہی رہے گا یہاں تک کہ اس کو خدا سے جدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کو اللہ کے نور سے الگ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ مگر وہ پھر بھی ایک ہی رہا۔ خدا سے الگ نہ ہوا۔ اللہ کے نور سے جدا نہ ہو سکا۔ اسی

پر بس نہیں ۔ اس قرآن ۔ ایک قرآن کو ہر آن مٹانے کے ناپاک ارادے کئے گئے ۔ کونسا ظلم ہے جو اس پر نہیں توڑا گیا ۔ زمانہ جمہور سے لیکر سنہ ۱۴ ہجری تک اس قرآن کو نیست و نابود کرنے کے لئے تمام بخس حربے استعمال کئے گئے ۔ مگر وہ نہ مٹا ہے نہ مٹ سکتا ہے ۔ نہ مٹایا جا سکتا ہے ۔ اس لئے کہ خدا اس کی حفاظت خود کر رہا ہے ۔

کسی اور جگہ نہ جائیے ۔ صرف اپنے پاکستان پر نگاہ ڈالئے کہ آج بھی اس قرآن ۔ ایک قرآن کو تباہ و برباد کرنے کے نئے ستم پرستم ڈھائے جا رہے ہیں ۔ کیا "خلافت معاویہ و یزید" اسی قرآن کو مٹانے کے لئے تصنیف نہیں کی گئی ؟ کیا عباسیت نے اسی قرآن کو برباد کرنے کے لئے جنم نہیں لیا ۔ کیا ناصبیت کا وجود اسی کو تباہ کرنے کے لئے عمل میں نہیں آیا ! کیا خارجیت اور رافضیت اسی کو نیست و نابود کرنے پر نہیں تلی ہوئی ہے ! کیا منکرین حدیث و سنت اسی قرآن کے درپے آزار نہیں ہیں ؟ ——— اور ——— جس گروہ نے اس کو سینہ سے چمٹا رکھا ہے ۔ جو اس کے نام کی مالا جپ رہا ہے ۔ جو اس کی یادگاریں قائم کئے ہوئے ہے ۔ جو اس کے محامد و محاسن میں تر زبان ہے ۔ جو اس کے مصائب و آلام پر اشکباری کرتا ہے قرآن کے ساتھ اس گروہ کو بھی مسخ کرنے کی ناپاک مساعی عمل میں لائی جا رہی ہے ۔ باور نہ ہو ۔ تو عشرہ محرم کو ۔ ماہ صفر کو ۔ اور ماہ رمضان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے ۔ کہ اس قرآن کو اور اس کو زندہ رکھنے والوں کی یاد منانے والوں سے علمائے سو کیا سلوک کرتے ہیں ۔ کہ اگر پاکستان کی ہر دلعزیز گورنمنٹ توجہ نہ فرمائے تو نہ معلوم ملک میں یہ کس قدر ابتری پھیلائیں ۔

کیا یہ اِسلامی جمہوریت ہے !

جن دنوں پاکستان کی مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات عمل میں آ رہے تھے ۔ اور لوگ جن عجیب و غریب طریقوں سے الیکشن لڑ رہے تھے ۔ انہی دنوں اس طریق کار سے متاثر ہو کر ہم نے ایک شذرہ حوالۂ قلم کیا تھا ۔ اور لکھا تھا ۔

" آج کل تمام دنیا میں جمہوریت کی ڈونڈی پٹ رہی ہے ۔ چونکہ جمہوریت ہر ایک کو برسر اقتدار آنے کی امید دلاتی ہے اس لئے اس لالچ میں پھنس کر دنیا میں جمہوریت کے گن گائے جا رہے ہیں ۔ پبلک اور ان کے معاملات پر کنٹرول کرنا حکومت کا اصل مقصد اور سب سے بڑا فرض ہوتا ہے ۔ لہذا رعایا کو قابو میں رکھنے کے لئے دنیا کی حکومتیں عوام کو حکومت میں دعوت شرکت دیتی ہیں

اگرچہ برسر اقتدار تو چند ہی افراد آتے ہیں اور عموماً بعد ازاں عوام ان مخصوص افراد ہی کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں جن کو انھوں نے کسی طرح بھی منتخب کیا لیکن نام چونکہ نمائندگی جمہور کا ہوتا ہے۔ اس لئے اسے پبلک کی حکومت کہا جاتا ہے۔ ہوشیار اور حصول اقتدار کے خواہشمند افراد خود ہی اپنے آپ کو پبلک کی نمائندگی کے لئے پیش کرتے ہیں اور خود ہی اپنی کامیابی کے لئے قسم قسم کی کوششیں کرتے ہیں۔ یہ جو کچھ بھی ہے اس میں الفاظ کا ہیر پھیر یا طریق کار کی شعبدہ گری ضرور ہے۔ چونکہ جمہوری ممالک میں بادشاہ وقت تو کوئی رہا نہیں اور عوام کا مطالبہ بھی یہی ہے۔ خواہ درست ہے یا غلط۔ لہٰذا یہ طریق کار اپنایا جارہا ہے۔" (ماہنامہ معارف اسلام لاہور۔ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۷-۸)

یہ سطور لکھ کر ہم نے صوبائی دارالحکومت لاہور کے نتائج انتخابات کے صرف دو نمونے پیش کرتے ہوئے بتایا تھا کہ حلقہ نمبر ۹ میں کل ۵۶۵ ووٹ ڈالے گئے۔ کامیاب امیدوار کو ۲۶۳ ووٹ ملے اور ۳۰۲ لوگوں کی رائے اس کے خلاف ہوئی۔ مگر کثرت مخالفت کے باوجود "جمہوری اصولوں" کی رو سے وہ کامیاب قرار دیا گیا۔ حلقہ نمبر ۴ کے کل ۵۸۵ ووٹوں میں سے کامیاب امیدوار کو ۳۰۸ ووٹ حاصل ہوئے۔ اور باوجودیکہ ۲۷۷ ووٹ اس کے خلاف ڈالے گئے۔ لیکن اصولی طور پر اس کو کامیاب تصور کیا گیا۔

لیکن — کیا یہ اصول جمہوریت درست ہے؟ کیا "کامیابی" کا یہ طریق کار صحیح ہے؟ اور جن مسلم ممالک میں اس اصول اور اس طریق کار کو اپنایا جارہا ہے۔ کیا اسے "اسلامی جمہوریت" کہا جا سکتا ہے اور کیا اس کو قانون الٰہی کے مطابق قرار دیا جا سکتا ہے؟ — ہر ہوشمند اور تجربہ کار انسان اس کا جواب نفی میں دیگا۔ اور اس کے ثبوت میں پارلیمنٹوں اسمبلیوں کا وہ نقشہ پیش کرے گا، جس میں عدم اعتماد، بے اطمینانی اور بے یقینی کے خطوط نمایاں نظر آئینگے

ذرا نئی اسلامی جمہوریہ الجزائر پر نظر ڈالئے۔ آزادی وطن کے حصول کے لئے اس کے مجاہدین نے برسوں سرفروشیاں دکھائیں۔ لاتعداد قربانیاں دیں۔ پھانسیاں پائیں۔ قید وبند کی تکلیفیں سہیں۔ مگر جب اتنے مصائب اور آلام برداشت کرنے کے بعد انہیں آزادی ملی تو پارلیمنٹ کو قائم ہوئے بمشکل آٹھ دن نہ گزرے کہ ارکان پارلیمان میں دھینگا مشتی ہونے لگی اور فساد وعناد نے اس قدر نازک صورت اختیار کرلی۔ کہ مصالحت کے لئے ایک کافر ملک کے لیڈر کو ثالث تسلیم کرنا پڑا۔ مگر افہام وتفہیم کے باوجود۔ بے اعتمادی اور بے اطمینانی اب بھی موجود ہے۔ اور الجزائری پارلیمان کے اراکین اور وزراء کے دل ہنوز صاف نہیں ہوئے۔ اور نہ "رائج الوقت" جمہوری اصول کے ماتحت صفائی قلوب ممکن ہی ہے۔

اب ذرا اپنے پاکستان کو دیکھئے۔ کہ انتخابات کے مقابلوں میں یہاں ایسے جوڑ توڑ ہوتے ہیں کہ الامان الحفیظ اس کے بعد مرکز اور صوبوں میں اسمبلیاں قائم ہوئی ہیں تو ان میں بڑی الٹے تکلے شروع ہوگئے ہیں۔ جو مارشل لا کے

نفاذ سے پہلے ہوا کرتے تھے۔ ہر لیڈر اپنی الگ ڈگڈگی بجا رہا ہے۔ ہر رکن ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنا رہا ہے اور ہر ایک کی یہ خواہش ہے کہ اس کی پارٹی مضبوط ہو جائے۔ اور وہ پارٹی لیڈر بن جائے۔ اس غرض سے جو حربے اور جو ہتھکنڈے کام میں لائے جا رہے ہیں۔ ان کی تفصیل تحصیل حاصل ہے۔ گوناگون سیاسی گروہ جنم لے رہے ہیں۔ بوقلموں پولیٹکل جماعتیں ولادت پا رہی ہیں۔ پرانی پارٹیوں کو نیا لباس پہنایا جا رہا ہے۔ دعوتوں پر روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ علاوہ بریں رعب و دبدبہ، مکر و تزویر۔ زور و زر۔ طمع و خوشامد۔ منت و سماجت جیسے ہتھیار بھی استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ پاکستان کے ہر دلعزیز اور غیر جانبدار صدر محترم محمد ایوب خان مدظلہ کو پھانسنے اور ان کو کسی نہ کسی پارٹی میں جبراً شامل کرنے کی بھی کوشش کی جا رہی ہے۔

سیاسیات سے بالکل الگ رہ کر صرف مذہبی نقطۂ نگاہ سے ان حالات کا جائزہ لیجئے۔ کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور یہ نام کی جمہوریتیں، جن کے اصول انتخاب سیاسی مدبرین نے بڑی سوچ بچار کے بعد وضع کئے تھے۔ اپنے مقاصد میں کیوں ناکام ہو رہی ہیں؟ — اس کا جواب ایک اور صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جمہوریتوں کا اصول انتخاب اور طریق کار ازسرتا آئین الٰہی کے خلاف ہے اور چونکہ اس میں کسی ممبر یا لیڈر کا معیار قابلیت دیکھنے کے بجائے اس کی کامیابی کے لئے ایک ایسی "کثرت رائے" کو دیکھا جاتا ہے جو حقیقتاً قلت رائے کا حکم رکھتی ہے، اس لئے "کامیابی" کے بعد بھی ممبر کو طرح طرح کی ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب آئین میں کامیاب ہونے والوں کا معیار یہ مقرر کیا۔ کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ خدا کے نزدیک سب سے معزز، سب سے لائق عزت و وقار اور سب سے قابل عظمت و احترام وہ اور صرف وہ ہے، جو سب سے زیادہ پرہیزگار، نیکوکار، دیندار ہو۔ اور اس لئے حق جل شانہٗ نے معیاریت کو جمہوریت پر بہر عنوان ترجیح دی۔

تاریخ و سوانح کے ورق الٹئے۔ آپ کو فوراً یہ حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کہ اسلامی عہد کی سیاسی مخالفتیں نے جو جمہوریت کی شکل میں نمودار ہوئی تھیں۔ بالآخر کار معیاریت کے آگے سر جھکائے۔ اور وہ، جس کو اللہ نے نہ صرف متقی بلکہ امام المتقین بنایا تھا، سب پر غالب آیا۔ صاحبان اقتدار چونکہ معیاریت کی بنیاد پر فائز ہوئے تھے۔ اس لئے وہ مشکل لمحات میں متقیوں کے اس راہبر کی طرف رجوع فرماتے اور اس کے احکام [illegible]
اس سے آفتاب درخشاں کی طرح یہ ثابت ہوا۔ کہ جب تک معیاریت کا وجود نہ ہوگا۔ خالی جمہوریت اور رسمی حکومت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر جمہوری ملک میں پارلیمنٹیں اور اسمبلیاں عناد و فساد کے اکھاڑے بنی ہوئی ہیں۔ نہ دوست کو ان پر اعتماد ہے، نہ دشمن کو ان پر یقین۔ خدا انجام بخیر کرے۔

ادارہ معارف اسلام:- باضابطہ رجسٹرڈ قومی ملک ہے اور محض فی سبیل اللہ اتحاد بین المسلمین کی بنیادوں پر تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کی نشر و اشاعت کر رہا ہے۔ آپ بھی اس کی رکنیت قبول فرما کر شامل ہو جائیں۔ فارم داخلہ مرکزی ادارے سے طلب فرمائیں۔

کالی دنیا میں دین حق کی ضیا باریاں

موذن رسول ذوالجلال، حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ کی سرزمین، حبشہ سے یہ روح افزا خبر موصول ہوئی ہے کہ ایران کے علامہ آقائے علی مشرف اور مصر کی انجمن مرتضویہ کے صدر مولانا دکتور المفتی حسن الحیدر، ایک شیعہ تبلیغی مشن کی تعمیل و تکمیل کے لئے افریقہ میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنے ساتھ رفیق کار علماء سمیت وسطی اور مشرقی افریقہ میں سرگرم عمل ہیں۔ اور یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی کہ ملت جعفریہ کے ان مبلغین کرام کو اپنے مقاصد عظیم متبرکہ میں کافی کامیابی ہوئی ہے، چنانچہ جن افریقی علاقوں میں عیسائی مشنریوں نے اپنے ہمہ رنگ دام بچھائے ہوئے ہیں اور وہ سیم و زر کے زور سے سادہ لوح حبشیوں کو مسیحیت میں داخل کر رہے ہیں۔ ان علاقوں میں حبشی اقوام کے سامنے جب اسلام کی صحیح تعلیمات کو پیش کیا گیا اور حضرات نفوس قدسیہ (رسول اللہ اور اہلبیت) کی ذوات طہور ربانی گئی تو انھوں نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا اور جن افریقیوں نے دین حق میں آنے کا معاملہ ملتوی رکھا۔ انھوں نے بھی مبلغین کے مواعظ حسنہ کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور اپنے دلوں میں اس کا اثر جذب کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ افریقہ میں اسلام کو پھیلانے اور حبشی اقوام کو دین حق میں لانے کے لئے میدان بہت وسیع ہے اور یہ سنکر تعجب کیا جائے گا کہ افریقہ کی جملہ اقوام وطن خود کو فطرۃً مسلمان سمجھتی اور مسلمان کہلانا پسند کرتی ہیں۔ آپ افریقہ کے کسی پست سے پست اور جنگلی علاقہ میں چلے جائیے اور کسی ننگے دھڑنگے آدم خور حبشی سے پوچھئے۔ "دُوْ۔ دُوْ۔ کُنتُ بُو بنیانی؟" — ارے کیا تو کافر ہے؟ وہ آپ کے سوال پر تیوری چڑھائیگا۔ اور غصہ سے جواب دیگا۔ "لَہٗ لَہٗ۔ مِنْتُ مُسْالِمْ۔" نہیں نہیں! میں تو مسلمان ہوں۔

مگر مصیبت یہ ہے کہ ایک طرف مسیحی مبلغوں نے افریقیوں کو روٹی اور بیٹی کا لالچ دیکر۔ تجوریوں کے منھ کھول کر اور سونے چاندی کی بارش برسا کر عیسائیت کے جال پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ کسی قیمت پر بھی ان کو کسی دوسرے مذہب کی طرف رجوع نہیں کرنے دیتے۔ دوسری طرف ایک خطرناک گروہ اسلام کا لبادہ پہن کر دین خدا کو غلط رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ اور مشرقی افریقہ میں حضور خاتم النبیین صلعم کی ختم المرسلینی کو توڑ کر اپنے نئے نبی کی رسالت خود ساختہ کا ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے۔ تاہم یہ امر موجب طمانیت ہے کہ اسلام کے مقابلہ میں پرانے مسیح اور نئے مسیح کو ماننے والے ان دونوں مستعد گروہوں کی موجودگی میں ہمارے علمائے کرام اور مبلغین عظام خاصی کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں سے تین چار ماہ کے عرصہ میں سات آٹھ ہزار افریقی اسلام کے آغوش رحمت میں آ چکے ہیں۔

لیکن حالات کے مطابق یہ تبلیغی سرگرمیاں ناکافی ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ ان کو اور بھی وسعت دی جائے

ان فرائض منصبی کی بجاآوری کے لئے پاکستان کی شیعہ و سُنّی تبلیغی جماعتوں کو بھی آگے بڑھنا اور اپنے مبلغین کو غیرمسلم ممالک میں بھیجنا چاہیئے ۔ ادارہ معارف اسلام لاہور اس سلسلہ میں حتی المقدور تبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے ۔ اور جس طرح اس نے انگلستان میں اپنی شاخ قائم کی ہوئی ہے اسیطرح افریقہ میں بھی اس کے ممبران مصروف عمل ہیں ۔ اسی تبلیغی فرض کی ادائیگی کے لئے وہ عنقریب انگریزی ماہنامہ بھی جاری کر رہا ہے ۔ پس مومنین کو اس کے ساتھ تعاون کرنا اور اس کی دینی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا چاہیئے ۔ اور انگریزی پبلیکیشن فنڈ میں اپنے مخلصانہ عطیات جمع کرانے کے علاوہ قلمی تعاون بھی کرنا چاہیئے ۔

ترقی یافتہ وہابیت

اور شیعہ سُنّی مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش!

نصاب تعلیم اور عورتوں کی آزادی کا قضیہ!!!

قارئین "معارفِ اسلام" پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس کی پالیسی ہمیشہ صلح کل رہی ہے ۔ اتحاد بین المسلمین کے لئے یہ ہمیشہ موثر مقالات شائع کرتا رہا ہے اور اتحاد ہی میں ملک اور مسلمانوں کی فلاح اور ترقی سمجھتا ہے ۔ معارف اسلام کی اس پالیسی کے گواہ اس کے گذشتہ فائیل ہیں ۔ محض جذبہ اتحاد ہی کی بنا پر ہمارا ہمیشہ سے یہی منصفانہ مطالبہ رہا ہے کہ حکومت عالیہ اور عوام حتی المقدور شیعہ سنی اختلافات کو اپنے احکام وعمل سے جدا رکھیں تاکہ یکطرفہ کاروائی سے دوسرے فریق کے لئے بے اطمینانی کا باعث بن کر تلخیاں پیدا ہونے کی صورت پیدا نہ ہونے پائے ۔ اور اگر بعض اختلافات کسی فرقہ کے خصائص میں داخل ہیں، تو اُن کے لئے حکومت کے جملہ احکامات وانتظامات میں جدا جدا صورت پیدا کر دی جائے تاکہ فریقین کے امن واطمینان کا باعث بن کر ملک میں الجھنیں پیدا نہ ہوں اور ملک ترقی کی راہ پر چلتا رہے ۔ اس ضمن میں محکمۂ تعلیم کی متعدد کتب میں جو اختلافی امور موجود ہیں ان کی طرف کئی مرتبہ توجہ دلائی گئی ہے ۔ نصاب تعلیم میں فرقہ وارانہ مواد کی شمولیت سے مسلمانوں کے ایک اہم حصّہ میں بڑی بے اطمینانی پائی جاتی ہے ۔ جس کا اظہار عموماً اخباروں میں کیا جاتا رہا ہے ۔ معارف اسلام کے گذشتہ شمارہ ماہ اگست میں بھی توجہ دلائی گئی اور یہ مطالبہ ایک معقول اور عدل وانصاف کی بنیاد پر جائز، درست اور مفید مطالبہ ہے جو معاصر "المنبر" لائیلپور کو سخت ناگوار گذرا اور اس لئے اس نے شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دیکر اپنا مطلب حاصل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے ۔ "المنبر" جماعت اسلامی کی اس شاخ کے زیر اثر ہے جو جناب مولوی امین حسن صاحب اصلاحی کی زیر قیادت لاہوری جماعت یعنی مودودی صاحب کی پارٹی سے اختلاف کی بنا پر علیحدہ ہو گئی تھی ۔ اہلسنت ان ہر دو جماعتوں کو "اہلسنت" تسلیم نہیں کرتے ۔ بلکہ ان کے غلط عقائد کی بنا پر

بہ ان سے بحث کرتے ہیں۔ یہ بحثیں اخبارات میں عموماً چھپتی بھی رہی ہیں۔ جہاں تک المنبر کی پالیسی کا تعلق ہے اس کی پالیسی ہمیشہ SUGAR COATED (شکر نما) رہی ہے۔ یہ اپنے مخصوص فرقہ کا پرچار کرتا ہے مگر اس کا نام نہیں لیتا۔ جیسا کہ خود اس نے معارف اسلام کے خلاف مضمون زیر عنوان "شیعی جارحیت" (اشاعت یکم تا ۹۶۳ء) میں لکھا ہے کہ: "المنبر نے اپنے آپ کو کسی گروہ سے منسوب نہیں کیا۔ (المنبر ص۱۵) ۔ ظاہر بظاہر منسوب ذکر نے سے کیا فرق پڑتا ہے سے بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش - تر از و ہر لباسے می شناسم -

جب آپ شب و روز نجدی حکومت کے پروپیگنڈے میں لگے ہوئے ہیں اور ان کے مخالفین کو تبرا کہنے میں صفحات کالے کر رہے ہیں تو آپ کا گروہ ظاہر ہے ـــ ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں بہت اور اردو اخبار ہونگے باوجود زیادہ تر غیر علمی اور وہ بھی صرف نجدی پروپیگنڈا کرنا ہی ان کے لئے کیوں ضروری ہے اور زیادہ حصہ اردو خواندہ اور اپنے ملک کی فلاح و بہبود کے لئے کیوں وقف نہیں۔ بہر حال ـــ

قطع نظر المنبر کے پیش نظر مضمون کے ہم پیشتر بھی کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ ملک میں ایسا عنصر موجود ہے اور اب مارشل لاء اٹھ جانے کے بعد اس نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے اور جس کو مسلمانوں کا اتحاد ایک آنکھ نہیں بھاتا کیونکہ اس اتحاد سے ان کی اپنی دال نہیں گل سکتی۔ ان کا دلی مقصد یہی ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اہلسنت اور شیعہ مسلمانوں میں نااتفاقی اور عدم اتحاد کا بیج بوتے رہیں تاکہ اسلام کے یہ دونوں عظیم طبقے آپس میں یکجہتی اختیار کر کے ان کے لئے مضر ثابت نہ ہو سکیں ـــ یہ لوگ حکومت کی کرسیاں سنبھالنے کی نیت سے الیکشنوں میں بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ درآنحالیکہ پاکستان بننے سے پیشتر یہ پاکستان کا متوقع وجود ہی ناپسند کرتے تھے۔ جن پر پاکستانی اخبارات کی پرانی فائلیں گواہ ہیں۔ بعد ازاں جنگ آزادی کشمیر کے "خلاف اسلام" ہونے کے فتوے دیتے رہے اور اب آج کل پاکستان کی ہر دلعزیز گورنمنٹ کے مختلف معاملات میں دخل اندازی کرتے رہتے ہیں۔ کبھی ملک کے اقتصادی معاملات اور بینکنگ کے پیشے میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ کبھی مختلف محکموں کے پروگراموں میں دخل در معقولات کر کے اپنی مخالفت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دن رات ملک کی اقلیتی جماعتوں کے کافر ہونے کے فتوے دیتے رہتے ہیں۔ یہ صرف اقلیتوں کو ہی نہیں چھوڑتے بلکہ ملک کی نمایاں اکثریت اہلسنت والجماعت کے مسلمہ عقائد و اعمال میلاد - فاتحہ - چہلم - عرس بزرگان دین وغیرہ وغیرہ کو "خرافات" کہہ کر اور مذاق اڑا کر اہلسنت کی بھی مخالفت کرتے ہیں جن کے ثبوت میں ان کے اخبارات کے فائل گواہ ہیں ـــ جہاں تک حضور ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ستودہ صفات کا تعلق ہے۔ یہ انہیں اپنے بڑے بھائی کی مانند عام انسانوں جیسے ایک انسان عمومی سمجھتے ہیں اور قرآن حکیم سے صرف "بشر مثلکم" کے الفاظ پیش کر کے سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور ہمارے ہی جیسے ایک بشر تھے۔ اسی بناء پر ان کے اخبارات میں بحثیں جاری رہی ہیں۔ کبھی انکار "حیات النبی" پر بحث ہوتی ہے۔ کبھی حضور کے وجود نورانی سے انکار پر دلائل دیئے جاتے ہیں۔ حضور کے والدین شریفین کو (معاذ اللہ) کافر اور دوزخی سمجھتے ہیں اور اس کے جواز میں اخبارات کے ذریعہ بوگس دلائل

دیتے ہیں (ملاحظہ ہو اخبار اہلحدیث یکم ستمبر ۱۹۶۳ء) ۔ حضورؐ کی ذات اقدس سے تو یہ سلوک ۔ مگر جب حضورؐ کے اصحابؓ
خاص طور پر حضراتِ ثلاثہ کے متعلق قلم اٹھاتے ہیں تو شیعہ سُنی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر نمایاں کرتے ہیں ۔ حالانکہ
ناموس صحابہ سے کہیں پہلے ناموس پیغمبرؐ کا تحفظ ضروری ہے ۔ اور دل کھول کر ان اختلافات کا اظہار کر کے شیعہ مسلمانوں
کو بے نقط سناتے ہیں تاکہ اہل سنت حضرات کا کسی طرح ان سے اتفاق نہ ہو سکے ۔ اگرچہ احمدی جماعت کے اخبارات
بھی اسی پالیسی پر گامزن ہیں ۔ مگر ـــ جو کچھ معاصر المنبر لائلپور نے اپنی اشاعت ۱۸ ربیع الثانی (۱۳ ستمبر ۱۹۶۳ء)
میں کہا ہے وہ ان سب سے بازی لے گیا ۔ وہ یہ کہ گذشتہ شمارہ (معارف اسلام) میں نصاب تعلیم کے متعلق فرقہ
وارانہ اور اختلافی امور کے دخول کے خلاف جو ایک شذرہ سپرد قلم کیا تھا وہ "حق و انصاف" پر مبنی تھا جو کہ
اسلام اور مسلمانوں کا طرہ امتیاز ہے ۔ مگر ہفت روزہ المنبر نے اس موقع سے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے
کے لئے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور معارف اسلام کے منصفانہ مطالبہ کو غلط رنگ میں اور توڑ
مروڑ کر پیش کر کے ملک کی فضا کو مکدر کرنے میں ناکام ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ۔ مذکورہ نوٹ ملنے پر "شیعی جارحیت"
کے عنوان سے متکبرانہ انداز میں خامہ فرسائی کی ہے ۔ ہم ان کے اس انداز بیان کا کیا جواب دیں ۔ جن لوگوں
نے امہات المومنین، صحابہ کرامؓ اور خاندان رسولؐ تک کا لحاظ نہ کیا ہو، ان کے مزارات مقدسہ اور مقابر و گنبد
گرا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دئے ہوں وہ ہمیں کیا درس احترام دے سکتے ہیں ۔ مقدس مقامات منہدم کرنے
والوں کی تعریف و توصیف میں شب و روز المنبر کے صفحات کالے کئے جا رہے ہیں ان کو ذرا منہ دھو کر
اصحابِ اخیار اور ازواجؓ کا نام لینا چاہئے ۔ کیا المنبر نے کبھی سعودی حکومت کو ان کے اس انتہائی عدم احترام
انتہائی گستاخانہ اور انتہائی بے ادبانہ افعال کی طرف بھی توجہ دلائی ہے یا صرف جنرل ناصر (اُن کے مخالف)
ہی کو برا بھلا کہا جاتا ہے ۔ اور باوجود اس ریاکارانہ کردار کے وہ بڑے متکبرانہ انداز میں لکھتے ہیں کہ
"اگر کسی کو اختلاف ہے تو ہوا کرے" اور پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ سات کروڑ مسلمان اس جارحیت کو پسند
نہیں کرتے ۔ (ملخص) ہم حیران ہیں کہ اہلحدیث سات کروڑ کیسے ہو گئے ۔ اور اگر ہوں بھی تو بقایا کروڑہا مسلمانوں
پر جبر کر کے ان کے عقیدے کے خلاف کیونکر ان کو تعلیم دی جا سکتی ہے اور اسلامی اصولوں کی بنا پر اُن پر جبر کیونکر
ہو سکتا ہے ـــ محترم ایڈیٹر المنبر نے "شیعی جارحیت" ، "ناپاک جسارت" ، "دنیا و آخرت میں بربادی"
اور "عقل و شرافت کے خلاف جنگ" ایسے ناپاک الفاظ استعمال کر کے بنی امیہ کے جابر حکمرانوں کی تہذیب
و تمدن کا نمونہ پیش کیا ہے ۔ ہم ان کی تنگ نظری کا جواب ترکی بہ ترکی دینا اپنی تہذیب کی مخالفت سمجھتے ہیں ۔
مگر اتنی گذارش کرنا بجا تصور کرتے ہیں کہ ۔ بقول آپ کے "آپ کی ڈاک میں سے آپ کے سامنے جو رسائل کا ڈھیر
ہوتا ہے ۔ اس ڈھیر میں سے ایک رسالہ معارف اسلام" کا جائز اور مفید مطالبہ تو آپ کو "جارحیت" دکھائی دیتا
ہے مگر اسی ڈھیر میں سے ایک رسالہ "اہلحدیث" آپ کو نظر نہیں آتا ۔ کیونکہ وہ آپ کا اپنا ہے اور اس میں
بعض اسلامی فرقوں کے لئے فتاوی قتل اور تشدد کرنے والوں کے لئے تمغات جنت کی بشارت سے آپ کو جارحیت

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

نہج البلاغہ

خطبہ امیر المومنینؑ کے چند متفرق اقتباسات

ٹڈی کی عجیب و غریب خلقت اور خداوندِ عالم کی عظمت و توصیف

(بزبان امیر المومنین علیہ السلام)

الحمد للہ الذی لا تدرکہ الشواھد ولا تحویہ المشاھد ولا تراہ النواظر ولا تحجبہ السواتر الدال علی قدمہ بحدوث خلقہ، وبحدوث خلقہ علی وجودہ وباشتباھھم علی ان لا شبہ لہ. الذی صدق فی میعادہ وارتفع عن ظلم عبادہ. وقام بالقسط فی خلقہ وعدل علیھم فی حکمہ۔

ساری حمد و ستائش اللہ کے لئے ہے، جسے حواس پا نہیں سکتے۔ نہ جگہیں اسے گھیر سکتی ہیں، نہ آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں۔ نہ پردے اُسے چھپا سکتے ہیں۔ وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے کا اور ان کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل اور بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدے میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔

ولو فکروا فی عظیم القدرۃ و جسیم النعمۃ لرجعوا الی الطریق وخافوا عذاب الحریق ولکن القلوب علیلۃ والبصائر مدخولۃ. الا ینظرون الی صغیر ما خلق کیف احکم خلقہ، و اتقن ترکیبہ، وفلق لہ السمع والبصر وسوی لہ العظم والبشر۔

اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں، اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں۔ لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوٹی ہیں۔ کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جنھیں اس نے پیدا کیا ہے نہیں دیکھتے، کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے۔ اور ان کے جوڑ بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے۔ اور ان کے لئے کان اور آنکھ (کے سوراخ) کھولے ہیں۔ اور ہڈی اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے۔

وان شئت قلت فی الجرادۃ اذ خلق لھا عینین حمراوین. واسرج

اگر چاہو تو چیونٹی کی طرح ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو کہ اس کے لئے لال بھبوکا دو آنکھیں پیدا کیں۔ اور اس کی

لها حدقتين قمراوين وجعل لها
السمع الخفي، وفتح لها الفم السوي
وجعل لها الحس القوي، ونابين
بهما تقرض، ومنجلين بهما تقبض
يرهبها الزرّاع في زرعهم ولا
يستطيعون ذبّها - ولو اجلبوا
بجمعهم. حتى ترد الحرث في
نزواتها. وتقضي منه شهواتها
وخلقها كله لا يكون اصبعاً
مستدقة - فتبارك الله الذي
يسجد له من في السّموات والارض
طوعاً وكرهاً، ويعفّر له خدًّا ووجهاً
ويلقي اليه بالطاعة سلماً و
ضعفاً - ويعطي له القياد رهبةً
وخوفاً. فالطير مسخّرة لامره - احصى
عدد الريش منها والنفس. و
ارسى قوائمها على الندى و
اليبس -

(نہج البلاغہ)

آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اس کے لئے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے، اور مناسب و معتدل منہ کا شگاف بنایا اور اس کے حس کو قوی اور تیز تر قرار دیا۔ اور اس کے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے۔ اور درانتی کی طرح دو پیر دئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ وہ جست وخیز کرتا ہوا ان کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے۔ اور اس کے لئے چہرے و رخسار کو خاک پر مل رہا ہے۔ اور عجز و انکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے۔ اور خوف و دہشت سے اپنی باگ ڈور اسے سونپے ہوئے ہے پرندے اس کے حکم کی (زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دئے ہیں۔ اور اُن کی روزیاں معین کر دی ہیں۔

(ترجمہ جناب مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ)

۷۸۶

در پیشگاہِ رحمۃ للعالمین محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

(از سید الف شاہ صاحب سید پاکپہاڑ ذیلم)

یہ پاکیزہ کلام جس میں اسلام کی ابتدا اور اس کا عروج چند گنتی کے شعروں میں مختصر مگر جامع الفاظ میں سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ دوبارہ شائع کیا جاتا ہے۔ گذشتہ اشاعت میں کتابت کی کچھ خامیاں رہ گئی تھیں۔ جس کی اصلاح کر دی گئی ہے۔ ایک دو شعر بھی رہ گئے تھے وہ بھی مع ترجمہ درج کئے گئے ہیں پوری تشریح شائع نہیں کی گئی۔ اس کے لئے دیکھیں چوتھا رسول نمبر ۱۹۸۳ء
(غیاث الدین)

---

۱ اے رسولِ ہاشمی! اے سرورِ ہر ذی حیات — اے کہ ذاتِ پاک تو اصل و اساسِ کائنات
۲ اے وجودت آیۂ از قدرتِ ربِ قدیر — صورتاً بشری ولے طینِ تو نورِ عینِ ذات
۳ روحِ تو ہم روحِ اعظم ، عمدۂ ختمِ رسل — پیکرِ روحِ تو نوری اے شہِ قدسی صفات
۴ طینِ حضرت چشمۂ انوارِ جملہ انبیاء — روحِ اعظم خاصہ آں ذاتِ ملکوتی صفات
۵ مدعی گر نکتہ چینی ہا کند عینِ خطاست — خود غلط را رفتہ و پنداشتہ راہِ نجات
۶ اے حبیبِ حق و رابطِ بینِ امکان و وجوب — فہم قربِ تو بحق خارج ز حدِ ممکنات
۷ جلوہ ات در کاخِ گیتی عشرتِ صاحبدلاں — مومناں والہ و شیدا ، کافراں در منکرات
۸ حق فرستادت بدنیا رحمۃٌ للعالمین — رحمتِ خاصہ برائے مومنین و مومنات
۹ جملہ افعالِ تو زیبِ اسوۂ نیکو تریں — جملہ اقوالِ تو زیں باقیاتُ الصالحات
۱۰ شد مسلّم در شبِ اسریٰ مقام و شانِ تو — بدولت شد منکشف کلیہ اسرار و نکات
۱۱ کار کردی در رہِ اسلام و نفیِ شرک و کفر — با ہزاراں نوع موانع ، با ہزاراں مشکلات
۱۲ بارور شد نخلِ علم و حکمت و تدبیرِ تو — سلطنت ، منقرض ، محروم از کیفِ حیات
۱۳ رایتِ دینِ تو در آفاق اندر اہتزاز — تا ابد با خاک یکساں صولتِ لات و منات

سید عبدِ عبیدِ تو ، پریشاں خاطر است
دار ہانش از غمِ دنیائے دون و بے ثبات

تشریح و ترجمہ شعر نمبر ۴ و ۵ :— (ترجمہ شعر ۴) تمام نبیوں کے انوار کا سرچشمہ تیرا

نورِ طین ہے۔ نہ روحِ اعظم نبوّتی۔ کیونکہ "مدارِ ختم" روحِ اعظم نبوّتی ہے نہ طینت۔ روحِ اعظم فقط تیری ذات ملکوتی صفات کے لئے مخصوص ہے۔

(تشریح) اگر انبیاء علیہم السّلام کے انوار روحِ اعظم نبوّتی کے نور ہوتے تو ہر نبی خاتم الانبیاء رہوتا۔ روزِ ازل سے "مقامِ ختم" محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے مخصوص تھا۔ اور حضرت خاتم بشیر و نذیر للعالمین تھے۔ انوار تجلیاتِ الٰہیّہ کو برداشت کرنے کی استعداد و ظرفیت صرف روحِ اعظم نبوّتی میں ودیعت تھی۔ چنانچہ شبِ معراج اس کی ایک بیّن دلیل ہے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ یعنی پیغمبرِ خاتم جو نور خزانہ برقیہ عوالم امکانیہ تھے، شبِ معراج ذاتِ واجب الوجود کے اس قدر قریب پہنچ گئے کہ کمانِ امکان و کمانِ وجوب کے آپس میں ملنے سے ایک دائرے کی شکل ظاہر ہوئی، اور دونوں "امکان و وجوب" کے ہر دو قوسوں کے درمیان جو ایک موہومی فاصلہ تھا وہ بھی معدوم ہوگیا اور محبوبِ الٰہی یعنی پیغمبرِ خاتمؐ واجب بالغیر کے درجے پر فائز ہوئے۔ کوئی اور نبی اس مقام تک نہ پہنچ سکا تھا۔ کیونکہ تمام انبیا کا نور طینت محجوب سے تھا۔ نہ کہ روحِ اعظم نبوّتی سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر تجلیاتِ انوارِ الٰہیّہ کو دیکھنے کے لئے جانا اور تجلّی کے وقت نورِ تجلّی کی دید کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو جانا اس کا ایک واضح ثبوت ہے۔ اگر روحِ اعظم نبوّتی سے جناب موسیٰ کا نور ہوتا تو بیہوش نہ ہو جاتے۔ (رشید الف شاہ)

(ترجمہ شعر ۳۰) :- کوئی مدّعی اگر اپنے خیال میں اس پر نکتہ چینیاں کرے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ وہ صراطِ مستقیم سے ہٹ کر ایک غلط راستے پر پڑ گیا ہے۔ اور اس کو راہِ نجات سمجھتا ہے۔

مدوّر شعر :-



شعر ہٰذا کے الفاظ اپنے ممدوحین کی طرح ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہیں کہ جس لفظ سے بھی شعر کو پڑھا جائے پانچ پانچ الفاظ پر مبنی دو مصرعے بن جاتے ہیں۔ اور معنی میں مطلق فرق واقع نہیں ہوتا۔ چونکہ محمدؐ اور علیؑ نورِ واحد سے ہیں تو شعر ہٰذا کے دونوں مصرعے واحد مفہوم پر مبنی ہیں۔

از :- گدائے درِ نبیؐ و علیؑ :- آفتاب حسین زیدی۔ آرٹسٹ

اِرشاداتِ رسولؐ صلعم

حکیم سید محمود گیلانی مدظلہٗ - مدیر معارف

سُن لیں سارے شیخ و شاب
قولِ رسولِ فیض مآب!

میں تو اُسی کا مولا ہوں
جس کا ہے مولا ابوتراب!

یہ وہ علیؑ ہے، حق کا ولی
کہیں بھی جس کا نہیں جواب!

جس کی خدا نے کی تطہیر!
شاہد جس پر پاک کتاب!

نام خدا ہے جس کا نام
تابِ خدا ہے جس کی تاب!

لحمک لحمی جس کی شان!
جنتک جنتی جس کی آب!

دستِ خدا ہے جس کا ہاتھ!
تیغ ہے اُس کی تیغِ وہاب!

جس کے ہیں گنبد اور مینار!
جس کے ہیں منبر اور محراب!

بن پانی! دریا بے کار!
میں ہوں دریا، حیدر آب!

میں وہ مدینہ علم کا ہوں!
ابوتراب ہے جس کا باب!

حوض مرے پر دے گا یہی!
جامِ طہورا بادۂ ناب!

رکھتے ہیں اس کو جو محبوب!
وہی تو میرے ہیں احباب!

یاد ہے خطبۂ خمِ غدیر؟
جمع جہاں تھے سب اصحاب

اور جہاں حیدر کے لئے!
زانو میرا بنا رکاب

بھولے اگر ہو۔ پھر سن لو!
میری وصیت ہے نایاب

علیؑ ولی ہے میرا وصی!
سب کا خلیفہ اور نواب

حق اِس کا جو چھینے گا!
ہے وہ غاصب اور کذاب

جس کو ہے اس کی شان میں شک!
پڑھ لے کوثر اور احزاب

بیٹی میری پاک بتولؑ!
جس میں ہے میری آب و تاب

خوش رکھے گا جو اِس کو!
پائیگا بے حد، اجر و ثواب

اُس کو کرے گا جو ناراض　　اُس پہ خدا کا قہر و عتاب!
اُس کے ہیں یہ جو دُو فرزند　　ایک قمر ہے۔ اِک مہتاب!
ایک حسنؑ ہے، ایک حسینؑ　　دونوں گوہر ہیں نایاب!
لائے ملک ہیں جنت سے　　جن کا کھانا، بھر کر قاب!
خلد کے ہیں یہ دونوں پھول　　ایک چنبیلی، ایک گلاب!
یہ ہیں میرے اھل البیت　　سُن لیں سارے شیخ و شاب!
اِن سے رکھیگا اُلفت جو!　　کوثر سے ہو گا شاداب!
اِن کی محبت وجہِ نجات!　　ان کی عداوت وجہ عذاب!
اِن کا دشمن ہے فی النار!　　ان کے عدو کا خانہ خراب!

رہتا ہے محمود! سدا
اِن کی ولا میں تم بے تاب

لولا علیؑ لھلک عمرؓ!

قولِ ابنِ خطابؓ

(از حکیم سید محمود گیلانی مدظلہٗ)

نے فروکش کہیں جناب عمرؓ!　　دستغاثہ تھا۔ ایک پیش نظر
عورتیں دُو تھیں۔ دو نوں ہی بدکار　　ایک دیوانی دوسری ہشیار
دونو آبستہ، جنھیں بہ کارِ حرام　　ایک پختہ تھی۔ دوسری تھی خام
جو تھی ہشیار، ایک دن ناگاہ　　جن لیا اُس نے بچہ شش ماہ
گرگئے ابنِ خطاب، سوچ بچار　　بولے آخر، کرو انھیں سنگسار
فیصلہ یہ سنا دُو دونوں کو　　پتھروں سے اڑا دُو دونوں کو

اِتنے میں بو تراب آ پہنچے!　　شہر عرفاں کے باب آ پہنچے
شرح امّ الکتاب آ پہنچے!　　عادل لاجواب آ پہنچے
فیصلہ جب سنا، تو فرمایا!　　اے عمرؓ۔ فہم میں نہ یہ آیا!

کرتے تم، گر مطالعۂ قرآں — اور پڑھتے فِصَالُہٗ کا بیاں
عین تو۔ یہ مرضعۂ رضاعت تک — ہاں: اڑھائی برس کی مدت تک
ہو نہیں سکتی، اے عمرؓ! سنگسار — اور۔ یہ جو جنون کی ہے شکار
نہیں اس کو تمیزِ اَجر و خطر! — شرع میں اِس کی ہے معاف سزا

فیصلہ مرتضیٰؓ کا تھا نایاب! — کیوں نہ مسرور ہوتے ابن خطاب
پس خوشی سے پکار اُٹھے عمرؓ! — آپ آتے نہ میرے پاس اگر
یا علیؓ! میں ہلاک[1] ہو جاتا! — کارخِ انصاف خاک ہو جاتا
نامۂ عدل چاک ہو جاتا! — کاش! میں تم سا پاک ہو جاتا
ساری دنیا سے ہو تمہیں دانا! — کہہ دیا پھر — علیؓ اقضانا[2]

میں بھی محمود ہوں فدائے علیؓ
وہ ہیں سلطان۔ میں گدائے علیؓ

عِبرتِ عالم

انیس

وہ تخت کدھر ہیں اور کہاں تاج ہیں وہ
جو اوج پہ تھے زیر زمیں آج ہیں وہ
قرآں لکھ لکھ کے وقف جو کرتے تھے
اک سورۂ الحمد کے محتاج ہیں وہ

دبیر

دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا
کس کس کا ذیاں ہم نے زمانہ دیکھا
برسوں رہا جن کے سر پہ چترِ زریں
تربت پہ نہ اُن کی شامیانہ دیکھا

سفرِ آخرت

اب خواب سے چونک وقت بیداری ہے — لے زادِ سفر کوچ کی تیاری ہے
مرمر کے پہنچتے ہیں مسافر یاں تک — یہ قبر کی منزل بھی غضب بھاری ہے

---

[1] حضرت عمرؓ نے لولا علی لهلک عمرؓ کے الفاظ کئی مقامات میں کہے ہیں۔ نمونہ کے طور پر صرف ایک واقعہ نظم کیا گیا ہے۔
[2] یعنی علیؓ ہم سب میں بہترین قاضی اور چیف جسٹس ہیں۔ اس کی تفصیل تاریخی کتب میں موجود ہے (محمود گیلانی)

زُعمِ باطِل!

(فکرِ نواز دانش - مدظلہٗ)

★

اے مسلماں گو دِ رزمِ حق میں اب دیوانہ وار
ظلم کی زد سے بچائے گا تجھے پروردگار

تیرے قدموں کی ندا ہے دین حق کی ترجماں
رہبرِ اسلام کا پیغام ہے تیری اذاں

ساغرِ دل کے لئے وحدت کے میخانوں کو دیکھ
چشمِ عرفاں سے حقائق کے شبستانوں کو دیکھ

زعمِ باطل کو مٹا اِک اِک قدم پر صبح و شام
زندہ رکھ بزمِ جہاں میں دین حق کا احترام

جو مسلماں کارزارِ دہر میں بیباک ہے
اُس کے آگے دم بخود ہر صاحبِ ادراک ہے

جذبۂ حق و صداقت قلبِ مومن کی اساس
نعرۂ حیدر سے اڑ جاتے ہیں دشمن کے حواس

تیغِ بُرّاں لے کے اُٹھ اب حلقۂ محفل سے تو
اور ٹکرا ہر قدم پر لشکرِ باطل سے تو

کاش راہِ حق میں تو شبیرؑ کا ہو ترجماں
مرحبا کا شور اُٹھے قدسیوں میں بے گماں

حضرت امیر المومنینؑ و حسنین علیہم السلام کا شرفِ زیارت

رسالہ ایلیا کے مطالعہ کی ایمان افروز تاثیر!

از جناب سید آغا حسین صاحب ارسطو جاہی

"ہمارے کرم فرما جناب سید آغا حسین صاحب ارسطو جاہی - ملتان شہر - ملت جعفریہ کے ایک پر خلوص بزرگ ہیں جو حضور معصومین طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عشق و تولا میں سرشار رہتے ہیں - اور ان کی مدح و ثنا میں قصائد قلمبند فرمایا کرتے ہیں - سید صاحب موصوف کی خوش نصیبی اور ولائے آل محمدؐ کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس دیگر نوادرات کے علاوہ جناب سید الشہداء کے دست اقدس سے تحریر کئے ہوئے قرآن حکیم کا ایک چرمی ورق موجود ہے - سبحان اللہ! ع یہ رتبہ بلند ملا - جس کو مل گیا -

سید صاحب ممدوح نے پچھلے دنوں کافی تعداد میں رسالہ "ایلیا" منگوایا - آپ نے جب اس کا مطالعہ کیا تو حضور امیر المومنین اور جناب حسنین علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے جس سے متاثر ہو کر آپ نے ایک مکتوب معہ نظم بغرض اشاعت ارسال فرمایا ہے - خدا کرے کہ مومنین کرام اس سے مستفید ہوں اور یہ مکتوب گرامی ان کے ایمان و ایقان کے استحکام کا باعث ہو" (مدیر معاون)

مشفقی! ـــ سلام مسنون! - رسالہ ایلیا ـــ ادیان عالم کا مرکز نجات: "کافی تعداد میں منگوا کر مفت تقسیم کر چکا ہوں - اس کے مطالعہ سے میں نے خود بھی بہت ہی استفادہ کیا ہے اور میں اپنے احباب کو تعداد کثیر میں منگوانے کی ہدایت کر رہا ہوں -

رسالہ "ایلیا" درحقیقت ایک بہت بڑی تحقیق و تدقیق اور ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے - مصنف نے اس کو لکھ کر عالم اسلام پر بڑا احسان کیا ہے - اگر غور کیا جائے - تو خمسہ نجباء علیہم السلام کی مدحت و فضیلت کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے - چنانچہ میں نے اپنے والد مرحوم میر سید مصطفےٰ احسن جاگیردار خلف حضرت شریف العلماء مولوی سید شریف حسین خاں ساکن جگراؤں ضلع لدھیانہ سے سنا کہ سنہ ۱۹۰۹ء میں دیکھی

سٹیشن لاہور کے احاطہ میں ایک عجیب و غریب درخت نمودار ہوا۔ جس پر حضور پنجتن پاک کے اسمائے مقدسہ مرقوم تھے۔ یعنی اس شجر طیبہ کے ایک ایک پتے پر محمدؐ۔ علیؑ۔ فاطمۃؑ حسنؑ حسینؑ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جب مسلمانوں کو اس کا علم ہوا۔ تو وہ جوق در جوق احاطہ ریلوے میں اس کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ زائرین کی تعداد وسطاً روزانہ دو ہزار کے قریب ہوتی تھی۔ لیکن کم بخت انگریز اسٹیشن ماسٹر نے اس متبرک درخت کو اکھڑوا کر اپنی بدطینتی اور بغض معاویہ کا پورا پورا ثبوت دیا۔

ایک اور واقعہ سنئے۔ ۱۹۲۳ء میں میرے دادا حضرت شریف العلماء اعلی اللہ مقامہٗ اور میرے والد بزرگوار مرحوم (جو اس وقت بارہ تیرہ سال کے نابالغ تھے) کربلائے معلّٰی کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ بحری سفر کے دوران جہاز کے خلاصیوں نے کچھوے سے مشابہ ایک گول سا جانور پکڑا۔ جس پر نہایت واضح الفاظ میں بخط کوفی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس کو میرے دادا اور والد نے پڑھا۔ پھر جہاز کے یورپین کپتان کو دکھایا گیا۔ اس نے کلمہ شریف کو اپنے سامنے پڑھوا کر تصدیق کی۔ جہاز کے خلاصیوں نے جوش میں آکر نعرۂ تکبیر اور نعرہ حیدری بلند کیا۔ مگر یہ لوگ چونکہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ اس لئے اس جانور کو یہ لوگ ذبح کر کے کھا گئے۔ ۱۹۰۴ء میں اسی جانور کی تصویر دہلی کے مشہور و معروف انگریزی اخبار Illustrated Weekly of India میں شائع ہوئی۔ [1]

علاوہ بریں میں نے کئی پتھروں پر اسمائے پنجتن پاک لکھے ہوئے دیکھے ہیں۔ ایک گول پتھر اب بھی میرے پاس موجود ہے جس پر حسینؑ لکھا ہوا ہے۔ یہ پتھر مجھے ڈیرہ غازی خان تحصیل جام پور کی پہاڑیوں سے ملا تھا۔ پس اگر موجِ سلیمانی اور "تختی نوح" پر نفوس خمسہ مقدسہ کے اسمائے مبارک مرقوم ملے ہیں تو یہ مومنین کی ازدیادِ ایمان کا موجب ہیں۔ اور میری رائے ہے کہ اس عظیم الشان تحقیقاتی رسالہ کا انگریزی میں ترجمہ کرانا چاہئے۔ اور غیر ممالک میں بہ تعداد کثیر اس کو تقسیم کرانا چاہئے۔

اس کو رسالہ "ایلیا" کا اعجاز سمجھنا چاہئے کہ جب میں نے اس کا مطالعہ کیا تو ایک رات مجھے حضرت امام المتقین امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کے ہمراہ دونوں شہزادگانِ والا تبار

---

[1] غالباً ۲۳-۱۹۲۲ء کا ذکر ہے۔ انگلستان کے دریائے ٹیمز سے دو بہت بڑی مچھلیاں دستیاب ہوئیں۔ جن پر کلمۂ علیا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ اور ان کے فوٹو لاہوری احمدیوں کے ماہنامہ "اسلامک ریویو" ووکنگ لنڈن میں جس کی ادارت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ احمدیہ مشن کے ہاتھ تھی۔ اس طرح شائع کئے گئے۔ کہ صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حروف رہنے دیئے گئے۔ راقم اس وقت بچوں میں زیر تعلیم تھا۔ اس لئے ماہ و سال ٹھیک طور پر یاد نہیں رہا۔

(محمود گیلانی) مدیر معارف

و امام حسنؑ و حسینؑ بھی تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے شہزادوں کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے دریافت فرمایا۔ "کیا تو ان کو پہچانتا ہے؟" میں نے عرض کیا۔ حضور! کیوں نہیں! یہ جناب حسنؑ ہیں اور یہ جناب حسینؑ ہیں۔ اسی واقعہ کو میں نے نظم کیا ہے۔ جو ہدیۂ قارئین ہے۔

پہلے امام شیعوں کے ہیں مرتضےٰ علیؑ!
جن کو پکارتے ہیں مصیبت میں "یا علیؑ"

اللہ نے ہمیں گہرِ بے بہا دیئے
کیسے ہمیں امام دیئے۔ رہنما دیئے

پوچھا علیؑ نے، کیا انہیں پہچانتا ہے تو؟
ہیں کون میرے ساتھ، انھیں جانتا ہے تو؟

کی عرض میں نے یہ ہیں حسنؑ، یہ حسینؑ ہیں
پیغمبر خداؐ کے یہی نورِ عین ہیں

"وہیکل" پہ نقش نام خدا سے جلیل کے
تعویذ بازوؤں پہ پرِ جبرئیل کے

ہے گردشِ زمین و زماں ان کے واسطے
سب کچھ کیا ہے حق نے عیاں ان کے واسطے

قرآن کا نزول ہوا ان کے واسطے
یعنی بنی کتابِ خدا۔ ان کے واسطے

ان کا ہمیں ہے عشق و تولا عطا کیا
ان کو ہے کائنات کا رہبر بنا دیا

ہے فرض عین، اجر نبوت عطا کریں
بابِ علوم و آلِ نبیؐ کی ثنا کریں

خستہ ادب ہے۔ علیؑ ہے۔ مرا ایلیا ہے تو
یہ بھی میں جانتا ہوں کہ مشکل کشا ہے تو

درگاہِ حق سے مرتبہ کیا کیا ملا تجھے
ساکی منی[2] نے "ساقیٔ کوثر" کہا تجھے

ایلا کو ایلی کو پکارا تھا کرشن کیا
گوتم تو تیرا نام ہی جپتا رہا سدا

"نادِ علی"[1] پڑھی تری تعظیم کے لئے
دیوارِ کعبہ شق ہوئی۔ تسلیم کے لئے

بالک کے روپ میں جو لیا تو نے واں جنم
اوندھے پڑے تھے سجدوں میں کعبے کے سب صنم

قبضہ ازل سے اس پہ خدا کے ولی کا ہے
وہ اس لئے حرم ہے، کہ مولا علیؑ کا ہے

تجھ کو خدا نے تاج امامت عطا کیا
ھارون سے بھی مرتبہ تیرا سوا کیا

تطہیر تیری شان کتاب قدیر میں
من کنت تیری آن حدیث غدیر میں

تو ہے امام۔ بوذر و سلمان کی قسم!
تو ایلیا ہے نقش سلیمانؑ کی قسم!

تو حسن ذوالجلال ہے اور لازوال ہے
تیرا جمال۔ صنعت حق کا کمال ہے

---

[1] ناد علی کی تفصیلات رسالہ "ایلیا" میں دیکھئے۔ مگر شے کے متعلق واضح کر دوں کہ اکثر کتابوں میں "کاہن" سے مراد کرشن لی گئی ہے۔ (سید آغا حسین)

[2] ساکی منی کی تفصیل کے لئے سید محمود گیلانی کا مقالۂ خصوصی "حکیم سقراط" مندرجہ رسالہ "معارف اسلام" لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۶۳ء ملاحظہ کیجئے (آغا حسین)

"کاہن نے بار بار تجھے "ایلیا" کہا
خشت گلی پہ نقش ہویدا ترا ہوا
یہ بات کر گیا وہ عیاں اپنے عہد میں
تھا معتقد رسولِ خدا کے وزیر کا
یونان کا یہ خط محفوظ گواہ ہے
تو امتِ رسول خدا کا امامؑ ہے
لکھے یہ اسم قدرتِ پروردگار سے
اشجار سبز پہ ترا مرقوم نام ہے
ایسا امامؑ۔ خالق اکبر کا نور ہے

سنگ شکستہ کا اُسے تو نے پتہ دیا
سقراط سا حکیم بھی شیدا ترا ہوا
پھیرے گا تو ہی یا علی اژدر کو عہد میں
احسان اس پہ ہے یہ جناب امیرؑ کا
پائی وہی، علیؑ نے دکھائی جو راہ ہے
نقشِ نجی ہے۔ نائب خیر الانام ہے
نقطے دئیے ہیں نافۂ مشک تتار سے
تو آخری رسولؐ کا پہلا امام ہے
کس کو خبر ہے۔ کہ یہ وقت ظہور ہے

ہم پر کرم کیا ہے خدائے غفور نے
"پورے ہوئے۔ جو وعدے کئے تھے حضور نے"

حق و باطل کا مقابلہ

انیسؔ

کچھ خارِ مغیلاں گلِ تر ہو نہیں جاتا
قسمت سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا
ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
جس پاس عصا ہو اُسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے

دبیرؔ

ساماں سے کوئی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا
ہر اہل عصا موسیٰؑ عمراں نہیں ہوتا
پہنے جو انگوٹھی وہ سلیماںؑ نہیں ہوتا
آئینہ گر، اسکندرِ دوراں نہیں ہوتا
لاکھ اوج ہو پشّہ کا ہُما ہو نہیں جاتا
بُت سجدۂ کافر سے خدا ہو نہیں جاتا

بے ثباتی عالم

انیسؔ

دنیا دریا ہے اور ہوس طوفاں ہے
مانند حباب ہستی انساں ہے
لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد
سینہ کشتی ہے، ناخدا ایماں ہے

دبیرؔ

دنیا زنداں ہے جائے آرام نہیں
گہوارہ، بجز گردش ایام نہیں
آنکھوں میں سفیدی و سیاہی کی طرح
جھپکی جو پلک، صبح نہیں شام نہیں



از محقق لاثانی حکیم سید محمود گیلانی مدیر معاون معارف اسلام لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ) (اس مضمون کے حقوق نقل واخذ محفوظ ہیں)

پنڈت شری دھن جی۔ شارح رامائن۔ اپنی ایک تصنیف "کلید سنسکرت" میں لکھتے ہیں:۔

"قدیم آرین زبان میں "جتو" کے معنی باپو یا باپ کے ہیں۔ اور "ہراب" دھرتی کو کہتے ہیں۔ پس بعض دھارمک پوتھیوں میں جو نام "جتو ہراب" پایا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہوئے۔ دھرتی کا باپو یا زمین کا باپ۔ اور یہ کسی بڑی ہی مہان ہستی کا نام ہے۔ جس کی حکومت ساری دھرتی یعنی روئے زمین پر ہوگی"۔ (کتاب "کلید سنسکرت" مطبوعہ گنیش برقی پریس دہلی صفحہ ۱۲۷ طبع چہارم۔ سن تصنیف ۱۹۳۲ء)

سبحان اللہ! انبیاء کی زبان حقیقت ترجمان سے جناب ابوافلاک کے برادر عزیز داماد و رفیق حضرت ابوتراب کی شان و منقبت کیسی صراحت و وضاحت کے ساتھ ادا ہو رہی ہے۔ اور یہ کیسا روحانی اعجاز ہے کہ جہاں بھی سید المرسلین خاتم النبیین کا ذکر پاک آتا ہے۔ وہاں اُس کے ساتھ ہی امیرالمومنین کا تذکرہ جمیل بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ رامچندر جی فرماتے ہیں ـــــ "اُس کے منتری کا نام جتو ہراب ہوگا۔ جس کو آیلی یا آلی بھی کہا جائے گا"۔ آپ "جتو ہراب" یعنی ابوتراب کی توضیح تو سُن چکے، کہ آخری نبی محمد رسول اللہ کے دیگر متعدد علامات ظہور میں سے ایک قوی نشان یہ بھی ہے کہ اُس کا وزیر ابوتراب ہوگا۔ اور اس کی تفصیل میں شری رامچندر جی کہتے ہیں کہ اِس ابوتراب کو آیلی یا آلی بھی کہا جائے گا۔ یعنی یہی وہ ابوتراب ہے جس کا دوسرا نام علی ہے۔ وہی علی جو ہمنام خدا ہے۔ وہی علی، جس کو عبرانی۔ سُریانی۔ قبطی۔ سامی اور دوسری پیغمبری زبانوں میں ال۔ ایل۔ ایلیا۔ ایلی۔ ایلیاہ وغیرہ کہا گیا ہے۔ وہی علی جس کو سنسکرت اور ہندوستان کی دیگر زبانوں میں آلی۔ آہلی۔ آلیا۔ ایلا۔ آہل۔ آدلی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل خاکسار راقم کے رسالہ "ایلیا۔ ادیان عالم کا مرکز نجات" میں آچکی ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ کی معرفت کے لئے محمد رسول اللہ پر ایمان لانا اور آپ کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ کی ذات والاصفات کی شناخت اور آپ کے مراتب و مناصب کی پہچان کے لئے جناب علی مرتضیٰ پر ایمان لانا اور ان کی متابعت میں رہنا فرض ہے۔ جب تک علی علیہ السلام کی غلامی نہ اختیار کی جائے گی۔ نہ خدا کی معرفت حاصل ہوگی نہ رسولؐ خدا کی پہچان آئے گی۔

لیکن ---- کس قدر حیرت و تعجب کی ---- بلکہ حیف و تاسف کی بات ہے کہ مسلمان کلمہ گویان رسول اللہ کی ایک جماعت۔ جس کو توحید کی علمبرداری۔ قرآن و سنت کی اتباع۔ نص و حدیث سے تمسک اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں خود کو سب سے پیش پیش ظاہر کرتی ہے۔ اور جو اپنی اور صرف اپنی جماعت ہی کو ناجی اور مستحق مغفرت اور وارث جنت سمجھتی ہے۔ چونکہ سرکار محمد و آل محمد کی نورانیت کی منکر ہے۔ حضور مقدسین طاہرین علیہم السلام کے فضائل و شمائل۔ مکارم و محاسن اور معجزات و کرامات سے انکار کرتی ہے۔ اور ان کو اپنے ہی جیسے خاکی بشر اور عمومی انسان سمجھتی ہے۔ لہذا اس جماعت نے طبیعت کے پرانے اقتضا سے مجبور ہو کر خاکسار راقم کی مخالفت میں اس وجہ سے اپنے اخبار کے ورق سیاہ کرنے شروع کر دئے ہیں۔ کہ میں نے اپنے تالیف کردہ رسالہ "ایلیا" میں جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کو مشکلکشا۔ دستگیر۔ حاجت روا۔ دافع البلا اور قوت خدا کیوں ظاہر کیا ہے؟ اور میں نے یہ کیوں بیان کیا ہے کہ تمام مرسلین، تمام انبیائے کرام نے ہر مرحلہ۔ رنج و محن میں اور ہر غم و الم۔ مشکل مصیبت میں سرکار محمدؐ و آل محمدؐ سے فریادیں کیں۔ ان کے مقدس دامان رحمت کو پکڑا اور مرادیں پائیں۔ چنانچہ ہر وہ با حیا اسلامی۔ جس کے دل میں رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ کی ذرا بھی محبت ہے۔ یہ سن کر حیران ہوگا کہ اس جماعت نے محمدؐ اور علیؑ اور دیگر افراد خاندان رسالت کی مشکلکشائی۔ حاجت روائی اور دستگیری کا بیان پڑھ کر اس قدر برافروختگی اور غصہ و غضب کا اظہار کیا ہے۔ کہ اپنے منہ کو زہریلے جھاگ سے بھرتے ہوئے صاف کہہ دیا ہے کہ کسی پرانی تحریر، کسی آسمانی کتاب، کسی مذہب کے قدیم لٹریچر میں محمد اور علیؑ کے ظہور اور فضیلت و عظمت کی کوئی پیشگوئی اور بشارت ملتی ہی نہیں ہے۔ چنانچہ اس جماعت نے نہ صرف ویدوں، شاستروں۔ ژند۔ پاژند وغیرہ کی پیشگوئیوں کو غلط قرار دیا ہے۔ اس نے نہ صرف رام، کرشن اور بدھ وغیرہ کے وجود ہی سے انکار کیا ہے بلکہ یہاں تک کہہ دیا ہے کہ انبیاء کے صحیفوں۔ موسیٰؑ کی توریت۔ عیسیٰؑ کی انجیل۔ داؤدؑ کی زبور۔ سلیمانؑ کی غزل الغزلات میں حضور فخر کائنات محمد مصطفیٰ اور جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ اور نفوس قدسیہ دیگر کی شان و ظہور میں کوئی بشارت اور کوئی پیشگوئی مرقوم نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا لفظ اشارۃً و کنایۃً آیا بھی ہے تو وہ مشکوک و مشتبہ بھی ہے جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ گستاخی اور بے ادبی کو یہاں تک روا رکھا گیا ہے۔ اور کتب خداوندی سماوی کی یہاں تک توہین۔ تذلیل۔ تحقیر۔ تکذیب اور تضحیک کی گئی ہے۔ کہ ان کتابوں میں تو فحش گوئی۔ بد کلامی۔ غلاظت اور نجاست پائی جاتی ہے۔ العیاذ۔ العیاذ! کہ صرف محمدؐ و علیؑ سے متعلقہ پیشگوئیوں اور بشارتوں

کو غلط قرار دینے کے لئے آسمانی کتابوں کو "تحریف گوئی سے بھرپور" اور "غلاظت سے معمور" کہہ دیا گیا ہے۔ تا کہ محمدؐ اور ایلیا کی فضیلت ظاہر نہ ہو سکے۔ تا کہ احمدؐ اور علیؑ کا نور دنیا میں نہ پھیل سکے۔ تا کہ اہل عالم نفوس پنجتن کی عزت و عظمت، حرمت و حشمت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کر سکیں۔ اور جن نفوس مقدسہ طاہرہ نے اپنی جانیں دے کر اپنے گھر بار لٹوا کر، اپنے سر کٹوا کر، اپنے اعزا و اقارب کی قربانیاں دے کر اور ہلاکت انگیز جانکاہ زہر نوش فرما کر اسلام کو زندہ و باقی رکھا ہے۔ دین حق کا نام اچھالا ہے، توحید کو سربلند کیا ہے۔ رسالت و امامت کا احیاء و ابقا کیا ہے۔ اور اسلام۔ وہ دین حق۔ حرف غلط کی طرح مٹ جائے۔ اور اس اسلام کو حیات تازہ اور زندگی جاوید بخشنے والوں کی داستانیں نابود ہو جائیں۔ اللہ اللہ! ذرا سوچئے کہ یہ عداوت و مخالفت کس کی طرف سے ہو رہی ہے۔ سچے اور پکے۔ قانت اور صادق مسلمان کلمہ گویان رسول کی طرف سے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

؎ دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے ÷ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار "اہلحدیث" سوہدرہ۔ ۱۵ جون۔ یکم جولائی۔ ۱۵ جولائی اور یکم اگست ۱۹۶۳ء مضمون بعنوان حضرت الیاس اور علیؑ۔

لیکن وہ خدا۔ جس نے حضور طاہرین کا ظہور فرمایا ہے وہ اپنے حبیب پاک کے نور اور اس کی آل اطہار کے نور کو کسی نہ کسی طرح جلوہ ریز کرتا رہتا ہے۔ اس کا وعدہ ہے کہ ان کا ذکر پاک فرش سے عرش تک بلند ہوتا رہیگا اور ان کی تجلیاں کون و مکان میں روشنی پھیلاتی رہیں گی۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جناب کنور شانتی سروپ جو ہندو دھرم کے پیرو ہیں۔ ایک غیر مسلم ہو کر اپنے مقالہ میں کس خوش اسلوبی سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"وہ سید الکونین، جس کی تعریف و توصیف میں تمام آسمانی کتابیں لبریز ہیں۔ جس کی تحمید و تکریم جن و انس کی زبان پر ہے۔ جس کی آمد کی خوشخبریاں زبور و توریت۔ انجیل و قرآن۔ وید اور شاستر میں مذکور ہیں۔ جس کے ظہور مشہود کی نسبت رشیوں اور منیوں نے کہا ہے۔ کہ اس کا تخت سونے اور ہیرے کا ہوگا۔ اس کے تاج میں پانچ رتن (۵) جڑے ہوں گے۔ وہ آکاش سے آئے گا اور دھرتی کا راجہ بن کر کل سنسار پر حکومت کرے گا۔ اس کا شبھ نام مہامت ہوگا۔ چودہ (۱۴) طبق پر اس کی چودہ (۱۴) شاخیں پھیلیں گی۔ اس کا وزیر جو اس کے بعد اس کا نائب اور جانشین ہوگا۔ آلی یا آھدر کہلائیگا۔ جس کے ہاتھ میں ایشور کی تلوار ہوگی۔ اور وہ اس سے اپنے دھرم کے دشمنوں کو نشٹ کرے گا۔"

غور فرمائیے کہ ہندو مذہب کے رشیوں، منیوں۔ راہنماؤں نے کیسی عظیم پیشگوئی حضور سرور انبیاء کے

کے ظہور کی نسبت بیان کی ہے۔ اور کیسے واضح علامات، کیسے روشن اور صریح نشانات آنحضورؐ کی بعثت کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ جس میں کسی شک وشبہ، کسی ظن وقیاس کا کوئی شائبہ تک نہیں۔ ارشاد ہوا ہے:-

"اس کے تاج میں پانچ رتن جڑے ہوں گے"[1]

اور پانچ رتن سے مراد نفوس خمسہ نجباء ہیں۔ جیساکہ مہاتما بدھ نے بھی فرمایا ہے کہ "اس کے سر پہ پنچ پھول تاج ہوگا۔ جو سورج اور چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ اور اس کے بڑے ہیرے کا نام آلیا ہوگا۔ ربودھیا پرکاش مؤلفہ ویدشاستری لالہ ہرگوبند آپو جیا۔[1]

اور —— جیساکہ مہاراجہ رامچندر جی نے بھی اپنے شاگردوں سے کہا تھا۔" وہ پانچ کنگروں والا تاج پہنے گا۔ اور اس کے سب سے بڑے کنگرے کا نام اھالیا کا ہوگا۔ (اجودھیا کا بن باسی مصنفہ شنکر داس[2])

حاصل مطلب یہ ہوا۔ کہ جناب ختم المرسلین سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور وبعثت فرمانے کی علامت بینہ یہ ہے۔ کہ نفوس قدسیہ خمسہ آنحضورؐ ہی ہیں۔ اور افراد اہلبیت رسولؐ میں جو سب سے بزرگ وعظیم ہستی ہے، وہ آلیا۔ اہالیاہ۔ ایلی یا الیا ہے۔ جس کو علیؑ کہا جاتا ہے۔ یہی علی مرتضیٰ جناب پیغمبر اعظم کا وزیر۔ وصی۔ نائب۔ جانشین اور خلیفہ بلافصل ہوگا۔ رسول اکرم یعنی آخری نبی کا اسم مبارک "مہامت" یعنی محمدؐ ہوگا۔ جن کی تمام کائنات پر حکومت ہوگی۔ لیکن جب وہ دنیا سے ظاہری طور پر اوجھل ہوجائے گا تو اس کے بعد حکومت الٰہیہ کی باگ ڈور آلی (علیؑ) یا آھدر (حیدرؑ) کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس علیؑ یا حیدر کو اللہ کی تلوار یعنی ذوالفقار بھی دی جائے گی۔ جس سے وہ جہاد کرے گا۔ اور اسلام کے دشمنوں کا نام ونشان مٹائے گا۔

یہ تو رشیوں، منیوں، پیغمبروں، پیشواؤں، مصلحوں اور رہنماؤں کی پیشگوئیاں ہیں۔ آپ ذرا قدیم ترین مفکروں، مدبروں، فلسفیوں، شاعروں، حکمرانوں اور عالموں کے حالات پڑھئے۔ آپ پر یہ راز کھلتے دیر نہ لگے گی۔ کہ وہ بھی کتب قدیمہ وغیر سماویہ کی پیشگوئیوں اور خوشخبریوں سے متاثر ہو کر اپنی تحریرات میں سرکار محمدؐ وآل محمدؐ کے ظہور پرنور کا ذکر کرتے اور نفوس قدسیہ کے کمالات، معجزات، اختیارات و افضال واکرام پر ایمان لاکر ان کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے ہیں۔ بلکہ سن لیجئے اور خود منکر ناصبیت کو آگاہ کر دیجئے۔ کہ قدیم مفکرین ومدبرین بھی اپنی مشکلات ومہمات میں حضور طاہرین المقدسینؑ سے فریادیں کرتے اور مرادیں پاتے رہے ہیں۔

پڑھیئے: مصر قدیم کے ایک فلاسفر کی بات سنئے۔ جس کو تاریخ "فلاھن" کے نام سے یاد

---

[1] و [2]۔ تفصیل کے لئے رسالہ "الیا" دیکھئے۔ جو ادارہ معارف اسلام رجسٹرڈ لاہور سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ (گیلانی)

کرتی ہے۔ وہ ایک دفعہ سیاحت کرتا ہوا کسی جنگل میں سے گزرتا ہے تو ایک خونخوار شیر کی زد میں آجاتا ہے۔
اس وقت نہ اسے کوئی جائے پناہ نظر آتی ہے۔ نہ کوئی مددگار دکھائی دیتا ہے۔ پس وہ انتہائی گھبراہٹ
میں، آہوں اور اشکوں کے ساتھ فریاد کرتا ہوا کہتا ہے :۔

"اے خدا! مجھے اپنے محبوبؐ پاک شہنشاہِ دو جہاں کا واسطہ میری نصرت اور میری دستگیری کے لئے اپنے شیر کو بھیجدے۔ اس شیر کو جو تیرا پہلا امام ہے جو تیرے حبیبؐ کا لاڈلا اور سچا نائب ہے۔ اس ظالم شیر سے مجھے تیرا ہی شیر بچائے گا۔" (التقویم المصر القدیم مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۱ھ)

یہ واقعہ ہمارے کسی قریبی زمانہ کا نہیں۔ بلکہ یہ دو ہزار سال قبل از مسیحؑ کی بات ہے۔ اور سن لیجئے! کہ فلاہن کے گلابی آنسو ابھی آنکھوں میں چھلک رہے تھے۔ اس کی ٹھنڈی اور دردناک آہیں ابھی جنگل میں ہی گھوم رہی تھیں کہ یکایک چمک سی پیدا ہوئی، جس سے بیابان کا ذرہ ذرہ بقعۂ نور بن گیا۔ لمحہ بھر کے بعد فلاہن کیا دیکھتا ہے کہ شیر ٹریاں کا شرق سے جدا ہوا پڑا ہے اور اس کے قریب ایک تھیلی جواہرات سے بھری ہوئی پڑی ہے۔ جس پر لکھا ہے "من علی بالفلاحن" یعنی علیؑ کی طرف سے فلاہن کے لئے! سبحان اللہ! کیسا عظیم ترین اور عجیب و غریب معجزہ ہے۔ محمدؐ اور علیؑ کا سا۔

اسی زمانہ میں یعنی مسیح علیہ السلام سے دو ہزار سال پیشتر ایک شاعر یونان پلیٹانو (Playtano) نے اپنی ایک نظم میں کہا :۔

"اے خدا کے آخری نبیؐ! میں تجھ پر قربان! آ۔ اپنے پیارے بھائی سمیت آ۔ میری فریاد سن۔ میری مشکلیں آسان کر، کہ خدا نے تجھ کو اور تیرے بھائی کو تمام اختیارات اور سب قوتوں کا مالک بنا رکھا ہے۔"[۲]

ان واقعات سے "نہ جانے توحید" کے علمبردار چیں بہ جبیں تو بہت ہوں گے۔ لیکن اپنے مسلک سے مجبور ہیں ہم محبت اور عقیدت سے مجبور ہیں کہ جناب ختم المرسلین کی جلالت شان اور حضورؐ کی آلِ اطہار کے کرامات و معجزات قدسی صفات سے اہل دنیا کو آگاہ کرتے اور فرض تبلیغ بجالاتے رہیں۔ اگر محمدؐ و آلِ محمدؐ سے عشق و توقع رکھنے کا نام شرک اور ضلالت ہے تو۔ ع۔ ہمیں مشرک ہی رہنے دو، ہمیں گمراہ رہنے دو

ایک اور لیجئے! یہ ارض یونان کا بہت بڑا مشہور و معروف شاعر "ہومر" Humar ہے جو مسیح سے ایک ہزار سال پہلے ہو گذرا ہے۔ وہ اپنے دردانگیز اشعار میں جناب سرورِ کونین سے فریاد کرتے

---

[۱] التقویم المصر القدیم مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۱ھ مصنفہ محمد الحسن زعفرانی
[۲] کولی مس۔ قدیم یونانی شعراء اور ادباء کی تاریخ مولفہ ہرشیز یونانی مورخ

ہوئے کہتا ہے :-

"اے اولین انسان ! اے نورِ خدا ! اے وہ جس کی خاطر سب کچھ بنا - اور جس کے لئے ارض و سما کے تمام سلسلے قائم کئے گئے - اے وہ کہ جس کے مقدس نام سے برگزیدہ انسانوں نے برکت پائی - اے وہ کہ جس کا ساتھی عالی مرتبہ کا حامل ہے - اے وہ کہ جس کا رفیق سنگ خارا سے چشمے بہا سکتا ہے[1] - اے وہ کہ جس کا دوست تیغ الٰہی کا سرمایہ دار ہے[2] - تو ہی میرا سب کچھ ہے - ! بے شک ! اے خدا کے نور ! تجھے انسان کی شکل دی گئی ہے تجھے بشر کا روپ بخشا گیا - مگر کیا واقعی تو انسان ہے ؟ کیا تو حقیقتاً بشر ہے ؟ نہیں - ہرگز نہیں - آسمانی نوشتے گواہی دیتے ہیں - خدا کے فرشتے شاہد ہیں - اللہ کے الہامات صاف کہتے ہیں کہ تیرے صفات بشری اوصاف سے بالاتر ہیں - رسولوں نے تیرے گیت گائے ہیں - صحیفوں نے تیری بشارتیں دی ہیں جب تو اتنی شان والا ہے - اے میرے پیارے ! پھر تو میری فریاد بھی سن لے - میں ایک مصیبت میں مبتلا ہوں - ایک چکر میں پھنسا ہوا ہوں - خدا کے نام کے طفیل ، اپنے نام کی برکت اور اپنے نفسِ پاک کے صدقہ میری فریاد سن - میری درخواست قبول کر اور مجھے مصیبت سے نجات دے - اے سب کا بیڑا پار کرنے والے ہادی ! میری دعا کو ٹھکرائیو نہیں - قبول فرمائیو اور میرا ہاتھ پکڑ لیو - اور مجھے دشمنوں اور دنیا کی سب آفتوں سے بچائیو -[3]

ہومر شاعر کی مذکورہ فریاد میں نہ صرف امداد کی التجا کی گئی ہے - اور نہ صرف دربار رسالت میں تکلیفوں اور مشکلوں کو دور کرنے کی درخواست کی گئی ہے - بلکہ اس میں آنحضور کی بعثت کا بڑا بھاری نشان یہ بتایا گیا ہے کہ حضور پُرنور کا ایک ساتھی رفیق ہوگا - جو عالی مرتبہ اور والا منصب ہوگا - وہ چٹانوں کو اکھاڑ کر چشمے بہائے گا - جیسا کہ واقعہ صفین میں علی علیہ السلام بھاری چٹان کو اکھاڑا اور اس میں سے پانی کا سوتا پھوٹ نکلا - نیز بتایا گیا ہے - کہ

---

[1] یہ اشارہ ہے حضرت امیرالمومنینؑ کے ایک واقعہ کی طرف - وھو اقتلاع الصخرۃ العظیمۃ بیدہ ایام حلافتہ فی مسیرہ الی صفین بعد عجز الجیش کلہ عن قلع الصخرۃ فانبط الماء من تحتھا - (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اول) - آپ (علیؑ) نے ہی جنگ صفین کو جاتے ہوئے راستہ میں پتھر کی ایک بہت بڑی چٹان کو اکھاڑا ، جس کو ایک لشکر عظیم بھی نہ اکھاڑ سکتا تھا - پھر اس جگہ سے پانی کا چشمہ بہ نکلا - (گیلانی)

[2] مولا علی کی شان میں ہے - لحمک لحمی - جسمک جسمی ، روحک روحی - نفسک نفسی - اور اسی لئے آپ کو نفس محمد کہتے ہیں - (گیلانی)

[3] - رسالہ شعر و ادب - مؤلفہ شیخ محمد اسمٰعیل شاکی دہلوی مطبوعہ ۱۹۴۲ء بحوالہ کتاب :-
"Greek - des - Estolin" مطبوعہ فرانس -

رسول آخرین کا دوست خاص تیغ الٰہی (ذوالفقار) رکھتا ہوگا۔ اور اس کا محبوب عزیز "نفسِ پیغمبر" کہلائیگا۔ یونان کا یہ محقق بار بار رسالتمآبؐ کو علیؑ کا واسطہ دے رہا ہے۔ اور اسی کا حوالہ دے کر اپنی فریاد میں التجا کر رہا ہے ان ثبوتوں کی موجودگی میں بھی اگر منکرین اہلبیتؑ محمدؐ رسول اللہ اور ان کی آل پاک کی فضیلت کو تسلیم نہ کریں تو اس انکار کا کیا علاج ــــــ ؟۔

صحیفۂ دانیال کی جلیل القدر بشارت

اٹلی کا ایک بہت بڑا صاحب تدبیر اور صاحب شمشیر سپہ سالار اعظم کاژو (Chyxou) جس کا زمانہ حیات مسیحؑ سے سو سو اسّو سال پیشتر کا ہے۔ روحانی تعلیم کا بہت دلدادہ تھا۔ اور صحف انبیاء کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتا تھا۔ وہ ایک روز ایک صحیفہ میں پڑھتا ہے کہ:۔

"آخری زمانہ میں وہ پیغمبر ظہور فرمائے گا جو آدمؑ سے بھی ہزاروں سال پہلے پیدا ہوا ہے۔ اس کو ایک کتاب دی جائے گی۔ مگر وہ کتاب کچھ عرصہ خاموش رہے گی پھر اسی نبی میں سے ایک ہستی کتاب الٰہی کا سکوت توڑیگی۔ اور پھر خدا کی کتاب کی خاموشی توڑنے والے میں سے ایک بڑا ذیشان بزرگ پیدا ہوگا۔ جس کا دھڑ تو کہیں ہوگا۔ لیکن اس کا سر اس کتاب خدا کی تلاوت میں معروف دیکھا جائیگا وہ پیغمبر بڑی ہی شان اور عظمت والا ہوگا۔ تمام مرسلین اس کی اطاعت کریں گے۔ (صحیفۂ دانیال) [1]

جنرل کاژو صحیفہ دانیال میں حضور ختم المرسلین کی ولادت اور بعثت کے متعلق یہ پیشگوئی پڑھتا ہے۔ تو اس کے دل میں ایک اُمنگ۔ ایک آرزو۔ ایک محبت۔ ایک عقیدت پیدا ہوتی ہے۔ کہ اس جلیل المرتبت پیغمبر کے فضائل و محامد کی تفصیل معلوم کی جائے۔ اور وہ اسی جستجو میں معروف تھا کہ قدرت اس کی راہنمائی کرتی ہے اور اس کو اپنے ہی قریبی زمانہ کے ایک مذہبی راہبر اوجیلیو (Ogelow) کی ایک تصنیف "ڈی ماکرم ہیمے کا" (Damaucrum Hemeka) مل جاتی ہے۔ جو بعض صحف انبیاء کی شرح میں ہے۔ اس مندرجہ بالا بشارت کے متعلق ذیل کی تفصیل مرقوم ہے:۔

---

[1] یہ صحیفۂ دانیال اور بعض دوسرے صحیفے جن کے ترجمے اطالوی زبان میں کئے گئے ہیں۔ پاپائے روم کی لائبریری (واٹی کن) میں اب بھی موجود ہیں۔ لیکن مذکورہ صحیفۂ دانیال بائبل کے صحیفۂ دانیال سے جداگانہ ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے یہ بائبل میں ہی شامل تھا۔ مگر بعد میں اس کو الگ کر دیا گیا۔ غالباً اس لئے کہ اس میں ظہور ختمی رسالت کی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ جنہیں مسیحی دنیا ایک آنکھ پسند نہیں کر سکتی۔ لہٰذا انہوں نے تحریف کرنے کے بجائے اس کو انجیل سے ہی نکال دیا۔ (محمود گیلانی)

"چھٹی صدی مسیحی میں باھکا شہر میں جو کہ عرب سیاہ کے اندر ہے۔ ایک بہت ہی عظیم المرتبہ جلیل الشان رسول مبعوث ہوگا۔ جو اپنے ساتھ خدا کی ایک بڑی مقدس کتاب لائیگا۔ یہ کتاب جامع العلوم جامع الادیان اور جامع الصحف ہوگی۔ مگر کتاب مذکور ساکت و صامت ہوگی اور اس کو بلانے کے لئے یعنی اس کے علوم و اسرار اور اس کے رموز و نکات کو شرحاً و بسطاً سمجھانے اور پھیلانے کے لئے ایک مشتیح و مبلغ کی ضرورت ہوگی۔ پس خدائے قدوس اس برگزیدہ نبی کی نصرت و رفاقت کے لئے ایک اور مقدس ہستی کو اس کے ساتھ ظہور فرمائے گا۔ جس کا نام ایلیا یا ایلی ہوگا۔ جو اس نبی کے کنبہ میں سے ہوگا بلکہ اسی کا جسم اور گوشت ہوگا۔ اور اسی کا نفس اور خون ہوگا۔ وہ اپنے نبی کا بہت ہی فرمانبردار اور اطاعت گذار ہوگا۔ اور جو کچھ اس نبی میں ہوگا وہ سب کچھ اس ایلی کو ملیگا۔ اور اس کے ہاتھ سے حیرتناک فتوحات حاصل ہوں گی۔ اس کی تلوار بجلی کی طرح چمکیگی۔ وہ آخری پیغمبر کے دین کو ساری دنیا میں پھیلائے گا۔ اس کی اولاد بہت ترقی اور وسعت پکڑے گی۔ اور اسی ایلیا یا ایلی میں سے ایک سردار ذیجاہ ولادت پائیگا جس کا نام شابیر ہوگا۔ وہ جنت کی سرداری پائیگا۔ ظالم لوگ اس کو کاٹ دیں گے۔ مگر اس کا نام عرش کی بلندی پر رہے گا۔ اس کا سر آخری نبی کی لائی ہوئی کتاب کی تلاوت کرے گا۔ دنیا حیران رہ جائے گی۔ ایک گروہ ہمیشہ اس سے عداوت رکھیگا۔ اور ایک گروہ ہمیشہ اس کی محبت و اطاعت میں سرشار رہے گا مگر یہ سب کچھ مسیح کے بعد ہوگا۔" (ڈی اکرم ہیپے کا) مطبوعہ رومن کیتھولک چرچ آف روما ۱۹۰۸ء

اللہ اکبر کبیرا! ذرا صحیفۂ دانیال کی پیشگوئی کی اس شرح پر نگاہ ڈالئے۔ اس کے ایک ایک لفظ کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ کتب قدیمہ سابقہ میں کس قدر صراحت و وضاحت اور شرح و بسط کے ساتھ حضور ختم المرسلین۔ جناب امیر المومنینؑ اور جناب سید المظلومینؑ کے ظہور قدسی۔ ان کی فضیلت و عظمت اور ان کے واقعات مظلومیت کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جن پر غیر مسلم بھی سر جھکاتے ہیں اور استشہاد کرتے ہیں۔ آپ مندرجہ بالا پیشگوئی ہی کو لے لیجئے کہ اس کے اجمال میں ایک طویل تفصیل کو بند کردیا گیا ہے۔ جناب ختمی رسالت کے زمانہ ظہور (چھٹی صدی عیسوی) حضور کی جائے ولادت (مکہ) اور آنجناب کے ملک مالوف (عرب) کی خبر دیدی گئی ہے۔

اس کے بعد آنحضورؐ کے فضائل و شمائل بیان کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم کی خوبیاں اور اس کی عظمتیں اور فضیلتیں بتائی گئی ہیں۔ اس کے علوم و معارف اور اس کے رموز و اسرار کو ظاہر کیا گیا ہے اور یہاں تک بتایا گیا ہے کہ قرآن تو کتاب صامت ہوگی! یعنی وہ خود نہ بول سکیگی۔ اس کو ایک "بلانیوالے" کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ ہستی اس نبی آخرالزماں کی نصرت کے لئے اس کے ساتھ ہی خلق فرمائی جائے گی۔ جو قرآن کی تبلیغ و اشاعت میں معروف ہوجائے گی۔ اس عالی قدر ہستی کا اسم گرامی ایلیا یا ایلی یعنی علیؑ ہوگا۔ جو رسول اللہ کے اہلبیتؑ میں ہوگا۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ القرآن صامت و علیؑ کتاب ناطق۔ یعنی قرآن ایک خاموش کتاب ہے مگر علیؑ ہی قرآن ناطق ہے۔ بولنے والی کتاب خدا ہے۔ نبیؐ کے بعد علیؑ ہی نے قرآن کو سمجھا اور سمجھایا۔ اس کو اکناف عالم میں پھیلایا۔ اور اس کے اسرار مکنونہ و مکتومہ کو منکشف کیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو علیؑ کو یہ دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ سَلُونِی مَاشِئتُمْ! دین اور دنیا کی، زمین اور آسمان کی جو بات چاہو، مجھ سے دریافت کرو! اور ایسا دعویٰ ناطق قرآن کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟۔

ہاں! ایک بار پھر غور فرمائیے۔ کہ دانیال علیہ السلام کی مذکورہ پیشگوئی میں کیسے جچے تلے لفظوں میں کہا گیا ہے۔ کہ:۔

"اس برگزیدہ نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اور رفاقت کے لئے خدا ایک اور مقدس ہستی کا ظہور فرمائیگا۔ جس کا نام "ایلیا یا ایلی" ہوگا۔ جو اسی نبی کے اَصَل میں سے ہوگا۔ بلکہ اسی نبی کا جسم اور گوشت ہوگا"

سبحان اللہ! کیا شانِ حیدری ہے۔ کہ خدائے کریم نے اپنے مرسلینِ کرام کو صاف طور پر آگاہ فرمادیا ہے کہ جناب رسول اکرمؐ کی رسالت و نبوت اس وقت تک ادھوری اور نامکمل رہے گی جب تک اس کا ایک شاہد یعنی اشاعت کرنے والا اور مبلغ یعنی پہنچانے والا موجود نہ ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر رسول خداؐ صلعم کی رفاقت اور امداد کے لئے علی مرتضیٰؑ پیدا نہ ہوتے تو کوئی محمدؐ کی شان کو پہچان سکتا نہ محمدؐ کی رسالت کو کوئی سمجھ سکتا۔ یہاں تک کہ جس کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی جاتی ہے علیؑ کے بغیر وہ کعبہ بیت اللہ ہی نہ کہلا سکتا۔ اور جس قرآن کی روزانہ تلاوت کی جاتی ہے اس کی معرفت بھی علیؑ کے بغیر کسی کو حاصل نہ ہو سکتی۔ اس لئے زبان نبوت نے فرمایا:۔

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِی صَدْرِی شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُ فِی صَدْرِ عَلِیٍّ ——— یعنے جو کچھ حق تعالیٰ کی طرف سے میرے سینے میں پہنچتا ہے وہی کچھ علیؑ کے سینے میں چلا جاتا ہے"۔ ؎

محمدؐ نبی پر جو نازل ہوا ہے ؎ وہی کچھ علی مرتضیٰ کو ملا ہے

اور ———— ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جبکہ یہ دونوں نور۔ محمدؐ اور علیؑ اللہ کے ایک ہی نور سے بیک وقت پیدا ہوئے۔ جناب رسول اللہؐ کا اپنا ارشاد ہے کہ:۔

"خلق اللہ روحی وروح علی من شئ واحد - ونوری ونورہ واحد - وانّہٗ منی وانا منہ - ونفسہ نفسی ولحمہ لحمی ودمہ دمی — اللہ کریم نے میری روح اور علیؑ کی روح کو ایک ہی چیز سے پیدا کیا ہے، علی کا نور اور میرا نور ایک ہی ہے۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اس کا نفس اور میرا نفس۔ اس کا گوشت اور میرا گوشت۔ اس کا خون اور میرا خون ایک ہی ہے"

اور یہی مطلب ہے جناب دانیالؑ کی بشارت کا۔ کہ — اس برگزیدہ نبی کی نصرت اور رفاقت کے لئے ظہور ایک اور مقدس ہستی کا ظہور فرمائے گا۔ جس کا نام ایلیا یا ایلی ہوگا۔ جو اسی نبی کے اہل میں سے ہوگا۔ بلکہ اسی نبی کا جسم اور گوشت ہوگا" — سچ ہے سہ

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی ۔ تا کس نگوید بعد ازیں، من دیگرم تو دیگری

علیؑ کے قرآن ناطق ہونے پر شک کرنے والے سن لیں اور بگوش ہوش سن لیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے انجیل میں جناب محمد رسول اللہ کی فضیلت بیان فرماتے ہوئے کہا ہے — "میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا"

لیکن جناب عزیر علیہ السلام جو یہودیوں کے بڑے ہی جلیل و محترم نبی ہیں اور جن کے انتظار میں اہل یہود اب تک آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہیں۔ اپنے صحیفہ میں فرماتے ہیں:-

"خدا نے کہا۔ میں آنے والے نبی کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔ اور آنے والا نبیؐ اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالیگا۔ جو اس کا جسم اور اس کی روح کہلائیگا"

(ی۔ انتو۔ نیلی آسے زر۔ یعنی صحیفہ عزیر کا اقتباس مرتبہ ایم کاسٹل یہودی مطبوعہ انی سنہ ۱۸۹۹ء شائع کردہ۔ ایجے لانڈس روسیو (Kie - Enlme - Sye - Eyan

یسعیا نبی تو اتنا ہی کہہ کر خاموش ہوگئے۔ کہ — "ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھے - (انجیل صحیفہ یسعیاہ باب ۱۸) لیکن جناب عزیر علیہ السلام نے اپنے صحیفہ میں "ویعلمہم الکتاب والحکمۃ" کی تشریح فرما دی ہے۔ کہ آنے والا نبی محمد اپنا کلام اس (علیؑ) کے منہ میں ڈالیگا جو اسی کا جسم اور اسی کی روح کہلائے گا۔ یعنی قرآن ناطق!

اس سے آگے جناب دانیال لکھتے ہیں:-

"پھر خدا کی کتاب کی خاموشی توڑنے والے (یعنی قرآن ناطق علیؑ) میں سے ایک بڑا ذیشان بزرگ پیدا ہوگا۔ جس کا دھڑ تو کہیں ہوگا۔ مگر اس کا سر کتاب خدا کی تلاوت میں مشغول دیکھا جائے گا"

اور — مذکورہ پیشگوئی کے اس حصہ کی شرح "ڈی اکرم ہیبے کا" میں اوجی یبو (oge law

ہے کہ ــ "اسی ایلیا میں سے ایک سردار ذیجاہ ولادت پائیگا، جس کا نام شابیر ہوگا۔ وہ جنت کی سرداری پائے گا۔ ظالم لوگ اس کو کاٹ دیں گے۔ مگر اس کا نام تا ابد عرش کی بلندی پر رہے گا۔ اس کا سر آخری نبی کی لائی ہوئی کتاب کی تلاوت کریگا۔ اور دنیا حیران رہ جائے گی۔"

صحیفہ دانیال کی شرح کے اس حصّہ میں جناب امام ہمام سید الشہداء مظلوم کربلا حسین ابن علی علیہما السلام کے فضائل و محاسن بیان کرنے کے علاوہ آپ کی شہادت عظمیٰ کا بھی واقعہ بتا دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا گیا ہے کہ جناب قرآن ناطق علی مرتضیٰ کے اس فرزند ارجمند کا سر مقدس بھی کتاب اللہ کی تلاوت فرمائے گا۔ اور سر شہید کو نیزے کی نوک پر تلاوت کرتے دیکھ کر اہل دنیا حیرت میں ڈوب جائیں گے۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ ۔ جب امام مظلوم کا سر نوک سناں پر کوفہ کی طرف لے جایا گیا، تو وہ قرآن پڑھتا جارہا تھا۔ اور نہ صرف تلاوت کتاب اللہ میں مصروف تھا۔ بلکہ ایک جگہ کوئی شخص قرآن کو درست نہیں پڑھ رہا تھا۔ تو سر امام نے اس کی غلطیاں بھی نکالیں اور اس کو صحیح قرآن پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا۔

قارئین کرام! یہ ہے اس پیغمبر اعظم رسول محترم ہادی معظم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور عظمت شان! کہ اس کے ایک اطاعت گذار خلیفہ اور اس کے ایک فرمانبردار نواسے نے وہ کچھ کر دکھایا جو بشری طاقتوں سے بعید ہے۔ جو انسانی قوتوں سے دور ہے۔ جو فانی عبودیت سے بالاتر ہے۔

خیال فرمائیے! جس سید المرسلین اول الانبیاء و خاتم النبیین کے نائب اور نواسے کی یہ شان ہے اور یہ فضیلت ہے۔ اس کا اپنا مرتبہ و منصب کس قدر بلند اور عالی ہوگا۔ اور وہ رسول خود کتنی تمجید و تحمید کا حامل ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔

نقد و تبصرہ



نئی کتابیں

(از — مدیر افراز نگار)

امُوی دورِ خلافت :- از مولانا سید محمد باقر صاحب - مدیر اصلاح کھجوہ - (بہار) - ناشر دائرہ تحقیق ۲۸۵ گارڈن ویسٹ - کراچی - صفحات ۲۱۶ - سائز ۲۰×۳۰/۱۶ مجلد مع گرد پوش - کاغذ نیوز پرنٹ کتابت اچھی - قیمت چار روپے ۵۰ پیسے ۔

کتاب مذکور میں "خلافت" بمعنی حکومت ملکی و سیاسی ہے اور یہی غلط العام ہو رہا تھا لیکہ حقیقتاً اور اسلامی اصولوں کی رُو سے "خلافت" کے لئے حکومت ملکی لازمی نہیں۔ مگر چونکہ مملکت عربیہ اسلامیہ پر ہر حکمران و سلطان کو "خلیفہ" ہی کہا جاتا رہا یا اس نے خود "خلیفہ" کہلوایا۔ لہذا ان بادشاہتوں کو ابھی تک "خلافت" ہی کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ اموی خلافت عباسی خلافت۔ آل عثمان کی خلافت وغیرہ۔ کتاب مذکور میں اموی خلافت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مملکت اسلامیہ پر سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۱۳۲ھ تک یعنی ۹۰ سال مسلسل بنو امیّہ کا تسلط قائم رہا۔ اگرچہ حضرت عثمانؓ بن عفان بھی خاندان بنی امیّہ ہی کے ایک فرد تھے؛ مگر ان کے بعد عامۃ المسلمین اس بات پر مجبور ہو گئے کہ اقتدار حکومت حضرت امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیں، تاکہ اس وقت کا انتشار و تشتت فوری طور پر کنٹرول ہو سکے۔ لہذا وفات رسولؐ کے بعد سے چھنا ہوا اقتدار حضرت عثمانؓ کے بعد ایک دفعہ پھر بنو ہاشم کے ہاتھوں میں آ گیا۔ مگر اس سے پیشتر تقریباً پچیس سالہ دورِ غیر بنو ہاشم کے زیر اقتدار رہنے کی وجہ سے حالات سازگار نہ ہو سکے اور چھ سال کے بعد بنی ہاشم کی حکومت اموی سازشوں کی شکار ہو گئی۔ اس میں شک نہیں کہ بعد از رسولؐ بنو ہاشم کے سید و سردار حضرت علیؑ المرتضیٰ کی دینی سرداری اور اسلامی برتری ہمیشہ قائم رہی جو اقتدار حکومت دنیا کی محتاج نہ تھی مگر ایسے حالات میں جب کسی دینی سردار کی طرف عامۃ الناس کا رجحان ہو جائے تو حکومت وقت کی شہرت و سطوت (Reputation) پر اثر پڑنا لازمی ہے لہذا ایسے حالات میں حکومت اس دینی سردار کے مقابلہ میں خود دینی سرداری بھی اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ یا اس مقدس ہستی کے مقابلہ میں اپنے منظورِ نظر دینی سردار بناتی ہے اور ان کو اپنے موافق سے نظریات پھیلانے اور مقابلہ کرنے کے لئے ان کی ہر طرح سے مالی و غیر مالی مدد کرتی ہے۔ بنو امیّہ و بنو عباس نے اس حربے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اسلام میں قسم قسم کے نظریات کی شمولیت زیادہ تر انہی دونوں عہدوں میں ہوئی ہے۔ یہ حقائق ناقابل انکار ہیں۔ تاریخیں ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ بنو امیّہ نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے لئے بڑے سے بڑے ظلم

سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اس دور کے اعلم علمائے اہلسنت مولوی ابوالکلام صاحب آزاد مرحوم۔ آنریبل وزیر تعلیم بھارت سابق صدر کانگریس و خلافت کمیٹی و جمعیت علمائے ہند اپنی مشہور و معروف کتاب "الحریت فی الاسلام" میں رقمطراز ہیں:

"خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کر دیں۔ بلکہ دراصل یہ حالت بھی مثل اور بہت سی حالتوں کا نتیجہ ہے۔ بنی امیہ کے اس تسلط اور احاطہ مستبدہ کا جس کے اثر سے ہمارے ہر فن کا لٹریچر متاثر ہوا اور بدقسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے ہیں جن سے ان کی صدائے بازگشت آج تک آرہی ہے۔ بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت، اسلام اور مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت الٰہیہ کو تختہ یکسر الٹ دیا اور خلافت راشدہ جمہوریہ کی جگہ مستبدہ و ملک عضوض (یعنی کاٹنے والی بادشاہت کی بنیاد ڈالی"۔ الحریت فی الاسلام صفحہ ۲۰۶

ابوالکلام آزاد ہی کی یہ تحقیق نہیں، بلکہ اگر صحیح تواریخ اسلام کی ورق گردانی کی جائے تو آپ کو ایسے ایسے واقعات نظر آئیں گے جن سے آپ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ مگر یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود دشمنی خاندان رسول کی وجہ بعض لوگ اپنی دنیا و آخرت خراب کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی دشمنی اہلبیت کی بنا پر ایک ایسا طبقہ ظاہر ہو گیا ہے جو بنو امیہ کے گن گاتا ہے اور اس خاندان کے بادشاہوں کو "امیر المومنین" اور "علیہ السلام" تک کا خطاب دینے سے گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ اسی دور کے ایک شخص محمود احمد عباسی نامی نے ایک کتاب "خلافت معاویہ و یزید" لکھی ہے اور یقیناً بدنام بھی ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا"۔ خوب نام پیدا کیا ہے اور کتاب جو بدنامی کی وجہ سے مشہور ہو گئی اس کے کئی ایڈیشن چھاپ کر خوب پیسے کمائے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس کے ہمنوا بعض علماء نے بھی دشمنی اہلبیت کی وجہ سے اس کی پیٹھ ٹھونکی ہے۔ مگر اس کے برعکس جبکہ علمائے اہلسنت والجماعت و اہل تشیع نے اس کتاب کے ایک نہیں بلکہ دس بارہ مسکت جواب لکھے ہیں جن میں سے ایک کا جواب بھی عباسی صاحب نہیں دے سکے ــــــ اس وقت تاریخ نویسی میں سب سے بڑی کمزوری یہ دیکھنے میں آرہی ہے کہ تاریخ لکھنے سے پہلے نتائج مرتب کر لئے جائیں۔ اور ان نتائج کے زیر اثر واقعات و شواہد بعد میں تلاش کئے جائیں۔ حالانکہ تحقیق کو صحیح روایات کے ساتھ پیش کرنا نہ صرف علم کی خدمت ہے بلکہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے تاکہ پڑھنے والا صحیح نتائج مرتب کر کے اپنی زندگی کے لئے صحیح راہ عمل اختیار کر سکے۔ بحمداللہ! کہ زیر نظر کتاب "اموی دور خلافت" میں یہ سب خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اور کوئی واقعہ نامکمل یا بغیر مستند حوالہ کے نہیں لکھا گیا۔ ایسا نہیں ہے کہ ماقبل اور مابعد کی عبارت کو چھوڑ کر اپنے مطلب کی عبارت درج کر دی گئی ہو بلکہ مکمل عبارت پیش کر کے موضوع کے متعلق صحیح واقعات پیش کئے گئے ہیں۔ تاریخ اسلام کے ہر طالب علم کے لئے اسے پڑھنا ضروری اور مفید ہے۔

توحید اور عدل :- (از مولانا محمد مصطفیٰ صاحب قبلہ جوہر مدظلہ کراچی -) ناشر مجلس المسلمین، (مین ال او اوای) ۱۲/۳ ایچ رضویہ کالونی کراچی۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۲۵۶ علاوہ ٹائیٹل۔ کاغذ کرافٹی سفید۔ بغیر جلد۔ کتابت عمدہ۔ قیمت قسم دوم ایک روپیہ ۵۰ پیسے

مجلس المسلمین کراچی نے تھوڑے سے ہی عرصہ میں پبلیکیشنز کے سلسلہ میں جو ترقی کی ہے وہ بلا مبالغہ حیرت انگیز و قابل تعریف ہے۔ یہ مولانا محمد مصطفیٰ صاحب جوہر کی سرپرستی اور سید فرزند رضا صاحب رضوی کی انتھک کوششوں اور انتہائی جذبۂ تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ یہ حضرات مسجد کے ملا نہیں ہیں بلکہ اپنے بازوؤں سے اپنا رزق کماتے ہیں اور نشر و اشاعت دین حقہ محض اپنے عشق میں فی سبیل اللہ کرتے ہیں ـــــ زیر نظر کتاب " توحید اور عدل " اسلام کے اہم ابتدائی مسائل سے تعلق رکھتی ہے۔ توحید اور عدل اصول دین میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ محمد و آل محمدؐ کی اسلامی تعلیمات کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اصول دین میں " توحید " کے ساتھ " عدل " بھی شامل ہے۔ خدا کو عادل ماننا دین حقہ کی ایک منفرد اور مخصوص صفت ہے جو اسے باقی تمام سے نمایاں کرتی ہے۔ کیونکہ صفت عدل جملہ عیوب کی نفی ہے۔ اسلام میں ایسے مسالک بھی ہیں جن کی رُو سے " خدا اگر چاہے تو بے گناہ کو دوزخ میں ڈال دے اور گنہگار کو جنت میں مقام عطا فرمادے " وہ خدا کے اس قسم کے اختیارات بیان کر کے اپنی عقل کے مطابق شان بیان کرتے ہیں۔ مگر اتنا نہیں سوچتے کہ اس عقیدے کی بنا پر خدا کو (نعوذ باللہ) ظلم کی حد میں داخل کر دیتے ہیں اور جملہ عیوب سے بری سمجھنے کی بجائے اسے عیب دار تصور کرتے ہیں۔ اصول میں خدا کی صرف توحید کا اقرار بغیر کسی صفت کے کرنا ایک مہمل امر ہے اور صفت عدل جملہ صفات باری تعالیٰ کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ یہ عدل ہی کا تقاضہ ہے۔ وہ قادر و کریم ہے، جبار و قہار ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جملہ صفات باری تعالیٰ عدالت ہی کی وجہ سے ہیں۔ لہٰذا بغیر عدالت کے توحید بے اثر ہو کر رہ جاتی ہے ـــــ زیر نظر کتاب میں توحید اور عدل کے متعلق کلام الامام مندرجہ نہج البلاغہ کی روشنی میں تفصیلات بتائی گئی ہیں۔ حضرت امیرالمومنین کے اعلیٰ کردار کو پیش کر کے اس کی محققانہ انداز میں شرح کی گئی ہے جو بلاشبہ جوہر صاحب قبلہ ہی کا حصہ ہے۔

(نوٹ) مجلس المسلمین کراچی کی دیگر بھی کتب و رسائل اردو اور انگریزی میں شائع ہوئی ہیں جن کا ایک ایک نسخہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ انشاء اللہ آئندہ کسی وقت اُن پر تبصرہ کیا جائیگا۔

اسرار اعداد - بحساب بینہ و زبر :- (از سید حقیق الحسن موسوی انبالوی) ناشران سید اشہر رضا و آمر رضا امامبارہ دربار حسینی موری گیٹ لاہور۔ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۹۶ علاوہ ٹائیٹل۔ کاغذ نیوز پرنٹ۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ قیمت بغیر جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کتاب مذکور کو موسوی صاحب کی کرامت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ آیات قرآن پاک، اسمائے مقدسین معصومین

اور واقعات تاریخ کی اعداد حروف و الفاظ سے اس طرح ایک دوسرے سے مطابقت کی گئی ہے کہ پڑھنے والا حیران رہ جاتا ہے اور صراط مستقیم روز روشن کی طرح ہر طالب حق کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی مختلف صورتوں، در مخصوص آیات مثلاً آیۂ تطہیر۔ آیۂ مباہلہ وغیرہ وغیرہ کی تفسیر اور ان کے مصداق حروف اور اعداد کی روشنی میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ یہ لاجواب کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیئے۔

رسائل، پاکستان صادقیہ مشن سیالکوٹ شہر :- یہ مشن بھی اپنے مقام پر بہت مؤثر کام کر رہا ہے اور بیسیوں رسائل و کتابچے شائع کر کے اپنے حلقۂ اثر و بیرونجات میں مفت و قیمتاً تقسیم کر چکا ہے۔ (قیمتاً اس لئے کہ رسائل پر قیمتیں تحریر ہیں) راقم الحروف کے پاس غدیر یعنی الٰہی خلافت کا حقیقی تاجدار (از قلم آغا مہدی صاحب لکھنوی)۔ حقیقت فدک (از مولوی محمد صادق صاحب بی۔ اے علیگ)۔ پردہ اور فطرت (از سید لئیق احمد بی۔ اے علیگڈھ) ثانئ زہرا حضرت زینبؑ (از سیدہ رضیہ جعفری ایم۔ اے لیکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) شیعہ دینیات کی دوسری کتاب (از سیدہ نگار حسین جعفری)۔ شیعہ دینیات کی تیسری کتاب (از سیدہ رضیہ جعفری)۔ حقیقت قرطاس (از مولانا سید ظہور الحسن شاہ صاحب بجنوری)۔ کربلا کے قاتل و مقتول ایک نظر میں۔ (از سید نواب حسین جعفری ایم۔ اے)۔ حضرت شہر بانو۔ (از مولانا سید ظہور الحسن شاہ صاحب) اور امام زین العابدینؑ۔ (از محترم منظر الدین) موصول ہوئی ہیں۔ ان کتابچوں کے مضامین ان کے عناوین سے ظاہر ہیں۔ صادقیہ مشن سیالکوٹ کی خدمات واقعی قابل ستائش ہیں۔ قارئین رسائل کے عناوین سے اپنے شوق کے مطابق چن کر منگوائیں اور خود اور اپنے بچوں کو پڑھائیں۔

گیا۔ گفتنی بار سے بتا دیا۔ ایوا کی عورتوں میں بڑے بڑے شریف گھرانوں کی شریف عورتیں بھی شامل ہیں۔ ان کی رائے غلط ہو سکتی ہے، مگر ان کی نیت پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ جب آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ام المومنینؓ کی رائے میں غلطی تھی۔ مگر نیت نیک تھی۔ اسی لئے آپ نے اجتہادی غلطی فرمایا۔ تو ام المومنینؓ کی متابعت سے کیونکر یہ ادنیٰ گناہ ہو گیا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہم نے کب کہا کہ اس تحریک میں عورتوں نے ام المومنینؓ کے فعل کو بطور جواز پیش کیا بلکہ گذشتہ ایام میں اخبارات میں یہ تذکرہ آچکا ہے کہ عورتوں نے اپنی آزادیٔ عمل کے جواز میں بطور حجت ام المومنینؓ کا بلند کردار پیش کیا اور یہ تذکرہ اخبارات میں آچکا ہے۔ خود آپ کے مودودی صاحب سے یہ مسائل دریافت کئے جا چکے ہیں۔ ہم درخواست کریں گے کہ المنبر اور ان کے ہمخیال فراخدلی اور عدالت سے کام لیتے ہوئے معاملات کو ٹھنڈے دل سے سوچا کریں۔ آپ دن رات ملک کے عوام کی بے راہ روی کے رونے اپنے اخبار میں روتے رہتے ہیں مگر اس کی اصلی وجہ کی طرف دھیان نہیں دیتے اور وہ محض یہی ہے کہ اسلام کے ہر دو بڑے فرقوں کے اطمینان کے اسباب نہ ہونے کی وجہ سے جو بھی

(بقیہ گفتنی ہا - صفحہ ۱۴ سے آگے)

کی بو تک نہیں آئی۔ کاش! آپ عدل اسلامی پر فائز ہوتے تو اس کو اگر تنبیہ نہ کرتے تو مشورہ ہی دیدیتے کہ بھئی یہ کیا خرافات ہے۔ یہ حجاج ابن یوسف کا عہدہ تو نہیں۔ یہ تو سب مسلمانوں کی مشترکہ حکومت ہے۔ مگر آپ تو خود اسی راستہ پر گامزن ہیں اور غالباً یہ بات آپ کے دماغ سے محو ہو گئی ہے کہ پاکستان کی ہر دلعزیز حکومت سب مسلمانوں کی مشترکہ حکومت ہے اور پھر دستورِ پاکستان میں بھی جب یہ دفعہ موجود ہے کہ پاکستان کے کسی باشندے کو اس کے مذہب کے خلاف تعلیم دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ تو آپ کا یہ کہنا کیا وقعت رکھتا ہے کہ اگر کسی کو اختلاف ہے تو ہوا کرے؟ کیا دستورِ مملکت کی ایسی طریقہ سے پابندی ہونی چاہیئے۔ اور نصاب تعلیم میں ایک اہم اسلامی حصہ کے عقائد کے خلاف مواد داخل کر کے ان کے بچوں کے غیر محسوس طریقے سے عقائد تبدیل کرنا درست ہے۔ مسئلہ تقیہ کو برا کہنے والے کیا اس طریقہ کو دیانت پر مبنی سمجھیں گے۔ اور اگر ایسا نہیں تو اس غفلت شعاری کے برے نتائج مسلمانوں کے ایک اہم حصہ پر جو پڑ رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے ——— اس کے لئے دو ہی صورتیں ہیں۔ اول وہ جو سب کے لئے بہتر ہے جو ہم نے گذشتہ شمارہ میں پیش کی تھی کہ اختلافی مسائل کو خارج از نصاب کیا جائے۔ تاکہ سب مسلمان مشترکہ طور پر ایک ہی نصاب سے فائدہ حاصل کرتے رہیں۔ اور اگر کوئی جماعت بضد ہو کہ غیر دینی نصاب میں بھی اپنی مخصوص عقیدت یا "عقیدہ کے موافق تاریخ" داخل کرنا ضروری ہے تو پھر نصاب کے بھی دو حصے کرنے پڑیں گے۔ جو قدرتی امر ہے۔ اگر ایسا نہیں تو جبر ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جبر کا نتیجہ بے اطمینانی اور خلفشار ہوا کرتا ہے۔ استقلال سے ملک ترقی نہ کر سکے گا یا بے دینی پھیل جائے گی۔ جیسا کہ دن بدن دیکھنے میں آ رہا ہے۔ یہ مفید اور ناصحانہ مشورہ ہمعصر المنبر لائلپور کو پسند نہیں آیا۔ اور وہ اپنے زعم میں چلا اٹھا کہ گویا سات کروڑ مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ بقایا دو یا تین کروڑ مسلمانوں کو ختم کر دیں — ہم نے کب کہا کہ آپ اپنی مخصوص عقیدت کی کتابوں میں داخل نہ کریں۔ آپ شوق سے کریں۔ مگر وہ کتابیں اپنے تک ہی محدود رکھیں اور اس کے برعکس عقیدہ رکھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے علیحدہ کتابیں لکھی جائیں جن میں ان پر جبر نہ ہو ———

اصحابِ رسولؐ کی عزت و تکریم اپنے مقام پر قائم ہے۔ ہم نے گذشتہ شمارے میں خلاف احترام ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رہنا چاہیئے۔ آپ شوق سے اپنے مخصوص و مشہور صحابہ کی تعریف و توصیف کیجئے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ جبکہ اس زمانہ میں "خلافت معاویہ و یزید" جیسی زہریلی کتابیں تک بھی لکھی جا رہی ہیں —

باقی رہا "عورتوں کی آزادی کا مسئلہ"۔ تو ہمارا عقیدہ ہے کہ جملہ "امہات المومنینؓ" بوجہ ازواج رسولؐ اکرم ہونے کے قابل احترام ہیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر ہم کسی شخصیت کو کسی بزرگ کا مثیل کہدیں تو اس بزرگ کو اس سے تشبیہ نہیں مل جاتی۔ نہ اس کی ہتک ہوتی ہے بلکہ مثیل ہونا ہی قابل فخر ہے۔ اسوۂ رسولؐ پر عمل کرنے سے اصحابِ رسولؐ ہم جیسے یا ہم رسولؐ جیسے نہیں بن سکتے بلکہ ہمیں فضیلت مل جاتی ہے۔ المنبر نے غلط منطق گھڑی ہے۔ آج کل کی عورات اگر جناب سیدہؑ کے اسوہ پر عمل کریں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہدیں کہ ہم نے عورتوں کو جناب سیدہؑ

باقی صفحہ ۴۴ پر



از مبلغ اسلام حکیم سید سرفراز حسین صاحب مدظلہ العالی کمالیہ

قسط سوم، - (سلسلہ کے لئے دیکھئے شمارہ ماہ اگست ۱۹۶۳ء رسول نمبر)

(۳۶) میں باپ سے نکلا اور دنیا میں آیا ہوں
یوحنا ۱۶ : ۲۸

(۳۷) کلیسیا نے ہمیشہ اس بات پر اصرار کیا ہے کہ ہمارا خداوند کامل انسانیت رکھتا تھا جس کے سبب وہ انسانی زندگی کی تمام حدبندیوں میں شریک تھا ہوا اس کے کہ اس سے گناہ نہیں ہوا۔ اس نظریئے کے باعث ہم کو تجسد کے مسئلے کے نہایت دقیق مسئلے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ یہ کہ انسان بن کر ولوگس نے اپنے آپ کو کیونکر انسانیت کی بندشوں سے محدود کر دیا جس حال میں کہ ہمیں لوگس کی نسبت یہ بات خیال میں رکھنی چاہئے کہ تجسد کی حالت میں بھی وہ

(۳۸) جو مجھ سے عداوت رکھتا ہے وہ میرے باپ سے بھی عداوت رکھتا ہے۔" (یوحنا ۱۵ : ۲۳)

الوہیت کے معمولی کام کر رہا تھا تاہم اس نے اپنے باپ کے اپنے کام کے اس حصے جو تجسد میں شریک تھا بالکل خالی کر دیا۔ تاکہ بقول پولس رسول (فلپ ۲ : ۷) حقیقی تجسد ممکن ہو سکے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ مسیح خدا نے تجسد تھا تاہم وہ خدا کی رہبانی میں شرکت نہیں رکھتا (وہ اپنی قدرت میں حدبندی اختیار کرتا ہے)۔ اسی طرح اس کا علم بھی محدود ہو گیا تھا: جس طرح کہ وہ قد و قامت میں ترقی کرتا گیا۔ اسی طرح وہ حکمت میں بھی ترقی کرتا گیا" (لوقا ۲ : ۵۲) .... وہ خدا کی ہر جگہ حاضر نہیں تھا۔ اور یہ بھی ظاہر کہ اس کی طاقت محدود تھی۔ کیونکہ یہ محاشرۂ تجسد کے مقصد کا ایک جزو ہے۔ (یہی زندگی میں انجیل کا تجربہ ملتی ۲۱ و ۴۲)

(۳۷) کیونکہ مسیح نے بھی اپنی خوشی نہیں کی بلکہ یوں لکھا ہے کہ تیرے طعن کرنے والوں کے طعن مجھ پر آ پڑے (رومیوں ۱۵ : ۳)

ابنیت کا جسمانی خیال

(۳۸) خداوند یسوع مسیح کی ابنیت کا مسئلہ تمام

عبدیت کا روحانی مقام

(۳۸) اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات

جسمانی خیالات اور نفسانی اوہام سے بالکل پاک اور افضل و اعلیٰ ہے۔ اس لئے خدا کی ذات سے جسمانی تولید کا کوئی انسانی وہم بطور حجت ہمارے پاک اور مقدس مسیحی عقیدہ کو ہرگز ہرگز جھٹلا نہیں سکتا۔	کہے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی مگر جو کوئی روح القدس کے برخلاف کوئی بات کہے گا وہ اسے معاف نہ کی جائے گی نہ اس عالم میں نہ آنے والے میں (متی ۱۲: ۳۲)
(۳۹) قرآن مجید جن عقائد کی رو سے ابنیت کا منکر ہے وہ تو مسلم عربی نصاریٰ کا عقیدہ تھا جنہوں نے مسیح کی ابنیت کے مسئلہ کو عرب کے مشرکین کے باطل عقیدہ کے مشابہ سمجھا۔ جسے ہم مسیحی بھی کسی صورت میں تسلیم کرنے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں جس طرح اہل اسلام کے درمیان یہ عقیدہ مشرکانہ اور قابل نفرت ہے۔ ویسے ہی ہم مسیحیوں کے درمیان یہ عقیدہ مشرکانہ اور قابل نفرت ہے۔	(۳۹) تم اپنے باپ ابلیس سے ہو۔ اور اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو۔ وہ شروع ہی سے خونی ہے اور سچائی پر قائم نہیں رہا۔ کیونکہ اس میں سچائی نہیں ہے۔ جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو اپنی ہی سی کہتا ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔ بلکہ جھوٹ کا باپ ہے۔ (یوحنا ۸: ۴۴)۔ لیکن جتنوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا۔ یعنی انہیں جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے، نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا سے پیدا ہوئے۔ (یوحنا ۱: ۱۲-۱۳)
(۴۰) ابتداء سے جامع کلیسیا نے کبھی ایسے باطل عقیدہ کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ انجیل مقدس میں خدا کی ذات سے جسمانی تولید کے باطل عقیدہ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اگر کوئی منچلا یہ دعویٰ کرے کہ قرآن مجید مسیح کی ابنیت کے جس عقیدہ کی تردید کرتا ہے وہ انجیل مقدس میں موجود ہے تو چاہئے کہ وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت انجیل مقدس سے پیش کرے۔	(۴۰) (الف) GOD WAS MANIFEST IN THE FLESH. (1_TIMOTHY 3:16) "خدا جسم میں ظاہر ہوا (۱- تیمتھیس ۳: ۱۶) (ب) خدا کو کسی نے بھی دیکھا۔ اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے۔ اسی نے ظاہر کیا (یوحنا ۱: ۱۸)
(۴۱) قرآن مجید نہ انجیل مقدس کا نام لے کر نہ عیسیٰ مسیح کا نام لے کر اس کے دعوے ابن اللہ کی تردید کرتا ہے بلکہ صرف عربی نصاریٰ کی بے علمی کے سبب جو غلط عقیدہ ان میں رواج پا گیا تھا اس کی تردید کرتا	(۴۱) میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا۔ اس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی انجیل کی طرف مائل ہونے لگے۔ (گلتیوں ۱: ۶)

ہے

(۴۲) آنحضرتؐ کے ابتدائی زمانہ میں خانۂ کعبہ کے اندر ۳۶۰ سو بت موجود تھے۔ ان کی نسبت مشرکین عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے بت لات ومنات وعزیٰ وغیرہ ہمارے دیوی دیوتا (اللہ) کے بیٹے بیٹیاں ہیں اور یہ اولاد ان سے جسمانی طور پر نسل انسانی کی طرح پیدا ہوئی ہے۔

(۴۳) سورہ اخلاص میں قرآن مجید ان کے باطل عقیدوں کی یوں تردید کرتا ہے:-

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد ۝

ما اتخذ اللہ من ولد (خدا کی کوئی اولاد نہیں)

(سورہ مومن ۹۱)

انی یکون لہ ولد و لم تکن لہ صاحبۃ (سورہ انعام ۱۰۱)

(۴۴) قرآن مجید خدا کے ایسے بیٹے کو تسلیم کرنے کا منکر ہے، جسے خدا نے جنا یا جو خدا کا جسمانی طور پر صلبی ولد ہو۔ اور اس باطل عقیدہ کی تردید اس دلیل سے کرتا ہے کہ خدا کی تو نعوذ باللہ جورو ہی نہیں! لیکن قرآن مجید اس بات کا مطلق ذکر نہیں کرتا نصاریٰ نعوذ باللہ خدا کی جورو کے قائل ہیں۔

(۴۲) (ا) پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا۔ دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لئے گویا خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا۔ (خروج ۷:۱) ....

یسوع نے انہیں جواب دیا۔ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے، کہ میں نے کہا تم خدا ہو؟ جبکہ اس نے انہیں خدا کہا۔ جن کے پاس خدا کا کلام آیا (اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں) آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے۔ اس لئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں۔ (یوحنا ۱۰: ۳۴-۳۶)

(ب) پس تو جو اوروں کو سکھاتا ہے اپنے آپ کو کیوں نہیں سکھاتا؟ .... تو جو بتوں سے نفرت رکھتا ہے آپ خود کیوں مندروں کو لوٹتا ہے؟

(رومیوں ۲: ۲۱-۲۲)

(۴۳) حق تو یہ ہے کہ اگر وہ واحد مطلق ہوتا تو ان باتوں کے حقیقی معنی کو تصور کرنا دشوار ہو جاتا۔ اس حالت میں ایسا معلوم ہوتا گویا وہ اپنے وجود کو مکمل بنانے کے لئے کائنات کا محتاج ہے۔ (مسیحی زندگی میں انجیل کا تجربہ صفحہ ۳۳-۳۵)

(۴۴) باپ کسی سے مصنوع نہیں، نہ مخلوق نہ مولود۔ بیٹا اکیلے باپ سے ہے مصنوع نہیں نہ مخلوق لیکن مولود ہے۔

روح القدس باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود لیکن صادر ہے۔

(پندرہ لیکچر از پادری ڈاکٹر عمادالدین صاحب لاہز ڈی ڈی)

	مرقوم ۶۸) (ب) اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہیم ہمارا باپ ہے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ متی ۳: ۹)
(۴۵) تاہم قرآن مجید مسیح کی ابنیت کے پاک اور مقدس عقیدہ کو مشرکین عرب کے باطل عقیدہ میں ضرور غلط ملط کر دیتا ہے (سورہ توبہ ۳۰) کیونکہ قرآن مجید مسیح کی ابنیت کے ایسے عقیدہ کی تردید کرتا ہے جس میں خدا کے ساتھ مسیح کی جسمانی ابنیت کا ذکر ہے۔ شاید مسیح کی ابنیت کے متعلق بعض عربی نصاریٰ کا ایسا غلط عقیدہ ہو اور قرآن مجید نے یہ سچ مان لیا ہو، کہ مسیح کی ابنیت کے متعلق عربی نصاریٰ کا عقیدہ اور لات و منات و عزّیٰ کی ابنیت کے متعلق مشرکین عرب کا عقیدہ ایک جیسا ہی ہے؟	(۴۵) فرشتہ نے اس سے کہا! اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا (لوقا ۱: ۳۱) ..... جو جسم سے پیدا ہوا ہے جسم ہے اور جو روح سے پیدا ہوا ہے روح ہے (یوحنا ۳: ۶) .... وہ جو جسم میں ظاہر ہوا۔ (۱-تیمتھیس ۳: ۱۶)
(۴۶) یاد رکھئے کہ قرآن مجید مسیح کی ابنیت کے جس عقیدہ کی تردید کرتا ہے اُس کا ہمارے پاک اور مقدس عقیدہ کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔	(۴۶) مجھے خداوند! تم پر یہ بھروسا ہے کہ تم اور طرح کا خیال نہ کرو گے۔ لیکن جو تمہیں گھبرا دیتا ہے وہ خواہ کوئی ہو سزا پائے گا۔ (گلتیوں ۵: ۱۰) .... میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی انجیل کی طرف مائل ہونے لگے۔ مگر وہ دوسری نہیں البتہ بعض ایسے ہیں جو تمہیں گھبرا دیتے اور مسیح کی انجیل کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ (گلتیوں ۱: ۶-۷)
(۴۷) نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح خدا کا ولد صلبی ہے۔	(۴۷) اس لئے کہ جتنے خدا کے روح کی ہدایت سے چلتے ہیں! وہی خدا کے بیٹے ہیں۔ (رومیوں ۸: ۱۴)
(۴۸) نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کو خدا نے جنا ہے	(۴۸) تو میرا بیٹا ہے آج تو مجھ سے پیدا ہوا۔ (عبرانیوں ۵:۵)

(۴۹) نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ خدا کی کوئی جورو ہے	(۴۹) بلکہ اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے (یوحنا ۵: ۲۷)
(۵۰) نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ بن باپ ولادت کے سبب مسیح خدا کا بیٹا ہے	(۵۰) تم جو کچھ دکھ سہتے ہو وہ تمہاری تربیت کے لئے ہے۔ خدا فرزند جان کر تمہارے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ وہ کونسا بیٹا ہے جسے باپ تنبیہ نہیں کرتا؟ اور اگر تمہیں وہ تنبیہ نہ کی گئی جس میں سب شریک ہیں تو تم حرامزادے ٹھہرے نہ کہ بیٹے۔ (عبرانیوں ۱۲: ۷-۸) مریم نے فرشتے سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی؟ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا، کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اس سبب سے وہ مولودِ مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا۔ (لوقا ۱: ۳۴-۳۵)
(۵۱) ہاں خدا کا اکلوتا بیٹا ایسی انسانیت میں ظاہر ہوا جس کی ولادت بے باپ ہوئی تھی۔	(۵۱) جب ہم اس مسئلے پر غور کرتے ہیں تو اس خطرے کا امکان ہو سکتا ہے کہ جب ہمارا خداوند بھوکا ہوتا تھا یا تھک جاتا تھا یا روتا تھا۔ تو ان حالتوں میں وہ اپنی انسانیت ظاہر کرتا تھا۔ اور جب وہ اوروں کو اچھا کرتا یا کثیر تعداد لوگوں کو کھانا کھلاتا تو وہ اپنی الوہیت ظاہر کرتا تھا۔ اس خیال کے مطابق مسیح دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے گویا وہ دو شخصیتیں رکھتا تھا۔ اس کی کمزوری اور قدرت دونوں میں ہم کو ہمیشہ ایک ہی مسیح نظر آتا چاہیے جو خدا اور انسان دونوں ہے۔ انسانیت میں بھی وہ ہمیشہ کامل مظہر اللہ ہے۔ (مسیحی زندگی میں انجیل کا تجربہ ص۴۲)
(۵۲) نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جب وہ انسانیت میں ظاہر ہوا تھا تو اس وقت خدا کا بیٹا بن گیا تھا۔	(۵۲) البتہ اس کو دیکھتے ہیں جو فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا گیا یعنی یسوع کو۔ (عبرانیوں ۲: ۹)

(۵۳) ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ جسم انسانی کی حیثیت سے خدا کا بیٹا تھا

(۵۳) کیونکہ تم کو غلامی کی روح نہیں ملی جس سے پھر ڈر پیدا ہو۔ بلکہ لے پالک ہونے کی روح ملی جس سے ہم ابا یعنی اے باپ کہہ کر پکارتے ہیں۔ روح خود ہماری روح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں (رومیوں ۸: ۱۵-۱۶)

(۵۴) نہ ہم خدا کی ذات سے جسمانی تولید کے قائل ہیں

(۵۴) وہ اسرائیلی ہیں اور لے پالک ہونے کا حق اور جلال اور عہود اور شریعت اور عبادت اور وعدے اُن ہی کے ہیں۔ اور قوم کے بزرگ اُن ہی کے ہیں اور جسم کے رو سے مسیح بھی ان ہی میں سے ہوا جو سب کے اوپر اور ابد تک خدائے محمود ہے۔ آمین (رومیوں ۹: ۴-۶)

(۵۵) ہمارے نزدیک خدا روح اور لامحدود ہستی مطلق کے متعلق جسمانی تولید کے خیالات کو تصورات میں لینا بھی شان الٰہی کے خلاف کفر عظیم ہے

(۵۵) (ل) ساتواں لقب خداوند خدا ہے (یسعیاہ ۴۰ باب ۱۰) دیکھو خداوند خدا زبردستی کے ساتھ آویگا" آیت ۵ میں ہے کہ خداوند کا جلال آشکارا ہوگا" ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کو جن صفتوں کے ساتھ عقل نے دریافت کیا ہے وہ سب صفتیں اس شخص میں پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ شخص خدا نہ تھا تو پھر کون خدا ہے جس کی ہم امید کریں؟ جتنی صفات ہم خدا میں تسلیم کرتے ہیں وہ سب مسیح میں موجود ہیں۔ تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ وہ خدا ہے؟ (ہندوہ لیکچر از پادری ڈاکٹر عماد الدین صاحب لاہز ڈی۔ ڈی مرحوم ص ۱۳)

(ب) لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا۔ نہ باپ۔ (مرقس ۱۳: ۳۲)

(۵۶) خداوند یسوع مسیح جسم کی حیثیت سے ابن مریم ہے۔ لیکن الوہیت کے جلال میں ابن اللہ ہے

(۵۶) (ا) پھر انسان کیونکر خدا کے حضور راست ٹھہر سکتا ہے یا وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکر پاک ہو سکتا ہے (ایوب ۲۵: ۴) ..... لیکن جب وقت

پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ جو عورت سے پیدا ہوا۔ اور شریعت کے ماتحت پیدا ہوا۔ (گلتیوں ۴:۴)

(ب) کیونکہ خدا ایک ہے اور خدا و انسان کے بیچ میں درمیانی بھی ایک یعنی مسیح یسوع جو انسان ہے (۱۔ تیمتھیس ۲:۵)...... اس لئے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا (فلپیوں ۲:۶-۷)

(۵۷) کیونکہ اگر ہمارا عقیدہ وہی ہوتا جس کی قرآن مجید تردید کرتا ہے تو ہم پر قرآن مجید کی حجت کارگر ہوتی۔

(۵۷) اسی سبب سے خدا ان کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا۔ تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں وہ سب سزا پائیں۔ (۲۔ تھسلنیکیوں ۲:۱۱-۱۲)

(۵۸) لیکن الوہیت کے جلال میں ابن اللہ کے متعلق عالمگیر جامع کلیسیا کا پاک اور مقدس عقیدہ فی الحقیقت قبولیت کے لائق ہے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ تمام جسمانی خیالات اور انسانی اوہام سے بالکل پاک ہے۔

(۵۸) اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے (افسیوں ۴:۶)...... وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بیوقوف بن گئے اور غیر فانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں و چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔ (رومیوں ۱:۲۲-۲۳)

(۵۹) اہل اسلام کے لئے واجب ہے کہ انجیل مقدس کی روشنی میں پہلے ہمارے سچے عقیدے کو معلوم کریں اور پھر ہمارے ساتھ دوستانہ رنگ میں گفتگو کریں۔

(۵۹) میں اس توفیق کی وجہ سے جو مجھ کو ملی ہے تم میں سے ہر ایک سے کہتا ہوں کہ جیسا سمجھنا چاہئے اس سے زیادہ کوئی اپنے آپ کو نہ سمجھے۔ بلکہ جیسا خدا نے ہر ایک کو اندازہ کے موافق ایمان تقسیم کیا ہے۔ اعتدال کے ساتھ اپنے آپ کو ویسا ہی سمجھے (رومیوں ۱۲:۳)...... پس تو جو اوروں کو سکھاتا ہے اپنے آپ کو کیوں نہیں سکھاتا۔ (رومیوں ۲:۲۱)

(۹۰) جو خدا کے بیٹے کا انکار کرتا ہے وہ خداوند کی عظیم ترین پدرانہ محبت و شفقت کا انکار کرتا ہے کیونکہ خدا کے بیٹے کے ظہور سے خدا بھی بنی نوع انسان پر پدرانہ محبت میں مہربان نظر آتا ہے۔

(۹۰) (الف) پس ہم کیا کہیں؟ کیا خدا کے ہاں بے انصافی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ موسیٰ سے کہتا ہے کہ جس پر رحم کرنا منظور ہے اس پر رحم کروں گا۔ اور جس پر ترس کھانا منظور ہے اس پر ترس کھاؤں گا۔ پس یہ نہ ارادہ کرنے والے پر منحصر ہے نہ دوڑ دھوپ کرنے والے پر...... پس وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اُسے سخت کر دیتا ہے

(رومیوں ۹: ۱۴-۱۸)

(ب) لیکن ہر شخص میں روح کا ظہور فائدہ پہنچانے کے لئے ہوتا ہے...... کسی کو اس روح سے ایمان اور کسی کو اسی ایک روح سے شفا دینے کی توفیق۔

(۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۷-۹)

(باقی آئندہ)



واقعہ کربلا کے بعد تاریخ اسلام کا ایک ورق

از انجم رانی۔ رظلہ

قسط نمبر ۹

"رقص کرو میسونہ!! بہاروں کا رقص — تم صحرائی بنفشہ کا وہ پھول ہو جسے نسیم سحری کے جھونکوں نے بڑی ناز برداری سے نیند سے بیدار کر دیا ہو۔ ہم آج تمہیں شبنم کے موتیوں کا ہار پہنائیں گے (ہوا کا ایک جھونکا خیمے کے دامن کو چھیڑتا ہے) — کتنی مانوس ہے ہم سے صحرائے بصرہ کی عطر بیز ہوا۔ آج ایک عرصہ کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ان سوئے ہوئے نغموں کے انتہائی سروں پر کوئی راگ جنم لے رہا ہے — زندگی کے سرد پانی میں ایک گرمی آہستہ آہستہ بڑھ رہی ہے (گہری سانس لیتا ہے) آہ! چاروں طرف سیماب کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ جس کے کناروں پر ابھرے ہوئے تصورات کے محل ہمیں کوئی پیغام دے رہے ہیں۔ وجد آفریں حیات کا پیغام!۔ (ہاتھوں کی انگلیاں نوچتا ہے) — دل آزار تھی زندگی کی سابقہ کروٹ! ہم نے کہاں کہاں رکھا ہے اپنا قدم — تمہیں کچھ یاد ہے میسونہ!! (گھنگروؤں کی چھنک معدوم ہو جاتی ہے۔ لیکن ساز آہستہ آہستہ بجتے رہتے ہیں نغمات کی آگ سلگتی رہتی ہے) ہا ہا۔

میسونہ:۔ (مترنم آواز سے) مجھے کچھ بھی یاد نہیں نائب امیر! لیکن جب آپ کوفہ سے جدا ہوئے تھے تو میں نے ان کی آنکھوں میں درد کے آئینے لرزتے دیکھے تھے! اُف وہ جدائی کا وقت مجھے جب بھی یاد آتا ہے۔ ذہن پر اندوہناک چیخیں مسلط ہو جاتی ہیں۔ جانے اہل کوفہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا۔"

ابن زیاد:۔ ہم نے اُسے آگ پر چلنے کے لئے مجبور کیا، حالانکہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ہماری خواہش کے احترام میں اس نے سر تسلیم خم کر دیا۔ (خیمے سے باہر تاروں بھری رات میں جھانکتا ہے) — ہو سکتا ہے بصرہ پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں اس کی عبرتناک موت کا پیغام مل جائے — عبرتناک موت! (دیوانہ وار قہقہہ لگاتا ہے) — جب ہانی ابن عروہ کو ہمارے سامنے پیش کیا گیا۔ تو ہم اس کی آنکھوں میں چھپے ہوئے ارادوں کو بڑی دیر تک دیکھتے رہے اس کی آنکھوں میں صحرائی عقاب کا سا وحشیانہ پن تھا۔ ناقابل شکست وحشیانہ پن۔ اس بوڑھے کوفی سے ہم نے

صرف ایک ہی مطالبہ کیا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ مسلم بن عقیل کو ہمارے حوالے کردے۔ لیکن میسونہ جانتی ہو کہ وہ کسی سنگلاخ چٹان کی طرح صرف ایک ہی عزم کے سہارے کھڑا رہا۔ ہم نے اسے خوفزدہ کرنے کے لئے اس کی پیشانی پر اپنے عمود سے بھرپور وار کیا اور ہانی کے مسکراتے ہوئے ہونٹ خون سے رنگین ہوگئے۔ خدا کی قسم وہ لڑکھڑایا مگر گرا نہیں۔ حالانکہ وہ اس وقت منزل زندگانی کا آخری فرسنگ طے کر رہا تھا۔ اسے ضرور گر جانا چاہئے تھا۔ آہ ہم تم پہ یہ راز فاش کر دینا چاہتے ہیں کہ اس کے زمین پر گر جانے میں کونسی چیز مانع تھی۔ (دکیم خاموش ہو جاتا ہے اور پھر چلاتا ہے) — حضرت حسینؑ کا کیف ایک جادو تھا۔ اس نام میں بے حس انسانوں کے لئے نئے ولولے وضع کر دئیے ہیں اس نام نے غلاموں کو آزاد کر دیا ہے اس نام نے — زندگی کی ابرو زادی ہے اس نام نے — غور سے سنو! میسونہ — صحرائے بصرہ کا ہر ایک ذرّہ حسینؑ حسینؑ پکار رہا ہے۔ ہم اس صحرا سے کئی بار گذرے ہیں۔ لیکن آج ہم نے اس صحرا کو بڑے ہی غور سے دیکھا ہے۔ یقیناً اس کی نوعیت بدل چکی ہے۔ اب تو یہ سپاٹ اور وسیع میدان جس میں زندگی نام کو نہیں تھی۔ ایک موجیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے — زندگی کا سمندر — اسرار و رموز کا سمندر انقلاب کا سمندر — ہمیں خوف ہے کہ ابھی اسکے انتہائی کناروں سے لہراتی ہوئی شمشیر یا بجر آہنگی اور اجتماعیہ ہوا از قلم کردیگی

میسونہ — نائب امیر! آپ کو اب آرام فرمانا چاہئے۔ رات کے آخری پہر میں پھر سفر شروع ہو جائیگا۔ (اٹھتے ہوئے) مجھے یقین ہے۔ کہ آپ تھک چکے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر آپکو بقیۂ ایام زندگی آرام سے گذارنے کا موقع مل جاتا

ابن زیاد:۔ (زہر خند کرتا ہے) "بقیۂ ایام زندگی" (بوجھل آواز سے) میسونہ تم مستقبل سے باتیں کر رہی ہو۔ صحرا کی آزاد روح تمہیں تمہارے استاد نے زندگی کی بے رنگ چادر میں موسیقی کے ساحرانہ زیر و بم سے صرف رنگین پھول بنانا سکھایا ہے۔ اگر وہ تمہیں یہ بھی بتا دیتا کہ حقائق کتنے تلخ ہوتے ہیں تو شاید تم ایک ہولناک چیخ مار کر مر جاتیں۔ ہم مستقبل کے آہستہ آہستہ رینگنے والے سمع خراش گڑگڑاہٹ سن رہے ہیں — ہم اس کا انتظار نہیں کرنا چاہتے۔ اور وہ غزالان صحرا کا دلفریب رم ہمیں کیا دے سکتے ہیں!!! ہمیں کیا دیں گے۔ (سوچتا ہے) صرف یہی کہ ہم اندھیروں اور اجالوں کے چکر میں الجھ کر (ہاتھ پھیلا دیتا ہے)۔ خود ان ہاتھوں سے گلا گھونٹ دیں (مسکراتا ہے) ابھی وہ سلے اے صحرائی تنشہ کے خوبرو پھول! ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ رقص کرو — گاؤ۔ تمہارے پائل کی جھنجھناہٹ میں آب حیات کے چشمے مستور ہیں۔ ہم انہیں وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر بہتے دیکھنا چاہتے ہیں — خدا کی قسم! ہم تمہیں ان شبنم کے موتیوں کا ہار پہنائیں گے"

دیو داسی رقص شروع ہو جاتا ہے۔ ریت کے چند بڑے بڑے ٹیلے جن کے درمیان یہ خیمے کھڑے گئے ہیں ایک مضبوط حصار کی طرح ان کے آس پاس سر اٹھائے آسمانوں کی بلندیوں میں جھانکتے نظر آتے ہیں۔ فوجی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک بڑی محفوظ جگہ ہے، جسے رات کے اندھیرے میں تلاش کر لینا انتہائی وقت طلب ہے۔ خیموں کے کپڑے کا رنگ انتہائی سیاہ ہے اور وہ صرف چند ابھرے ہوئے سیاہ دھبے سے دکھائی دیتے ہیں۔ جن میں گہری

خاموشی طاری ہے۔ گھٹا ہوا سانس موت کی ترجمانی کرتا ہے۔ لیکن مرکزی خیمہ جس میں ابن زیاد فروکش ہے۔ اس میں دھندلائی ہوئی روشنی باہر کچھ دور تک ریت کے ذروں سے ہمکنار ہوتی چلی گئی ہے۔ خاموش مسلح پہرہ دار تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس خیمے کے قریب سے لومڑی کی سی چال چلتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ لیکن ان کے پاؤں کی آہٹ بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی کوئی اونٹ پہلو بدلتے ہوئے غصے سے کراہ کر اپنی موجودگی کا اظہار کر دیتا ہے لیکن جگالی کرتے وقت ان کی سیٹیاں صاف سنائی دیتی ہیں۔ تمام گھوڑوں کے منہ پر جو سے بھرے ہوئے تھیلے چڑھا دیے گئے ہیں تاکہ وہ ہر معمولی آہٹ پر اپنی ہنہنانے کی عادت سے باز رہیں۔ ان کی تیز خرخراہٹ گہری نیند کی غماز ہے۔ لیکن جب بھی یہ سلسلہ ٹوٹتا ہے تو جوار چبانے کی آواز آنے لگتی ہے۔ جیسے ڈھلوان زمین پر کوئی بے پہیوں کی گاڑی کھینچ رہا ہو ــــ"

اس ہلکی سی بے چینی اور بے نام حرکت کو سوز و ساز کی موجیں اپنے دامن میں چھپا کر دور تک لے جاتی ہیں اور کچھ دائرے بنتے۔ پھیلتے سمٹتے اور ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔

ابن زیاد :- "میمونہ"

میمونہ :- "جی"

ابن زیاد :- بڑا ہی کٹھن ہے یہ سفر۔ تم یقیناً تھک گئی ہوگی۔ جب تک رقاصہ کے اعصاب اس کے ساتھ تعاون نہ کریں وہ فن کے انتہائی عروج تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن یقین جانو میری زندگی کا سفر اور منزلیں جو حقیقی سفر ہے بہت ہی کٹھن ہے۔ (انتہائی جذباتی ہوتا ہے) ہم نے اپنی زندگی کا دور اپنے دونوں ہاتھوں تلے دبا رکھا ہے۔ جب تک تنفس کے جال بنتے چلے جائیں گے ہم اس کو کسی پر بھی ظاہر نہ ہونے دیں گے"

میمونہ :- ہر درد کا ایک علاج ہوتا ہے نائب امیر!"

ابن زیاد :- لیکن کچھ درد ایسے بھی ہیں جن کا نہ اس دنیا میں کوئی علاج ہے نہ اُس دنیا میں، اور تمہیں کبھی ایسے درد سے واسطہ نہیں پڑا۔ ورنہ تمہیں علم ہوتا کہ یہ درد ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں۔"

میمونہ :- [ادب سے دوزانو بیٹھتے ہوئے] "نائب امیر! گستاخی معاف۔ میں آج آپ سے ایک سوال دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ گھبرا تو نہیں جائیں گے؟"

ابن زیاد :- [پیشانی کو رومال سے صاف کرتے ہوئے] "نہیں، ہم نے گھبرانا سیکھا ہی نہیں۔ تم پوچھو ہم ضرور سنیں گے۔ لیکن تمہارا سوال مختصر ہونا چاہیے۔ ہمارا وقت بڑا قیمتی ہے۔ ہم اِس ماضی کے گرداب میں ڈوبنا نہیں نہیں چاہتے۔ اور اسی طرح ہمیں مستقبل پر بھی کسی قسم کی امید نہیں۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ ہماری زندگی کی یہ گھڑیاں نغمات کے ننھے منے رنگین پھول چنتے ہوئے بیت جائیں۔

میمونہ :- [صبیح پیشانی پر سے عنبریں زلفوں کو ایک طرف جھٹک دیتی ہے اور اس کی سیاہ آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہو جاتی ہے] "معاذ اللہ نائب امیر! میری گفتگو سے آپ کو رنج پیدا ہوا ہے؟"

دلفریب انگڑائی لیکر اپنے عقب میں دیکھتی ہے۔ کچھ شوخ نگاہیں اوپر اٹھتی ہیں۔ احساس کی ابروؤں کے دلفریب اشارے پر سازِ بہار کے گیت بجنے لگ جاتے ہیں۔ رقص شروع ہو جاتا ہے۔ احساس پر رینگتے ہوئے سائے مدھم ہونے لگتے ہیں۔ ابن زیاد کی آنکھوں میں ایک شوخی سی تیرنے لگتی ہے۔ رقص ایک بار پھر گرداب بن کر پھیلنے لگتا ہے اور اس کے غیر مرئی جال قلب ونظر پر ایک خنکی سی بکھیر دیتے ہیں۔

ابن زیاد:۔ "میمونہ"

میمونہ:۔ [یک لخت رک جاتی ہے] "جی"

ابن زیاد:۔ "تم ہم سے کوئی سوال دریافت کرنا چاہتی تھیں۔ لیکن پھر مصلحتاً خاموش ہو گئیں۔ اب ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں۔ تم جو کچھ بھی ہم سے پوچھنا چاہو، پوچھ لو۔"

میمونہ:۔ "[رعنائی سے جھکتے ہوئے] نائب امیر! میرا دل نہیں چاہتا کہ آپ کو اجالوں کی دنیا سے اندھیری گزرگاہ پر پھر کھینچ لوں"

ابن زیاد:۔ "نہیں نہیں! تم بلاجھجک ہم سے دریافت کرو۔ ہم تمہیں تسلی بخش جواب دیں گے۔ ہم اپنی بے چینیوں سے دور تمہیں مطمئن دیکھنا چاہتے ہیں۔"

میمونہ:۔ [شرماتے ہوئے] "امیر یزید کا وفات پا جانا یقیناً آپ کے لئے تکلیف دہ امر ہے [کچھ سوچ کر] انتہائی تکلیف دہ۔ لیکن میں نے تو اندازہ کیا ہے کہ آپ کی ذہنی حالت تو اس خبر جانکاہ کے سننے سے پہلے ہی تبدیل ہو چکی تھی۔ بخدا! نائب امیر! میں نہیں چاہتی کہ آپ کسی انتشار کا شکار ہو جائیں۔ [ملتجیانہ انداز میں خوفزدہ ہرنی کی طرح ابن زیاد کی آنکھوں میں جھانکتی ہے۔] لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ آپ اپنی زبان سے ارشاد فرما کر مجھے یہ معلومات بہم پہنچائیں کہ وہ باغی گروہ جسے میدان کربلا میں آپ کے سپاہیوں نے اپنی آزمودہ کار سنانوں سے شکار کیا کون لوگ تھے؟ — کس مذہب وملت سے تعلق رکھتے تھے اور انہوں نے امیر یزید کے خلاف اس قلت سپاہ کے باوجود کیوں یہ دلیرانہ جنگ لڑی — اہل عرب کی جنگی تاریخ میں سرفروشانہ اقدامات کی کمی نہیں۔ لیکن صبر اور جرأت کے جس مقام پر یہ گروہ آخر دم تک قائم رہا اس کی تو مثال بھی نہیں ملتی۔ میرے ذہن میں رزمیہ اشعار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے اور اس میں بعض ایسے روح فرسا واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں جنہیں سن کر بڑے بڑے جگرداروں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ [ابن زیاد میمونہ کو گھورتا ہے۔ لیکن وہ سر جھکائے کہے جاتی ہے] ان کے دل بند ہو جاتے ہیں لیکن۔ [درد انگیز کیفیت کے ساتھ] لیکن یہ بات ہی نرالی ہے۔ میں نے تو سنا ہے کہ ان واقعات کی اس کان کو اگر تحقیق کے تیشے سے کھودا جائے تو سبھی جواہر میزان صبر پہ موزوں ہی برآمد ہوتے ہیں۔ خواہ وہ حبشی غلام ہوں، عرب ہو یا عجم — اگر میں آپ سے یہ بات پوچھوں تو بے جا تو نہیں۔ کہ اس گروہ میں فنا ہونے والی روح پھونکنے والا ان کا سردار کون تھا اور اس کا تعلق انسانوں کے کس گروہ سے تھا۔ [سوالیہ نظروں سے ابن زیاد کی طرف دیکھتی ہے جس کی جھکی ہوئی نظریں ایک بار قالین پر بچھے ہوئے سرخ رنگ کے خطوط پر جمی ہوئی ہیں اور پھر بولنا شروع کر دیتی ہے]

آپ کی فوج کے ایک سپاہی نے مجھے بتایا تھا کہ اتنی معجزہ تھی ان کے قائد کی زبان کہ اس نے اپنے شش ماہے بچے کو حکم دیا کہ سپاہ شام کو اپنی سوکھی ہوئی زبان دکھا دو — فوراً بچے نے فوراً اپنی زبان اپنے سوکھے ہوئے لبوں پر رکھ دی (ابن زیاد گردن کو رقص کے انداز میں مجنونانہ خم دیتا ہے) وہ کہتا تھا کہ میدانِ جنگ کے سیاہ شیشوں کی آنکھوں سے بھی ساون کی گھٹائیں برس گئی تھیں اس وقت فوج میں ارتعاش پیدا ہو جاتا ہے، خدا بھلا کرے ابن کاہل کا جس نے اس معصوم بچے کو مارنے کی کیا ضرورت تھی (بجھے ہوئے لہجے میں سسکی بھرتا ہے) غم انگیز زندگی — ذہن کا بوجھ — بہم پھیلتا ہوا غبار؟

ابنِ زیاد — چپ ہو جاؤ میسونہ! ہم جان چکے ہیں کہ غمِ حسینؑ میں کتنا اثر ہے۔ آج نہیں — بلکہ آج سے بہت پہلے ہم نے سوچ لیا تھا اور اس کی بھی ہمیں امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور ہم سے یہی سوال دریافت کرو گی، کہ وہ پُراسرار شخصیت جس کا نام حسینؑ ہے اس کا تعلق کس گروہ کے ساتھ ہے (میسونہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ لیکن ابن زیاد اپنی لانبی پتلی انگلیوں کی ایک تیز حرکت کے ساتھ روک دیتا ہے) ہم نہیں بتا سکتے حسینؑ کون تھا۔ کبھی نہیں بتا سکتے۔ (ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ بکھر جاتی ہے) خدا کی قسم ہم آج تک خود حسینؑ کو نہیں سمجھ سکے۔ ہم نے اسے سمجھنے کی انتہائی کوشش کی۔ صرف حسینؑ کے سینے میں مستور راز کو پا لینے کے لئے اسے گھیر لیا۔ اس کے بچوں کو تہ تیغ کر دیا۔ خود اس کے گلے میں جسے صانعِ قدرت نے اپنی صنعت کا بہترین نمونہ بنایا تھا۔ ہم نے ظلم و جور کے ناخن پیوست کر دئے — لیکن اسے اپنے پوشیدہ خدا پر اتنا یقین تھا کہ گڑگڑاتے ہوئے یہ سب ہولناک طوفان اس کے یقین کو متزلزل نہ کر سکے — کائنات کی حیران پھٹی ہوئی نگاہیں آفتاب حسینؑ کے کارنامے کی اس درخشانی میں کھبی ہوئی ہیں۔ ان کی حرکت مفقود ہو چکی ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ حسینؑ کی عظمت کے راز کو وہ بھی نہ پا سکیں گی۔ بہت ہی بلند ہے یقین کی یہ پُرشکوہ چٹان جس کی انتہائی بلندیوں پر حسینؑ کا جلال اپنا پرتو ڈال رہا ہے۔ (قہقہہ لگاتا ہے) انبیائے بنی اسرائیل کو ان دیکھے خدا پر کتنا یقین تھا۔ انھوں نے اس کا مظاہرہ ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وجود حقیقت ما سوا اظہار اور کچھ بھی نہیں۔ لیکن حسینؑ (مٹھیاں بھینچ لیتا ہے) ہم تو یہی کہیں گے کہ حسینؑ نے اپنے پوشیدہ خدا کو اس شان سے ظاہر کیا ہے کہ قیامت تک اہلِ ہوش اس کے عدم اور وجود میں کلام نہیں کریں گے — اب تم ہی کہو میسونہ! کہ ہم تمہیں کیا بتائیں کہ حسینؑ کون تھا؟ (سر جھکا کر چند لمحے کچھ سوچتا ہے اور پھر ہاتھوں کو ہوا میں اچھال دیتا ہے) بدبخت اہلِ کوفہ تو کارزارِ کربلا میں شریک تھے۔ لیکن جانے کیوں ان کی عقل تاریکیوں میں ڈوب گئی۔ دھندلائے ہوئے خاکستری پتھروں کی طرح تھا یہ گروہِ منافقین جو مترنم چشمے کی روانی کو سمجھ ہی نہ سکا اور جو لوگ حسینؑ کو جان گئے وہ بظاہر مر چکے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ اب دنیا والے بہت ہی جلد ان کی نئی زندگی کا اعتراف کر لیں گے — حسینؑ کی شخصیت کا صرف ایک پہلو تھا، مظلومیت (تلفظ پر زور ڈالتا ہے۔) اور اس مظلومیت کا ادراک جب حُر بن یزید ریاحی کو ہوا تو اس نے چند روزہ دنیاوی زندگی پر موت کو ترجیح دی اور اب حُر شہرت کے افقی کناروں پر آہستہ ابھر رہا ہے۔ جیسے ماہتاب اپنی سیمیں چاندنی بکھیرنے کے لئے سیاہ گھٹاؤں کے پردے پھاڑ رہا ہو۔ عنقریب وہ زندہ ہو جائیگا۔ حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کو زندگی دے دی اور امیر یزید نے خود اپنے ہاتھوں اپنے ساتھیوں کے گلے

گھونٹ دیئے۔ [خاموشی سے شمع کو گھورتا ہے جو خیمہ کے وسط میں صندل کی چوکیوں پر جل رہی ہے]

میسونہ:- لیکن نائب امیر! مجھے میرے سوال کا جواب نہیں ملا۔"

ابن زیاد:- "نہیں ملا۔ نہیں ملا" [دامن کو پکڑ کر انگلیوں پر لپیٹ لیتا ہے] تمہارے سوال کا جواب کبھی بھی نہیں ملے
ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ حسینؑ کے متعلق تم ہم سے کچھ بھی نہ پوچھو۔ حسینؑ کی شخصیت خود بخود اپنا آپ تم پر ظاہر کر دے گی
بے نطق ذرات بھی چیخ چیخ کر حسینؑ کی عظمت بیان کریں گے۔"

میسونہ:- نائب امیر! کیا حسینؑ کا تعلق اہل کتاب سے تھا۔ [کچھ سوچتی ہے] ان کا مسلمان ہونا تو بعید از قیاس
ہے۔ اگر وہ مسلمان ہوتے تو امیر یزید ان کے ساتھ جنگ کا حکم کبھی بھی نہ فرماتے۔"

ابن زیاد:- [کانپتا ہے اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے] مسلمان، مسلمان!! ——— میسونہ یہ کیا کہا تم نے ہم
نے زندگی میں پہلی بار تمہارے منہ سے یہ غیر دانشمندانہ کلام سنا ہے [جلدی جلدی ادھر ادھر خیمہ میں چلتا ہے
میسونہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتی ہے] کیا تم ان لوگوں کو مسلمان سمجھتی ہو جو حسینؑ کے ساتھ نبرد آزما ہوئے
[میسونہ کوئی جواب نہیں دیتی] سنو! آج یہ راز بھی ہم تم پر فاش کر دینا چاہتے ہیں۔ [خیمے کے مرکز میں شمع
کے قریب رک جاتا ہے] حسینؑ اور اسلام ایک ہی آغوش میں پرورش پاتے رہے۔ وہ دونوں ایک ساتھ جوان
ہوئے۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جو ہمیں اپنی قبور سے باہر کھینچ لیگا، جب حسینؑ بڑے ہوئے تو اسلام بھی نام نہاد
مسلمانوں کے دکھ سہتے سہتے قریب المرگ ہو گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر موت کی زردی پھیل رہی تھی۔ لیکن ———
لیکن حسینؑ نے اپنی اور اپنے بچوں کی قربانی دے کر اسلام کو آب حیات پلا دیا۔ قیامت تک کے لئے زندہ کر
دیا حسینؑ نے۔ [اپنے بال پکڑ لیتا ہے] کیا میں تمہیں بتا دوں کہ حسینؑ فرزند رسولؐ تھے۔ فرزند علیؑ تھے۔ فرزند
تھے ——— [میسونہ کے منہ سے ایک دلدوز چیخ بلند ہوتی ہے] کیا تم یہ فقرہ برداشت کرو گی۔
قرآن اور دین کو تو حسینؑ ہی کی ذات پر ناز تھا۔ حسینؑ ہی تو اس زمانے میں ان دونوں کے لئے جائے پناہ تھے
[ایڑیوں پر گھوم جاتا ہے] میسونہ یہ نام نہاد مسلمان اگر آفتابوں کے چراغ جلا کر بھی حسینؑ جیسی شخصیت کو تلاش کرنا چاہیں
تو ناممکن ہے کہ وہ اسے پا لیں۔ [ہاتھوں سے ایک دائرہ سا بنا لیتا ہے] اگر حسینؑ مسلمان نہیں تھے تو پھر کون ہے
وہ جسے حسینؑ کے علاوہ مسلمان کہلانے کا حق ہے۔ کیا آنیوالا مورخ ایسے مسلمان کو تلاش کر لیگا۔ [مسکراتا ہے]
ہمیں ہیں وہ جنہوں نے دنیاوی اقتدار کے لئے اندھے لوگوں کے کانوں میں یہ افسون پھونک دیا کہ حسینؑ نے خلیفہ
پر خروج صرف اس لئے کیا ہے کہ وہ اسلام کی سالمیت پر ضرب لگا کر اسے پاش پاش کر دینا چاہتے ہیں۔ انھیں
اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ [اپنی پیشانی پر انگشت شہادت سے ایک لکیر سی کھینچتا ہے] یہ ہمارا قول
جسے خواستہ شمول نے اپنے فعل سے غلط ثابت کر دیا۔ حسینؑ نے شمر کے خنجر تلے سجدۂ شکر ادا کر کے خدا کے ساتھ اپنی
کو غیر متزلزل ثبوت پیش کر دیا۔ [گر جاتا ہے] میسونہ رقص کرو، ہم کیسے کہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ حالانکہ ہمیں اپنی شفاعت
کی کوئی بھی امید نہیں۔ بس یہی دنیائے فانی کے چند لمحات باقی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ انھیں تفکرات کے طویل اشبدوں کی

کر دوں۔

"ان تھک رقص شروع ہو جاتا ہے۔ ابن زیاد ہولے ہولے چلتا ہوا اپنی مسند پر آگرا اس طرح دھم سے گرتا ہے جیسے اس کے اعصاب تھک کر چور چور ہو گئے ہوں۔ لیکن اس کے ہونٹوں پر ایک پر اسرار سی مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے جیسے وہ ماضی کے سمندر میں کچھ ڈوبی ہوئی یادیں تلاش کر رہا ہو۔ اس کی بعض حرکات اضطراری کیفیت کا پتہ دیتی ہیں اور دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر بتا دیتی ہے کہ وہ مطمئن نہیں بلکہ اس کے دماغ پر خوف کے مبہم سائے مسلط ہیں۔ وہ کبھی کبھی اتھاہ گہرائیوں میں "غپ" سے ڈوب جاتا ہے۔ اور ڈوبتا ہی چلا جاتا ہے۔ اور جب ابھرتا ہے تو امیدوں کے نظر فریب کنارے اس کی آنکھوں میں حیات آفریں چمک ابھار دیتے ہیں۔ یہ سب تبدیلیاں چند ہی ثانیوں میں اپنا اثر مرتب کرتی ہیں۔ جن میں سے کوئی ایک بھی اثر پائیدار نہیں۔ انمٹ نہیں — بلکہ وہ حباب آسا زندگی کی متلاطم سطح پر ابھرتے ناچتے اور ٹوٹتے رہتے ہیں۔" —"

باقی تمام اہل قافلہ اپنے خیموں میں گہری نیند سو رہے ہیں۔ ان کے خیموں میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ پھیکی پھیکی چاندنی صحرائے بصرہ کے تمام گوشوں پر — پر اثر سکون کے جال سے پھینک رہی ہے اور اونچے نیچے ٹیلے گم سم دیو زاد سے نظر آ رہے ہیں۔ جنہیں اونگھتے اونگھتے ایک عرصہ دراز گزر چکا ہو — خنک چاندنی — مٹیالے رنگ کی صحرائی چادر — ابھرے ہوئے ٹیلے اور پھر ان کے درمیان چند نکھے سناٹے تمام جن کے عین وسط میں قمر چمک رہا ہے ایک عجیب طلسماتی سا منظر پیش کرتے ہیں اور گہرے نیلے آسمان میں رواں دواں کشتی ماہتاب ان تمام مناظر کا احصا کرتی ہوئی ہولے ہولے پھسلتی رہتی ہے۔" —

آثار بتلاتے ہیں کہ رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی ہے۔ صحرائی ہواؤں نے آہستہ آہستہ سسکنا شروع کر دیا ہے اور مرطوب ریت کے سینے سے ایک سوندھی سوندھی سی خوشبو ابھر رہی ہے۔ گہری نیند سوئے ہوئے گھوڑے بیدار ہو گئے ہیں اور کنوتیاں بدل بدل کر اپنے آس پاس دیکھ رہے ہیں۔ ان کا جی چاہتا ہے کہ یک لخت بیت زدہ سے ہنہنا دیں۔ لیکن ان کے منہ پر بندھے ہوئے تھیلے انہیں مجبور کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض شوخ طبع بڑی بے چینی سے تھیلوں کو زمین پر رگڑتے ہیں۔ اور پھر اکتا کر چارہ چبانے لگ جاتے ہیں — لیکن اونٹوں پر اس وقت گہری نیند طاری ہے۔ انہوں نے اپنی خمدار گردنیں بالکل سیدھی کر کے اپنی تھوتھنیاں خشک ریت سے ملا دی ہیں — پہرے داروں کے ہولے ہولے رینگتے ہوئے سائے بھی اب اپنے مخصوص مقامات پر ساکن ہو چکے ہیں۔ ان کی لمبی سنانوں کے چوبی سرے ریت میں گڑے ہوئے ہیں۔ اور کبھی کبھی ان کے خراٹے وہ توازن برقرار نہیں رہنے دیتے جو بیداری کا ترجمان ہے۔"

رقص اسی انداز سے جاری ہے۔ لیکن میمونہ کے چہرے پر پھیلی ہوئی درد انگیز کیفیت اس کی تھکاوٹ کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ کبھی کبھی اپنی غزالی آنکھوں کو اس طرح میچتی ہے جیسے بے ہوش ہو چلی ہو۔ ابن زیاد اس کی تمام حرکات کا اپنی تیز چبھتی ہوئی نظروں سے تعاقب کرتا رہتا ہے اور پھر اپنے پہلو میں رکھی ہوئی بلوریں صراحی کو گھورتا ہے جو شاہی شراب سے لبریز ہے — اور مسکرا دیتا ہے۔ اس کی نگاہوں میں ایک مسرت سی کھیلتی ہے اور ہونٹوں میں الجھے ہوئے خم پر

ہیں ——— مرتعش انگلیاں صراحی کی پتلی گردن سے مس کرنے لگتی ہیں۔

میسونہ :- "نائب امیر! میں تھک گئی ہوں"۔ [ایک طویل آہ کر کے قالین پر شکستگی کے سے انداز میں نیم دراز ہو جاتی ہے]

ابن زیاد :- [درد بھرے انداز میں] ہاں! میسونہ تمہیں یقیناً تھک جانا چاہئے۔ [دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر دیتا ہے] آج تمہارے امیر نے تمہارے سامنے اپنی زبان سے اعتراف گناہ کر لیا ہے اور تم پر بھی یہ واضح کر دیا ہے کہ اس کا تعلق اسلام سے صرف یہی ہے کہ حقیقت پر سیاہ پردے ڈال دئے جائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اب تم ہمیں صرف اپنی خاموش نفرت ہی بطور تحفہ پیش کر سکتی ہو۔ (ہنستا ہے) ! دیکھو میسونہ! ہم اسے بھی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں:

میسونہ :- [تڑپ کر] "نائب امیر! خدا کے لئے یوں نہ کہئے۔ آپ نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ اور آپ کا اعتراف تو آپ کی جرأت کا ثبوت ہے۔ آپ جس جلیل الشان منصب پر فائز ہیں، اس کی حدود سے تو آپ نے ذرہ برابر بھی تجاوز نہیں کیا اپنے آقا کے احکام کی تعمیل ہی تو کی ہے۔ آپ نے اگر یہ گناہ کیا تھا تو اس کا براہ راست تو آپ کے ساتھ تعلق نہیں

ابن زیاد :- "ہاں! درست کہا تم نے۔ لیکن ہم کوئی بے حس و بے جان چمکتی تلوار تو نہ تھے جسے اس کا مالک اس کی مرضی کے خلاف بھی استعمال کر سکتا ہے۔ انسان کا اپنے افعال میں مختار ہونا ہی ایک ایسی دلیل ہے جس سے ہم چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ مستقبل کا مورخ ہمیں ایک انتہائی بزدل اور سفاک انسان قرار دے گا۔ [گھبرا کر الفاظ کو الجھا دیتا ہے] میسونہ! ہم نے ان چند مقدس انسانوں کو جنہوں نے ہمارے سامنے کلمات حق کہے خود اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن — آج جب موت کے سرد ہاتھ اپنی ہولناک انگلیوں کو خم دے کر ہماری طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہے ہیں، ہمیں ان غلطیوں کا مجبوراً اعتراف کرنا پڑا ہے جو ہم سے سرزد ہوئی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ فرار کی تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں تصورات کے وہ تمام عالیشان محل جنہیں ہم نے مختلف دلکش خطوط سے سنوارا تھا۔ ایک دھواں سا بن کر فضا میں تحلیل ہو رہے ہیں۔ ہم نے اپنے جسم پر جو لبادہ صرف اس لئے اوڑھ رکھا تھا کہ دیکھنے والا ہمیں پہچان نہ سکے عنقریب تار تار کر دیا جائے گا۔ اور کچھ ہاتھ بڑھ کر ہمارے سڑے ہوئے جسم کو اندھیری کھوہ میں ٹھونس دیں گے ——— تو کیا یہ درست نہیں کہ اس سے پہلے کہ یہ لوگ ہمیں دیکھ لیں [اپنے سینے پر انگلی رکھ دیتا ہے] انسانیت کے لباس میں پوشیدہ اس خونخوار انسان کو دیکھ لیں (دیکھو یہ تا ہے) انہیں نہیں میں نے غلط کہا۔ بلکہ انسان نما حیوان کو دیکھ لیں، ہم خود ہی یہ راز فاش کر دیں؟ دیکھتا یہ ایک بڑا مقدس اقدام ہے ——— شاید ہمیں اسی طرح ذہنی سکون مل جائے؟

میسونہ :- (حیران ہو کر) "نائب امیر! آپ کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔ آپ اپنی ذات کے لئے یہ کس قسم کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ میدان کربلا کی پر اسرار شخصیت نے آپ کی تمام ذہنی صلاحیتیں چھین لی ہیں؟"

ابن زیاد :- (آہ بھر کر) "ہاں تمہیں یہی سمجھنا چاہئے، ہم نادان تھے۔ اگر ہماری آنکھوں پر پردے نہ پڑ گئے ہوتے تو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد ہمیں فرزند حسینؑ کے سامنے ہتھیار ڈال دینے لازم تھے۔ لیکن ہم ہی بے اد ہم نے فتح پالی ہے [سر جھکا لیتا ہے]۔ کاش! حسین کے بچے یتیم نہ کئے جاتے اور اولاد علی اسیر نہ ہوتی۔ [ایک

گا۔ میسونہ: ملک اشعر ابو عامر کا وہی گیت جس میں ہمارے انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔"

[میسونہ حیران نظروں سے ابن زیاد کے چہرے کی طرف دیکھتی ہے اور ساز ہوتے ہوئے آہیں بھرنے لگتی ہیں۔]

ملک اشعر ابو عامر کا گیت اپنے بھرپور تاثر کے ساتھ ماحول پر طاری ہونا شروع ہوتا ہے ۲۲ — ۱۲

"جب چاند کو تاریک بادلوں کے سیاہ غلاف لپیٹ لیں گے"

"تو ویران مقام پر ابھری ہوئی قبر میرے دل کا داغ بن جائے گی"

"اے میرے محبوب! تیرے وہ سب ساتھی کہاں ہیں جو تجھے"

"امیر کہہ کر تعظیم سے جھک جایا کرتے تھے کیا تیری قبر پر اب کا"

"نشان نہیں؟ جس پر اندھیری راتوں میں آلو بھی پھیرا کرتے رہتے ہیں"

میسونہ کی مرتعش آواز سسکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ زار زار رونا شروع کر دیتی ہے:

ابن زیاد:۔ [یک لخت سنبھل جاتا ہے] "میسونہ: رونا بزدلی کی نشانی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مصائب کو برداشت کرنے کی فطری قوت تم میں نہیں ہے۔ لیکن ابھی تو وہ لمحات بہت دور ہیں جو زہریلے تیر بن کر ہم پر برسیں گے۔ ہم جب دیکھیں گے کہ زندگی کا حلقہ ہم پر پیہم تنگ کیا جا رہا ہے تو یقین جانو کہ ہم تم کو اس وقت سے بہت پہلے آزاد کر دیں گے۔"

میسونہ:۔ نائب امیر! آپ بصرہ جا رہے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہاں کے رہنے والے آپ کا استقبال خندہ پیشانی سے کریں گے؟"

ابن زیاد:۔ (مسکراتا ہے) "زندگی کا ہر سانس ایک امید ہے اور جب تک یہ سلسلہ نہیں ٹوٹتا امید بھی منقطع نہیں ہوتی۔ ہم کچھ بھی نہیں جانتے کہ آنے والا کل اپنے آغوش میں ہمارے لئے کونسا تحفہ لے کر آئے گا۔ لیکن جہاں تک بصرہ کی فراست کا تعلق ہے ہم جان چکے ہیں کہ اگر کوفہ میں ہمارے لئے آگ کے شعلے اپنی سرخ زبانیں نکالے بھڑک رہے ہیں تو بصرہ کی سرزمین پر بھی زہریلے ڈنگ والے کانٹے اگ آئے ہوں گے۔ (منتشر ذہنی کوفت کے ساتھ) میسونہ کیا تم ہمیں یہ رائے دینا چاہتی ہو کہ ہم اپنا رخ دمشق کی طرف موڑ دیں؟ کیا تمہیں سرزمین شام کے افق پر پُرامن سویرا جاگتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ (میسونہ اطمینان سے ابن زیاد کی طرف دیکھتی ہے۔) اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو ہم اس کا احترام کریں گے۔ لیکن یاد رکھو! دمشق اس وقت خون کے آنسو رو رہا ہوگا۔ خدا کی قسم ہم جانتے ہیں کہ دمشق کے خلیفہ کے چہرے پر اس وقت برص کے بدنما داغ ابھر آئے ہوں گے۔ جنہیں دھو کر زائل نہیں کیا جا سکتا۔ جنہیں کوئی غازہ بھی محو نہیں کر سکتا۔ کربلا کے میدان میں امیر یزید نے نواسۂ رسولؐ کا خون بہا کر اپنی دانست میں سلطنت شام کو لازوال زندگی دے دی ہے۔ (چاروں طرف گھبرا کر دیکھتا ہے) لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس غریب الوطن نمازی کا خون سرخ آندھی بن کر آسمان کے چاروں گوشوں سے بڑھ کر ابھر رہا ہے۔ ہمیں اس طوفان کی خوفناک چیخیں صاف سنائی دے رہی ہیں۔ جتنا اس طوفان سے بچ نکلنا مشکل ہے اتنا ہی اس کا مقابلہ بھی بعید از قیاس ہے۔ ہم بصرہ جائیں یا دمشق

میں داخل ہوں" خونِ حسینؑ" ہر مقام پر موجیں مارتے ہوئے سمندر میں تبدیل ہو چکا ہے جس کی لہروں کے آگے بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں ٹھہر سکتی۔ وہ ہر شے کو حقیر خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیگا۔ [اپنے مضبوط بازوؤں کی طرف دیکھتا ہے] جس شکست کو ہمارا ذہن قبول کر چکا ہے، ہماری روح قبول کر چکی ہے، جلد یا بدیر آئے یہ ہمارے مضبوط بازو بھی قبول ہی کر لیں گے۔ ان کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ [زہر خند کرتا ہے] میمونہ! تم یہ نہ سمجھو کہ ہم اس اُٹھتے ہوئے طوفان کا مقابلہ نہیں کریں گے [سنبھل جاتا ہے] یہ تو ہماری خاندانی روایات کے خلاف ہے۔ ہم بزدلی کی موت نہیں مرنا چاہتے۔ لیکن اگر تم دو متقابل طاقتوں کا تجزیہ کرو تو گو فنِ حرب سے تمہیں کوئی لگاؤ نہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ تم بھی درست فیصلہ کر سکو گی۔ [دونوں ہاتھ اپنی گردن میں حمائل کر دیتا ہے] سیم و زر کی وادیوں میں قدم رکھنے کے خواہشمند بزدل اور دغاباز ایک طرف اور تشنہ کام ناصرانِ حسینؑ دوسری طرف جن میں سے اکثر کے پاس زرہیں بھی نہیں ہوں گی۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہل شام افراتفری کے عالم میں اپنے گھوڑوں سے گر رہے ہیں۔ ہمارے کانوں میں ان کی پسلیوں کے چٹخنے کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے۔ ہمیں "عباس ابن علی ابن ابی طالب" کا پھریرا شام کے محلات کی انتہائی بلندیوں پر لہراتا نظر آتا ہے۔ اُف کتنا بھیانک ہے، اس شکست کا تصور اور کتنی روح فرسا ہے شہیدانِ کربلا کی فتح [گھبرا کر چیختا ہے] میمونہ! ستارے گھنا رہے ہیں رقص کرو۔!!! پھر گاؤ، ملک الشعرا ابو عامر کا وہی گیت۔ "جب چاند کو تاریک بادلوں کے سیاہ غلاف لپیٹ لیں گے" [خیمے کے دروازے پر آہٹ محسوس ہوتی ہے]

میمونہ:- "کون ہو تم اس وقت آنے والے"

آواز:- "یاقوت حبشی"

ابن زیاد:- "آؤ یاقوت! تمہیں اجازت ہے۔ تم رُک کیوں گئے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس صحرا میں ہمارے دوستوں کے اور کوئی بھی ہماری خیمہ میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرے گا"

یاقوت:- [اندر داخل ہو کر جھک جاتا ہے] "آپ کی ذرہ نوازی ہے نائب امیر"

ابن زیاد:- "کہو تم کیسے آئے۔ کیا ہماری طرح تمہیں بھی تمام رات نیند نہیں آتی"

یاقوت:- "نہیں عالیجاہ! میں گہری نیند سوتا رہا ہوں۔ لیکن ابھی ابھی راہبر پہنچا ہے کہ اب قافلہ کو انتہائی سرعت سے بصرہ کی جانب روانہ ہو جانا چاہئے۔ وہ چند فرسنگ کا فاصلہ ستاروں کی چھاؤں میں طے کرنا چاہتا ہے"

ابن زیاد:- [مسکرا کر] "ہم اس کی کوئی بھی خواہش رد نہیں کرنا چاہتے۔ تم جاؤ اور ہماری طرف سے کوچ کا حکم صادر کر دو۔ [یاقوت جانے کے لئے پلٹتا ہے۔ مگر ابن زیاد اُسے ہاتھ کے اشارے سے روک لیتا ہے] یاقوت! کیا تمہارے خیال میں ہم اس وقت بالکل صحیح سمت میں سفر کر رہے ہیں"

یاقوت:- [کچھ سوچ کر] "نائب امیر! ہم ایک ایسی راہ پر چل رہے ہیں جس کے متعلق مجھے قطعاً کوئی علم نہیں لیکن راہبر کے کہنے کے مطابق اس وسیع صحرا کے مشرقی کنارے سے بصرہ کے نخلستانوں سے جا ملتے ہیں۔ اور ہمارا قافلہ

مشرقی سمت میں ہی بڑھ رہا ہے۔"

ابن زیاد:- تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم بہت جلد بصرہ پہنچ جائیں گے۔

یاقوت:- [متردد سا ہو کر] "خدا کرے یونہی ہو۔ آج رات جب ہم نے قیام کیا تھا تو راہبر غیر معمولی طور پر پریشان سا تھا اور بار بار آسمان پر چمکنے والے ستاروں کو دیکھتا تھا۔ جب میں نے اس سے اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے ڈرتے ڈرتے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ ہم صحیح راستہ سے ہٹ کر کسی اور طرف رخ کر چکے ہیں۔

ابن زیاد:- [ایک لخت کھڑا ہو جاتا ہے] اور سہمی ہوئی میسونہ اس کے عقب میں چھپ جاتی ہے۔" تو کیا ہم یقین کر لیں کہ ہم بصرہ نہیں پہنچ سکیں گے" [جلدی جلدی اپنی قمیص کے بٹن کھول دیتا ہے] "کیا اس صحرا کے حقیر ذرے ہم سے خون حسینؑ کا انتقام لینا چاہتے ہیں" [یاقوت کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے] "یاقوت! تمہارے پاس پانی کا اور کتنا ذخیرہ موجود ہے۔

یاقوت:- [سرد جمی ہوئی آواز کیسا تھ] "نائب امیر! اگر ہم انتہائی کفایت شعاری سے کام لیں تب بھی کل دوپہر کے وقت ہمارے پاس ایک گھونٹ پانی نہیں بچے گا۔ حالانکہ آج تمام اونٹوں اور گھوڑوں کو پیاسا رکھا گیا ہے۔ لیکن کل تمازت آفتاب کے بعد گھوڑوں کا پیاسا رہنا ناممکن ہے۔

ابن زیاد:- اگر ہم صحیح سمت پالیں تو بصرہ کب تک پہنچ جائیں گے"

یاقوت:- "راہبر کے قول کے مطابق دوپہر سے بہت پہلے"

ابن زیاد:- [حیران اور سہمی ہوئی نظروں سے میسونہ کی طرف دیکھتا ہے] "جاؤ میسونہ تم اپنے خیمہ میں چلی جاؤ" اور پھر یاقوت کا سڈول بازو پکڑ کر بجلی کی سی تیزی سے اپنے خیمے سے باہر نکل جاتا ہے۔ یاقوت اس کے عین پہلو میں چل رہا ہے۔ مشرق سے ہوئے ہوئے اڑتے ہوئے ہوا کے جھونکے ان کے سینوں سے ٹکراتے ہیں اور اسے اپنے جسم میں زندگی کا ایک احساس سا انگڑائیاں لیتا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے ایک طویل مدت تک زندہ رہنا چاہتا ہو اس حیات آفریں منظر میں ڈوب جانا چاہتا ہو۔ خدا جانے کیوں اس کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو بہ کر اس کے رخساروں پر چمکنے لگتے ہیں۔ لیکن وہ تیزی سے انھیں پونچھ ڈالتا ہے اور پھر رک کر یاقوت کے مضبوط شانے کو تھام لیتا ہے۔ یاقوت کو اس کے ہاتھ کی لرزش صاف محسوس ہوتی ہے۔"۔۔۔"

یاقوت:- [ابن زیاد کی طرف جھکتے ہوئے] "نائب امیر! ہم کل ضرور بصرہ پہنچ جائیں گے"

ابن زیاد:- "جاؤ یاقوت! کوچ کی تیاری کرو، ہم ان تاروں بھری آسمان کے نیچے تھوڑی دیر بالکل اکیلے رہنا چاہتے ہیں۔ [یاقوت حیرانی سے اس کی طرف دیکھتا ہے] ہم کہتے ہیں جاؤ اور ہمیں مت دیکھو۔ ہماری طرف، تمہاری آنکھوں میں موت کا خوف انگڑائیاں لے رہا ہے۔ جاؤ اور کوشش کرو، شاید تمہاری زندگی بچ جائے۔

یاقوت:- "ہمیں اپنی زندگی سے زیادہ آپ کا خیال ہے"

ابن زیاد:- "تمہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیے [بپھر جاتا ہے] ہم کہتے ہیں جاؤ اور ہمیں اکیلا چھوڑ دو"

یاقوت گھبرا کر واپس چلا جاتا ہے اور ابن زیاد کی نظریں آسمان کے مشرقی کونوں پر بے حس و حرکت جم سی جاتی ہیں۔ ٹمٹماتے ہوئے ستاروں کی روشنی آہستہ آہستہ سفید ہو رہی ہے اور نیلے آسمان میں سیماب تھرکتے محسوس ہو رہے ہیں۔ آس پاس بکھرے ہوئے خیموں کے عقب سے مبہم ایک سویرا جھانک رہا ہے۔ جیسے رات کا جادو بتدریج ٹوٹ رہا ہو۔ گھوڑے شاید جوار چباتے چباتے تھک گئے ہیں اور انھیں نیند سی آ رہی ہے۔ کیونکہ ان کے ہیولوں میں اب وہ حرکت نام کو نہیں۔ اونٹوں کے غیر آہنگ خراٹے ہلکی ہلکی بدبو سی پھیلا رہے ہیں۔ وہ چند ثانئے اسی طرح رکے رہنے کے بعد ایک ٹیلے کی طرف چل دیتا ہے۔ اس کے پاؤں اس طرح لڑکھڑاتے ہیں، جیسے ان کے ساتھ بوجھ باندھ دیا گیا ہو۔ اور پھر یک لخت پلٹ کر خیموں کی طرف دیکھتا ہے، جہاں نیند کا افسون ٹوٹ چکا ہے اور چند تجربہ کار ہاتھ اس چھوٹی سی دنیا کو بڑی سرعت سے لپیٹے جا رہے ہیں۔ وہ اس منظر کو دیکھتا ہے۔۔۔ مسکراتا ہے۔ پھر دیکھتا ہے اور دفعتہً یوں بیٹھ جاتا ہے جیسے اب قیامت تک یہاں سے نہیں اٹھے گا۔۔۔ جاگتا ہوا سویرا۔۔۔ بستی ہوئی دنیا۔۔۔ ٹمٹماتے ہوئے ستارے۔۔۔ اور۔۔۔ تھرکتا ہوا سیماب: اس کی نظریں ان مناظر میں ڈوبتی اور ابھرتی چلی جاتی ہیں۔ وقت کا قلم صفحۂ کائنات پر انقلاب آفریں حروف چھپتا رہتا ہے۔ لیکن اس کی رفتار اتنی لطیف ہے کہ شعور اس کا تعاقب نہیں کر پاتا۔ حتیٰ کہ رخسارۂ مشرق پر حیا کی سرخی نمودار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی یاقوت حبشی کی آواز نغمہ ہو کر اس طرح ابھرتی ہے جیسے کہساروں میں سوئی ہوئی ندی بہار کی آمد پر بیدار ہو رہی ہو۔

"حسین مسافر! سامان سفر تیار ہے: آؤ ہم چل کر اس فاصلے کو طے کر جائیں۔ یقیناً ان صحراؤں سے پرے میرے وطن کے مرغزار ہمارا استقبال کریں گے۔" ابن زیاد انگڑائی لے کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ شاید وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا۔ وہ تیز نظروں سے چند لمحے ادھر ادھر تکتا ہے اور پھر تیزی سے قافلہ کی سمت چل دیتا ہے۔ اس کے پاؤں خنک ریت پر ایک نشان بناتے چلے جاتے ہیں۔ قافلے کے نزدیک پہنچ کر وہ یک لخت پلٹتا ہے اور بڑبڑاتا ہے۔ اور چند لمحوں کے بعد مٹ جائیں گے یہ جسطرح ان کے لئے ثبات نہیں۔ اسی طرح ہمارے لئے بھی نہیں۔۔۔ ہونہہ بے وفا دنیا! جو بھی آتا ہے یہی سمجھتا ہے کہ میں یہاں ہمیشہ رہوں گا غلط ہے۔۔۔ یہ سب دھوکہ ہے۔" عقب میں آہٹ سُن کر ٹھٹھر جاتا ہے اور پھر گھومتا ہے۔ "کون۔ یاقوت"

یاقوت!۔" "ہاں! نائب امیر۔" وہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے گھوڑے کی طرف اپنے انگوٹھے سے اشارہ کرتا ہے "آپ کا گھوڑا سواری کا منتظر ہے۔ جب آپ سوار ہوں گے تو قافلہ چل نکلے گا۔"

ابن زیاد کوئی جواب دئے بغیر انتہائی پھرتی سے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے اور یاقوت کی آواز ایک بار پھر صحرا میں گونجتی ہے:۔

"پرندے اپنے آشیانوں سے نکل کر فضا میں غوطے لگا رہے ہیں۔ اے میرے ساتھیو! آؤ ہم بھی چل نکلیں ایک نئی دنیا کی تلاش میں جو ہمیں ڈھونڈتی ہوئی اس صحرا کے کناروں تک آ گئی ہے۔"

"جھنش جھنش" کی صوتی آواز کے ساتھ قافلے میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ ابن زیاد کا تند خو گھوڑا ہا ہیوں کے

جھگڑے میں اٹکھیلیاں کرتا ہوا چل نکلتا ہے۔ لیکن اُس کی نظریں دور افق پر غروب ہوتے ہوئے ستاروں پر گڑی ہوئی ہیں اور ہونٹوں پر ایک پُردرد تبسم سا کھیل رہا ہے۔ بظاہر اس پر کچھ اس قسم کی بے حسی طاری ہے جیسے اُسے ان تمام معاملات سے کسی قسم کی بھی دلچسپی نہ ہو اور اہل قافلہ اس کا جنازہ لیکر چلے جا رہے ہوں ۔۔ اہل قافلہ انتہائی خاموشی سے اپنا سفر طے کرتے رہتے ہیں۔ صرف حرکت اور اضطراب کی آہٹ محسوس ہوتی ہے یا کبھی کبھی یاقوت کا نغمہ اس طرح پھیلتا ہے جیسے دور سمندر کی تیز موجوں کے سہارے بہتی ہوئی کشتی کا مانجھی فراق کے گیت بن رہا ہو۔ اور ہوا اسے ادھر اُدھر منتشر کرتی پھرے۔"

مسعود کا محمل ابن زیاد کے گھوڑے سے صرف چند قدم آگے ہے۔ اس کے سیاہ مخملی پردے ہوا کے نرم رو جھونکوں سے پھڑپھڑا رہے ہیں۔ ابن زیاد کی نظریں جب متحرک محمل پر پڑتی ہیں تو اس کے ذہن میں ایک حسین تصویر ابھرنے لگتی ہے۔ جس کی نگاہوں میں خوف سے سمٹے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ اس محمل کو زیادہ دیر تک نہیں دیکھتا اور غیر ارادی طور پر اپنی نظریں افق مشرق پر جما دیتا ہے، جہاں صبح کے آثار ہویدا ہو چکے ہیں۔ افقی سرخی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور فطرت انگڑائیاں لے لے کر بیدار ہو رہی ہے ۔۔"

قافلہ تیزی سے اپنا سفر طے کرتا رہتا ہے۔ بلند و پست ٹیلوں کے درمیان ابھرتی اور آہستہ آہستہ بیٹھتی ہوئی گرد ایک مبہم سے راستہ کی نشاندہی کرتی ہے، جس پر چلنے والے اپنے قیافے کے مطابق پیہم بصرہ کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ تقریباً ایک پہر دن چڑھے تک سفر اسی طرح جاری رہتا ہے۔ لیکن حالات میں ایک عجیب وہ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے وہی صحرائی ریگ جو رات کے وقت سکون بخش طور پر آرام دہ تھی، اس پہر سانس گرم ہوتا جا رہا ہے اور کل سے پیاسے گھوڑے ہنہنا رہے ہیں۔ اور اپنی پیاس کا اظہار کر رہے ہیں۔ لمحہ پر لمحہ بیتتا ہے ۔۔ ساعت پر ساعت گزرتی ہے۔ لیکن ہر ٹیلے کو عبور کرنے کے بعد ایک نیا ٹیلہ اپنا وسیع دامن پھیلا دیتا ہے۔ یہ نشیب و فراز ختم ہی نہیں ہونے پاتے اونٹوں کے لٹکتے ہوئے ہونٹوں سے بہتا ہوا کف اور پسینے سے شرابور گھوڑوں کے پھٹے ہوئے نتھنے اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کے اعصاب تھک کر چور ہو چکے ہیں اور وہ وقت بہت ہی نزدیک ہے، جب یہ جانور تھک ہار کر اپنی گردنیں جھکا دیں گے ۔۔۔

ایک ٹیلے کے نزدیک پہنچ کر یک لخت اونٹ عجیب وہ انداز میں بلبلاتے ہیں اور گھوڑے کانپ کر تھم جاتے ہیں۔ ابن زیاد ہراساں نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہے۔ بگولے سیٹیاں بجا کر فضا میں تحلیل ہوتے ہیں۔ اور سرخ رنگ کی ریت فضا میں اڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ تمام قافلہ ایک ساکن سا نقطہ بن جاتا ہے۔ تیز گرم لو کے تھپیڑے مرجھائے ہوئے چہروں پر طمانچے رسید کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی بگولوں کے ہولناک سناٹے میں یاقوت کی ترنم بھری ہوئی آواز لہراتی ہے "۔ شاب ۔۔" "اے میرے محبوب زندگی کی مشقتوں کا بوجھ اٹھانے کے بعد ہی کامیابی ہوتی ہے۔ آؤ ہم آخری کوشش کر کے اس جلتے ہوئے صحرا کو پھاند جائیں۔ میرے وطن کے نخلستان اپنی بانہیں پھیلائے تیرا انتظار کر رہے ہیں۔"

قافلہ ایک بار پھر ہوتے ہوئے رینگتا ہے۔ لیکن ہر قدم اس طرح گھسیٹتا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ زندگی کی طرف نہیں بلکہ موت کی طرف اٹھ رہا ہو۔ یاقوت کی آواز تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد ایک ہچکی سی بن کر ٹوٹتی ہے۔ اس کے الفاظ بڑے حوصلہ افزا ہیں۔ لیکن ان کا رد عمل بالکل اس طرح ہے جیسے آگ میں جلتے ہوئے چمن پر اوس کی بارش ہو رہی ہو۔ سورج کی چکدار آتشیں آنکھ سے نکلتی ہوئی شعاعیں صحرائی ریت پر سانپوں کی طرح رینگتی ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ ایک خوفناک دھماکے کے بعد جل جائے گا ——— دھرتی کے جلتے ہوئے سانس ہر لمحہ اضافت کی طرف لپکتے ہیں اور آخر سورج نقطہ عروج پر قائم ہو جاتا ہے۔ قافلہ ہوتے ہوئے بڑھتا ہوا ٹیلے کی انتہائی بلندی پر پہنچ جاتا ہے۔ راہبر کی نظر دور اپنے سامنے گھومتی ہے اور اس کے ہونٹوں سے ایک دلدوز چیخ بلند ہوتی ہے —" اُف! میرے خدا ہم راستہ بھول گئے۔"

(ابن زیاد :- (چلاتا ہے) " یاقوت گردن مار دو اس بدبخت کی۔ اس نے ہمیں موت کا پیغام دیا ہے۔"

" چلچلاتی دھوپ میں تلوار چمکتی ہے اور راہبر دو ٹکڑے ہو کر گرم ریت پر تڑپنے لگ جاتا ہے ——— گھوڑے ہنہناتے ہیں ——— اونٹ بلبلاتے ہیں اور میمونہ کی سسکیاں صاف سنائی دینے لگتی ہیں۔ ابن زیاد اپنے کانپتے ہوئے گھوڑے کو بڑھا کر یاقوت کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔ یاقوت اس کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھ کر اپنی خون میں بجھی ہوئی تلوار نیام میں ڈال دیتا ہے ——— "

ابن زیاد :- یاقوت مجھے امید نہیں کہ ہم دوبارہ اکٹھے ہو سکیں۔ لیکن میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم خزانہ لے کر میرے پاس بحفاظت پہنچ گئے تو میں نصف مال تمہیں عطا کر دوں گا۔ [یاقوت ادب سے جھکا رہتا ہے] وہ دیکھو مغرب سے ایک ہولناک طوفان ہماری سمت بڑھ رہا ہے ——— خدا جانے ہم بصرہ سے اس وقت کتنے فاصلہ پر ہیں [گھوڑے سے کود جاتا ہے] ۔ تم میرے گھوڑے کو پانی سے سیراب کر دو۔ مجھے اپنے اسپ وفادار سے امید ہے کہ یہ بصرہ پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کرے گا۔ [بے چینی سے کمربند کو ادھر ادھر وہ کستا ہے اور پھر دوڑ کر میمونہ کے محمل کے پاس رک جاتا ہے] بدنصیب میمونہ آؤ" [اپنی باہیں پھیلاتا ہے] ہمارا حشر ایک ساتھ ہونا چاہئے۔ ہم دونوں ایک ہی گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اندوہناک سفر طے کریں گے [میمونہ محمل میں سے زمین پر چھلانگ لگا دیتی ہے۔ اس کی کنول جیسی نیلی آنکھوں میں انتہائی خوف و ہراس موجزن ہے۔ ابن زیاد اس کا بازو تھام کر جلدی جلدی گھوڑے کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پھر اپنے گھوڑے کی پیٹھ ٹھونکتا ہے] "آج تمہارا پہلا سفر ہے جو تم موت کی وادی میں طے کرو گے" [گھوڑا پانی کے برتن سے منہ ہٹا کر فرفراتا ہے] " میمونہ جلدی کرو۔ سوار ہو جاؤ" [ابن زیاد کی نگاہوں میں ہراس چھلکتا ہے] طوفانی ہوا ہمارے تعاقب میں بجلی کی تیزی سے دوڑ رہی ہے۔"

میمونہ :- " نائب امیر! مجھے بڑی شدت کی پیاس لگی ہے "

ابن زیاد :- یاقوت کی طرف دیکھتا ہے اور وہ ایک بلوریں صراحی جو پانی سے بھری ہوئی ہے۔ میمونہ کو تھما دیتا ہے میمونہ غٹ غٹ پانی پیتی ہے۔ ابن زیاد اسے دیکھ کر مسکراتا ہے اور پھر چھلانگ لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے۔

وقت میسونہ کو پھولوں کے گلدستہ کی طرح اپنی باہوں میں اٹھاتا ہے اور بڑے آرام سے اُسے ابن زیاد کے عقب میں گھوڑے پر بٹھا دیتا ہے ۔۔۔"

ابن زیاد :- "خدا حافظ یاقوت! اگر ہم زندہ رہے تو پھر بصرہ میں ملیں گے"

یہ الفاظ جیسے ہوا میں بھنورے بن کر گھومتے ہیں۔ سرپٹ دوڑتا ہوا گھوڑا یاقوت اور باقی اہل قافلہ کو بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ گرد کی ایک ٹیڑھی سی لکیر گھوڑے کی ٹاپوں کے عقب میں دور تک کھنچتی جاتی ہے۔ ٹیلے آہستہ آہستہ ایک پہلو پر ہٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ گھوڑے کی کنوتیاں غصہ سے تن کر اس کی گردن سے مل جاتی ہیں۔ اس نے بالکل ہی نئی سمت اختیار کر رکھی ہے۔ ابن زیاد بار بار اس کی گردن کو تھپ تھپاتا ہے اور پیار سے چمکارتا ہے ۔۔۔ وقت اور فاصلہ کے درمیان جانے کتنی دیر تک یہ کشمکش جاری رہتی ہے۔ موت کا خوف کچھ اس طرح طاری ہے کہ میسونہ اور ابن زیاد ایک دوسرے سے بالکل قریب ہوتے ہوئے بھی ذہنی طور پر بالکل تنہا ہیں۔ اور جب خود فراموشی کا یہ عالم ٹوٹتا ہے تو ابن زیاد کے منہ سے ایک چیخ نکل جاتی ہے۔ "میسونہ ہم طوفان میں گھر گئے ہیں۔ لیکن وہ دیکھو ۔۔۔ وہ سامنے بصرہ کے حسین مرغزار ایک سرسبز لکیر کی طرح نظر آ رہے ہیں۔"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہے لیکن گھوڑا ایک شدید ٹھوکر کھا کر گردن کے بل تپتی ہوئی ریت پر گر جاتا ہے۔ اور وہ دونوں ہوا میں اچھل کر دور جا پڑتے ہیں۔ گھوڑے کے نتھنوں سے خون کی دھاریاں بہہ کر ریت میں جذب ہوتی رہتی ہیں۔ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا ابن زیاد چند لمحے بغور دیکھتا ہے ۔۔۔ آسمان پر ہوا کی مہیب لہریں چیختی ہیں اور ریت کے ذرات کو بڑی سرعت سے منتشر کرتی ہیں۔ گرد و غبار کے غلاف نے سورج کو چھپا لیا ہے لیکن وہ اس کیفیت سے کوئی تاثر لئے بغیر ہوتے ہوئے چلتا ہوا میسونہ کے قریب آ جاتا ہے ۔۔۔ اس کے زرد چہرے کو جو خاک میں اَٹا ہوا ہے اپنے ریشمی رومال سے صاف کرتا ہے ۔۔۔ اور پھر اسے اپنی باہوں میں اٹھا کر لڑکھڑاتا ہوا بصرہ کی جانب چل دیتا ہے۔ طوفان کے منہ سے بے ہنگم قہقہے ابلتے ہیں۔ ذرات اچھل اچھل کر ایک خونخوار انسان کی بے بسی کو گھورتے ہیں اور اس کے کانوں میں یاقوت کی آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ "ادھر آ۔ کہ ہم آخری کوشش کر کے اس جلتے ہوئے صحرا کو پھاند جائیں" + منظر معدوم (باقی آئندہ)

اعلانات و اطلاعات

علامہ حافظ کفایت حسین صاحب کے مشاورتی کونسل میں پہنچ جانے پر

اظہار اطمینان

حکومت عالیہ پاکستان نے اس اہم فرض کے لئے حضرت رئیس الحفاظ کو منتخب کر کے اپنے حسن تدبر کا ثبوت دیا ہے۔ اسلامی مشاورتی کونسل میں آپ کی نامزدگی ہر مکتب فکر کے علماء و عوام کے لئے باعث مسرت و اطمینان ہے۔ آپ کا انتخاب ہر لحاظ سے جائز اور درست ہے کیونکہ جس کونسل میں حافظ صاحب قبلہ جیسے جید و متبحر عالم شامل ہوں، وہ کونسل یقیناً ہر غلط اقدام سے بچتی رہے گی۔ حافظ صاحب اگرچہ شیعیان پاکستان کے مسائل میں حکومت کی رہنمائی فرمائیں گے مگر دیگر اسلامی مسائل میں بھی دوسرے علماء کرام حافظ صاحب قبلہ کی ہمہ دانی سے استفادہ کرنے میں ہمیشہ فخر محسوس کرتے ہیں۔ حافظ صاحب کی ذات گرامی ہر دلعزیز ہے۔ ہم اس انتخاب پر نہ صرف حافظ صاحب کو بلکہ حکومت کو بھی ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

تقریب و جلوس بارہ وفات (عید میلاد النبی)

لاہور کا آنکھوں دیکھا حال جو کہ دلچسپ واقعات اور تصاویر سے بھی مزین ہے لکھا ہوا رکھا ہے۔ بوجہ عدم گنجائش اس مرتبہ معارف اسلام میں شائع ہونے سے رہ گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں یہ مضمون بڑی آب و تاب سے چھپے گا اور مختلف اسلامی مسائل کے لئے رہنمائی کا حامل ہوگا۔ قارئین آئندہ شمارہ ماہ اکتوبر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ادارۂ معارف اسلام کا سالانہ جلسہ عام

ماہ اکتوبر کے آخر میں ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابھی تاریخ کا تعین نہیں ہوا۔ آئندہ شمارہ میں تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ جلسہ میں اس معمولی دیری کی وجہ سالانہ حسابات ادارہ کے آڈٹ میں دیر ہے۔ جو کہ جناب آڈیٹر صاحب شیخ شریف حسین صاحب جعفری (اکاؤنٹس آفیسر) کے لاہور سے غیر حاضری کی وجہ سے ہوئی۔ بہرحال قارئین کرام کو اپنی اپنی تجاویز (برائے انتظام ادارہ و اشاعتی امور) جناب جنرل سکرٹری صاحب کو ابھی سے ارسال کرنا شروع کر دینی چاہئیں تاکہ وقت پر جلسہ میں پیش کر کے منظور کروائی جا سکیں۔ آئندہ شمارہ میں تاریخ جلسہ ملاحظہ فرمالیں۔

معارف اسلام کا "علیؑ و فاطمہؑ نمبر"!!

یہ نمبر حسب سابق ماہ رجب المرجب سنہ ۱۹۶۳ء مطابق دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء اپنی روایتی آب و تاب سے شائع ہوگا۔ گو اس کے شائع ہونے میں تین ماہ کا وقفہ ہے۔ مگر ہم اپنے کرم فرما علماء کرام و ذوی علم مشفقان و شعرائے عظام سے ملتجی ہیں کہ وہ اپنے اپنے علمی تحفے دربار ذوجین مقدسین میں پیش فرمانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور راقم الحروف کو جتنی جلد ممکن ہو سکے ترسیل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں — بھولئے گا نہیں!!!

مجلس المسلمین کے وفد کا دورۂ لاہور

ماہ ستمبر کے دوسرے ہفتہ میں جناب
مستطاب سید فرزند رضا صاحب رضوی بی۔ اے
اور آقائے طالب جوہری مدظلہ پر مشتمل مجلس
ایک ہلکا سا وفد وارد لاہور ہوا۔ اور لاہور کے
مختلف سربرآوردہ حضرات خصوصاً علمائے کرام
اور تبلیغی انجمنوں کے نمائندگان سے مجلس المسلمین
اور اس کی ملکی و بیرونی خدمات دینی کے سلسلہ
میں تبادلۂ خیالات اور آئندہ اقدامات پر بحث
و تمحیص کی۔ نتائج نہایت ہی حوصلہ افزا اور
کامیاب رہے۔ قارئین کو مجلس المسلمین کی
طرف بھی توجہ فرمانا چاہیئے۔

پاکستان ایران یوتھ کلب ۱۱ کا

جلسہ عید میلاد النبی زیر صدارت جناب انور عادل
سی۔ ایس۔ پی سکرٹری حکومت مغربی پاکستان
بمقام مرکز تعمیر نو منعقد ہوا

جلسہ میں پاکستان کے مقیم ایرانی باشندوں
کے علاوہ امریکن۔ چینی۔ جرمن اور بنگال کے لوگ
بھی شامل تھے۔ جلسہ میں لفٹیننٹ کرنل شہباز خان
ڈائرکٹر یونیورسٹی۔ بیگم سمی التصدق حسین صاحبہ
سید مظفر علی شمسی صاحب۔ جمال پاشا اور مولانا
اجتہادی نے تقریریں کیں۔
مولانا اجتہادی کی تقریر حاضرین نے بہت
پسند کی اور خانوادۂ رسول کی عظمت کا ہر
ملک کے باشندے نے اعتراف کیا۔ جناب
انور عادل کی تحریک اور امریکن کلچرل آفیسر
کی تائید پر حاضرین نے ایران کے حالیہ
زلزلہ سے متاثر ہونے والے افراد سے ہمدردی
کی قرارداد متفقہ طور پر کھڑے ہو کر منظور کی۔

(نامہ نگار)

دعائے صحت

ادارہ معارف اسلام کے سرگرم رکن و معاون
جناب سید اختر علی شاہ صاحب باقری بعارضہ
اپنڈی سائیٹس مبتلا ہیں۔ اور حال ہی میں آپ کا
آپریشن ہوا ہے۔ موصوف میو ہسپتال میں
ساؤتھ سرجیکل وارڈ بیڈ ۲۲ پر صاحب فراش
ہیں۔ قارئین معارف سے پرزور درخواست
ہے کہ شاہ صاحب موصوف کے لئے دعائے
صحت فرمائیں۔ ان کی زندگی اور صحت قوم
کے لئے بہت مفید ہے۔

(شیخ) غیاث الدین
مدیر اعزازی (معارف اسلام)

شیخ غیاث الدین پرنٹر و پبلشر نے تنظیم پرنٹنگ پریس بیرون اکبری گیٹ لاہور سے چھپوا کر دفتر معارف اسلام ۹۔ بی شاہ عالمی گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(القرآن پ۴)

امیر المومنین نمبر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۳۵

ماہنامہ

معارفِ اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

لاہور

چندہ سالانہ للعہ قیمت فی پرچہ ۸/

غیاث الدین (سیکرٹری ادارہ معارفِ اسلام) پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر
دفتر ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالمی گیٹ ۴۵ شیخ مینشن سے شائع کیا۔

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمدنی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے

فتنۂ تفسیر بالرائے مجلد ۱۲ر	نہج البلاغہ ہر سہ حصہ	ظفر المبین ۴ر حقیقت القنذ ۲
غیر مجلد ۱۲ر	(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)	عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی) ۲
مذہب اور سائنس ۱۰ر	سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۱۲ر	حضرت یوشع بن نون ۴ر
حکومت ربانی ۸ر	فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) ۱۲ر	انوار حکمت ۵
محرم و آداب عزا ۸ر	اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ عہ	رموز حکمت ۳ر منظر اتحاد ۴
نوائے اقبال (در مدح اہلبیت) ۸ر	قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸ر	امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا)
موازنہ حق و باطل ۶ر	فتح القدیر قدیہ علی الابلیس شریر ۸ر	سوانح حضرت ابوبکرؓ
دلیل عزا ۲ر۔ قوانین شرعیہ ۵ر	تاریخ اصلاح ۱۰ر	سوانح حضرت عمرؓ
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳ر	دلیل العرفان ۴ر	آنولی ... ماخذ بدا (اصلاح کھجوا)
چیٹ ٹریژہ (انگریزی) ۴ر	سیرۃ الاموین تاریخ بنو امیہ ۱۰ر	رسالہ تقیہ (اصلاح کھجوا)
اقتصادی مشکلات کا حل ۴ر	معلم اسلام (علامہ کاظمی) ۳ر	ترجمہ احقاق الحق جلد چہارم
مہدیؑ موعود ۴ر	اعمال واجبیہ (") ۳ر	انتصار در حرمت ادبار (اصلاح کھجوا)
عصمت انبیاء ۴ر	دلیل الزائرین ۲ر	اصل اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء) عا
ذکر بہار ۲ر اسوہ صوفیا ۲ر	جلباب ۴ر	اسلام و مسلمانوں کی تاریخ
آل محمد ۲ر ضرورت اتحاد ۲ر	مقتل الحسین عقبہ بن سمعان	حصہ اول (عہد نبوی) عا
رحمۃ العالمین (اسلام اور تعلیماتؑ) ۲ر	(علامہ کامونپوری) ۸ر	اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت)
شہید وحدانیت ۲ر	مقدمہ تبرا (کراری الہ آباد) ۹ر	مجلد عا بغیر جلد
حدیقۂ غم (دوم عاشورہ کی	تصویر درد ۴ر	اسلامی عقائد و تعلیمات اہل بیت
تاریخ منظوم) ۸ر	استیصال البدعۃ ۳ر	(خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

ترسیل زر بنام:- مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

خط و کتابت بنام:- مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/B شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ معارف اسلام (لاہور)

مدیر اعزازی:۔ غیاث الدین

جلد ۳ | ماہ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق فروری ۱۹۵۸ء | شمارہ ۱۱

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ھا

اسلام میں ماہ رجب کی تاریخی اہمیت

ماہ رجب المرجب نمایاں خصوصیات کا حامل ہے :-

—— یکم ماہ رجب کو مسلمانوں کے پانچویں امام حضرت محمد آباقر (علیہ السلام) ابن حضرت امام زین العابدینؑ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے صحابی رسولؐ حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر میں امام کو رسول اکرم صلعم کا سلام پہنچایا (فوما لابصار ص۱۲۴ و تاریخ ائمہ ص۱۷۹)

—— اسی ماہ کی ۳ر کو مسلمانوں کے دسویں امام حضرت علی النقی (علیہ السلام) عراق میں سلطان جور خلیفہ معتز باللہ کے عہد میں زہر سے شہید کئے گئے۔

—— اسی ماہ کی ۵ر کو حضرت امام علی النقی (علیہ السلام) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

—— اسی ماہ کی ۱۰ر کو مسلمانوں کے نویں امام حضرت محمد التقی ابن امام رضا (علیہ السلام) مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

—— اسی ماہ کی ۱۳ر کو قوت بازوئے رسولؐ حضرت امام المتقین و سید الواصیین۔ ابو الائمہ الطاہرین و سرتاج سیدۃ النساء العالمین۔ اخی رسولؐ فی الدنیا والآخرۃ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوف خانہ کعبہ میں ولادت فرمائی۔

—— اسی ماہ کی ۲۲ر کو تمام مسلمان ماسوائے چند امت اسلامیہ کے چھٹے تاجدار یعنی اپنے چھٹے امام حضرت جعفر صادق (علیہ السلام) ابن امام محمد باقرؑ کی نذر دیتے ہیں اور اپنی دینی و دنیوی امور میں فائز المرام ہوتے ہیں (اسی نذر کے متعلق اسی "گفتنی ھا" میں تیسرے عنوان کے تحت ملاحظہ فرماویں۔

—— اسی ماہ کی ۲۵ر کو مسلمانوں کے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام (ابن امام جعفر صادقؑ) سلطان جور خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں قید خانہ میں بحکم خلیفہ زہر سے شہید کئے گئے (صواعق محرقہ ابن حجر مکی۔ تاریخ ابو الفداء۔ تاریخ خمیس دیار بکری و تاریخ الائمہ وغیرہ)

—— اسی ماہ کی ۲۷ر کو حضرت پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) معراج حاصل ہوا۔ موجودہ سائنسی

ترقی اور روس و امریکہ کے مصنوعی سیاروں کو دیکھ کر منکرین معراج جسمانی نے بھی انکار کرنا چھوڑ دیا ہے ۔ سبق ملا ہے یہ معراج مصطفےٰ سے ہمیں کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (اقبال)

جب ماہ رجب کو اتنی خصوصیات حاصل ہیں تو کیوں نہ خالق و مالک و رب العالمین اسے پاک و متبرک مہینوں میں گردانتا ۔ اس ماہ میں جس قدر بھی مخصوص عبادت خدا و دیگر اعمال نیک بجا لائے جائیں کم ہیں ۔ ادارہ معارف اسلام تمام مسلمانوں کی خدمت میں ماہ رجب کے یو مہائے غم کیلئے تہ دل سے تعزیت اور یو مہائے سرور کیلئے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے ۔ ۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف

اسلام میں حضرت علیؑ کا مرکزی مقام

(اسلامی فرقوں کیلئے لمحہ فکریہ)

مسلمانوں کو جس قدر بھی نقصانات پہنچے اس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کے اختلافات باہمی ہی ہیں ۔ ان کی تمام کمزوریوں اور دوسروں سے پیچھے رہ جانے اور دوسروں کے دست نگر ہونے کا واحد سبب یہی ان کے آئے دن کے اختلافات و مناقشات ہیں ۔ اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلمانوں کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کا ایک نکتہ پر اکٹھا نہ ہونا ۔ اور ایک دوسرے کی مخالفت پر کمربستہ رہنا ہی ہے ۔ جب یہ بالکل واضح اور تجربہ شدہ ہے کہ ایک مخصوص فرقے کا دیگر تمام فرقوں پر چھا جانا ایک امر محال ہے ۔ تو عامۃ المسلمین کو اس چکر میں مبتلا رکھنا اسلام اور مسلمانوں سے سب سے بڑی غداری ہے ۔ ان نقائص اور کمزوریوں کا سدِ باب تو ہو سکتا ہے ۔ مگر شرط یہ ہے کہ کم از کم ہمارے مذہبی لیڈران یعنی علمائے ملت نیک نیتی اور خلوص سے اس طرف متوجہ ہوں ۔ تھوڑی دیر کیلئے اپنی پارٹی کو قائم رکھنے اور خود برسر اقتدار رہنے کا سوال نظر انداز کر دیں اور آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ کر اختلافات کو دور کرنے کا ایسا حل تلاش کریں جو تمام کیلئے قابل قبول ہو ۔ بالخصوص اسلام کے دو مایہ ناز بڑے فرقے یعنی شیعہ اور سنی اس پر متفق ہو سکیں ۔

ادارۂ معارفِ اسلام اس سلسلہ میں پہل کرتا ہے ۔ اور امیر المومنین حضرت علی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جیسی بلند و بالا و علو مرتبت ہستی کو مسلمانوں کے نزدیک متفقہ و مسلمہ وجود کے طور پر پیش کرتا ہے اسلام کے تمام فرقوں کو لے لیجئے کسی ایک کو بھی حضرت کی بزرگی سے انکار نہیں ۔ اگر اہلسنت والجماعت آپ کو خلافت راشدہ میں رسولؐ کا چوتھا جانشین سمجھتے ہیں ۔ تو شیعان علی بھی آپ کو مملکتِ اسلامیہ کا چوتھا ہی حکمران سمجھنے کے باوجود حضرت کی بزرگی و فضیلت اور منزلت ہارونی کی وجہ سے مذہبی طور پر خلیفہ

کے تحت اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تو ہر قسم کی نذر و نیاز ناجائز ہے۔ حالانکہ کوئی نذر و نیاز بھی اس آیت کے تحت میں نہیں آتی۔ کیونکہ وہاں کسی کے نام پر ذبح کرنے وغیرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نذر و نیاز کے جائز ہونے پر قرآن مجید کی بے شمار آیات دال ہیں۔ مثلاً ارشاد ہے وما انفقتم[2] من نفقة او نذرتم من نذر فان الله یعلمه (پ۳ بقرۃ ع۳) اور حج کرنے والوں کو ارشاد ہے ثم[3] لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم (پ۱۷ حج ع۴) مومنین متقین کا تعارف یوں کرایا گیا ہے۔ کہ یوفون[4] بالنذر و یخافون یوماً کان شره مستطیرا (پ۲۹ دہر ع۱) اللہ تعالیٰ نے زوجہ عمران کی نذر کا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اذ قالت[5] امرأت عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السمیع العلیم (پ۳ آل عمران ع۴) اس نذر کو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرما لیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ فتقبلها[6] ربها بقبول حسن (پ۳ آل عمران ع۴) یہاں تک تو خود نذر و نیاز کا ماننا اور ادا کرنا تھا۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مانی ہوئی نذریں قبول کیں۔ بلکہ نذریں ماننے کا خود حکم بھی دیا۔ چنانچہ حضرت مریم علیہا السلام کو ارشاد ہوا۔ فقولی[7] انی نذرت للرحمن صوماً فلن اکلم الیوم انسیا (پ۱۶ مریم ع۲) پس ایسی واضح اور مبین آیات اور فرامین خداوندی کے ہوتے ہوئے نذر و نیاز کو ناجائز اور حرام قرار دینا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہو سکتا۔ اگر نذر و نیاز حرام یا ناجائز ہوتیں تو اللہ تعالیٰ نہ تو نذریں ماننے کا حکم دیتا اور نہ ہی ایسی نذر و نیاز کو قبول فرماتا۔ اور نذر و نیاز ادا کرنے والوں

---

[1] وہ جانور جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے۔

[2] اور جو کچھ تم نے راہ خدا میں خرچ کیا۔ اور جو کچھ بھی تم نے منت اور نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور معلوم ہے۔

[3] پھر چاہئے کہ اپنی کثافتیں دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں۔

[4] وہ اپنی نذریں ادا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہو گی۔

[5] جس وقت عمران کی زوجہ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار جو کچھ میرے پیٹ میں ہے اسے میں تیرے نام سے آزاد کرنے کی نذر مانتی ہوں۔ پس تو میری یہ نذر قبول کر لے۔ بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔

[6] پس اللہ تعالیٰ نے اس کی نذر کو حسن قبول سے قبول کر لیا۔

[7] اے مریم۔ کہہ دینا کہ میں نے چپ کے روزہ کی نذر مانی ہوئی ہے۔ اس لئے میں آج کسی انسان سے ہرگز بات نہ کروں گی۔

رسولؐ بلا فصل اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس لئے بھی کہ وہ خدائی عہدوں یعنی رسالت۔ امامت۔ خلافت وغیرہ کیلئے حکومتِ دنیا لازمی نہیں سمجھتے یہی حال حضرات صوفیاکرام کا ہے کہ وہ بھی اپنے پیر طریقت کیلئے اقتدار ملکی لازمی نہیں سمجھتے۔ اقتدار ملک دوسروں کے ہاتھوں میں رہا ہے مگر وہ موجودہ طور پر بعد رسولؐ اپنے مرشد ہی کی طرف دینی و دنیوی امور میں رجوع کرتے ہیں۔ لہذا باوجود حضرت علیؑ کو رسولؐ کا چوتھا خلیفہ ماننے کے وہ آپ کو علم وفضل کی وجہ سے بقایا تمام خلفا و اصحاب پر فضیلت دیتے ہیں۔ جہانتک مذہب اسلام کا تعلق ہے۔ خود تمام اصحابؓ رسولؐ آپ کو اپنے پر فضیلت دیتے تھے اور ہر مشکل مرحلہ کے وقت آپؑ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ ایسی مثالوں سے تاریخیں اٹی پڑی ہیں غرضیکہ حضرت علیؑ کا مقام موجودہ فرقہ بندیوں سے بالاتر ہے جب صورت حال یہ ہے کہ ہر فرقہ اسلام آپ سے کسی نہ کسی صورت سے عقیدت کا دعویدار ہے۔ تو کیا ہماری یہ پیش کش درست نہیں کہ تمام فرقے مل کر اس اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لیویں۔ اور حضرتؑ ہی کے احکام و ارشادات تفسیر قرآن۔ احکام فقہ و دیگر اسلامی ارکان کے مطابق متفقہ لائحہ عمل تیار کر کے اُس پر گامزن ہو جائیں تمام متنازعہ امور و افراد سے درگذر فرما دیں۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ (مندرجہ نہج البلاغۃ) کے آغاز میں ارشاد فرمایا کہ "مجھے اسلام میں وہی مقام حاصل ہے جو آسیا یعنی چکی میں اُس کی میخ کو" یعنی جس کے گرد اور جس کے بل بوتے پر تمام چکی گردش کرتی ہے۔ حضرت کے یہ الفاظ سو فیصدی درست ثابت ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے تمام فرقے آپ ہی کی ذات ستودہ صفات کو متفقہ طور پر اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے علماء اسلام آپ ہی کو اسلامی علوم کا سرچشمہ اور تمام اسلامی فرقوں کا منتہا قرار دیتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ کا مرکزی مقام ناقابل انکار ہے۔ شاعر نے کیا خوب وضاحت کی ہے۔

بارہ امام و چہاردہ معصوم و پنجتن
پھر عشرہ و مبشرہ اور چہار یار بھی
ان سب میں جو شریک ہیں وہ ہیں علیؑ فقط
سب سے جُدا ہیں اور ہیں سب میں شمار بھی
(کوثری)

۲۲ رجب کے کونڈے

خطۂ ارض پر جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ ۲۲ رجب کو سب مسلمان کیا شیعہ اور کیا سُنی آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے چھٹے تاجدار امامت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی نیاز دیتے ہیں۔ سوائے اہلحدیث حضرات کے جو "وما اھل بہٖ لغیر اللہ ¹" (پ بقرع ۲۱)

(لہ ترجمہ اگلے صفحے کے حاشیہ پر)

کی تعریف و توصیف نہ فرمانا۔

اہلحدیث حضرات کا اسے "وما اھل بہ لغیر اللہ" کے تحت ناجائز قرار دینا قیاس مع الفارق ہے۔ کہاں خدا کے سواکسی اور کے نام پر کسی جانور کا ذبح کرنا اور کہاں کسی بزرگ کی نذر و نیاز کا ادا کرنا امام جعفر صادق علیہ السلام کی نیاز اور نذر کیا ہے؟ صرف یہ کہ کچھ پکاکر ان کے نام سے یا بالفاظ دیگر ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہدیہ گذرانا جاتا ہے۔ اور اس ہدیہ کا ثواب بطفیل سرکار رسالتمآب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روح پر فتوح کو پہنچایا جاتا ہے۔

فرمایئے اس میں اھل بہ لغیر اللہ کا کیا اطلاق ہے؟ اس نذر کے ادا کرنے کا طریقہ حسب ذیل ہے:۔

نذر و نیاز کا کھانا حسب مقدور و استطاعت پکایا جائے۔ پھر کسی پاک صاف اور ستھری جگہ پر رکھکر تین۔ پانچ۔ سات یا گیارہ مرتبہ اول و آخر درود شریف پڑھا جائے کچھ قرآن مجید کی سورتیں جو یاد ہوں یا قرآن مجید سے دیکھکر پڑھی جائیں۔ بہتر ہے کہ چاروں قل بھی پڑھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اٹھاکر دعا مانگیں کہ اے میرے پروردگار یہ کلام پاک اور درود شریف جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب اور اس کھانے کا ثواب اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔ اور یہ ناچیز ہدیہ اپنے حبیب مکرم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ تاکہ قبول فرمایا جائے اور اپنے حبیب نبی اکرم رسول معظم صلعم کی طفیل جملہ انبیائے ماسلف اور آئمہ طاہرین علیہم السلام بالخصوص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔

الٰہی بطفیل آنحضرت صلعم و چہاردہ معصومین علیہم السلام خصوصاً امام جعفر صادق علیہ السلام میرے دلی مقاصد بشرطیکہ شرعی نوعیت کے ہوں پورے کر اور مجھے درستی عقائد و ایمان و فلاح دارین عطا فرما۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

فرمایئے اس طریقہ میں کون سا امر خلاف شرع ہے۔ جسے اہلحدیث حضرات ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں۔ ہمارے خطہ پنجاب میں یوں تو عرصہ دراز اور لاانتہا ہی سے یہ نذر ادا کی جارہی ہے لیکن جب سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے اور یوپی وغیرہ سے مسلمان ہجرت کرکے تشریف لائے ہیں۔ شاذ ہی کسی مسلمان کا گھرانہ ایسا ہو۔ جو یہ نذر و نیاز نہ ادا کرتے ہوں۔ سوائے اہلحدیث کے جو آیات قرآن مندرجہ بالا کے علی الرغم اسے ناجائز بتاتے ہیں۔ چونکہ اس نیاز کا حکم اور طریقہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمودہ ہے اسلئے جملہ مسلمانوں کے نزدیک یہ جحت ہے اور اس کا ادا کرنا بشرط استطاعت ہونی واجب ہے۔ خداوند تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی ادائیگی کی توفیق اور استطاعت عطا فرمائے۔ آمین۔

افسوسناک تصادم

(علمائے دین ہوشیار باشید)

مسلمان فرقوں کے آئے دن کے تنازعات کی وجہ سے پڑھا لکھا طبقہ دن بدن مذہب سے متنفر ہو رہا ہے۔ اس تنفر کی تمام تر ذمہ داری اسلامی فرقوں کے علماء پر عائد ہوتی ہے۔ جو اگر سوچیں تو اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑا چلا رہے ہیں۔ پڑھا لکھا طبقہ کچھ تو گذشتہ تحریک ختم نبوت کے فوراً بعد مذہب سے بیزار ہو گیا تھا جبکہ ختم نبوت انکوائری کمیٹی کے روبرو علمائے ملت نے اسلام کو قسم قسم کی شکلوں سے پیش کیا۔ اور اب جبکہ فرقوں میں تصادم شروع ہو گئے ہیں۔ مذہب سے بے رغبتی مزید بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب اگر ایک دوسرے کو مٹانے کا ہی نام ہے تو مذہب سے علیحدگی اختیار کر لینا ہی عقلمندی ہے۔

ملک میں ایک ایسا گروہ موجود ہے۔ جس کو کچھ نہ کچھ اختیارات بھی حاصل ہیں اور جو اسلام محکم کو MODERNIZE یعنی تجدید کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی خواہشات و ضروریات کے ماتحت اسلامی اصولوں کو بدلنے کے درپے ہے۔ حالانکہ مسلمان کو اپنی ضرورت و خواہش اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے نہ کہ اسلامی اصولوں کو اپنی خواہشات و ضروریات کے ماتحت اب نئے سرے سے تشکیل کیا جائے۔ مذہبی فرقوں میں تصادم اس گروہ کے خطرناک مقاصد پورے کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

ابھی شیعہ سُنی تصادم کے اثرات زائل نہ ہوئے تھے کہ سنیوں اور وہابیوں کے درمیان تصادم شروع ہو گئے۔ تنازعات تو اگرچہ دیرینہ ہیں۔ مگر گذشتہ دو تین ماہ سے تصادم کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ پہلے کراچی میں ہوا تھا۔ اب چٹاگانگ سے خبر آئی ہے کہ اس خطرناک تصادم میں دو مسلمان ہلاک اور چالیس مجروح ہوئے ہیں پولیس کو گولی چلانا پڑا۔ اور ہلاک ہونے والے پولیس کی گولی سے نہیں بلکہ آپس کی گولیوں سے مارے گئے۔ غور کریں کہ اسلام کو اس تصادم سے کیا فائدہ پہنچا۔ اور مسلمانوں نے کیا حاصل کیا۔ آخر یہ فساد کرانے والا کون ہے؟ کیا اس کی تار دوسرے ملک سے تو نہیں ہلائی جا رہی؟ تاکہ پاکستان کو کمزور کیا جائے۔ حکومت اس کا سدباب آسانی سے کر سکتی ہے۔ معارف اسلام مدت سے مطالبہ کر رہا ہے۔ اور اب بھی اس کا اعادہ کرتا ہے جو ہر صحیح الدماغ مسلم کی آواز ہے کہ "فرقہ وارانہ مخالفت کو تو ناجرم قرار دیا جائے۔ یعنی ایک فرقے کا دوسرے فرقہ کی مذہبی یا سیاسی مخالفت کرنا

خلاف قانون قرار دیکر اس کے لئے کڑی سزا مقرر کی جائے۔ اپنے اپنے طریقے کی خوبیاں بیان کرنے اور تبلیغ کی عام اجازت ہو۔ الیکشنوں میں مذہبی مخالفت سے کامیاب ہونے والے کو ناکام قرار دیا جائے"۔ امید ہے کہ ہماری دانشمند حکومت اس طرف فوراً متوجہ ہوگی۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ شیعہ سنی وہابی علماء کا مشترکہ وفد پاکستان کے اُن تمام علاقوں کا دورہ کرے جہاں جہاں شیعہ سنی وہابی فسادات ہوئے۔ اور وہاں ان فرقوں کے افراد کو گلے ملوائیں۔ اور ایک دوسرے کو مذہبی ایام میں تعاون کی تلقین کریں

نام نہاد اسلامی جماعتوں کی ناکامی کا اصلی سبب

(مودودی و مشرقی صاحبان سے معذرت کے ساتھ)

ایک جماعت یا اُس کا قائد خواہ دُنیا میں کتنی ہی مادی ترقی کیوں نہ کر جائے اگر اُس کا اصول کامیاب نہیں تو یقیناً جماعت کو ناکام سمجھا جائیگا۔ اس کے برعکس اگر مادی طور پر وہ جماعت تباہی مکمل نہ ہوگئی ہو یا اس کے قائد یا حواریوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ اڑا دیئے گئے ہوں۔ اگر اُس کا اصول تسلیم کر لیا گیا یا فنا ہونے کے بعد وہ جماعت اپنے اصولی اثرات پیچھے چھوڑ گئی تو یقیناً وہ ایک کامیاب جماعت اور اُس کا قائد ایک کامیاب لیڈر کہلائے گا۔ مسلمانوں میں کئی تحریکیں پیدا ہوئیں اور مٹ گئیں۔ شاہ اسمٰعیل شہید و سید احمد شہید بریلوی کی تحریک سے لیکر تحریک خلافت تک اور خلافت سے لیکر خاکسار و جماعت اسلامی تک کئی تحریکیں پیدا ہوئیں منتشر ہوئیں اور بالآخر مٹ گئیں۔ خاکسار تحریک ختم ہوئی تو پھر اُس کا نام اسلام لیگ اور بعد ازاں مسلم لیگ رکھ کر جان ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ مگر یہ تحریک عوامی نہیں بن سکی۔ حال ہی میں "۱۹۵۷ء میں غلبہ اسلام" کا ڈھونگ رچا کر پبلک کو ساتھ شامل کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ پروپیگنڈہ پر کافی رقم صرف ہوئی مگر ۱۹۵۷ء خیریت سے گزر گیا عوام نے توجہ نہیں دی۔ جماعت اور اُس کا لیڈر اپنے مقاصد میں آجتک ناکام رہے ہیں۔ اسی طرح جماعت اسلامی جو "اسلامی دستور" کا MOTTO لگائے ہے اور دن رات اپنی صالحیت کا پرچار کرتی رہی ہے وہ بھی منتشر ہو چکی ہے۔ صالحین کی جماعت میں انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اور ایک گروہ نے علیحدہ ہو کر "مجلس دعوت و اصلاح" کے نام سے متوازی جماعت قائم کر لی ہے۔ دولت سے ایک دفتر اور اس کا کاروبار تو قائم رہ سکتا ہے۔ مگر جب اُس جماعت کے اصول کامیاب نہیں ہو سکے تو حقیقتاً جماعت کی روح مردہ ثابت ہوتی ہے۔

اگر بنظر غور دیکھا جائے تو جماعتوں کی ناکامی کا ایک ہی سب سے بڑا سبب نظر آتا ہے اور بقایا تمام

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

(امیر المومنینؑ کے خطبہ کا ایک حصہ)

سیرتِ علیؑ

(خود اُن کی اپنی زبانی)

انا وضعت فی الصغر بکلاکل العرب،
وکسرت نواجم قرون ربیعة ومضر.
وقد علمتم موضعی من رسول اللّٰہ صلی
اللّٰہ علیہ وآلہٖ بالقرابة القریبة، و
المنزلة الخصیصة. وضعنی فی حجرہٖ
وانا ولد یضمنی الی صدرہٖ، ویکنفنی
الی فراشہٖ، ویمسّنی جسدہٗ ویشمّنی
عرفہ. وکان یمضغ الشیء ثم یلقمنیہ.
وما وجد لی کذبةً فی قول ولا خطلةً
فی فعل. ولقد قرن اللّٰہ بہٖ صلی اللّٰہ
علیہ وآلہٖ من لدن ان کان فطیماً اعظم
ملکٍ من ملائکتہٖ یسلک بہٖ طریق
المکارم، ومحاسن اخلاق العالم لیلہٗ
ونہارہٗ. ولقد کنت اتبعہٗ اتباع
الفصیل اثر امہٖ یرفع لی فی کل یوم
من اخلاقہٖ علماً، ویامرنی بالاقتداء
بہٖ. ولقد کان یجاور فی کل سنة
بحراء فاراہ ولا یراہ غیری. ولم
یجمع بیت واحد یومئذٍ فی الاسلام
غیر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ و

...میں نے تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند
زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے اُبھرے ہوئے
سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہٖ سے قریب کی عزیزداری اور مخصوص
قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا
تھا۔ میں بچہ ہی تھا کہ رسولؐ نے مجھے گود میں لے لیا
تھا، اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے، بستر میں اپنے
پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس
کرتے تھے۔ اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے پہلے آپ
کسی چیز کو چباتے پھر اُس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں
دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ
کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی
اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے
فرشتوں میں ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس)
کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا۔ جو انہیں شب و روز
بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا
تھا، اور میں اُن کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا۔ جیسے
اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے
اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے اُن کی پیروی
کا حکم دیتے تھے۔ اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ

وخدیجة وانا ثالثهما - اری نور الوحی والرسالة - واشم ریح النبوة -

ولقد سمعت رنة الشیطان حین نزل الوحی علیه صلی الله علیه وآله، فقلت یارسول الله ما هذه الرنة؟ فقال هذا الشیطان ایس من عبادته انك تسمع ما اسمع وتری ما اری الا انك لست بنبی - ولکنك وزیر وانك لعلی خیر - (نہج البلاغۃ)

قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور (ام المومنین) خدیجہ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چاردیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا ان میں میں تھا۔ میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔

جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علی) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو۔ اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ (ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب)

(بقیہ صفحہ ۸) اسباب اس کے ماتحت شمار ہوتے ہیں۔ وہ یہ کہ تمام جماعتیں سیاسی بنیاد پر قائم کی گئی تھیں اور ان کا اصل مقصد محض ملکی اقتدار حاصل کرنا تھا۔ لوجہ اللہ اسلام پھیلانا نہیں۔ اسلام دنیا میں امن و سلامتی کا پیغام تھا۔ دین اللہ کو پھیلانے کا پروگرام تھا، فتوحات ملکی کا نہیں۔ عہد رسولؐ میں جتنی جنگیں لڑی گئیں کلہم دفاعی نوعیت کی تھیں۔ جارحانہ نہیں تھیں۔ لہذا تاریخ میں جو بھی جنگ ملکی فتوحات کیلئے لڑی گئی ہے۔ انصاف سے سوچا جائے تو وہ اسلامی اصولوں کے خلاف لڑی گئی۔ مقصد اپنے علم و اخلاق سے خدا کا پیغام دنیا میں پھیلانا تھا نہ کہ زمین پر قبضہ کرنا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (قرآن پ ۱۰) کا مطلب دوسرے ادیان پر اسلام کا غالب آجانا ہے نہ کہ زمین پر غلبہ حاصل کرنا۔ آئمہ طاہرینؑ، اصحابؓ اخیار رسولؐ اور اولیائے کرام کی مقدس زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین پر قبضہ حاصل کرنے کا مطلب غلبہ اسلام لیا تھا یا اپنے اخلاق یا اصولوں کی برتری سے اسلام کو پھیلایا تھا۔ اگر غلبہ اسلام کا مطلب محض فتوحات ملکی ہی تصور کر لیا جائے تو اس اعتراض کی صحت سے انکار محال ہو جائیگا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اگر دین اسلام اپنے اعلیٰ و مفید و بے نظیر اصولوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر سکتا ہے۔ اور تمام دنیا کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ تو خواہ حاکم کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ تو خود بخود اقتدار مسلمان کے ہاتھ میں آگیا کسی کی زمین پر قبضہ کرنا اسلام کے پروگرام میں نہیں۔

(بقیہ صفحہ ۱۶)

(در منقبت)　　　(قند پارسی)

امیر المومنین علی علیہ السلام

(اثر خامہ آقائی حاج سید الف شاہ صاحب پاکنہاد مدظلہ از لاہور)

ای علیٔ مرتضیٰ شاہنشہِ گردوں وقار　　خاک پایت کحلِ ابصارِ ملوکِ کامگار
سعد از فیض وجودت سیزدہ ماہ رجب　　تا بدنیا آمدی از خانۂ پروردگار
ایکہ حصنِ ایزدی ہر کس پناہ بردہ بتو　　ایمن و محفوظ گشتہ از عذاب کردگار
در خصوصِ علم و دانش باب علم مصطفےٰ　　در رموز معرفت دریائی ناپیدا کنار
صاحب نہج البلاغہ عالم علم الکتاب　　خازنِ گنجِ معانی با حقائق رازدار
در فصاحت افصح الفصحا پس از ختم رسلؐ　　در بلاغت مدعی در پیشگاہت شرمسار
بحرِ ذخارِ "سلونی" آمدی ہر گہ بموج　　بر کنارش یافتی سائل لآلی آبدار
در شجاعت اشجع اولاد آدم در جہاں　　در شہادت ارشد سربازہا در کارزار
از وجودِ پاک تو آثارِ قدرت متجلی　　از دم شمشیر تو اعدائی خیبر بے حصار
از نہیبت لرزہ بر اندام کفارِ عرب　　از سلحشوران رزم آرا بر آوردی دمار
دادہ حق دادِ شجاعت از سرِ عرش بریں　　"لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار"
در عبادت افضلِ خلق و در زہد و ورع　　اعلم و اتقیٰ و اشرف عابدِ شب زندہ دار
در معابد زینتِ محراب و منبر بالیقیں　　برمنابر صورت خورشید در نصف النہار
معنی و مقصودِ "عند اللہ اتقاکم" توئی　　مادرِ گیتی نزاید مثل تو پرہیزگار
اسوۂ حسنہ برائی جملہ مخلوقِ خدا　　گشت منہاجِ نبوت از امامت پائیدار
جملہ اقوالِ تو مبنی بر صراطِ مستقیم　　جملہ افعالِ تو شرعیات را آئینہ دار
ملجأ و ماوائے زندانی و مسکین و یتیم　　بر سرِ درماندگاں ہمچو درختِ میوہ دار
مطمئن از سلطۂ اسلام بر الحاد و کفر　　شکر از بی وفائی ہائی دورِ روزگار
فخرِ توحید و نبوت والیٔ روزِ معاد　　ماہِ تابانِ امامت در عدالت مستشار
باوجودِ افضلیت بر تمام کائنات　　سرکشی، ملعون ازلی شد بقتلت عہد دار

(تاریخ) (جناب پیام شاہجہانپوری کے مضمون کا ایک جزو)

حضرت علیؑ کا نظم سلطنت

یادداشت ۔ پیام شاہجہانپوری اہل سنت والجماعت کے مایۂ ناز اہل قلم اور مؤرخ ہیں۔ مضمون ذیل آپ کی مشہور کتاب "علیؓ اور اُن کی خلافت" کا ایک باب ہے جو کہ ہفت روزہ حمایت اسلام لاہور (۲۶-اپریل ۱۹۵۷ء) کی اشاعت میں بھی درج ہوا تھا۔ ہم نے اس مضمون کے بعض توضیح طلب الفاظ و فقرات کی وضاحت نمبر دے کر حاشیہ پر کر دی ہے۔ (مدیر)

حضرت علیؓ سے پہلے خصوصاً حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عطایا کی تقسیم کے معاملے میں ترجیحی سلوک کیا جاتا تھا۔ مگر یہ سلوک ایسا نہ تھا۔ کہ اس پر حرف گیری کی جائے یہ حضرت عمرؓ کا اجتہاد[1] تھا۔ ان کے نزدیک جس شخص نے خدمت اسلام میں دوسرے سے زیادہ حصہ لیا، عطایا کے وقت بھی وہ دوسروں سے زیادہ لینے کا مستحق تھا۔ وہ عمر بھر اسی راستے پر گامزن رہے۔ اور کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہوئی۔ مگر جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے اجتہاد[2] سے یہ فیصلہ کیا۔ کہ بیت المال مسلمانوں کی امانت ہے۔ اس میں سب برابر کے شریک ہیں۔ اس لئے اس کی تقسیم بھی برابر برابر ہونی چاہیئے۔ اُن کے نزدیک رزق کا مسئلہ ایسا نہ تھا۔ جس میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی۔ زندگی کی بنیادی ضرورتیں سب کی ایک جیسی ہی ہوتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص تن آسان ہو کر ان میں اضافہ کرے۔ اس طرح تو قارون کا خزانہ بھی ختم ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انہوں نے عطایا کے معاملے میں سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کیا۔ مگر جو لوگ پہلے سے ترجیحی سلوک کے عادی تھے

---

[1] و [2] "اجتہاد" کے الفاظ یہاں محض تکلفاً استعمال کئے گئے ہیں۔ تاکہ ان امور کو مذہبی صورت دی جا سکے ورنہ حقیقتاً اس جگہ "رائے" یا "قیاس" کا لفظ استعمال ہونا چاہیئے تھا۔ جو کہ امور دین میں بموجب قرآن و حدیث سراسر ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر اس رائے کیلئے قرآن و حدیث میں جواز موجود ہے۔ تو وہ اپنی رائے یا قیاس یا اجتہاد نہ رہا اور اگر جواز موجود نہیں ۔ تو وہ بوجہ عدم جواز کے خود بخود ناجائز ہو جاتا ہے۔ جہاں تک امیر المومنین علیہ السلام کے طریق کار کا تعلق ہے۔ اس کیلئے قرآن و حدیث میں جواز موجود ہے۔ لہٰذا یہ امیر المومنین کی رائے یا قیاس نہ رہا بلکہ بموجب احکام خدا و رسولؐ ہوا۔ (مدیر)

توشدی فائز بمقصود زہی فوزِ عظیم — از گرفتہ شعلۂ نارِ جہنم در کنار
عالم جاہل نہ فہمیدہ علوِ شان تو — روستائی می نداند قدرِ دُرِّ شاہوار
لطف فرما و برون بخرام تا راحت شود
سیّد سرگشتۂ از گردشِ لیل و نہار

کحل الابصار ملوک کامگار ۔ کامیاب بادشاہوں کی آنکھوں کا سُرمہ ۔ لآلی جمع لولؤ ۔ موتی
سلحشور ۔ فوجی سپاہی ۔ دمار برآوردن ۔ نابود کرنا ۔ سلطہ ۔ حکومت ۔ مشمئز ۔ متنفر ۔ بیزار ۔

دو بے مثل رباعیاں

(از آقائی حاج سید الف شاہ صاحب پاکپتنی)

ولادت علیؑ در خانہ کعبہ

ہے جشنِ سُرور آج کسی گھر میں — گویا احد لم یزلی کے گھر میں
ہر چند کہ لم یلد ہے ذاتِ مطلق — پیدا ہوا فرزند اُسی کے گھر میں

توحید پرستی علیؑ بعد از ولادت

توحید پرستی میں علیؑ کو دیکھا — بیزار بتوں سے اِس ولی کو دیکھا
پیدا ہوئے کعبہ میں کھولی آنکھیں — جبتک نہ رسولِ ازلی کو دیکھا

انہیں حضرت علیؓ کا یہ طریقِ کار بدعت[1] معلوم ہُوا۔ اور انہوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ اس کے جواب میں حضرت علیؓ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

"کیا تم یہ چاہتے ہو۔ کہ جن لوگوں نے مجھے زمام دار بنایا ہے۔ اُن پر ظلم و جور کرنے میں تمہاری امداد و نصرت طلب کروں؟ خدا کی قسم۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ جب تک زمانہ کی کہانی چل رہی ہے۔ اور ایک ستارہ دوسرے ستارے کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور اگر یہ مال میرا (ذاتی) مال ہوتا۔ تب بھی میں اسے (لوگوں میں) برابر برابر تقسیم کرتا (پھر تقسیم میں امتیاز کیونکر رکھ سکتا ہوں) جبکہ یہ مال (میرا ذاتی) نہیں۔ بلکہ مالِ خدا ہے" (نہج البلاغہ اردو ترجمہ)۔

اور تاریخ نے ثابت کر دیا۔ کہ یہ حضرت علیؓ کا صرف زبانی دعوےٰ ہی نہیں تھا۔ بلکہ انہوں نے اپنے عمل سے اسے سچ کر دکھایا۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس سے اُن کے قول اور فعل میں عدم تطابق ثابت ہو۔ اُنہوں نے اپنے کسی رشتہ دار کو بیت المال سے دوسرے کے مقابلے میں ایک کوڑی زیادہ نہیں دی۔ انتہا یہ ہے کہ اپنے برادرِ حقیقی حضرت عقیلؓ کی مفارقت گوارا کر لی۔ مگر اصولِ مساوات کی پامالی گوارا نہ کی۔ اُنہوں نے رُوکھی سُوکھی کھائی۔ اور موٹا جھوٹا پہنا۔ مگر ایک پائی زیادہ نہ لی۔ اُنہوں نے اپنے بیٹے اور بیٹی تک کو ایک قطرہ گھی یا شہد کا زیادہ نہیں لینے دیا۔ اور اگر کبھی ایسا ہو۔ تو بڑی سختی سے باز پرس کی ــــ یہ تھی علیؓ کی مساوات۔

رعایا سے حُسنِ سلوک

حضرت علیؓ اس نکتہ سے بخوبی واقف تھے۔ کہ سلطنت کے استحکام اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کی سب سے پہلی شرط رعایا کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ان کی خبر گیری ہے۔ وہ اپنی رعایا کے حال سے باخبر رہنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ اور اُن کی شکایات دُور کرنے کی پوری سعی فرماتے تھے۔ باوجودیکہ اُن کا عہدِ خلافت جنگ ہی کرتے گزرا۔ اور انہیں سلطنت کے انتظام و انصرام کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کا موقع نہ ملا۔ مگر پھر بھی تاریخ شاہد ہے۔ اور حضرت علیؓ کے فرمان اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ کہ وہ رعایا کی خبر گیری، اُن کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کبھی کوتاہی نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ عامر الشعبی کا بیان ہے۔ کہ:-

سودہ بنت عمارہ بن الاشتر ایک بار حضرت معاویہ کے دربار میں گئیں۔ امیر شام نے اُن کی

[1] "بدعت" کا لفظ یہاں پر غلط استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل امیر المومنین ؑ کی طرزِ مساوات انہیں اپنی خواہشات کے خلاف معلوم ہوئی۔ کیونکہ دینِ اسلام اللہ کی مرضی کے مطابق ہے نہ کہ عوام کی خواہشات کے ماتحت (مدیر)

خیریت دریافت کی۔ اس کے بعد ان اشعار کے متعلق پوچھا۔ جو اُنہوں نے جنگِ صفین میں حضرت علیؓ کی طرف سے پڑھے تھے۔ سودہ نے کہا۔ کہ اب ان واقعات کو بھول جائیے۔ اور مجھے معاف کر دیجئے حضرت معاویہ نے معاف کر دیا۔ اور دریافت کیا۔ کہ تم کیا حاجت لے کر آئی ہو۔ سودہ نے کہا کہ اے امیر! اب آپ ہی ہمارے سردار ہیں۔ اور تمام امور کی ذمہ داری آپ ہی پر ہے۔ آپ پر جو ہمارے حقوق ہیں ان کے متعلق آپ خُدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔ آپ نے ہم پر ایسے عاملوں کو بھیجا جو آپ کی شان و شوکت کی وجہ سے ہم پر حکومت کرتے رہے۔ وہ ہم کو فصل کی طرح کاٹتے رہے اور گائے کی طرح دوہتے رہے۔ اب ابن ارطاة ہم پر حاکم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس نے ہمارے مردوں کو مار ڈالا ہے۔ اور ہمارے اموال چھین لئے ہیں۔ اگر اطاعت کا جذبہ مجبور نہ کرتا۔ تو ہم بھی صاحب عزت ہیں۔ اپنی مدافعت کر سکتے تھے۔ اگر تم نے اسے معزول کر دیا تو ہم شکر گزار ہونگے۔ ورنہ ہم سمجھ لینگے۔

یہ سُن کر حضرت معاویہ نے کہا۔ کہ تو ہمیں اپنی قوم سے مرعوب کرنا چاہتی ہے۔ خُدا کی قسم۔ اگر میں چاہوں۔ تو تجھے اسی کی طرف واپس کر دوں۔ تاکہ وہ تم پر اپنا حکم چلائے۔ سودہ خاموش ہو گئیں اور پھر یہ شعر پڑھے:-

"اُس روح پر خدا کی رحمت ہو جو قبر سے بغل گیر ہو گئی۔ جو عدل و انصاف کرتی ہوئی اس میں دفن ہوئی"۔

حضرت معاویہ نے پوچھا۔ وہ شخص کون ہے؟ سودہ نے جواب دیا کہ علیؓ ابن طالب۔ حضرت معاویہ نے کہا۔ مگر مجھے تو اس کی مہربانی کا تجھ پر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس پر سودہ نے مندرجہ ذیل واقعہ سنایا:-

ایک دن میں آں (حضرت علیؓ) کی خدمت میں ایک عامل کی شکایت لے کر حاضر ہوئی جسے اُنہوں نے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کیا تھا۔ اس وقت حضرت علیؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ سلام پھیر کر نہایت آہستگی اور نرمی سے کہا۔ کہ تو کوئی ضرورت لے کر آئی ہے؟ میں نے اس عامل کا سارا معاملہ بیان کیا۔ حضرت علیؓ سُن کر رو پڑے۔ پھر آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا۔ اے پروردگار عالم! تجھے خوب معلوم ہے۔ کہ میں نے اپنے عاملوں کو تیرے بندوں پر ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد لکھا۔ کہ:-

"لاریب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلی نشانیاں آئی ہیں۔ اس لئے تم ترازو اور پیمانوں کو پورا کرو۔ اور رعایا کی چیزوں کی مقدار کم نہ کرو۔ اگر تم ایمان لے آؤ۔ تو سنواری ہوئی زمین میں خرابی پیدا نہ کرو۔ جب تمہیں میرا خط ملے۔ تو جو کچھ تمہارے پاس ہو اس کی نگرانی کرو یہاں تک کہ حقدار اسے لینے کے لئے آجائے۔ والسلام"۔

سودہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت علیؓ نے اس عامل کو معزول کر دیا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ

نے اپنے کاتب سے کہا۔ کہ تم بھی اپنے حال کو لکھ دو۔ کہ اس عورت کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لے۔ سودہ نے کہا۔ کہ صرف میرے لئے یا میری قوم کے لئے بھی۔ حضرت معاویہ نے کہا۔ تجھے دوسروں سے کیا غرض۔ سودہ نے جواب دیا۔ کہ یہ بات تو بہت ملامت کی ہے۔ اگر عدل کرنا ہے۔ سب کے ساتھ کرو۔ ورنہ جو سب کا حال سو میرا حال۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے کہا کہ

"علیؑ ابن ابی طالب نے تم لوگوں کو یہ جرأت دلا دی ہے کہ تم بادشاہوں کے سامنے گستاخی سے پیش آؤ"۔ (عقد الفرید)

حضرت امیر معاویہ کے مندرجہ بالا الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ ان حاکموں میں سے نہیں تھے۔ جن کے خوفِ جبروت کی وجہ سے سائلوں اور انصاف طلب لوگوں کی زبانیں گنگ ہو جائیں۔ اور وہ ان کے دربار میں حاضر ہو کر اپنا مافی الضمیر بیان کرنے سے ہچکچائیں۔ بلکہ وہ ان حاکموں میں سے تھے۔ جن کے دربار میں ہر شخص کو تقریر کی آزادی ہوتی تھی۔ اور شاہ و گدا ایک ہی سطح پر بات کرتے تھے۔ (پیام شاہجہانپوری)

(بقیہ صفحہ) اگر ہماری جتنی بھی نام نہاد تحریکیں پیدا ہوئیں ہر ایک کا اصل مدعا اسلام کا نام لیکر اور اسلامی مسائل کو عوام کے سامنے پیش کر کے ملکی اقتدار حاصل کرنا ہی رہا ہے۔ چونکہ یہ تحریکیں خالص طور پر لوگوں تک اسلام کا پیغام اپنے علم و عمل اپنے کردار و گفتار سے پہنچانے کیلئے نہیں بنائی گئیں لہذا ہر تحریک کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور خالص اسلامی تحریکیں کیونکر بن سکتی تھیں۔ جبکہ ان کے اصول ایسے مقتدین سے نہیں لئے گئے جنہوں نے دین اسلام کے قیام و استحکام کی خاطر ملکی حکومت کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ کوئی بھی تحریک جو محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی مذہبی و سیاسی برتری تسلیم نہیں کرتی اس کا کامیاب ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ دیکھ لیجئے امام حسین علیہ السلام کی تحریک جو دین اسلام کے حفاظت و استحکام کیلئے اٹھی تھی۔ اگرچہ مادی طور پر فنا کر دی گئی۔ مگر اس کے اصولوں کو دنیا نے تسلیم کیا۔ اور جو اثرات وہ چھوڑ گئی آج کے ذکر ہی سے لوگ تحریکوں میں کامیابی کی کوشش کرتے ہیں۔ اور وہ تحریک بغیر کسی لیڈر اور بغیر کسی جماعتی تنظیم کے آج تک کامیابی سے جاری ہے۔ اور سینکڑوں سیاسی برسر اقتدار حکمرانوں (جن کو زمین پر غلبہ حاصل تھا) کے اس کو مٹانے کی عظیم کوششوں کے باوجود آج تک یہ تحریک قائم و دائم ہے۔ آلِ محمد کی دینی و دنیوی برتری کو تسلیم کئے بغیر کسی تحریک کا کامیاب ہو جانا ناممکن ہے۔ اس اصول کو ہمیشہ یاد رکھئے۔

(ادارہ)

خط لکھتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کیجئے جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں

(قندِ ہندی) (از عظیم قریشی)

......علیؑ ہے واکا نام

(۱)

چین کہاں اب کو سجنی بجھ رہی ہے شام
جس نے میرا من ہر لینو میرا اسی سے کام
بالک حشر اور نار پکھیرو سب ہی کریں سلام
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۲)

پی کی خبر سن ری آلی سب ہے عالی شان
جہاں نبیؐ پردھان ہمارے وہاں علیؑ پردھان
جان بچی ہے دکھ میں اسکے وہ بھی کرونگی دان
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۳)

سُندر مکھڑا وا کا ایسا چاند کو بھی گہنائے
نام جپے گا جو کوئی اس کا عرشی تاج پہنائے
سانس کی ڈور مکھیری میری اسی میں گھل جائے
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۴)

پریم نے بدلا روپ ہے ایسا ہار رہی نہ جیت
ایک ڈگر پر چلنا سیکھوں ایک ڈگر سنگیت
برہوں کلپی تو پھر پایا جیون کا یہ میت
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۵)

حسنؑ حسینؑ دو پھول ہیں واکے سورگ کے سردار
دونوں جگ کی آنکھ کے تارے دونوں راجکمار
نیا موری ڈول رہی ہے کون لگائے پار
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۶)

پیت لگے دکھ میں جل گئی آلی پیت آئی راس
انگ ہیا گل من دھیا رانگھل گیو جیون رس
مجھ ابلا کو اب تو جگ میں ایک اسی کی آس
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(۷)

پریم اگن اب سہی نہ جائے آگ لگی ہے آگ
رین برہ میں اس کی سجنی ڈستی جائے ناگ
مروں جو جا کے پاس پیا کے میری چتا کا بھاگ
دیس عرب کا رہنے والا علیؑ ہے واکا نام

(بشکریہ عصمت کراچی)

(سیاسیات)

(از غیاث الدین۔ مدیر معارف اسلام)

حضرت علیؑ کا سیاسی شعور اور اُسکی چند اہم مثالیں

(سیاست۔ تنقیحات۔ مقاصد۔ مثالیں)

(یادداشت:۔ اس مضمون کے تمام مندرجات کو مکمل تاریخی تائید حاصل ہے جو جو واقعات درج کئے گئے ہیں تاریخ میں موجود ہیں۔ بوجہ کمی صفحات اور عبارت کو طویل نہ کرنے کے حوالہ جات کے اندراج سے دانستہ گریز کیا گیا ہے۔ بیان کی تائید میں جو جو واقعات پیش کئے گئے۔ راقم مضمون نے پوری ذمہ داری سے درج کئے ہیں۔ ادارہ)

سیاست سیاست کے لفظی معنی تو رعیت داری۔ انتظام ملکی۔ دُور اندیشی و مصلحت بینی کے ہیں۔ مگر عملاً "سیاست" اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اُن طریقوں کا نام ہے۔ جن کے ذریعے کامیابی حاصل کی جا سکے لہذا جو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گیا وہ کامیاب سیاستدان گردانا جاتا ہے۔ مثلاً قائد اعظم محمد علی جناح مرحوم کا مقصد تھا کہ مشترکہ ہندوستان میں سے مسلمانوں کیلئے ایک خطہ علیحدہ حاصل کر لیا جائے جہاں وہ اپنے اصولوں اور اپنے تہذیب و تمدن کے مطابق خود مختارانہ حکومت اور آزادانہ زندگی بسر کر سکیں۔ اِن مقاصد کے حصول کیلئے اُنہوں نے جو جو طریقے اختیار کئے وہ قائد اعظم کی سیاست کہلائے۔ چونکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے لہذا وہ کامیاب سیاست دان کہلائے۔ اگر وہ اپنے مقاصد میں ناکام رہتے تو وہ ناکام سیاست دان کہلاتے۔

سیاست ایک معمولی مکان یا دفتر سے لے کر تمام دنیا کے اجتماعی امور تک کارفرما ہے۔ یہ ایک خاندان یا محلے کی بھی ہو سکتی ہے اور ایک قریہ یا شہر کی بھی۔ ایک ملک جو مختلف صوبوں میں بٹا ہے تو ہر صوبہ کی جُدا جُدا سیاست ہو سکتی ہے۔ پھر تمام ملک کی مشترکہ سیاست جُدا ہے۔ چونکہ دنیا مختلف براعظموں میں منقسم ہے۔ لہذا ہر براعظم کی علیحدہ علیحدہ سیاست ہے۔ یورپ کی سیاست جُدا ہے اور ایشیا کی جُدا۔ پھر تمام دُنیا کی ایک مشترکہ سیاست ہے جو بین الاقوامیت یا انٹرنیشنلزم کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ یہ سیاست جہاں بھی کارفرما ہو دو حالتوں یا دونوں میں سے ایک حالت سے خالی نہیں ایک FAIR POLITICS یعنی شائستہ یا بے عیب و با اصول سیاست۔ دوسرے FOUL POLITICS یعنی گندہ سیاست جس میں ہر قسم کے ناجائز طریقے۔ دھوکہ و فریب دہی۔ سازشیں۔ باطنی چالیں۔

دفع الوقتی اور زمانہ سازی شامل ہیں۔ لاریب امیرالمومنینؑ کو اس سیاست سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ چونکہ وہ ان جملہ عیوب کو خلافِ اسلام و خلافِ عقل و دیانت سمجھتے تھے۔ لہذا گندہ سیاست کی طرف نہ ہی اُن کی طبیعت مائل ہو سکی۔ اور نہ ہی علی علیہ السلام جیسے کیریکٹر کے انسان جو کہ علم الٰہی اور حقائقِ اسلام کے بلند ترین مقامات پر فائز تھے سے اس قسم کی توقع رکھی جا سکتی تھی۔ چنانچہ امیر شام معاویہ بن ابوسفیان کے نام ایک خط میں آپ نے اس امر کی طرف واضح طور سے اشارہ فرمایا کہ "اگر چالبازیاں دینِ اسلام میں جائز ہوتیں تو مجھ سے بڑھکر چالیں چلنے والا اور کسی کو نہ پاتا" برعکس اس کے چونکہ اسلام ان چالبازیوں اور ناجائز طریقوں کو ختم کرنے اور دُنیا کو صحیح راستہ اور سچائی کی راہ دکھانے آیا تھا لہذا "سیاست" کی اس قسم سے اسلام کا دُور سے بھی واسطہ نہیں۔

مدبرین ومصلحین وقت اگر "سیاست" سے محض "باطنی چالوں اور سازشوں کے ذریعے اور زمانہ سازی سے حصولِ مقاصد میں کامیابی حاصل کرنا" ہی سمجھتے ہیں۔ تو یقیناً ہمیں اپنی ناکامی کا اعتراف ہے اسلام میں اس سیاست کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ حضرت علیؑ اس غیر اسلامی سیاست میں واقعی ناکام ہوئے۔ جس وجود ذیجود کا بچپن اور جوانی کُلی طور پر اسلام کو قائم کرنے میں سپردِ رسولؐ رہ چکے ہوں وہ کیونکر اپنے آخر عمر میں خلافِ اسلام اصولوں کو دین میں داخل کر سکتا ہے۔ جس کا ایک ایک تارِ نفس دین اللہ کی راہ میں بسر ہوا۔ اُس سے کیونکر اس سیاست پر عمل کرنے کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ البتہ "سیاست" سے اگر شستہ و با اصول اور بے عیب سیاست مراد لی جائے تو بلاشبہ وہ میدانِ سیاست کے صاف اور بے عیب کھلاڑی تھے۔ سیاست کا کوئی کھیل آپؑ نے چھپ کر نہیں کھیلا۔

تنقیحات درانحالیکہ مندرجہ بالا بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ صحیح طور پر سیاست کا مطلب اپنے مقاصد کے حصول کیلئے جائز اور صحیح طریقے استعمال کرنا ہے۔ ایسے معیاری طریقے جو علمی طور سے بھی سیاسی ذہنیت ثابت کر سکیں۔ حضرت علی (علیہ السلام) کی ایسی سیاست کے چند نمایاں نمونے پیش کرنے سے پیشتر یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ

(۱) حضرتؑ کی زندگی کے اصل مقاصد کیا تھے۔ جن کے حصول کیلئے آنجنابؑ کو مناسب طریق کار اختیار کرنا پڑا؟

(۲) حضرت کی مخالف جماعت کے مقاصد کیا تھے۔ جن کے خلاف حضرتؑ کو اپنی سیاسی ذہنیت بروئے کار لانا پڑی؟

(۳) دونوں جماعتوں میں سے کون کامیاب ہوا اور کون ناکام ہوا؟

مندرجہ بالا ہر سہ تنقیحات کو پرکھنے کیلئے اول ان کے مقاصد پر روشنی ڈالی جائیگی اور بعد ازاں چند اہم مثالیں پیش کر کے سیاسی کامیابی یا ناکامی ظاہر کی جائیگی۔

مقاصد حضرت علیؑ کی زندگی کے مقاصد ابتدائے اسلام ہی سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ دعوت عشیرہ کے وقت جبکہ جناب ختمی مرتبت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے اظہار نبوت فرمایا۔ اور مدعیین کو جمع کر کے اپنی نصرت کیلئے پکارا تو ہر سہ بار سوائے حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی نے لبیک نہیں کہی۔ ہر بار امیرالمومنینؑ ہی اٹھتے رہے اور جواباً نصرت اسلام کیلئے اپنے آپ کو بایں الفاظ پیش فرماتے رہے۔ کہ "یا رسول اللہ گو میرا سن چھوٹا ہے اور میں دبلا پتلا ہوں مگر میں آپ کی نصرت کرونگا اور آپ کے دشمنوں کو تیرہ مار دونگا انکی ٹانگیں کاٹونگا اور پیٹ چیر ڈالونگا ......" چنانچہ رحمۃ للعالمین نے بھی آخری مرتبہ ان الفاظ سے علی علیہ السلام اور مدعیین کو مخاطب ہوئے "یہ میرا بھائی ہے میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان اسکی سنو اور اسکی اطاعت قبول کرو" یہ اہم واقعہ قریباً سب ہی مسلم مورخین نے اپنی اپنی تاریخوں میں رقم فرمایا ہے۔ عیسائی مورخین نے بھی اپنی کتب تواریخ میں اس واقعہ کی تائید کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جو وعدے امیرالمومنینؑ نے ابتدائے اسلام میں کیا تھا اسے آخر دم تک نبھایا۔ آپ کا ہر کام دین اللہ کیلئے وقف تھا۔ اگر آپ کے سامنے اپنا ذاتی، اقتدار و ذاتی مفاد ہوتے تو میدان جنگ میں تیروں اور تلواروں کی بارش میں "نماز" قائم نہ کرتے۔ جیسا کہ صفین کے موقع پر دیکھا گیا کہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہے تیر موسلا دھار بارش کی طرح آ رہے ہیں۔ وقت نماز آ گیا۔ آپ نماز کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔ ایک صحابی نے بڑھ کر کہا "یا امیرالمومنین یہ کونسا نماز ادا کرنے کا موقع ہے" جواباً فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں علیؑ کی جان ہے۔ اگر میرا مقصد اسی نماز کو قائم کرنا نہ ہوتا تو ہرگز یہ جنگ نہ لڑتا۔" ان مثالوں سے امیرالمومنینؑ کے مقاصد ظاہر ہوتے ہیں۔ دین اسلام کا قیام و استحکام اور پابندی صلوٰۃ ہی مقاصد حیات طیبہ میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ حضرتؑ کے پیش نظر اپنی ذات ہرگز نہ تھی نہ کبھی رہی۔ اور نہ ہی خود ملکی اقتدار حاصل کرنے کیلئے کبھی کوشاں ہوئے۔ ان امور کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ جبکہ ایک منکر خدا و رسولؐ یعنی کافر کے سینہ پر سوار تھے اور قتل کرنا چاہتے تھے کہ اس نے گستاخی کی یعنی اپنی ناپاک تھوک حضرتؑ کے چہرہ اقدس پر پھینکی آپ فوراً اس کے سینے سے اتر آئے اور ارادہ قتل تبدیل ڈالا۔ دشمن حیران ہوا اور جرأت کر کے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ "اگر اب قتل کرتا تو تیری گستاخی کی وجہ سے میرا نفس میرے ارادہ میں شامل ہو گیا۔ درانحالیکہ میں تجھے خدا کے واسطے قتل کر رہا تھا اپنے لئے نہیں" کافر تو اس دین اسلام کے بہترین درس کو سن کر فوراً مسلمان ہو گیا۔ اور ہمیں جو سبق حاصل ہوا وہ علیحدہ ہے۔

ثابت ہوا کہ امیر المومنینؑ کا مقصد محض دین اسلام کا قیام و استحکام تھا۔ اگر حضرت کا مقصد حصول الحکومت ہوتا تو یہ بھی نہایت آسانی سے بعد از وفات رسولؐ لاشِ مبارک کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ کی میٹنگ میں شریک ہو سکتے تھے۔ اور اپنے شرف و بزرگی سب پر ثابت کر کے پہلی حکومت حاصل کر سکتے تھے مگر حضرت نے اسلامی اصولوں کو ایک لمحہ کیلئے بھی نظر انداز نہیں کیا۔ اور اپنے پیارے رسول حضرت سید المرسلین کی لاشِ اقدس کا کفن و دفن سب باتوں سے مقدم سمجھا حکومت چاہے جائے یا رہے۔ اسی طرح بعد از وفات حضرت عمر صاحبان شوریٰ کی شرائط تسلیم کر کے آپ آسانی سے حکومت حاصل کر سکتے تھے چاہے بعد میں ان شرائط پر عمل کرتے یا نہ کرتے (جس طرح کہ معاویہ نے حضرت امام حسن کے ساتھ تحریری اقرار نامہ کے باوجود اپنا مطلب حاصل ہو چکنے کے بعد شرائط پر عمل نہ کیا) مگر حضرت علی نے سیرت شیخین سے انکار اور صرف قرآن اور سنت کو تسلیم کرنے کا اظہار کر کے حکومت کو ٹھکرا دیا۔ ان واقعات سے جہاں حضرت کے بلند کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ وہاں آپ کے مقاصد حیات بھی نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اور وہ تھے دین اسلام کا قیام و استحکام یعنی قرآن و سنت رسولؐ کا اجرا۔

ان مقاصد کے برعکس ذرا اُس جماعت کے مقاصد بھی سمجھ لیجئے جو حضرت علیؑ یا آپ کے خاندان کے ہمیشہ مخالف رہی واضح رہے کہ خاندان رسولؐ کی مخالفت بعثتِ رسولؐ کے بعد سے ہی شروع نہیں ہوئی بلکہ خاص طور پر خاندان بنی اُمیہ خاندان بنو ہاشم کا شروع ہی سے دشمن تھا۔ اور یہ دشمنی محض اُس شرافت و بزرگی کی وجہ سے تھی جو خاندان رسولؐ کو حاصل تھی۔ اس کی مثال بعینہٖ ویسی ہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو شرف حاصل تھا شیطان رجیم کو اس شرف سے حسد پیدا ہوا۔ مخالفت خدا پر آمادہ ہو گیا اور ہمیشہ کیلئے آدمؑ و اولاد آدم کا دشمن ہو گیا۔ اور شیطان کی اولاد آدم کی اولاد کی آج تک مخالفت کرتی ہے۔ اسی طرح بنی اُمیہ کی اولاد آخر تک قسم قسم کے حربوں سے رسولؐ اور اولادِ رسولؐ کی مخالفت کرتی رہی۔ عہد رسولؐ میں ابوسفیان (معاویہ کا باپ) رسولؐ سے جنگیں لڑنے میں پیش پیش تھا فتح مکہ کے بعد جبکہ بالخصوص علی علیہ السلام کی تلوار عرب میں سے کفر کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر چکی تھی اور کفر کے پنپنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں نے ایک ہی صورت مخالفت اسلام کی باقی دیکھی وہ یہ کہ اسلام قبول کر لیا جائے پہلے اسلام سے باہر رہ کر مخالفت کرتے تھے اب اسلام کے اندر رہ کر اس کے مٹانے کی کوشش کی جائے۔ ان حقائق یعنی صحیح واقعات کی گواہی حکومت انکے خاندان میں مکمل طور پر آ جانے کے بعد اس کے پوتے یزید ابن معاویہ نے دی اور اس کا وہ کلام تاریخ میں جلی حروف سے رقم ہے جو واقعہ شہادت حسین علیہ السلام کے بعد یعنی اپنی دانست میں

خاندانِ رسولؐ کو مٹا دینے کے بعد اُس نے اس وقت بے خوف ہو کر کہا ؎

لیت اشیاخی ببدرٍ شہدوا　　　فزعۃ الخزرج من وقع الاسل
لاھلوا واستھلوا فرحاً　　　ثم قالوا یا یزید لا تشل
لست من خندف ان لم انتقم　　　من بنی احمد ما کان فعل
لعبت ھاشم بالملک فلا　　　خبر جاء ولا وحیٌ نزل

(کاش کہ میرے وہ بزرگوار جو جنگ بدر میں قتل ہوئے دیکھتے۔ اضطراب کرنے کو قبیلہ خزرج کے تیروں سے پڑنے سے تو وہ چلاتے اور غل مچاتے بسبب خوشی کے۔ پھر کہتے اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو میں اولاد خندف سے نہیں ہوں اگر اولاد احمدؐ سے بدلہ نہ لیا جو کچھ اس نے کیا۔ بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ کھیل کھیلا نہ کوئی خبر آئی اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی) یہ تو تھے بنی اُمیہ اور ان کے مقاصد یعنی (۱) اسلام کو ملیا میٹ کر دیا جائے (۲) خاندانِ رسولؐ کو ختم کر دیا جائے اور (۳) حکومت کو ہمیشہ کیلئے خاندان بنو امیہ کی جاگیر بنا دیا جائے۔

خاندان بنی اُمیہ کے علاوہ قریش کے دیگر قبیلے بھی اسلام اور بانی اسلام کو ملیا میٹ کرنے کے درپے تھے وہ ہرگز اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ ان کے باپ دادا کا دین یعنی بت پرستی ختم ہو جائے اور اُس کی جگہ دینِ محمدؐ حاصل کر کے عروج و کمال پکڑے۔ فخر بنی عدی یعنی حضرت عمر ابن خطاب جیسے صاحب جلال صحابیِ رسولؐ کا قبلِ اسلام خاص طور پر تلوار لیکر قتلِ رسول اللہ صلعم کی نیت سے آنا قبائل عرب کی مخالفِ اسلام ذہنیت کا پتہ دیتا ہے۔ مذہب بت پرستی اس قدر اُن کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا۔ کہ وہ اسکے مقابل کسی دین کا رائج ہونا اپنی طبیعتوں کے سخت خلاف سمجھتے تھے۔ اور وہ اس کے لئے محمدؐ رسول اللہ جیسے امین و صادق کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کر سکتے تھے۔ غرضیکہ جتنی بھی مخالف قوتیں تھیں۔ اُن کا سب سے بڑا مقصد تو یہ تھا۔ کہ دینِ اسلام بالکل مٹا دیا جائے۔ محمد مصطفےٰ کو قتل کر دیا جائے اور بعد ازاں خاندانِ رسولؐ کو نیست و نابود کر دیا جائے۔

مثالیں

اب ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ اپنے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے علی علیہ السلام اور اُن کی مخالف جماعت نے کیا کیا طریقے استعمال کئے۔ اور پھر اُن دونوں میں سے کون کامیاب رہا؟ تاکہ اُس کی سیاست کی کامیابی کا تاج اُس کے سر پر پہنا دیا جائے۔ یہ تو سب دنیا دیکھ ہی چکی ہے اور دیکھ رہی ہے کہ اسلام نہیں مٹ سکا۔ دینِ اسلام قائم ہو کے رہا۔ خاندانِ رسول بھی حتی المقدور کوششوں کے باوجود نہیں مٹایا جا سکا۔ اور اگر فرداً فرداً دنیا کے تمام خاندانوں کے افراد کو شمار کیا جائے۔ تو

افرادِ خاندانِ رسالت کی تعداد ہر خاندان سے کئی گنا زیادہ نکلے گی پھر دنیا یہ بھی دیکھ چکی ہے کہ حکومت کو ہمیشہ کیلئے خاندانِ بنوامیہ میں رکھنے کا منصوبہ بھی کتنا کمزور ثابت ہوا۔ ہمیشہ کیلئے حکومت پر قابض رہنا تو درکنار صرف ایک صدی بھی وہ مخالفین علی علیہ السلام کے قبضہ میں نہیں رہ سکی۔ ان امور سے آپ واضح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میدانِ سیاست میں گوئے سبقت صرف علی علیہ السلام جیسا کھلاڑی ہی لے گیا۔ ابن معاویہ جس وقت اپنے خیالِ باطل میں خاندانِ رسولؐ کو مٹا چکا اور علی علیہ السلام کا پوتا قیدی کی حیثیت میں اُس کے دربار میں پیش کیا جاتا ہے۔ خوشی کی نوبت بجنے پر معاویہ کے پوتے کا کہنا کہ "دیکھو یہ ہماری خوشی اور کامیابی کی نوبت بج رہی ہے"۔ اور پھر آوان کا ہونا اور امام زین العابدینؑ کا یہ جواب دینا کہ "دیکھو یہ ہمارے نانا کی نوبت بج رہی ہے۔ تمہاری نوبت تو چند روزہ ہے مگر ہماری نوبت قیامت تک تمام دنیا میں بجتی رہے گی"۔ یہ کس قدر واضح مثال ہے مخالفین علیؑ کی اپنے مقاصد میں ناکامی اور علی علیہ السلام کی اپنے مقاصد میں کامیابی کی —— مگر جہاں تک حضرت علیؑ کے دورانِ حیات کا تعلق ہے۔ چند ایک واضح مثالیں آپکے مقاصد میں کامیابی کی وضاحت کرتی ہے

اوّل اُس وقت جبکہ بعد از وفاتِ رسولؐ قیام حکومت اوّل کے فوراً بعد ابوسفیان جوکہ معاویہ کا بھی باپ تھا نے اپنے مقصد کے حصول کیلئے پہلی چال چلی وہ موقع شناس تھا۔ اور بخوبی جانتا تھا کہ اسلام کو مٹانے کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں۔ بانی اسلام تازہ تازہ وفات پا چکے ہیں۔ ان کے فوراً بعد اگر اس وقت مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہو جائے اور مسلمان دو حصوں میں بٹ کر ایکدوسرے کو ختم کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو عرب کی اکثریت اسلام سے برگشتہ ہو سکتی ہے اور تمام "مؤلفتہ القلوب" پچھلے پاؤں کفر میں واپس آ سکتے ہیں۔ مگر اللہ رے امیرالمومنینؑ کی سیاست اور حسن تدبر کہ اس سے بہتر موقع شناسی کی مثال اور نہیں ملتی۔ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت ایسا ہو جائے جیسا کہ ابوسفیان چاہتا ہے تو رسولؐ اکرم اور آپ کی تمام کوششوں پر پانی پھر جائیگا۔ لہٰذا آپ نے اقتدارِ حکومت کو ٹھکراتے ہوئے ذوالفقار کو نیام ہی میں رہنے دیا اور دشمن اسلام کی چال کو یہ کہکر مات کر دیا اور اُس کے ارادوں کو طشت ازبام کر دیا کہ "اے ابوسفیان کیا ابھی تک حالتِ کفر کی عادات اور ارادوں سے تو باز نہیں آیا"۔ اگر اُس وقت امیرالمومنینؑ اُس کے کہنے میں آ جاتے اور ذوالفقار کو نیام سے نکال لیتے تو یقیناً یہ تلوار اسلام کی گردن پر پڑتی۔ لیکن امیرالمومنینؑ کے اس صبر سے پہلے سکوت نے اسلام کو قیامت تک کیلئے پائیدار کر دیا۔ گویا کہ اسلام کی گھڑی کو قیامت تک کیلئے چابی لگ گئی۔ ہمارا دعوٰے ہے کہ اگر حکومت اول امیرالمومنینؑ کے اخذ ہو جاتی تو یقیناً ابوسفیان حضرت کی مخالف پارٹی کو بھی پیش کش کرتا

تاکہ اس کا اصل مقصد حاصل ہو سکے اور اس دعوے کے ثبوت میں ہم اسی کے بیٹے کا کردار پیش کرتے ہیں۔ جبکہ امیرالمومنین کو چوتھی حکومت ملی تو اس نے پہلے تو امت کو حضرتؑ کے خلاف ابھارا اور بعدازاں خود علمِ بغاوت بلند کیا۔ اس وقت اس کو اپنے باپ کی پیش کش بھول گئی۔ جو اس نے حضرت علیؑ کو پیش کی تھی۔ کہ اگر آپ کہیں تو آپ کی مدد کیلئے مدینہ کو پیادوں اور سواروں سے بھر دوں۔ ہمارا دوسرا دعوےٰ یہ بھی ہے۔ کہ اگر امیرالمومنینؑ کو پہلی حکومت ہاتھ آجاتی اور ابوسفیان وہی پیشکش حضرتؑ کی مخالف جماعت کے سامنے کرتا تو یقیناً وہ قبول کرلی جاتی اور اسلام مٹ جاتا۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہم جناب ام المومنین حضرت عائشہؓ کا کردار پیش کرتے ہیں۔ جب ام المومنین معاویہ کے کہنے میں آسکتی تھیں تو کیا اصحاب نہیں آسکتے تھے۔ اگر تمام نہ آتے تو چند مخصوص اصحابؓ کو چھوڑ کر تقریباً ضرور ابوالمعاویہ کے کہنے میں آکر اسکی پیش کش قبول کر لیتے جیس طرح حضرت ام المومنین غلط فہمی میں ایسا کر بیٹھیں۔ بہرحال سیاست امیرالمومنین کی یہ ایک بین مثال ہے۔ جو کہ حضرتؑ کے حصولِ مقاصد کیلئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس نے کہ دشمنانِ اسلام کی اسکیم پر کلیتاً پانی پھیر دیا۔

دوسری مثال ہم وفاتِ رسولؐ کے فوراً بعد جمع و ترتیب قرآن کی پیش کرتے ہیں۔ جبکہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ "سوائے وقتِ نماز کے سر پر چادر نہ اوڑھونگا۔ تاوقتیکہ قرآن حکیم کو جمع نہ کرلوں"۔ بابِ مدینۂ علم نے تنزیل کے مطابق قرآن جمع فرمایا (کیونکہ یہ صرف آپ ہی کا دعوےٰ تھا کہ پوچھ لو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ نیز یہ کہ میں قرآن کی ایک ایک آیت سے واقف ہوں کہ کب کس وقت اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔ سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں وغیرہ) اور حکومتِ وقت کے سامنے اس کو رواج دینے کیلئے پیش کیا۔ چونکہ مخالفت کا بیج بویا جا چکا تھا لہٰذا انکار کا سامنا ہوا۔ یہ انکار اسلام میں ایک عظیم فتنہ کا باعث ہو سکتا تھا۔ اگر امیرالمومنین کی سیاست اس وقت کام نہ کرتی آج مسلمان "ہمارا خدا ایک رسولؐ ایک" کی طرح یہ نہ کہہ سکتے کہ "ہماری کتاب ایک یا ہمارا قرآن ایک"۔ حکومت کے انکار پر امیرالمومنینؑ نے کمال دوراندیشی سے کام لیا۔ اور فوراً مطابق تنزیل مسودہ واپس اپنے پاس ہی رہنے دیا۔ اور فرمایا کہ "اب اسے تم دوبارہ نہ دیکھو گے....." اس میں شک نہیں کہ فرق صرف مطابق تنزیل و مخالف تنزیل کا تھا الفاظ و آیات وغیرہ کا شمہ بھر بھی فرق نہ تھا۔ مگر اگر وہ قرآن امیرالمومنینؑ اپنے پیروکاروں میں رائج فرما دیتے۔ تو یقیناً دشمنانِ اسلام کی یہ بڑی کامیابی تھی۔ مگر حضرتؑ نے اپنے سیاسی شعور کو بروئے کار لاکر پھر انہیں مات دی اور اسلام کا شیرازہ قیامت تک بکھرنے سے بچا لیا۔ اور آج ہمارا قرآن ایک ہے۔

درگیا گروہ قرآن ہو جاتے تو تیسرا اور چوتھا بھی ہو سکتا تھا۔

اگر آپ تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ فرماویں۔ تو آپ پر صاف ظاہر ہوگا کہ حضرت علیؓ کی سیاست ایک FAIR PLAY تھی۔ آپ نے چھپ کر کوئی ایسی چال نہیں چلی۔ جس سے اپنی ذات کا مفاد پیشِ نظر ہو۔ اگرچہ خدمت خلقِ خدا کرنے میں بعض جگہ آپ نے ضرور پوشیدگی اختیار فرمائی ہے۔ مگر جہاں تک دینِ اسلام اور اقتدار حکومت کا تعلق ہے وہ ہمیشہ بےخوف ہو کر ڈٹ کر اپنے اصولوں پر قائم رہے آپ نے دشمنوں کے ساتھ بہتیری لڑائیاں لڑیں۔ ہزارہا مسلمانوں کا خون بہایا۔ دندان مبارک رسولؐ شہید کیا۔ جگر عم پیغمبرؐ حضرت امیر حمزہؓ نکال کر چبایا۔ خاندانِ رسالت و صحابہؓ کرام کا خون بہایا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی موت کا باعث بنے۔ سادات کرام کا قتل عام کیا۔ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوئے۔ غلاف و تبرکات کعبہ معظمہ جلا ڈالے۔ محض اس مقصد کیلئے کہ حکومت ہمیشہ کے لئے اُن ہی کے خاندان میں مقید رہے۔ مگر امیرالمومنین کی حکمت عملی تھی اور وہ درس تھا جو آپ کی نسل اور پیرو کاروں میں موجود تھا۔ کہ حقیقی اور واضح سیاست کے سامنے DIPLOMACY کبھی نہیں ٹھیر سکتی۔ حکومت خاندانِ بنی اُمیہ میں محض سو سال بھی نہ ٹھیر سکی۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں سلاطینِ جور و استبداد کے باب میں سما گئے۔ اگر طاقت کا خوف یا تنگی قرطاس پیش نظر نہ ہوتے تو ظاہر کرتے کہ حضرت علیؓ کے ایک ایک فعل سے آپ کا سیاسی شعور ٹپکتا ہے۔ (غیاث الدین)

(بقیہ صفحہ ۲۹) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حارث بن مرہ العبدی نے حضرت علیؓ کی اجازت سے "سندھ" پر حملہ کیا اور اس کے علاوہ حضرت علیؓ نے عمار بن یاسر۔ سہیل بن حبیب۔ قیس بن سعد۔ اور عدی بن حاتم کو مختلف قبائل کے لشکر کے ساتھ "قزوین" اور "رے" کی طرف جہاد کرنے کی غرض سے بھیجا۔ لیکن حضرت علیؓ کی سیرت و کردار کا اندازہ ہو جانے کے بعد ہمیں یقین ہے کہ یہ فوج کشی بھی دفاعی ہوگی +

(شیعہ تھیا لوجی سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

تاکہ اس کا اصل مقصد حاصل ہو سکے اور اس دعوے کے ثبوت میں ہم اسی کے بیٹے کا کردار پیش کرتے ہیں۔ جبکہ امیرالمومنین کو چوتھی حکومت ملی تو اس نے پہلے تو امت کو حضرتؑ کے خلاف ابھارا اور بعد ازاں خود علم بغاوت بلند کیا۔ اس وقت اس کو اپنے باپ کی پیش کش بھول گئی۔ جو اس نے حضرت علیؑ کو پیش کی تھی۔ کہ اگر آپ کہیں تو آپ کی مدد کیلئے مدینہ کو پیادوں اور سواروں سے بھر دوں۔ ہمارا دوسرا دعوٰے یہ بھی ہے۔ کہ اگر امیرالمومنینؑ کو پہلی حکومت ہاتھ آجاتی اور ابوسفیان وہی پیشکش حضرتؑ کی مخالف جماعت کے سامنے کرتا تو یقیناً وہ قبول کر لی جاتی اور اسلام مٹ جاتا۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہم جناب ام المومنین حضرت عائشہؓ کا کردار پیش کرتے ہیں۔ جب ام المومنین معاویہ کے کہنے میں آسکتی تھیں تو کیا اصحاب نہیں آسکتے تھے۔ اگر تمام نہ آتے تو چند مخصوص اصحابؓ کو چھوڑ کر یقیناً مزید ابوالمعاویہ کے کہنے میں آکر اسکی پیش کش قبول کر لیتے جس طرح حضرت ام المومنین غلط فہمی میں ایسا کر بیٹھیں۔ بہرحال سیاست امیرالمومنین کی یہ ایک بیّن مثال ہے۔ جو کہ حضرتؑ کے حصولِ مقاصد کیلئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے جس نے کہ دشمنانِ اسلام کی اسکیم پر کلیتاً پانی پھیر دیا۔

دوسری مثال ہم وفات رسولؐ کے فوراً بعد جمع و ترتیب قرآن کی پیش کرتے ہیں۔ جبکہ امیرالمومنین نے فرمایا کہ "سوائے وقتِ نماز کے سر پر چادر نہ اوڑھوں گا۔ تاوقتیکہ قرآن حکیم کو جمع نہ کر لوں" باب مدینہ علم نے تنزیل کے مطابق قرآن جمع فرمایا (کیونکہ یہ صرف آپ ہی کا دعوٰے تھا کہ پوچھ و مجھ سے قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ نیز یہ کہ میں قرآن کی ایک ایک آیت سے واقف ہوں کہ کب کس وقت اور کس کے بارے میں نازل ہوئی۔ پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔ سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں وغیرہ) اور حکومت وقت کے سامنے اس کو رواج دینے کیلئے پیش کیا۔ چونکہ مخالفت کا بیج بویا جا چکا تھا لہٰذا انکار کا سامنا ہوا۔ یہ انکار اسلام میں ایک عظیم فتنہ کا باعث ہو سکتا تھا۔ اگر امیرالمومنین کی سیاست اس وقت کام نہ کرتی آج مسلمان "بحمداللہ خدا ایک رسولؐ ایک" کی طرح یہ نہ کہہ سکتے کہ "ہماری کتاب ایک یا ہمارا قرآن ایک"۔ حکومت کے انکار پر امیرالمومنینؑ نے کمال دوراندیشی سے کام لیا۔ اور فوراً مطابق تنزیل مسودہ واپس اپنے پاس ہی رہنے دیا۔ اور فرمایا کہ "اب اسے تم دوبارہ نہ دیکھو گے ...." اس میں شک نہیں کہ فرق صرف مطابق تنزیل و مخالف تنزیل کا تھا الفاظ و آیات وغیرہ کا شمہ بھر بھی فرق نہ تھا۔ مگر اگر وہ قرآن امیرالمومنینؑ اپنے پیروکاروں میں رائج فرما دیتے۔ تو یقیناً دشمنانِ اسلام کی یہ بڑی کامیابی تھی۔ مگر حضرتؑ نے اپنے سیاسی شعور کو بروئے کار لا کر انہیں مات دی اور اسلام کا شیرازہ قیامت تک بکھرنے سے بچا لیا اور آج ہمارا قرآن ایک ہے

دو گناہ اگر وہ قرآن ہو جاتے تو تیسرا اور چوتھا بھی ہو سکتا تھا۔

اگر آپ تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ فرمادیں۔ تو آپ پر صاف ظاہر ہوگا کہ حضرت علیؑ کی سیاست ایک FAIR PLAY تھی۔ آپ نے چھپ کر کوئی ایسی چال نہیں چلی۔ جس سے اپنی ذات کا مفاد پیشِ نظر ہو۔ اگرچہ خدمتِ خلقِ خدا کرنے میں بعض جگہ آپ نے ضرور پوشیدگی اختیار فرمائی ہے۔ مگر جہاں تک دینِ اسلام اور اقتدارِ حکومت کا تعلق ہے وہ ہمیشہ بےخوف ہو کر آزادانہ اپنے اصولوں پر قائم رہے۔ آپ نے دشمنوں کے ساتھ بہتر لڑائیاں لڑیں۔ ہزارہا مسلمانوں کا خون بہایا۔ دندانِ مبارکِ رسولؐ شہید کیا۔ جگرِ عمِ پیغمبرِ حضرت امیر حمزہؓ نکال کر چبایا۔ خاندانِ رسالت و صحابہؓ کرام کا خون بہایا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی موت کا باعث بنے۔ ساداتِ کرام کا قتلِ عام کیا۔ مدینہ منورہ و مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوئے۔ غلاف و تبرکات کعبہ معظمہ جلا ڈالے۔ محض اس مقصد کیلئے کہ حکومت ہمیشہ کے لئے اُن ہی کے خاندان میں مقید رہے۔ مگر امیر المومنین کی حکمت عملی تھی اور وہ درس تھا جو آپ کی نسل اور پیروکاروں میں موجود تھا۔ کہ حقیقی اور واضح سیاست کے سامنے DIPLOMACY کبھی نہیں ٹھیر سکتی۔ حکومت خاندانِ بنی اُمیہ میں محض سو سال بھی نہ ٹھیر سکی۔ اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں سلاطینِ جور و استبداد کے باب میں سما گئے۔ اگر طوالت کا خوف یا تنگی قرطاس پیش نظر نہ ہوتے تو ظاہر کرتے کہ حضرت علیؑ کے ایک ایک عمل سے آپ کا سیاسی شعور ٹپکتا ہے۔

(غیاث الدین)

(بقیہ صفحہ ۲۹) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؑ نے کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حارث بن مرہ العبدی نے حضرت علیؑ کی اجازت سے "سندھ" پر حملہ کیا اور اس کے علاوہ حضرت علیؑ نے عمار بن یاسر، سہیل بن خبیب، قیس بن سعد۔ اور عدی بن حاتم کو مختلف قبائل کے لشکر کے ساتھ "قزوین" اور "رے" کی طرف جہاد کرنے کی غرض سے بھیجا۔ لیکن حضرت علیؑ کی سیرت و کردار کا اندازہ ہو جانے کے بعد ہمیں یقین ہے کہ یہ فوج کشی بھی دفاعی ہو گی۔

(شیعہ تھیالوجی سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

(مطالعہ نہج البلاغہ)

حضرت علیؑ کی سیرت و کردار

(از سیدہ رضیہ جعفری ایم-اے دینیات و ایم اے سیاسیات لیکچرار دینیات گرلس کالج و مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

مطالعہ نہج البلاغہ۔ تمام اخبار و رسائل اگر نہج البلاغہ نمبر نہ نکال سکیں تو کم از کم چند مضامین نہج البلاغہ پر ضرور شائع کریں تاکہ اس کتاب سے تمدنی و تہذیبی و ثقافتی مسائل پر اس مخصوص کتاب سے استفادہ کرنے کا دور شروع ہو۔ اگر دو سال تک اکثر شیعہ و سُنّی اخبار و رسائل رجب کے موقع پر نہج البلاغہ نمبر نکالیں یا نہج البلاغہ پر کچھ مضامین شائع کریں تو نہج البلاغہ کے اسرار و رموز کچھ کھلیں۔ کافی دیر ایک مکمل ترجمہ میں ہو گئی۔ اب جبکہ نہج البلاغہ کے اردو ترجمے شائع ہو گئے ہیں اہل قلم اور شعراء کو اسے موضوع بنانا چاہئے تاکہ نئے معاشرہ کی تعمیر اسی کی روشنی میں ہو۔

(علامہ سید) مجتبےٰ حسن کاموں پوری ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سیرت و کردار کیا ہے؟ —— اس کا معیار

انسان کی "سیرت" اس کے اعمال و کردار سب ان جبلی رجحانوں پر منحصر ہیں جو اس کو فطرت کی طرف سے ودیعت ہوتے ہیں۔ "انسان کا نفسی ارتقاء ایک مسلسل عمل ہے جو ابتدائی غیر مربوط حرکات و فطری جبلتوں کے سادہ اظہار سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ ماحول کے مختلف اثرات کے ماتحت عادتوں اور طبیعت کی خصوصیات کی شکل اختیار کر لیتا ہے"۔ ہمارے تمام اخلاقی اصول۔ ہماری عقل اور ہمارا علم اسی بنیاد پر قائم ہے۔

پروفیسر ڈیوی نے اخلاقی سیرت کے تین اہم اور لازمی اجزاء قرار دئے ہیں۔

(۱) قوت عمل یا کارکردگی کی صلاحیت (۲) قوت فیصلہ کی تربیت
(۳) ذکاوت احساس کی موجودگی

برٹرنڈرسل کے خیالات کے مطابق چار صفات ایسی ہیں جو مل کر بہترین سیرت کی بنیاد بن سکتی ہیں۔ (۱) قوت (۲) جرأت (۳) ذکاوت احساس (۴) ذہانت۔ (عقل)

اگر انسان میں یہ چاروں صفتیں موجود ہوں تو بہت کافی ہے۔

"قوت" سیرت کا ایک لازمی عنصر ہے بغیر اس کے انسان اپنے کسی مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ حصول مقصد کے لئے جدو جہد کے ساتھ انسان میں "جرأت" بھی ہو۔ سیرت کی تکمیل اسی وقت ہوتی ہے جبکہ انسان مخل انسانوں کی رضا جوئی پر غالب آ جائے۔

انسانی سیرت کی تیسری صفت "ذکاوت احساس" ہے یعنی انسان کا جذبات کے معاملہ میں "سریع الحس" ہونا۔ انسانی سیرت کی چوتھی صفت ذہانت یا عقل ہے جو انسان کے تمام اعمال پر اثر انداز ہوتی ہے۔

انسانی سیرت کا انفرادی پہلو:

انسانی سیرت کی پہلی اور چوتھی صفت انسان سے اس کی انفرادی حیثیت میں متعلق ہے یعنی قوت اور عقل۔ انسان کے لئے اس کی طاقت کا صحیح استعمال بہت ضروری ہے، اور خصوصاً موجودہ زمانے میں جبکہ زندگی پر محنت اور جدو جہد کا "قانون" حاوی ہے اتنے بڑے بڑے "صنعتی انقلاب" آجانے پر بھی انسان مفلس ہے اور پھر بھی اس میں اس افلاس کو دور کرنے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی اگر وہ اسے دور بھی کرنا چاہتا ہے تو اس طریقے سے کہ بغیر محنت پیسہ مل جائے اور یہی وہ طریقے ہیں جو انسان کو بے راہ کر رہے ہیں۔ چوری۔ گرہ کٹی اور سود یہ سب دولت حاصل کرنے کے غیر اخلاقی ذرائع ہیں اور اخلاق و معاشرت دونوں کے منافی ہیں۔

چنانچہ حضرت علیؓ جن کی سیرت ایک کامل ترین انسان کی سیرت تھی انھوں نے طاقت کا صحیح استعمال بتایا اور محنت و مشقت کے لئے ایک مناسب مقام مقرر فرمایا جو دولت کی کمی اور افلاس کو ختم کردے آپ کے یہاں چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) وہ بھلائی بھلائی نہیں جو برائی سے آئے وہ دولت دولت نہیں جو ذلت کی راہ سے حاصل ہو۔

(۲) مایوسی کی تلخی سوال کرنے سے بہتر ہے اور آبرو کے ساتھ محنت مزدوری بدکاری کی دولت سے بہتر ہے۔

(۳) حرام کھانا بدترین کھانا ہے

(۴) قلت میں کثرت سے زیادہ برکت ہوتی ہے یعنی کم دولت پر ہی اکتفا کرو۔ بری راہوں سے حاصل کی ہوئی زیادہ دولت محنت کی کم دولت کے برابر نہیں ہو سکتی۔

(۵) نیکی سے زیادہ بدی میں تیز نہ ہو۔ (از نہج البلاغہ)

رزق و دولت نیکی سے حاصل کرو اور برائی سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو اس لئے کہ

خواہشات اکثر راہ صواب کو چھپا دیتی ہیں۔

انسان کی سیرت میں "عقل" کو بہت بلند مقام حاصل ہے اس میں دو چیزیں شامل ہیں علم جو ہم حاصل کر چکے ہیں اور ہماری ملکیت بن چکا ہے دوسرے وہ صلاحیت جس کے ذریعہ ہم نیا علم حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ صفت انسانی سیرت کی منتہی ہے اور یہی اخلاق کی بنیاد ہے۔ لہذا انسانی سیرت کی تشکیل میں عقل کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ "نشو و نما" اور اجتہاد کی قوتوں کو برقرار رکھے اور انھیں نمو دے۔

جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں وہ عام معاشرہ سے کس قدر مختلف ہوگا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ (۱) تجربے یاد رکھنے کا نام عقل ہے۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو نصیحت آموز ہو۔ (۲) حرص تجھے اندھا کردے اور عداوت تجھے بے عقل بنا دے۔ (نہج البلاغہ)

یعنی اپنے عقل کو انسانی افکار کی کسوٹی بنایا۔

سیرت کی دوسری اور تیسری صفت انسان سے اس کی اجتماعی حیثیت میں متعلق ہیں یعنی "جرأت اور ذکاوت احساس"

جرأت - انسان میں دو گہری نفسی خواہشات کا ہونا ضروری ہے یعنی

(الف) خودداری (عزت نفس) (ب) ذاتی اغراض سے قطع نظر کرکے زندگی سے دلچسپی رکھنے کی صلاحیت۔

"خودداری" ایسی صفت انہیں لوگوں میں ہوسکتی ہے جن کی زندگی کا مرکز خود ان کی ذات کے اندر ہو۔ عزت نفس تمام اخلاقی نیکیوں کی بنیاد ہے۔

اور جس شخص کی امیدیں اور اندیشے اپنی ہی ذات کے ساتھ وابستہ ہوں وہ انسانیت کے صحیح معیار سے گرا ہوا ہے۔ اجتماعی اور اخلاقی یہ ایسے نظام ہیں جو فرد کی زندگی سے اہم تر و بلند تر ہیں۔ انسان اپنی محدود زندگی سے زیادہ اجتماعی نصب العین کو سامنے رکھے یہی حقیقی اخلاقی جرأت ہے حالانکہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان خود نفس کشی اور ترک دنیا اختیار کرے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اوروں سے مخلصانہ دوستی کرو۔

(۱) دوست دوستی توڑے تو تم اسے جوڑو۔ جو دوری اختیار کرے تو تم نزدیک ہو جاؤ۔ سختی کرے تو تم نرمی کرو۔

(۲) دوست کو بے لاگ نصیحت کرو۔ اچھی لگے یا بری لگے

(۳) غصہ پی جایا کرو۔ میں نے غصے کے جام سے زیادہ شیریں کوئی جام نہیں دیکھا یہ اسلئے

کہ بداخلاق انسان اپنے عزیزوں کو بھی دشمن بنا لیتا ہے۔ اور دوستوں کے خلوص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
(۴) دوستوں کے حقوق اس گھمنڈ میں تلف نہ کرو کہ دوست ہے کیونکہ جس کے حقوق تلف کر دئے جاتے ہیں وہ دوست نہیں رہتا۔
(۵) پردیسی وہ ہے جس کا کوئی (مخلص) دوست نہیں۔
(۶) سب سے ناکارہ انسان وہ ہے جو دوست نہ بنا سکے اور اس سے بھی زیادہ ناکارہ وہ ہے جو دوست بنا کر اسے کھو دے۔
(۷) لوگوں سے ایسی دوستی رکھو کہ اگر تم مرجاؤ تو تمہارے غم میں روئیں اور اگر زندہ رہو تو ملنے کو بے چین رہیں۔ (نہج البلاغہ)

سخاوت کے لئے ارشاد فرمایا ہے کہ
(۱) جو تم سے حسن ظن رکھے اس کے حسن ظن کو جھوٹا نہ ہونے دو۔
(۲) اگر بھوکے مزدور تیرا زاد راہ قیامت تک کے لئے اٹھانے کو مل رہے ہیں تو انھیں غنیمت جانو اور اپنا بوجھ ان پر رکھ دو (نہج البلاغہ)

حسن معاملہ کے متعلق فرمایا کہ
(۱) تاجر ایک لحاظ سے قمار باز ہوتا ہے (اگر وہ تجارت کے اصول شریعت سے نہ حاصل کرے)
(۲) جو تمہیں خوش کرے اس کا صلہ یہ نہیں کہ تم اسے رنج پہنچاؤ۔ (نہج البلاغہ)

"اقربا پروری" کے متعلق حضرت علیؑ کا مشہور قول ہے کہ "اپنے کنبہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تمہارا بازو ہے جس سے اڑتے ہو۔ بنیاد ہے جس پر ٹھیرتے ہو ہاتھ ہے جس سے لڑتے ہو۔"

"ذکاوت احساس" وہ صفت ہے جس کے ماتحت ماحول کے مختلف محرکات اس میں مناسب جذبات پیدا کریں جس شخص میں یہ صلاحیت نہیں وہ گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر ہے یہ وہ قوت ہے جو جذبات میں پوشیدہ ہوتی ہے اس کا تعلق احساس سے ہے۔ حضرت علیؑ نے ماحول کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ "جب تک زمانہ ساتھ دے زمانے کا ساتھ دو"۔ (نہج البلاغہ)

حضرت علیؑ کی ذات ان تمام صفات کا مجموعہ تھی۔ آپ کے اقوال آپ کی سیرت کی بلندی کے مظہر ہیں۔ آپ نے قول سے ہی نہیں بلکہ عمل سے بھی اس کا اظہار کیا۔

حضرت علیؑ فتوحات ملکی کے قائل نہیں تھے اس لئے کہ یہ حق و انصاف کے خلاف ہے وہ صرف حکیمانہ دعوت اور دفاعی جنگ کے ہمنوا تھے۔ (بقیہ صفحہ ۲۵ پر)

(فضائل قرآن)

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی بی اے صدر ادارہ معارف اسلام)

اَلنَّصُّ الْجَلِیُّ مِمَّا نَزَلَ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ فِیْ عَلِیٍّ

یعنی

قرآن اور تالی قرآن

جناب ختمی مرتبت رسالتمآب صاحب وما ینطق عن الھویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مشہور حدیث ثقلین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ابداً وانھما لن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض (ترجمہ۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور میرے اہلبیت جو میری عترت ہیں۔ اگر تم ان دو (قرآن اور اہلبیتؑ) سے تمسک رکھو گے۔ تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دونو (قرآن اور اہلبیت) بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تا اینکہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں) میں حضرت علی علیہ السلام کو تالی قرآن فرمایا ہے۔ جس طرح منطق میں قضیہ کے پہلے جزو کو مقدم اور ثانی کو تالی کہتے ہیں اور دونو اجزا کے بغیر کوئی قضیہ مکمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اہلبیت علیہم السلام کو جن کی فرد اول جناب امیر المومنین جناب علی علیہ السلام ہیں۔ آنحضرت صلعم نے تالی قرآن فرمایا ہے۔ یہ حدیث مسلمانوں کے سب فرقوں میں مسلّم ہے اور قریباً تہتر طریق سے وارد ہوئی ہے۔ پندرہ طریق سے تو صواعق محرقہ میں آئی ہے چونکہ "معارف اسلام" کا یہ مجلہ ماہ رجب المرجب میں شائع ہونے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔ اور یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا روحانی اور وجودی تعلق "تالی قرآن" حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ نیز آپ کی ولادت باسعادت بھی اسی ماہ کی تیرہ تاریخ کو ہوئی تھی۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ فضائل قرآن کے سلسلہ میں جو آیات بینات حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند آیات مع تصدیق نبوی اس میں درج کر دیں۔ ورنہ کل آیات کا احصار کرنا اس مختصر میں ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں پہلے حضرت علی علیہ السلام کا اپنا بیان سنیئے:۔

عن علی قال نزل القرآن ارباعاً فربع فینا وربع فی عدونا وربع سیر و امثال و ربع فرائض واحکام ولنا کرائم القرآن (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

(ترجمہ) حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے پس اس کا چوتھا حصہ ہماری شان میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی ہمارے دشمنوں کے حق میں ہے۔ ایک چوتھائی میں

قصص اور امثال ہیں - اور ایک چوتھائی میں فرائض اور احکام ہیں - اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں ـــ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں -

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نزلت فی علی ثلثما ئۃ آیۃ (اخرجہ ابن عساکر)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں - بہر حال قرآن مجید کا کافی حصہ محض حضرت علیؑ اور دیگر اہلبیت کرام کے حق میں نازل ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس نے ایک اصول بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں -

عن ابن عباس قال ما انزل یا ایھا الذین آمنوا الا علیؓ امیرھا و شریفھا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ (و آلہ) وسلم وما ذکر علیاً الا بخیر

(اخرجہ الطبرانی و ابن ابی حاتم و ابن ابی عبد البر فی استیعاب و علامہ ابن حجر فی الصواعق)

ترجمہ ۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو "یا ایھا الذین آمنوا" کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے۔ علیؑ اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب پر (بعض مقام پر) عتاب فرمایا ہے۔ مگر علی علیہ السلام کا ذکر (ہر مقام پر) خیر کے ساتھ ہی کیا ہے -

اس کلیہ کی بنا پر قرآن مجید میں جس قدر آیات " یا ایھا الذین آمنوا" کے خطاب سے آئی ہیں انہیں گن لو- تو یہی قرآن مجید کا چوتھا حصہ بن جائیگا - اس پر مستزاد دوسری مخصوص آیات ہیں - جو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بالصراحت نازل ہوئی ہیں

حضرت حذیفہ نے بھی اس اصول اور کلیۃ کو بیان فرمایا ہے -

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال ما نزلت یا ایھا الذین آمنوا الا کان علی لبھا ولبا بھا (اخرجہ ابو بکر بن مردویہ)

ترجمہ :۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جس قدر آیات یا ایھا الذین آمنوا کے خطاب سے نازل ہوئی ہیں ان سب کے لب لباب حضرت علیؑ ہیں -

حضرت علیؑ کی شان میں آیات قرآن کے نزول کے بارے میں حضرت ابن عباس نے ایک اور اختصاص بیان فرمایا ہے -

عن ابن عباس قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علی (اخرجہ ابن عساکر و ابن مردویہ و ابن حجر فی الصواعق المحرقہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب میں جس قدر آیتیں جناب علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔

چونکہ تمام آیات کا احصاء اس مختصر میں مشکل ہے۔ اس لئے صرف چند آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں

(۱) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سورہ احزاب)

ترجمہ۔ ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے مگر یہ کہ اے اہلبیت محمد صلعم تم سے نجاست کو دور رکھے اور تمہیں پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

تصدیق ۱ عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخل ثم جاء الحسین فادخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (اخرجہ احمد والمسلم والترمذی وابن شیبہ وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم والسیوطی فی الدر المنثور)

ترجمہ۔ جناب ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز جناب رسالتمآب صلعم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی منقش گلیم اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ پس جناب امام حسن بن علی آئے۔ حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا۔ پھر جناب امام حسینؑ تشریف لائے۔ آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ انما یرید اللہ ۔۔۔ الخ

تصدیق ۲۔ عن ام المومنین ام سلمہ قالت ان ھذہ الایۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا نزلت فی بیتی وانا جالسۃ عند الباب وفی البیت رسول اللہ صلعم وعلی وفاطمۃ وحسن وحسین فجللھم بکساء وقال اللھم ھؤلاء اھلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا فقالت وانا معھم یا رسول اللہ قال انک علی الخیر (اخرجہ المسلم والترمذی صححہ الدولابی والبیھقی وابن جریر وابن المنذر والحاکم وصححہ ابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور)

ترجمہ۔ ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق یہ آیت انما یرید اللہ ۔۔۔۔ الخ میرے گھر میں نازل ہوئی ہے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ اور گھر میں جناب رسول خدا صلعم۔ حضرت علی، فاطمہ اور حسنین علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔ حضرت نے ان کو چادر اوڑھا کر فرمایا۔ اے میرے پروردگار یہ ہیں میرے اہلبیت اور میرے مددگار۔ ان سے نجاست کو دور رکھ اور ان کو پاک رکھ پاک رکھنا

پس میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تم بہتری پر ہو۔
تصدیق ۲۔ عن سعد قال لما نزل علی رسول اللہ صلعم ھذہ الایۃ (انما یرید اللہ ... الخ) ادخل علیاً و فاطمۃ وابنیھما تحت ثوبہ ثم قال اللھم ھؤلاء اھلی واھلبیتی (اخرجہ ابن جریر وابن مردویہ والحاکم والسیوطی فی الدر المنثور)
ترجمہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم پر جب یہ آیت (انما یرید اللہ ... الخ) نازل ہوئی۔ حضرت نے علی اور فاطمہ اور ان کے دونو بیٹوں کو اپنی چادر اوڑھا کر فرمایا۔ اے میرے پروردگار یہی میرے اہل اور میرے گھر کے لوگ ہیں۔

(۲) فقل تعالوا ندع ابنا ئنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (
ترجمہ اے میرے حبیبؐ - ان نصاریٰ سے کہدو۔ کہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں - اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں - اپنے نفس اور تمہارے نفس پھر ابتہال کریں - اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں -
تصدیق ۱:- عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت ھذہ الایۃ فقل تعالوا ندع ابنائنا وابناءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم علیاً وفاطمۃ وحسنا وحسینا وقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی (اخرجہ احمد والمسلم والترمذی والنسائی فی الخصائص)
ترجمہ۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ کہ جب آیہ مجیدہ فقل تعالوا ندع ... الخ نازل ہوئی۔ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت علی۔ فاطمہ اور حسنین علیھم السلام کو بلا کر کہا کہ اے میرے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں۔
تصدیق ۲۔ عن جابر بن عبد اللہ قال انفسنا محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم وعلی وابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمۃ (اخرجہ الحاکم)
ترجمہ:- جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (آیہ مباہلہ میں) انفسنا سے آنحضرت صلعم اور جناب علی علیہما السلام مراد ہیں۔ ابنائنا سے حضرات حسنین علیہما السلام اور نسائنا سے جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا مراد ہیں۔

(باقی آئندہ)

اطلاعات و اعلانات

(۱) **معارفِ اسلام کا آئندہ شمارہ**

اس سال کا آخری شمارہ ہوگا۔ اس کے بعد آئندہ سال کا پہلا شمارہ حسب معمول ماہ اپریل سے شروع ہوگا۔ قارئین معارفِ اسلام کا یہ اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے کہ آئندہ سال کا بدلِ اشتراک ملکہ جتنی جلدی ہو سکے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمادیں۔ تاکہ بعد ازاں وی پی کرنے میں آپ پر اور دفتر پر بھی غیر ضروری وقت اور زائد اخراجاتِ ڈاک کا بار نہ پڑے۔ جن حضرات نے ابھی تک سال رواں کا بدل اشتراک بھی ادا نہیں فرمایا وہ بھی فوراً توجہ فرمادیں۔

(۲) **ممبرانِ ادارہ معارف اسلام** اپنا اپنا زرِ رکنیت جلد از جلد ارسال فرما کر ممنون کریں کوئی قومی ادارہ بغیر سرمایہ کے نہیں چل سکتا۔ یہ آپ لوگوں ہی کی برکت ہے کہ آپ کا یہ قومی ادارہ مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔ بعض حضرات کے ذمے ابھی تک دو دو تین سال کا زرِ رکنیت باقی ہے از راہ کرم فوراً توجہ فرمادیں تاکہ یہ کارِ خیر جاری رہے۔

(۳) "اسلامی معاشرہ" اور "تحقیق حدیث مدینۃ العلم" } یہ ہر دو کتابچے اب اپنی چھپائی کی آخری منزل میں ہیں۔ پروف دیکھے جا چکے ہیں اور اس ماہ کے آخر تک چھپ کر دفتر میں پہنچ جائینگے۔ اوائل مارچ میں ارکین ادارہ کی خدمت میں حسب معمول ارسال ہونگے یہ دونوں رسائل اکٹھے بھیجے جائینگے۔ ڈاک میں گم ہو جانے کا ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ جو صاحب محفوظ منگانا چاہتے ہیں ۱۳ کے ٹکٹ ڈاک برائے رجسٹری ارسال فرمادیں۔

(۴) **صفات باری تعالیٰ**: سید علی احمد شاہ صاحب باتقابہ سابق صدر حکومت آزاد کشمیر کی گرانقدر مسلسل تحقیق کی چوتھی قسط اس مرتبہ ماہ رجب کی خاص اشاعت کی وجہ سے درج نہیں ہوسکی۔ بوجہ کمی صفحات کے کئی دیگر موصول شدہ مضامین بھی شائع نہیں ہو سکے۔ آئندہ شمارہ میں شاہ صاحب موصوف کی چوتھی قسط بعنوان "توحید تحقیقات علوم آئمہ ہدیٰ" شائع ہوگی جس میں امیر المومنین کے مختلف خطبات سے توحید کے متعلق بیانات یکجا کر دیئے ہیں۔

(۵) **استفسارات**: بعض ارکین ادارہ و خریدارانِ ماہنامہ معارف اسلام نے چند اسلامی مسائل کے متعلق استفسارات فرمائے ہیں انکا جواب بھی آئندہ شمارہ میں دیا جائیگا۔

(۶) **پریس فنڈ**: معارف اسلام پریس فنڈ کے متعلق بار بار اپیل کی جا رہی ہے مگر توجہ بہت ہی کم دی گئی ہے کسی قوم کا اخبار لٹریچر بغیر قومی ملکیت پریس کے مکمل طور پر شائع ہونا مشکل ہے۔ اس ضرورت کا احساس تو سب کر رہے ہیں

مگر صرف احساس کرنا بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتا تا وقتیکہ عملی قدم بھی نہ اٹھایا جائے۔ ہر غریب و امیر کو اسی طرف اپنی اپنی حیثیت کے مطابق فوری قدم اٹھانا چاہئے اور اپنے تمام عطیات کم یا زیادہ براہ راست حبیب بنک لمیٹڈ شاہ عالمی گیٹ کو معارف اسلام پریس فنڈ کے نام سے روانہ فرماویں یا مدیر ادارہ کو ارسال کریں۔

ضروری تصحیح۔ آقائے شاہ صاحب سید الف شاہ باکہناد کی عارفانہ نظم جو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں۔ "نوادریں" کے عنوان سے گذشتہ شمارہ میں شائع ہوئی بہت پسند کی گئی۔ بعض قارئین نے قدردانی کے طور پر ہمیں خطوط لکھے اس میں شعر نمبر ۱۲ میں آقائے شاہ صاحب نے کچھ اصلاح فرمائی ہے۔ قارئین درست کرلیں شعر یوں ہونا چاہئے

ہیں سراپائے معاصی تو سراسر رحمتے
معصیت میرے لئے ہے بخشنا تیرے لئے

ایک اہم تجویز۔ ادارۂ معارف اسلام کے بعض اراکین و معاونین نے تجویز کیا ہے کہ مختلف شہروں میں ادارہ کی ہفت روزہ یا پندرہ روزہ مجالس قائم کی جائیں۔ جن میں اراکین ادارہ اکٹھے ہو کر ادارہ کی پالیسی کے مطابق اصلاح و تبلیغ کیلئے مفید پروگرام پر عمل پیرا ہوا کریں اس مفید تجویز پر عمل کرنا اگر آپ پسند کرتے ہیں تو اس کے طریق کار کیلئے اپنے مشوروں سے ادارہ کو ممنون کریں۔ کم از کم کسی قدر ممبر کسی مقام پر موجود ہوں یہ سلسلہ وہاں شروع کیا جائے۔ تجاویز آنے پر مناسب طریق کار اختیار کیا جائیگا اور پھر ادارہ کا ایک وفد اُن خاص خاص مقامات پر جاکر یہ سلسلہ جاری کر سکے گا۔

پرچہ نہ ملنے کی شکایات۔ بعض اوقات ماہنامہ "معارف اسلام" و دیگر لٹریچر نہ ملنے کی شکایات دفتر میں موصول ہوتی ہیں اور بعض اوقات جب کبھی کسی خریدار یا رکن سے اتفاقیہ ملاقات ہو گئی۔ تو اُن کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ پرچہ نہیں مل رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انگریزی ماہ (رائج الوقت) کی ۱۰ تاریخ کو ماہنامہ سپرد ڈاک ہوتا ہے اور جن جن کو پرچہ جاتا ہے۔ دفتر کی ڈسپیچ بک میں ہر ماہ اُن کے پرچے دیکھ کر نمبر نوٹ کرلئے جاتے ہیں اس لئے دفتر سے پرچہ روانہ نہ ہونا تو قریباً ناممکن ہے لہٰذا جن صاحب کو ۲۴ یا ۲۵ تاریخ تک پرچہ نہ ملے وہ زیادہ سے زیادہ ۳۰ تاریخ سے پہلے پہلے دفتر کو اطلاع دے سکتے ہیں۔ پرچہ دوبارہ روانہ کر دیا جائیگا۔ مگر آئندہ پرچوں کی حفاظت کیلئے اپنے شہر کے پوسٹ ماسٹر کو بھی فوراً اطلاع دینا چاہئے اور احتیاط کے لئے تلقین کرنا چاہئے۔ تاکہ ڈاک کے ڈاکوؤں کی دستبرد سے آپ کا پرچہ محفوظ رہ سکے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں (ادارہ)

سب کے سب زندانوں میں پوشیدہ ہیں ...... ۔ ۔ ۔ تم میں کون ہے جو اس پر کان لگائے جو آئندہ کی بابت توجہ سے سُنے ....

(یسعیاہ باب ۴۲)

اس حوالہ میں بہتیری باتیں اور بہتیرے اشارے قابل غور ہیں :۔ بنی قیدار کون ہیں؟ اگرچہ گزر بھی چکا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ بنی قیدار بنی اسماعیل ہیں۔ تو بنی اسماعیل سے یہ حکم کہ اپنی آواز بلند کریں اور نیا گیت گائیں۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ یہ پیشینگوئی جو یسعیاہ نبی دے رہے تھے قوم اسماعیل کی تھی بتا رہی ہے کہ ایک نبی بنی اسماعیل میں بھی ہوگا۔ اور پھر اس کی مزید وضاحت "سلع کے بسنے والو" کہہ کر اور تشریح کر دی کہ یہ نبوت اسی بنی اسماعیل میں ہوگی۔ سلع یہ ایک پہاڑی ہے مکہ کے قریب۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ ظاہر ہے کہ رسول عربی نے اپنے دشمنوں کو کس طرح مغلوب کیا بخلاف اس کے حضرت عیسیٰ تو دشمنوں سے مغلوب ہو کر مصلوب ہو گئے۔ اس کے بعد یہ اشارہ کہ "میں بہت مدت سے چپ رہا" یعنی یہ بنی اسماعیل میں آنے والا نبی ایک زمانہ تک سلسلہ نبوت بند ہونے کے بعد پیدا اور ظاہر ہوگا۔ "اب میں چلاؤنگا" سے اشارہ ہے کہ اس نبی کے ظہور کے وقت دنیا میں عجائبات کا ظہور ہوگا چنانچہ رسول عربی کی پیدائش کے وقت کیا کیا عجائبات ظہور میں آئے۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں "زور زور سے سانس لونگا" کا اشارہ یہ ہے کہ بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہونگے ۔ "اور اندھوں کو اس راہ سے وہ نہیں جانتے لے جاؤنگا" سے اشارہ اس طرف ہے کہ دنیا کی ساری قومیں جو خدا کے دین سے برگشتہ اور منحرف ہو کر گویا اندھی ہو گئی ہونگی ان کو ایک نئی راہ سے وہ نبی لے جائے گا۔ گویا ایسا دین لائے گا جو تمامی ادیان سابقہ کا ناسخ ہوگا .... وغیرہ ساری باتیں اور ایک ایک لفظ اس پیشگوئی کا قابل غور ہے) اس کے بعد یہ عبارت ہے کہ یہ رسول میرا خادم ہے جو اندھا اور بہرا ہے۔ اس رسول کو خادم کہنا۔ یہ تو صاف صاف کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ اس سے مقصود ہرگز نہیں، کیونکہ وہ تو ابن اللہ تھے۔ ہاں رسول عربی مراد ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے نام کیساتھ عبدہٗ ورسولہٗ اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ میں صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اور یہ شہادت قیامت تک کے لئے باقی رہے گی۔ اندھا اور بہرا سے نیک بخت .... وغیرہ مقصود ہے ان سب اشاروں کے بعد آخر میں یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ سب کے سب زندانوں میں پوشیدہ ہیں یعنی یہ رسول اپنے کل مخصوصین کے ساتھ ایک زمانہ تک قید میں رہے گا۔ یعنی شعب ابوطالب کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اب آخر میں قدرت نے یہ تاکید کی ہے کہ "تم میں اے بنی اسرائیل کون ہے

جو اس نبی کی باتوں کو سنے گا۔ اور میری اس تاکید پر غور کرے۔ اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ یہ آئندہ کی بابت باتیں" اسے تو جہ سے سنو۔ اب ان سارے اشاروں کو لکھنے کے بعد آخر میں ایک بات اول کی بھی لکھ دینی ضروری ہے وہ بات یہ ہے۔ "میں نے شمال سے ایک کو برپا کیا۔ وہ آپہنچا" اس سے اشارہ حضرت موسےٰ کی طرف، اور یروشلیم کو بشارت دینے والا بخشوں گا۔" اس سے اشارہ حضرت عیسےٰ کی طرف تھا..... ان دونوں باتوں کے بعد یہ کہا ہے کہ یہ سب باتیں پرانی یعنی آنے والے نبی کے زمانہ کے خیال سے پرانی ہو گئیں، اور "میں نئی باتیں بتاتا ہوں" سے اشارہ اس آخری نبی کے آنے کی خوشخبری و پیشینگوئی ہے۔

(۵) ایک اور پیشنگوئی جو رسول عربی کی نبوت پر مشر ہے۔

اولاد بنی اسماعیل سے ایک نبی کا ظاہر ہونا اس سے مراد رسول عربیؐ تھے یہ تو ہم واضح کر چکے۔ اب اس حوالہ میں چند اور اشارے ایسے واضح کر دینا چاہتا ہوں جس سے مزید ثبوت رسول عربی کی نبوت کا مل سکے۔

"ابرہام نے خدا سے کہا۔ کاش! اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے۔ تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کو تجھ سے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام اضحاق رکھنا....... اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اُسے برکت دونگا۔ اور اُسے برومند کروں گا، اور اُسے بہت بڑھاؤنگا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اُسے بڑی قوم بناونگا.....

(پیدائش باب ۱۷ آیت ۱۸ تا ۲۱)"

اس حوالہ کے الفاظ بھی خوب ہیں اور قابل غور ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی خاص دعا اسماعیل کے لئے اور بڑے ہی خلوص کی دعا۔ کیونکہ بڑھاپے کی اور پہلی اولاد تھی۔ خداوند عالم کیوں نہ قبول کرتا۔ قبول کیا اور یہ کہا کہ میں اسماعیلؑ کو برکت دونگا۔ توریت میں بھی جہاں جہاں برکت کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد خدا کی نگاہوں میں عظمت و بزرگی ہی مراد لی گئی ہے۔ چنانچہ اسماعیل کو جو عظمت و بزرگی حاصل ہوئی دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ سب سے بڑی عظمت جو میری تحقیق میں ہے وہ یہ ہے کہ توریت نے تمامی انبیائے ماسلف کے کردار پر کوئی نہ کوئی دھبا ضرور ڈال دیا۔ اور کسی نہ کسی طرح کی بداخلاقی ضرور دکھائی۔ الا یہ کہ حضرت اسماعیلؑ کا دامن ہر طرح پاک و پاکیزہ رہا۔ خود حضرت یعقوب اور ان کے پیارے فرزند اسحاق جن اسحاق سے یہ نسل بنی اسرائیل پھیلی۔ ان کے دامن کو بھی توریت نے بے دھبے نہ رکھا۔ مگر اسماعیل کے بارے میں کوئی داغ ظاہر نہ کر سکے۔

ظاہر ہے کہ اسماعیلؑ سے کوئی ایسی بات ہی ظہور میں نہیں آئی تو پھر توریت کیسے لکھ سکتی۔ کیا یہ بہت بڑی عظمت و بزرگی نہیں ہے؟ پھر خداوند عالم نے اسماعیل کو اپنے وعدے کے مطابق بڑھایا بھی بلکہ خوب بڑھایا اور اس طرح بڑھایا کہ سارا عرب نسل اسماعیل سے پُر ہو گیا۔ برومند اس طرح کیا کہ اُسی نسل میں نبی خاتم کو قرار دیا۔ ان تمامی باتوں کے بعد اب یہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ میں اسی نسل اسماعیلی سے بارہ سردار پیدا کرونگا۔ جس سے مراد رسول عربی کے وہ بارہ جانشین ہیں جن کے بارے میں متفق و متعدد روایتیں مروی ہیں۔ جنہوں نے بعد رحلت رسولؐ عربی، اسلام کی کشتی کو ہر طوفانی مصیبتوں سے بچایا۔ خود پامال ہوتے رہے مصیبتیں اٹھائیں۔ قید خانوں میں عمریں کاٹ دیں۔ مگر اسلام پر دھبہ نہ آنے دیا۔ ان بارہ اماموں کے تذکرہ کے بعد پھر مکرر یہ اشارہ کہ میں اسے بڑی قوم بناؤنگا اس سے مقصود ان بارہ اماموں کے پیروان سے ہے جو واقعاً کس طرح دنیا میں پھیلے اور باوجودیکہ سارے شاہان اسلام اس مخصوص جماعت کے درپے آزار رہے۔ اور نام تک مٹا ڈالنے کی کوششیں کرتے رہے۔ مگر یہ جماعت بوجہ خدائی امداد کے نہ مٹ سکی اور آج دنیا کے چپہ چپہ پر پھیلی ہوئی ہے۔ بلکہ دوسرے لوگ ان بارہ اماموں کی نسل سے ہونا فخر جان کر اپنے کو سلسلۂ فاطمی میں منسلک کرنا باعث فخر جانتے ہیں۔

ایسے اشارے و پیشینگوئیاں توریت میں اور بھی بہت ہیں۔ جیسے کتاب حبقوق باب ۳ کتاب غزل الغزلات باب ۵ ...... وغیرہ جن کو میں چھوڑتا ہوں اور آگے بڑھتا ہوں۔

۲۔ انجیل کی پیشینگوئیاں

(۱) یوحنا کی پیشینگوئی جو علم توریت رکھتا تھا۔ اور بقول مسیحین عیسٰی سے قبل بہ تائید خدا بھیجا گیا کہ وہ عیسٰی کے لئے معین ہو۔

"یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن و لیوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں الپس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے؟ تاکہ ہم انہیں جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے کوئی جواب دیں۔ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز کہ "تم خداوند کی راہ کو صاف

کرو۔ مگر یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے۔ اور انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تم نہ مسیح ہو نہ ایلیاہ ہو اور نہ وہ نبی، پس کون ہو؟ یوحنا نے جواب دیا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں پر تمہارے درمیان ایک کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے۔ یہ وہی ہے۔ جو میرے پیچھے آنے والا ہے۔ اور مجھ سے مقدم تھا۔ جس کی جوتیوں کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں ہوں۔ یہ باتیں یردن کے پار بیت ابارا میں واقع ہوئیں جہاں یوحنا بپتسمہ دیتا تھا۔ (یوحنا باب ا آیت ۱۹-۲۸)

ناظرین! اس حوالہ میں یوحنا سے لوگوں کا مسیح و ایلیاہ ہونے کو پوچھنا اور اس کے انکار پر پھر یہ پوچھنا کہ "کیا تو پھر وہ نبی ہے؟" عیسیٰ کے بعد یہ وہ نبی، ما سوائے محمد رسول عربی کے اور کس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آنکھوں پر تعصب کی عینک نہ ہو اور گروہ عیسوی و موسوی عصبیت سے کام نہ لے پھر کاہنوں کا یہ سوال۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علماء یہودیوں کے اسے جانتے تھے کہ ایک نبی عیسیٰ کے بعد بھی آنے والا ہے۔ اسی لئے ان لوگوں نے "وہ نبی" کہہ کر سوال کیا۔ کیونکہ عیسیٰؑ تو ظاہر ہو چکے تھے، اور "وہ نبی" سے مراد عیسیٰ تو ہو ہی نہیں سکتے، یوں زبردستی جو جی چاہے کہہ دیا جائے۔

(۲) خود عیسیٰؑ کی پیشینگوئی (بہ لفظ مددگار، شفیع، فارقلیط)

"لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا گناہ کے بارے میں اس لئے ...... مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اس لئے کہ وہ میری چیزوں میں سے پائے گا۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں۔ اس لئے میں نے کہا ہے کہ وہ مجھ سے لے گا اور تمہیں خبر دیگا تھوڑی دیر میں تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اور پھر تھوڑی دیر میں مجھے دیکھ لوگے۔ (یوحنا باب ۱۶ آیت ۲۰-۷)

ملخص: حوالہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ ایک آنے والے نبی کی خوشخبری دے رہے ہیں اور اس نبی کے جو جو اوصاف ہیں۔ ان میں سے چند کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ باتیں عیسیٰؑ اپنی امت کو تسلی کے طور پر تلقین کر رہے ہیں۔ تاکہ اُسے اُن کے ——— جُدا ہو جانے کے بعد ترا مُد ———

صدمہ بھی نہ ہو۔ اور خداوند عالم نے اس پیشینگوئی کے ظاہر کر دینے کی جو خدمت ان کے حوالے کی ہے وہ بھی پوری ہو جائے۔ اب آپ تشریح سنئے۔ عیسیٰ کہتے ہیں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے مفید ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤنگا تو وہ مددگار نہیں آئے گا...... وغیرہ اس حوالہ میں دو ہی بات کہی جا سکتی ہے۔ ایک یہ کہ اس سے مراد خود حضرت عیسیٰ ہوں، جیسا کہ مسیحیوں نے شبہ پیدا کر رکھا ہے۔ مگر اس سے وہ مراد اس لئے نہیں ہو سکتے کہ اگر وہ خود مراد ہوتے تو اُسے صاف صاف کہہ دیتے کہ میں جاؤنگا اور پھر آؤنگا" یہ نہ کہتے کہ "اگر میں نہیں جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا" وہ کا اشارہ غیریت کی طرف صاف مشیر ہے جو ایک معمولی سے معمولی شخص بھی بخوبی جانتا ہے۔ پھر یہ عبارت بھی اس آنے والے کی غیریت پر دال ہے "اگر میں جاؤنگا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔" پھر یہ عبارت "جب وہ سچائی کا روح آئے گا" بھی غیریت پر دال ہے پھر "اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سُنے گا۔ (یعنی فرشتہ وحی سے) وہی وہ کہے گا۔" پھر یہ عبارت "وہ میرا جلال ظاہر کرے گا" یہ بھی اس آنے والے کی غیریت پر دال ہے۔ مختصر یہ کہ سارے کے سارے حوالہ میں وہ ضمیر غائب۔ خود اشارہ کر رہی ہے۔ کہ وہ آنے والا مددگار یا سچائی کا روح کوئی غیر عیسیٰ ہے اور نبی ہے اور وہ عیسیٰ کے جلال کو ظاہر کرنے والا ہے۔ کیونکہ توریت و انجیل سے تو عیسیٰ کی منقصت پیدا کر دیجائیگی۔ ان کی نبوت مبہم ہو جائیگی۔ ہاں وہی آنے والا نبی عظمت و جلال عیسیٰ کو ظاہر کر کے انہیں خدا کا نبی ثابت کرے گا۔ ان عیبوں سے پاک و صاف کرے گا۔ جو انجیل نے ان پر لگایا ہوگا (جیسے ہم اُوپر کے باب دوم میں کچھ دکھا آئے ہیں --- اب کچھ آپ اس نبی کی بابت چند اوصاف جو حوالہ میں بیان ہوئے ہیں وضاحت سے سن لیجئے۔ وہ دنیا کو گناہ و راستبازی و عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا"۔ ظاہر ہے کہ یہ صفت عیسیٰ کی اب دوبارہ ظاہر ہونے پر بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اولاً تو عیسیٰ دوسرے ظہور کے بعد اگر مان بھی لیا جائے تو چند دن پیچھے رہ کر ایسا غائب ہوئے کہ پھر ظاہر نہ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی امت کو خود کفارہ گناہ بن کر آزاد کر گئے اب وہ مجرم کیسے ٹھہرے گی اور خود عیسیٰ اپنے پیروؤں کو کیسے قصوروار ٹھہرائیں گے۔ ہاں جو لوگ ان کو مانتے نہیں تھے ان کو البتہ قصوروار ٹھہراتے تھے۔ مگر امت میں داخل ہو جانے کے بعد اب قصوروار کیسا؟ بخلاف رسول عربی کے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر آن میں یہ کہتے رہے کہ جو شخص جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بدلا پائے گا۔ اگر بُرا عمل کرنے والا ہاشمی نسل سے بھی ہوگا تو جہنم میں جائے گا۔ اور اچھا عمل والا حبشی غلام بھی ہوگا تو جنت میں جائے گا۔ قرآن نے بھی بارہا کہہ دیا ہے فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن ...... الخ

جو شخص ذرہ برابر بھی عمل نیک کرے گا۔ اس کا بدلا پائے گا۔ اور جو ذرہ برابر بھی عمل بد کرے گا۔ اس کا بدلا پائے گا۔ ایک صفت یہ بھی بیان کی ہے کہ "وہ آنے والا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور یہ باتیں کہاں سے سنے گا خدا کی طرف سے" یہ اشارہ رسول عربی کے ان امور کی طرف ہے۔ کہ وہ فرشتہ وحی سے یا تو ظاہری شکل میں یا حجاب کے ذریعے سے احکام اسلامیہ سنتے اور اُسے امتیوں تک پہنچاتے۔ آئندہ کی چیزوں سے مراد قیامت تک کے ہونے والے احکام یا پھر کچھ رسول عربی کی کہی ہوئی پیشینگوئیاں بھی محمول کی جا سکتی ہیں (ہم چند پیشینگوئیاں اس باب کے آخر میں بطور ضمیمہ پیش کرینگے۔ ہاں! اس حوالہ میں ایک چیز جو شبہ کی ہے اُسے بھی صاف کرتا چلوں۔ وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ نے کہا ہے کہ "اس لئے کہ وہ میری چیزوں میں سے پائیگا۔ اور تمہیں دکھائیگا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے آنے والا نبی چونکہ جو کچھ دکھائے گا۔ یا کہے گا وہ عیسیٰ ہی کی چیزوں میں سے پائیگا۔ اسلئے عیسیٰ افضل ہوئے۔ ایسا خیال نہ گزرے کیونکہ قدرت نے آگے خود عیسیٰ کی زبانی یہ بھی کہلا دیا ہے کہ جو کچھ خدا کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا ہے کہ میری چیزوں سے پائے گا۔ بات یہ ہے کہ اصل احکام اور ساری باتیں جو کوئی نبی ظاہر کرتا اور بیان کرتا ہے سب خدا کے ہوتے ہیں۔ اور ہر نبی اپنے اپنے وقت پر خداوند عالم کے اشاروں سے جو اس وقت کے موافق ہوتے ہیں اپنی امت کے درمیان پیش کرتا ہے۔ تو عیسیٰ نے بھی خدا ہی سے لیا۔ اور یہ آنے والا نبی بھی خدا ہی سے لے گا۔ سب سے بڑا رمز جو اس پیشینگوئی سے رسول عربی کے مراد و مقصود ہونے پر مشعر ہے وہ یہ عبارت ہے۔ "وہ آکر دنیا کو گناہ و عدالت میں قصوروار ٹھہرائے گا" حضرت عیسیٰ کی بابت سبھی جانتے ہیں کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے جسے میں اُوپر وضاحت ظاہر کر چکا ہوں۔ آپ دیکھئے انجیل متی باب [illegible] آیت [illegible] اور باب [illegible] آیت [illegible] اور یہاں یہ عبارت ہے کہ وہ آنے والا مددگار روح حق دنیا والوں کو گناہ میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ ہاں رسول عربی کی بابت البتہ قرآن نے کہا ہے کہ اے رسولؐ (محمدؐ) میں نے تم کو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے کہیں کہا ہے کہ ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

نوٹ:۔ انجیل و توریت میں ہر ہر سال کمی و زیادتی کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اسی حوالہ بالا میں بہت پہلے کی انجیلوں میں فارقلیط ہے۔ اس کا ترجمہ کہیں مددگار کیا اور کچھ برسوں کے بعد کسی میں شفیع کیا۔ اور کسی جگہ کے ترجمہ میں تسلی دینے والا کیا۔ لیکن طرہ یہ ہے کہ یہ کل الفاظ رسول عربی پر صادق آتے ہیں بلکہ ان کے ناموں میں سے ہیں۔

(۳) پھر مددگار کے لفظ سے دوسری پیشینگوئی ۔

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں لیکن مددگار جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے۔ وہ سب تمہیں یاد دلائیگا۔ میں تمہیں اطمینان دے جاتا ہوں' اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں ...... تم سن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں ...... اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو ..... (یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۵-۳۵)

اس حوالہ میں بھی ایک مددگار کے آنے کی خبر ہے۔ مددگار کی عربی ناصر ہے اور یہ ناصر کی لفظ جناب رسولؐ عربی کے نام سے ملتا ہے' میرے نام سے اشارہ یہ بھی ہو سکتا ہے (اگر اس جگہ تحریف نہ مانا جائے) کہ عیسیٰ کی نبوت بھی اسی نبی کے آنے سے مدلل ہوگی، ورنہ پادر ہوا رہیگی۔ جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ اور یہ بالکل ہی واضح ہے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ جب سلسلہ نبوت کی ایک کڑی ہیں تو آپ کی شریعت بھی اسلام کے اندر داخل ہی ہوگی۔ اسلام تو تمامی ادیان گذشتہ کا جامع اور لب لباب ہے ...... آگے چل کر یہ جو کہا ہے کہ "میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں تو حضرت عیسیٰؑ کا آنا اسلام نے بھی کہا ہے۔ لیکن وہ آنا آخری دور میں ہوگا۔ انجیل میں عیسیٰ کے آنے کی خبر اور اسلام کا بھی اُسے پیش کرنا یہ خود بتا رہا ہے کہ اسلام صرف اپنی ہی بڑائی نہیں کرتا بلکہ جو خدا چاہتا ہے وہ کہتا ہے۔ ورنہ کیا ضرورت تھی کہ وہ عیسیٰ کے پھر آنے کو ظاہر کرتا، لیکن نہیں، عیسیٰ کے آنے میں مصلحت تھی چنانچہ خدا نے اسے مقدر رکھا انجیل میں ظاہر کیا، اسلام نے بھی اُسے ظاہر کیا نہیں چھپایا۔ لیکن انجیل نے ایک آنے والے کی خبر دی اور انجیلیوں نے اس کی تصویر بدل دی۔ ادھر اُدھر کے معنی و مطلب شروع کر دئے۔ اسلام نے اس حکم خدا کو دنیا والوں پر ظاہر کیا۔ اور حضرت عیسیٰ کے آنے کے وقت کو بھی بتایا کہ وہ آخری دور میں آئینگے۔ جبکہ امام مہدیؑ کا عہد امامت ہوگا۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ حوالہ بالا میں "میں تمہیں اطمینان دے جاتا ہوں' اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں" کی جگہ توریت رومن چھاپ لندن بائیبل سوسائٹی ۱۸۲۳ء میں یہ عبارت ہے۔ "اسلام تم لوگوں کے لئے چھوڑ کے جاتا ہوں۔ اپنی سلامتی میں تمہیں دیتا ہوں" تو یہ سلام چھوڑ کے جانا کیا معنی! کیا اس سے اسلام نہیں ہے۔ سلامتی میں سے تو اسلام ہے، سلام چھوڑنے کے پہلے آنے والے نبی کی خبر اور پھر سلام چھوڑنے کا تذکرہ کچھ رمز نہیں رکھتا؟ ضرور اور قابل غور ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلام کی جگہ اسلام ہی رہا ہو۔ یا اسلام کے معنی کے عبرانی لفظ رہے ہوں۔ کیا یہ تحریف نہیں

(۴) ایک اور پیشینگوئی ایک سردار کے آنے کی جو عیسوی دین سے الگ ہوگا۔

''اب میں نے تم سے اس کے واقع ہونے سے پیشتر کہا تاکہ جب وہ وقوع میں آوے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کرونگا۔ اس لئے کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ لیکن اس لحاظ سے کہ دنیا جانے کہ میں باپ سے محبت رکھتا ہوں اور جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا ہے میں ویسا ہی کرتا ہوں۔ (یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۹ تا ۳۱)

ایک بات یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ توریت و انجیل میں جتنی جگہوں پر احبار و رہبانیوں نے پیشینگوئیاں دیکھیں جو اپنے غرض کے موافق بمطلب پایا بدل دینے کی کوششیں کیں۔ کہیں لفظ بڑھائے کہیں گھٹائے، کہیں الفاظ بدلے۔ مطلب کو بدل دینے کی جد و جہد کی۔ تاکہ آنے والے نبی کی بشارت مشتبہ کر دی جائے اور لوگ اس آنے والے نبی کے دین کی عظمت کو بہ آسانی نہ سمجھ سکیں۔ یہ حوالہ قبل والے حوالے کا تتمہ ہے۔ آپ جو اب دونوں حوالوں کو ملائیں گے تو مطلب یہ نکلے گا کہ جب وہ مددگار (سردار) یعنی آنے والا نبی جو صرف بنی اسرائیل کے لئے نہ ہوگا جس طرح کہ عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھے بلکہ وہ سارے جہان کا نبی ہوگا۔ ہم نے یعنی عیسیٰ نے یہ باتیں پہلے سے اس لئے کہہ دی ہیں کہ ان کی امت پر حجت تمام رہے۔ پھر کہتا ہے۔ ''جب وہ بات ہو جائے یعنی وہ نبی آجائے تو تم لوگ اس پر ایمان لانا'' اس کے بعد پھر اپنے جانے یعنی موت کی خبر دیتے ہیں۔ اور ایک لفظ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''مجھ میں اس کا کچھ بھی نہیں'' مطلب یہ ہے کہ میرے بعد شبہ ڈالنے والے یہ نہ کہہ دیں کہ اس آنے والے سے مراد حواری عیسیٰ ہیں جو ان کے بعد اطراف و جوانب میں ہدایت کرتے رہے کیونکہ یہ حوارین ظاہر ہے کہ عیسیٰ سے تھے اور یہاں عیسیٰ یہ کہتے ہیں کہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ یعنی یہ آنے والا میری امت سے نہ ہوگا۔ آخر میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ باپ نے جو کچھ حکم مجھ کو دیا ہے یعنی اس آنے والے کے آنے کی خبر دیتا ہے۔ میں نے من و عن تم لوگوں تک پہنچا دیا اب تم مانو یا نہ مانو۔

(۵) پہلے کی پیشینگوئیوں کی تائید یعنی ایک آنے والے سردار کی مزید خبر

''میں نے تم سے سچ کہا کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بھی بڑے کام کرے گا۔ کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں ...... اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے اور میں باپ سے درخواست کرونگا۔ تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ نہ

کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ مشورہ غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی۔ غلط مشورے کو چھوڑنا بھی ضروری ہے چاہے وہ اکثریت ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو اور اسی طرح درست مشورہ پر عمل کرنا بھی ضروری ہے چاہے وہ اقلیت یا فردِ واحد ہی کی طرف سے کیوں نہ پیش کیا جائے مشورے میں ہمیشہ سوال عقل اور دُور اندیشی کا ہوتا ہے۔ اکثریت یا اقلیت کا یا رائے عامہ کا اس میں کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ سمجھانے کے لئے معمولی دنیاوی مثال پیش کی جاتی ہے۔

مثال:۔ پاکستان حاصل کرنے سے پیشتر اس معاملہ میں قائدِ اعظم علیہ الرحمۃ کی رائے کو دوسرے مسلمانوں کی آراء پر فوقیت حاصل تھی اور دوسروں پر ترجیح دی جاتی تھی۔ اور سب تسلیم کرتے تھے کہ اُن کا زاویۂ نگاہ ہی درست ہے۔ لارڈ ویول کی شملہ کانفرنس کے وقت جب قائدِ اعظم نے اُن کی پیش کردہ شرائط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو وقتی طور پر مسلمانوں کے دل بجھ گئے تھے۔ بلکہ کئی لیڈر بھی جو اس اُمید میں تھے کہ تصفیہ ہو جائیگا۔ وقتی طور پر مایوس ہو گئے۔ بعد میں اُسی فردِ واحد کی رائے کو سب نے مسلمانوں کے لئے درست اور مفید تسلیم کیا۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ مشورہ فردِ واحد کا بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ مشورہ کے لئے جو آیات قرآن پیش کی جاتی ہیں۔ اُن سے اجماع یا انتخاب ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ ان آیات مبارکہ کی نوعیت بھی ضرور سمجھنا چاہئے۔ کہ کس نظریئے اور کس ضرورت کے تحت وہ ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ ذیل میں صرف آیات اور ترجمہ لکھ کر انصاف ناظرین سے طلب کیا جاتا ہے۔

پہلی آیت یہ پیش کی جاتی ہے:۔ "وشاورھم فی الامر" (پ ۴ آلِ عمران) یعنی اُن سے معاملات میں مشورہ کر لیا کرو۔" یہ خداوندِ تعالےٰ کی طرف سے جنابِ رسولِ اکرمؐ کو ارشاد ہُوا ہے۔ اب اگر اس آیت مبارکہ سے ماقبل اور مابعد کی آیات کو بھی مکمل طور پر پڑھا جائے تو مکمل ترجمہ حسبِ ذیل ہے:۔

"پھر (اے رسولؐ) خدا کی رحمت کے سبب تم نے اُن سے نرمی برتی۔ اور اگر تم دُرشت مزاج ہوتے اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے منتشر ہو جاتے پس تم بھی اُن سے درگذر کرو۔ اور اُن کے لئے دعائے مغفرت کرو۔ اور اُن سے معاملات میں مشورہ کر لیا کرو۔ اور (پھر) جب تم کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیا کرو۔ تو اُس وقت اللہ ہی پر بھروسہ کیا کرو۔" (آلِ عمران پ ۴)

ان آیات میں گو تالیفِ قلوب مقصود ہے۔ مگر بہرحال مشورہ لینے کا جواز ضرور ہے۔ باوجود

اس کے جو مشورہ دیا جائے اس کے مطابق بے چون وچرا عمل کرنے کا کہیں ذکر نہیں یعنی اس کا مطلب ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ جو کچھ بھی صحیح یا غلط مشورہ دیا جائے اُسے فوراً تسلیم کر لیا جائے۔ صرف مشورہ لینے کا ارشاد ہوا ہے۔ اور چونکہ مشورہ غلط بھی ہوتا ہے اور صحیح بھی اس لئے فیصلہ کا اختیار رسولؐ اللہ ہی کے سپرد کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا:۔ ”پھر جب تم کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو“۔ تمام عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ رسولِ خداصلعم کو نرمی برتنے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مقصد کے ماتحت مشورہ لینے کے لئے کہا گیا ہے۔ یہاں مشورہ دینے والوں کے مشورے کو قطعی طور پر تسلیم کرنے کا حکم نہیں۔ آیت ہٰذا پر ذرا غور کرنے سے مطلع ہوگا۔ کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ اُن کی تالیف قلبی پیشِ نظر تھی جیسا کہ ارشاد ہوا۔ ”اگر تم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ تمہارے پاس سے متفرق ہو جاتے۔“ اسی لئے آنحضور صلعم نے اُن پر سختی نہیں کی بمحض تالیفِ قلبی کے لئے اُن سے مشورہ لینے کا ارشاد ہوا۔ لیکن اُن کے مشورے پر ضرور عمل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم ملا۔ لہذا یہ آیت اُن لوگوں کیلئے مفید مطلب نہیں ہے۔ جو اسے جمہوریّت یا انتخابات کے جواز میں پیش کرتے ہیں۔

دوسری آیت یہ پیش کی جاتی ہے۔ ”وامرھم شوریٰ بینھم“ (پ ۲۵ سورہ الشوریٰ) یعنی ”اُن کا اپنا معاملہ اُن کے اپنے باہمی مشورہ سے ہوتا ہے“۔ اس آیت مبارک کا اوّل و آخر بھی باہم ملا کر پڑھئے پھر اُس پر غور کیجئے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

”اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ (دنیا کے سرمایہ سے) کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ اور ہے اُن کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں۔ اور جب اُن کو غصہ آتا ہے۔ تو وہ بخش دیتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور اُن کا اپنا معاملہ اُن کے اپنے باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے۔ اُس کا ایک جزو ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔“ (سورۂ شوریٰ پارہ ۲۵)

ان تمام آیات کو مکمل پڑھ جایئے۔ اور انصاف سے فرمایئے کہ آیا ان سے مردِ مومن کی ذاتی صفات کا اظہار ہوتا ہے۔ یا ان سے تعیّنِ امیر میں طریق اختیار کرنے کا حکم دیا گیا؟

صاف ظاہر ہے کہ اُن لوگوں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں جنہیں آخرت میں اللہ العالمین کی طرف سے انعامات مرحمت فرمائے جائینگے۔ یہ تمام آیات بر اچھے مسلمان کے ذاتی افعال اور ذاتی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں۔ کسی ایسے امر کے متعلق حکم نہیں جو کہ من حیث المجموعی مسلمانانِ عالم کا ایک واحد معاملہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا گیا "اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھے" "کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے"۔ "بے حیائی کی باتوں سے بچے"۔ "غصہ آئے تو بخش دے"۔ "اپنے پروردگار کا حکم مانے"۔ "نماز پڑھے"۔ "اپنے معاملات باہمی مشورے سے طے کرے"۔ اور "اپنے مال میں سے راہِ خدا میں خرچ کرے"۔

تعجب ہے کہ اس آیت کو خواہ مخواہ جمہوریت اور انتخاب کے جواز میں پیش کیا جاتا ہے۔ آیت کے الفاظ پر غور فرمایا جائے تو واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ نے "امرھم" فرمایا ہے نہ کہ "امر اللہ" یعنی ان لوگوں کے اپنے معاملات نہ کہ خدائی معاملات۔ پس جیسے یہ لوگ ہیں۔ ویسے ہی اُن کے ذاتی معاملات ہونگے جنہیں طے کرنے کے لئے انہیں آپس میں مشورہ کر لینے کی صفت بیان کی گئی۔ نیز یہ صفت بصورتِ حکم نہیں ہے بلکہ بصورتِ انجبار کے ہے۔ کہ وہ اُن کے ذاتی امور اُن کے باہمی مشوروں سے طے ہوتے ہیں۔ یہ ان مومنین کی منجملہ دیگر صفاتِ حسنہ آیاتِ ہذا کے ایک صفت ہے۔ جو خداوندِ تعالےٰ نے بطورِ انجبار بیان فرمائی ہے غرض یہ تھی کہ مسلمان ایک دوسرے سے تعاون کریں۔ ایکدوسرے کے امور میں دلچسپی لیں۔ تاکہ ان کا تمدن قائم رہے۔ یہ لوگ متفرق نہ ہو جائیں۔ اسی لئے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔ "لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم" کہ تم لوگ آپس میں جھگڑا نہ کیا کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائیگی۔ پس اس آیت کو بھی جمہوریت اور انتخاب کے جواز میں پیش کرنا سوائے اقتدار حاصل کرنے کی نیت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

اسلامی جمہوریت کا تخیل

خلافتوں کا طریقِ قیام اور علماء دین کی تائید

جوں جوں انسان دُنیا میں عروج پکڑتا گیا۔ خداوند تعالےٰ کی طرف سے قوانین بھی وقت کے مطابق ترقی پکڑتے گئے۔ یہاں تک کہ انسان جب انسانیت کے کمال کو پہنچ گیا۔* تو خالقِ انسان نے بھی انسانی قواعد و ضوابط کو مکمل کر دیا۔ اس دینِ کامل کو دُنیا

---

* اس موقع پر ایک ضمنی بحث پیدا ہوتی ہے۔ جس کے متعلق چند کلمات لکھنا ضروری خیال کیا گیا ہے۔ یعنی کیا واقعی انسانیت آج سے ۱۳۵۰ سال پہلے اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی یا آج پہنچی ہے۔ اگر ایجادات ہی کو انسان کا کمال سمجھ لیا جائے تو ایٹم کی قوت پر قابو پالینا انسان کی آخری ایجاد ہے۔ اور یہ زمانہ حال ہی کی ایجاد ہے۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر کی نہیں۔ لہٰذا اس نظریہ کے ماتحت بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اب کامل ہوا ہے۔ آج سے سینکڑوں برس پہلے کامل نہیں تھا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بھی بڑھ کر ایجادات کے آئندہ ظہور میں آنے کی یقینی ممکنات ہیں۔ اس لئے اس نظریہ کے ماتحت تو ابھی تک بھی انسان کامل نہیں ہوا۔ بلکہ آئندہ ہوگا۔ بلکہ کبھی کامل ہوگا ہی نہیں۔ کیونکہ ایجادات میں دن بدن وہ آگے ہی بڑھتا جائیگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جسمانی یا ذہنی اعتبار سے انسان شروع ہی سے کامل پیدا کیا گیا۔ قیامت تک کی ایجادات وغیرہ اُس کے ذہن میں پوشیدہ تھیں۔ اگر کامل نہ ہوتا تو ناقص ہوتا۔ اور اس کا ناقص ہونا اس کے خالق میں نقص ڈالتا ہے (معاذ اللہ) انسان تو شروع ہی سے کامل تھا۔ مگر اس کی انسانیت کے مراحل آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر اپنے کمال کو پہنچے جبکہ قدرت کو اپنا دستور بھی کامل کرنا پڑا۔

جو چیز انسان کے زوال کا باعث ہو وہ صفت نہیں بلکہ نقص ہے۔ اور جو نقص ہے وہ انسانیت کا کمال کہلانے کا مستحق نہیں فی الحقیقت کمال "امن و اطمینان" کا دوسرا نام ہے۔ ایٹمی طاقت پر قابو کے بعد سب سے پہلی شے انسان نے اس کا بم ہی بنایا اور اس کے بعد انسانیت کا جتنا نقصان ہوا اور آئندہ ہونے کی امید ہے۔ اس کے خیال ہی سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک حکومت جس کے پاس ذرائع ہیں۔ وہ اسی کوشش میں سرگرداں ہے۔ کہ وہ ایسی مہلک شے بنا ڈالے جس سے

(بقیہ حاشیہ ص [illegible] پر)

میں آئے ساڑھے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے۔ جب سے دین کامل ہوا ہے۔ آج تک تمام تاریخ کا مطالعہ فرمائیے سوائے موجودہ زمانے میں یعنی چودھویں صدی ہجری کے۔ بعد از رسولؐ کسی بھی زمانے میں اصولی طور پر بلکہ فروعی طور پر بھی جمہوریت کا دعوےٰ نہیں کیا گیا۔ پہلی خلافتیں گزریں اور وہ خلافتیں جس جس طور سے قائم ہوئیں ان اُن طریقوں کو ایک مدت مدید کے بعد اصول سمجھا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ اصول پہلے موجود نہ تھے کہ جن کے مطابق عمل کیا گیا۔ بقول فارسی مصنفے کمال

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۶) اپنے مخالفوں کو ختم کر سکے۔ لہٰذا جس چیز سے انسانیت ہی ختم ہے وہ انسانیت کا کمال کیسے کہلا سکتی ہے۔ وہ تو انسانیت کے زوال کی انتہا ہوئی۔ انسانیت کی بقا کے لئے امن ایک لازمی شے ہے۔ چونکہ اسلامی قوانین یعنی قرآنی ضوابط سے امنِ عالم صحیح طور پر برقرار رہ سکتا ہے۔ اس لئے یہی انسانی کمال ہے۔ انسان کی روح اور انسان کے جسم دونوں کو اطمینان حاصل ہونے سے ہی امن قائم رہ سکتا ہے۔ اور قرآنی قوانین و ضوابط ان دونوں چیزوں کا ہی مجموعہ ہیں۔ اور اگر ایجاداتی نقطہ نظر سے ہی دیکھئے تو بھی آج سے سینکڑوں برس پہلے پیغمبر آخر الزمانؐ اور ان کی عترت الطاہرینؑ سے وہ وہ محیر العقول افعال ظاہر ہوئے جو ایٹم اور اُس کے بعد کی ایجادات پر کئی گنا حاوی ہیں۔ یہ تمام واقعات تاریخوں میں درج ہیں۔ کوئی بناوٹی قصہ کہانی نہیں۔ معراج النبیؐ اور شق القمر کے واقعات میں سے چند ایک مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ چونکہ موضوع بحث اُن کی تشریح نہیں اس لئے اشاروں پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مشہور حدیث بساط کے بموجب امیر المومنین علیؑ کا اپنے مخصوص اصحاب کو تمام سیارگانِ فلکی شمس و قمر و زہرہ و مشتری وغیرہ کی سیر کرانا بھی ایک ادنےٰ مثال ہے۔ کیونکہ یورپ و امریکہ وغیرہ کے موجودہ ماہرین علم ہیئت نے جو Latest معلومات ان سیارگان کے متعلق حاصل کی ہیں۔ آج سے تیرہ صد سالہ پیشتر کی حدیث بساط میں کافی حد تک ان معلومات کے مطابق ہی واقعات مشاہدہ میں آئے ہیں۔ معجزہ رد الشمس جو ایک دفعہ حضور صلعم کی زندگی میں اور ایک دفعہ بعد از وفات رسولؐ حضرت علیؑ سے ظاہر ہوا۔ ایٹمی طاقت پر کروڑوں گنا زائد حاوی ہے۔ جسے حکیم الامت اقبال علیہ الرحمۃ جیسے فلسفی نے بھی تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ؎

ہر کہ در آفاق گردد بو تراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب

یہ تمام واقعات تاریخی حقائق ہیں۔ جو جھٹلائے نہیں جا سکتے۔ اور زمانہ حال کی ایجادات کے بعد

اتاترک مرحوم جو کچھ ہؤا وہ کسی اصول کے مطابق نہ تھا۔ بلکہ اصولوں کو افعال کے خلاف ہونا چاہئے۔ ۱۹۲۵ء میں جب مصطفےٰ کمال اتاترک مرحوم نے نام نہاد خلیفہ عبدالمجید کو معزول کرکے شہر بدر کر دیا اور نام نہاد خلافت کے عہدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ تو ہندوستان کے علما و لیڈر صاحبان کے دل میں درد اٹھا۔ وہ اتاترک کی خدمت میں بصورت وفد جانے کو تیار ہوئے۔ اور اپیل کی مصطفےٰ کمال عہدہ خلافت کو ختم نہ کریں۔ اگر خلیفہ عبدالمجید نااہل ہیں تو کسی دوسرے قابل شخص کو مقرر کریں یا خود خلیفہ بنیں۔ ہم لوگ اطاعت کرنے کو تیار رہیں۔ جب یہ خبر غازی مرحوم کو ملی۔ تو انہوں نے نہایت ہی معقول جواب دیا۔ جو کہ اخباروں میں چھپا۔ اور اتاترک مرحوم کی سوانح عمریوں اور تاریخوں میں موجود ہے۔ غازی مرحوم کے جواب کا خلاصہ یہ ہے :۔

"بعد از رسول جتنے لوگ خلیفہ مقرر ہوتے گئے اُن کو لوگوں نے اپنے مصلحت وقتی کے خیال سے انتظام ملک کے واسطے خلیفہ مقرر کیا۔ چنانچہ جب رسول اکرم صلعم نے انتقال فرمایا تو حسب مقتضائے وقت حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوگئے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے حسب مصلحت وقت حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیا اور اس طرح حضرت عمرؓ خلیفہ ہوگئے۔ جب حضرت عمرؓ کا وقت آخر پہنچا تو آپ نے اپنی مصلحت سے اس امر کو پنچائت کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ اس ذریعے سے حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوگئے۔ بعد حضرت عثمانؓ کے لوگوں نے مصلحت وقت کے مطابق حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا اور جب حضرت علیؑ کا انتقال ہوا تو امیر معاویہؓ اپنی پالیسی سے خلیفہ ہوئے۔ اُن کے بعد اُن کے بیٹے یزید نے اپنے والد کی حسب ہدایت بزورِ شمشیر خلافت حاصل کی۔ اسی طرح حسب مصلحت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۷) قرآن کا مکمل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر سائنٹیفک ترقی ہی کو کمال انسانیت سمجھا جائے تو بھی آج سے سینکڑوں سال پیشتر حضور نبی اکرم صلعم اور آپ کے اہلبیت سے ایسے ایسے محیر العقول افعال ظاہر ہو چکے ہیں۔ جن کے سامنے موجودہ ایجادات کچھ وقعت نہیں رکھتیں۔ اس لحاظ سے بھی انسانیت اُس وقت اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا اس کے لئے مکمل ضابطہ بھی خداوند عادل نے نازل فرما کر حق عدالت ادا فرمایا۔

(مؤلف)

لوگ خلیفہ چنتے گئے۔ اب میں التماس کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ خود دیکھ لیجئے۔ کہ کبھی خلافت کو حکم خدا یا رسولؐ سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور نہ کبھی اس کام کے لئے کوئی قاعدہ یا اصول اختیار کیا گیا۔ بلکہ ہمیشہ بمقتضائے وقت کام انجام ہوتا گیا۔ تب ظاہر ہے کہ یہ خلافت کوئی مذہبی عہدہ نہیں بلکہ انتظامی تدبیر ہے۔ پس جب یہ طریقہ سابق سے چلا آتا ہے۔ تو میں نے بھی حسب مصلحت وقت سلطنت ٹرکی کو سلطنت جمہوری قائم کیا ہے۔ اور عہدہ خلافت کو جو ایک بیکار چیز ہے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے۔"

یہ کمال اتاترک کے خیالات ہیں۔ جن پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ البتہ اس بات سے انکار کی گنجائش نہیں کہ خلیفہ کے تعین میں کسی اصول کو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ اگر ان خلافتوں کو خلافت محمد رسول اللہ ہی سمجھا جائے۔ تو حیرانگی ہے کہ اسلام جس کو دنیا میں ضبط و نظم کی سب سے بڑی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی بدنظمی کو درست قبول کرے۔ یعنی جس طریقے سے بھی کوئی خلافت قائم ہو جائے اُسی طریقے کو درست سمجھ کر آئندہ کسی وقت پر جاکر اُسے اصول سمجھ لیا جائے۔ گویا کہ اسلام کے اس اہم امر کے لئے خداوند تعالےٰ کی طرف سے پہلے کوئی اصول متعین نہیں کیا گیا تھا (معاذ اللہ) مقام غور ہے کہ حضور پیغمبرؐ اسلام جو کہ زندگی کے ایک معمولی سے معمولی عمل کے لئے بھی احکام و اصول بتا گئے۔ انھوں نے اپنے بعد کیلئے کوئی پروگرام نہ چھوڑا ہو۔ اور اس امر عظیم اور اہم ضرورت کو نظر انداز ہی کر گئے ہوں۔ اگر نبوت اور تکمیل دین اسلام برحق ہے تو ایسی بے اصولی ہو نہیں سکتی۔ اور پھر تعجب تو اس بات پر ہے کہ سنت اللہ یعنی طریقہ خداوندی جبکہ ہمیشہ سے ایک ہی ہے تو متضاد اصول میں تمام ہی کو درست اور اسلام کے مطابق تسلیم کر لینا اسلام کے کون سے اصول کے مطابق ہے۔ اجماع۔ استخلاف۔ شوریٰ اور قلبہ چاروں ہی اصول ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک جگہ اولی الامر کے تعین کا اختیار اجتماعی طور پر جمیع اُمت کو دیا جاتا ہے۔ تو دوسری جگہ اُسے نامزد تسلیم کرکے اُسے مقرر کرنے کا حق فرد واحد کے سپرد کیا جاتا ہے تیسری جگہ چند آدمیوں کی پنچائت بنا کر اُن کے مشورے سے امیر اُمت بنایا جاتا ہے تو چوتھے مقام پر خود آئندہ ہونے والے امیر ہی کو یہ حق سونپ دیا جاتا ہے۔ یعنی جو کوئی بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر خلیفہ رسولؐ بن بیٹھے اُسی کو تسلیم کر لیا جائے۔ دُنیا کا کوئی قانون کوئی طریقہ کوئی عقلمند اور خود قرآن حکیم

اس طرزِ عمل کے حق میں رائے نہ دے گا۔ کیونکہ سنت اللہ ایک ہی ہو سکتی ہے۔ قانونِ فطرت ایک ہی ہے۔ پس چاروں متضاد اصولوں کا عقل اور خدائے علیم کے نزدیک صحیح ہونا ناممکن ہو جہالتِ محض ہے۔

بعد از وفاتِ رسولؐ کچھ عرصہ تک تو تعینِ امیر مندرجہ بالا طریق سے خود بخود ہوتا رہا۔ (حالانکہ فی الحقیقت اولی الامر بموجب قرآن عہدِ رسولؐ میں بھی موجود ہونا چاہیے اور تھا۔ جیسا کہ اُس وقت کے لوگوں کو بھی اللہ اور رسولؐ و اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اگر اولی الامر موجود نہ تھا تو اطاعت اولی الامر کا حکم بے معنی ثابت ہوگا۔ مگر مسلمان کے نزدیک قرآن کے کسی بھی حکم کو بے معنی سمجھنا بھی کفر سے کم نہیں) بعد میں خاندانی بادشاہتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ یہاں پر بحثِ خلافت چھیڑنا ہرگز مقصود نہیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے۔ کہ جمہوریت کا دعوٰے کہیں نہیں ہوا۔ آیا بوقت اجماع جس کو اجماع برائے نام کہنا چاہیے کسی نے بھی دعوٰے کیا کہ تعینِ امیر جمہور کا حق ہے۔ لہذا اُمتِ رسولؐ کو اکٹھا کیا جائے اگر یہ اصول کسی کی طرف سے بھی پیش کیا جاتا۔ اور وہ تسلیم بھی کر لیا جاتا تو لازمی تھا کہ جمیع اُمت اُس انتخاب میں شریک بھی ہوتی۔ مگر یہ ہو کیونکر سکتا تھا۔ جبکہ اصول کو پہلے موجود ہی نہ سمجھا گیا۔ بلکہ خلیفت میں آنے کے کہیں بعد اُسے اصول قرار دیا گیا۔ اب آگے چلئے نامزدگی کے وقت بتایئے۔ کسی ایک شخص نے بھی کہا کہ جب تعینِ امیر جمہور کے اختیار میں ہے۔ تو نامزدگی کیونکر ہو سکتی ہے۔ اولاً اگر خلافتِ اوّل کے بعد اجماع ہی کو اصول سمجھ کر پابندی کی جاتی تو دوسری خلافت کے لئے بھی اجماعِ اُمت قائم کرانا ضروری تھا۔ مگر دوسری دفعہ نامزدگی سے ہی یہ امر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ حیرت ہے کہ اُس وقت کسی مسلمان نے یہ آواز کیوں نہ اُٹھائی کہ اجماع قائم کرو۔ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلافت دوم تک بھی اجماع کو اصول نہ سمجھا گیا تھا اور یہی حال شوریٰ اور غلبہ کے وقت بھی ہوا۔ لہذا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصول بہت بعد کی ایجاد ہیں۔ جو کہ مسلمانوں کے بعض علماء نے مصلحتِ خاص کی بنا پر قائم کر لئے۔ جہاں تک جمہوریت کا سوال ہے۔ بوقتِ شوریٰ بھی اس کے لئے آواز نہ اُٹھائی گئی۔ اب چوتھا دور حضرت علیؑ کا آتا ہے۔ نظرِ غور سے دیکھئے تو نہ یہاں اجماع ہوا۔ نہ نامزدگی۔ نہ ہی شوریٰ ہوئی اور نہ غلبہ سا اجماع اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ جمیعِ اُمت کا اجماع قائم نہ ہوا نہ ہی ہو سکتا ہے اُس وقت جب حضرت علیؑ نے دیکھا کہ مسلمان پریشان حال اور منتشر ہو چکے ہیں۔ کوئی بھی اس وقت

مختصر فہرست کتب امامیہ کتب خانہ لاہور

آثار حیدری تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام قیمت ۲/-، مجلد دلائتی ۲/۸
شیعہ دینیات مصنفہ مولوی فرمان علی ہر حصہ کامل سٹ عہ
نماز امامیہ مترجم ۸/ اصول دین خطبات حیدری وغیرہ - ہدیہ ۸/
دعائے نور مترجم رنگین عکسی ۱۲/
المعقول الغضیا - سوانحعمری امام رضا مجلد ۱/۴ - مجیر ۱/۳ - تفریح الشیعہ ۱۲/
اعجاز جعفری دلو رام کوثری ۳/
افسانہ حسرت ۲/ جلوہ پنجتن ۲/
پیغام توحید ۳/ ارسال الیدین ۹/
زاد العقبیٰ اُردو ترجمہ مودۃ القربیٰ عہ
مسح رجلین بجواب غسل رجلین ۵/
دافع وہم ۳/ النار الجحیم عہ
ابطال الاستدلال قیمت عہ
عقل و تہذیب اہلحدیث عہ
ریویو الفاروق ۳/ آل عمران ۳/
اعجاز المسیح پر ریویو ۳/
اظہار حق (صغیر حسن) قیمت ۸/
فلسفہ شہادت قیمت ۶/
شان عزا - آقا نعمت اللہ جان جالندھری - قیمت ایک روپیہ

رباعیات انیس ۸/ عاشور غم ۱۰/
تہذیب ماتم ۵/ خلفائے ثلاثہ کا ایمان ۳/ وفات عثمان ۳/ دلچسپ مکالمہ ۶/
مواعظ حسنہ شیخ عبد العلی ہروی طہرانی قیمت بلا جلد عہ مجلد ۱/
شیعہ کا خاصہ عکسی رنگین ۱۰/ رنگین عہ
فلسفہ اسلام (آقا محمد سلطان مرزا) عہ
تحفۃ العوام کامل بلا جلد عہ مجلد ۱/۴
امامیہ بچوں کے لئے دینی کتب کا سلسلہ مصنفہ علامہ مرزا یوسف حسین صاحب قیمت ہر پنج کتب کامل سٹ ۱/۸
شیعہ بچوں کی نماز (فرمان علی) ۳/
فلک النجات کامل ۱/۴ مجلد ۱/۸
نور ایمان مترجم عہ مجلد ۱/
تحفۃ البکاء عہ مسائل الشفاعۃ ۱/۴
مجالس خاتون جدید ہر دو حصہ کامل مجلد ۲/
مصباح المجالس حصہ اول عہ حصہ دوم ۲/
محافل و مجالس چہاردہ معصومین عہ
ذوالفقار المعروف بہ جبل تطہیر عہ
نہج البلاغہ ہر حصہ مجلد ۲/
(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب)
تفسیر فصل الخطاب بلا جلد ۲/ مجلد ۲/۴

وظائف الابرار کامل ۱/۸ مجلد ۲/
سوانح رسول مقبول بلا جلد ۲/ مجلد ۲/۸
سید الاوصیاء سوانح حضرت علی ۲/ مجلد ۲/۸ - سید الصالحین سوانح امام قیمت دو روپے - ذبح عظیم سوانح حضرت حسین علیہ السلام قیمت عہ مجلد ۱/
مناقب مرتضوی جدید ۲/
آئینہ مذہب سنی دو روپے - ۲/-
(مصنفہ مرزا فدا حسین) مجلد ۲/۸
شہزادیاں مصنفہ محمود مفسرین مجلد
نہج البلاغت مکمل قیمت ۲/۸ از مولانا فتح آبادی دہلوی سید رئیس احمد جعفری
مولانا سید مرتضیٰ حسین صدر الافاضل
قندیل نور (نور الاصیار) مجلد ۱/۸
مؤلفہ ترمذی عہ - سیرت زینب ترمذی - مرتبت رسول مؤلفہ ترمذی
سیرت سجاد مؤلفہ ترمذی ۱۲/
پیغام حسینی مؤلفہ ترمذی ۱۲/
قرآنی افسانے مؤلفہ ترمذی
شاہکار فطرت مجلد عہ
قرآن مجید مترجم مقبول احمد قسم خاص
ضمیمہ قرآن مجید ۱/
قرآن مجید مترجم مرزا احمد علی صاحب

نوٹ:- ایک کارڈ لکھ کر فہرست کتب مفت طلب فرما دیں (۲) محصول ڈاک بذمہ خریدار (۳) آرڈر اخبار ہذا کا حوالہ ضرور دیں - پتہ صاف لکھیں -

المشتہر:- امامیہ کتب خانہ مغل حویلی موچی گیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(القرآن پ ۴)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۲۵

ماہنامہ

معارفِ اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

لاہور

چندہ سالانہ للعہ — قیمت فی پرچہ ۸ر

[illegible]

[illegible]

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ معارف اسلام لاہور

مدیر اعزازی: غیاث الدین

جلد ۳ | ماہ شعبان / رمضان ۱۳۷۷ھ مطابق مارچ ۱۹۵۸ء | شمارہ ۱۲

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گفتنی ھا

مسئلہ غیبتِ امام

ہے اگر دیوانہ غائب تو کچھ پرواہ نہ کر
منتظر رہ وادیٔ فاران میں ہو کر خیمہ زن (اقبالؔ)

چونکہ ماہِ شعبان کو نہ صرف ولادتِ[1] حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا شرف ہی حاصل ہے۔ بلکہ اس کی شبِ قدر (نیمہ شعبان) بھی ولادتِ امام مہدیؑ آخر الزمان کی حامل ہے لہٰذا ہم یہ گفتنی ہا مسئلہ غیبتِ امام علیہ السلام ہی سے شروع کرتے ہیں۔

بروئے قرآن غیب پر ایمان رکھنا متقیوں کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین ۙ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ہ (پ ۱ ع ۱ البقرہ) یعنی یہ کتاب ایسی ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ اُن پرہیزگاروں کیلئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لائیں۔ اور اقامت صلوٰۃ کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو عطا کیا ہے۔ اس کا ایک جزو (ہماری راہ میں) خرچ کریں۔ تمام قرآن کا بغور مطالعہ فرمائیے یا سرسری نگاہ سے پڑھ جائیے اس کا کثیر حصہ اخبارِ غیب سے بھرا ہوا نظر آئیگا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ جو اگرچہ حاضر و ناظر ہے مگر ہماری نظروں سے غائب ہے۔ پھر رسولؐ جس کی نبوت کا دن رات اقرار کرتے ہیں کہ وہ خدا کا رسولؐ ہے۔ رسولؐ تھا نہیں بلکہ ہے اور قیامت تک کے لئے رسول ہے۔ مگر موجودہ صورت میں وہ بھی ہماری نظروں سے غائب ہے۔ اگر غور فرما دیں تو مفہوم قرآن خود پوشیدہ ہے جس کے بیان کرنے میں صدیوں سے علمائے ملت سرگرداں ہیں۔ ملائکہ مقربین حیات بعد از ممات۔ عالم برزخ۔ یوم حشر۔ جنت و دوزخ غرضیکہ سب چیزیں مسلمان جن پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں کہلا سکتا سب غائب ہیں۔ خود روحِ انسانی جس کی وجہ سے یہ ہماری دنیاوی زندگی بھی قائم ہے غائب ہے۔ تو پھر امام جو کہ فی الحقیقت روحِ عالمین ہوتا ہے جس کی وجہ

[1] سوم ماہ شعبان یوم ولادت حضرت امام حسین علیہ السلام ہے۔

ہے حجتِ خدا دنیا پر تمام ہے کیونکر غائب نہ ہو۔ بقول حکیم ملت اقبالؔ (رحمۃ اللہ علیہ) سے

نائبِ حق ہمچو جانِ عالم است　　ہستیٔ او ظلِ اسم اعظم است
از رموزِ جزو و کلّ آگہ بود　　درجہاں قائم بامر اللہ بود۔۔۔۔
پختہ سازد فطرتِ ہر خام را　　از حرم بیروں کند اصنام را

"از حرم بیروں کند اصنام را" لکھکر گو اقبالؔ نے اشارہ امیر المومنین علی (علیہ السلام) کی طرف کیا ہے۔ مگر ان تین شعروں میں اُس نے امامت کے اصول بیان فرما دیئے ہیں جسکی وجہ سے امامت اول سے امامتِ آخر پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ اشعار محض اشعار یعنی شاعر کا کلام ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت تشریحِ آیاتِ قرآن ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وکذالک جعلنکم امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً اھ (پ ۲ ع ۱ البقرۃ) اور اسی طرح ہم نے تم کو بیچ کا گروہ مقرر کیا۔ تاکہ تم تمام انسانوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں قابلِ تدبر یہ امر ہے کہ تمام انسانوں کے اعمال کا گواہ کون ہو سکتا ہے؟ عموماً تمام برائیاں چھپ کر ہی کی جاتی ہیں۔ جرائم پوشیدہ طور پر ہی کیا جاتا ہے تاکہ دوسرے کو علم نہ ہو سکے۔ نیک آدمی نیکی بھی چھپ کر ہی کرتے ہیں۔ دکھاوے کی نیکی "نیکی" نہیں کہلاتی۔ لہذا گواہی وہی دے سکتا ہے۔ جو تمام انسانوں کے نیک و بد اعمال سے کما حقہ واقف ہو بلکہ چشم دید گواہ ہو۔ وگرنہ سُنی سنائی پر تو کوئی عام عقل کا آدمی بھی اعتبار نہیں کرتا۔ دنیا میں بعض نیک و بد اعمال ظاہر بظاہر بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام خوری ظاہر بظاہر کی جا رہی ہے اور مساجد یا کوئیں ظاہر بظاہر لگائے جاتے ہیں۔ لہذا جب آیہ مندرجہ ثابت ہوا کہ کہ امام وقت جو خالق و مخلوق کے مابین واسطہ ہوتا ہے۔ اس کیلئے تمام ظاہر و پوشیدہ عملِ انسانی کا جاننا ضروری ہے۔ چونکہ عمل ہر ایک انسان کا جدا جدا ہے کوئی کسی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے لہذا امام وقت کا فرداً فرداً ہر انسان کے عمل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اسکی مثال روحِ انسانی کی سی ہے جو کہ نہ صرف عمل بلکہ نیت تک سے واقف ہوتی ہے۔ اسی لئے امام کو روحِ عالم یا بقولِ اقبالؔ جانِ عالم کہا گیا ہے۔ قرآن میں اسی مضمون کو کل شئی احصینٰہ فی امام مبین (پ ۲۳ ع ۱ یٰسین) سے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ نیک آدمی چھپے ہوئے بھی ہوتے ہیں۔ حضراتِ صوفیا، اس رمز سے بخوبی آشنا ہیں کہ خدائی عہدہ دار لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اُن کا وجود عوام الناس کیلئے مفید اور باعث برکت ہوتا ہے۔ مگر لوگ اُسے نہیں پہچانتے۔ لہذا امام زمانہ جو کہ زمانے میں اعلم فی العلم

اور احسن فی العمل ہوتا ہے اُسکی غیبت پر اعتراض کیوں۔

بدقسمتی سے بعض لوگ "امامت" کو ایک سیاسی مسئلہ سمجھ رہے ہیں۔ اور امام کو ایک عام دنیاوی لیڈر یا مذہبی و سیاسی پیشوا یا عالم خیال کرنے لگے ہیں۔ اسی لئے اعتراض کرتے ہیں کہ امام ظاہر کیوں نہیں ہوتا تاکہ دنیا کی راہنمائی کرے اور دنیا اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ امامت ایک خدائی عہد ہے اور امام کا وجود ہی قیام عالم کا باعث ہے جس طرح روحِ انسانی سے انسان کا وجود قائم ہے۔ اسی طرح امام کے وجود سے انتظام عالم قائم ہے۔ خدا کی موجودگی میں نائب خدا کا وجود ایک لازمی امر ہے۔ انسان کے فائدہ اٹھانے کیلئے تو احکام اسلامی موجود ہی نہیں اور ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ انسان ان پر عمل کرکے اپنے دین و دنیا سنوار سکتا ہے۔ امام نے ظاہر ہو کر کوئی نئے احکام اسلامی جاری نہیں فرمانے عمل کیلئے پیغام اسلام پیشتر ہی موجود ہے۔ امام تو وجود حجت خدا ہے جس کی وجہ سے نظامِ عالم قائم ہے۔ آج مرکزی حکومت ختم ہوجاتی ہے یا مرکز صوبوں سے اپنے نائب ہٹا لیتا ہے۔ انتظام ملکی درہم برہم ہوجاتا ہے۔ نظام ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے۔ یہی حال کارخانۂ قدرت کا ہے جس کے استقرار کیلئے نائب حق کی موجودگی ضروری اور لازمی ہے۔ باقی رہا اُس کا ظاہر ہونا تو اُس کے ظاہر ہونے پر چونکہ ظاہر بظاہر مرکز ملت کا قیام بھی لازمی ہوجاتا ہے۔ اس لئے منکرین کا خاتمہ اور مومنین کا استقلال بھی نہایت ضروری ہے اسی کا نام غلبۂ دین اسلام ہے اور وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے۔ جبکہ ناپاک و پاک گروہ علیحدہ علیحدہ ہوجائیں۔ یہاں تک کہ نطفے تک ظاہر ہوجائیں۔ اس کیلئے قول خدا موجود ہے ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب (پ ۴ ع ۹ آل عمران) یعنی خدا کی یہ شان نہیں کہ مومنوں کو اسی حالت میں رہنے دے کہ جس حالت پر تم ہو۔ یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کردے۔ اسوقت کا علم ذات باری تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ چاہئے کہ یہ یقین رکھتے ہوئے کہ گواہ ہمارے اعمالِ نیک و بد کو دیکھ رہا ہے۔ ہمارا کوئی فعل کوئی قول اور نیت تک منشاء خالق کے خلاف نہ ہو۔

شعبان و رمضان کی شبہائے مقدسہ

اسلامی سال میں مخصوص مقدس راتیں دو ہیں۔ ایک شب تو ماہ رمضان المبارک میں ہے جس کو قرآن میں "لیلۃ مبارکۃ" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہی وہ شب ہے جس میں جناب رسولِ اکرم

پر قرآن حکیم نازل ہوا۔ جیسا کہ ارشاد ہے "شهر رمضان الذی اُنزل فیہ القرآن" (پ۲ ع ۷ البقرہ) یعنی ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ پھر ارشاد ہے "انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ" (پ۲۵ ع ۱۳ الدخان) یعنی یقیناً ہم نے اس کو برکت والی رات میں اُتارا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا برکت ہو سکتی ہے کہ انسانوں کی بہتری کیلئے قیامت تک کیلئے دستور نازل کیا گیا۔ لہذا اسے "مبارک شب" کہا گیا۔ مگر واضح رہے کہ قرآن عہدِ رسولؐ ہی میں نازل ہوا۔ بعد از رسولؐ ہر سال نازل نہیں ہوتا یہ اُس رات کی عظمت و برکت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے "مبارک" کے لفظ سے ارشاد فرمایا۔ چونکہ بقول خدا اُس رات کی تبریک ختم نہیں ہوئی۔ لہذا ہر سال نزولِ قرآن کی یاد عبادتِ خداتعالیٰ سے منائی جاتی ہے۔ بخلاف اِس کے ماہ مقدم یعنی شعبان المعظم کی پندرھویں شب کو قرآن میں "لیلۃ القدر" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ رات مخصوص عہدِ رسالتؐ ہی سے منسوب نہیں جس طرح کہ نزولِ قرآن صرف عہدِ رسالتؐ ہی سے منسوب ہے۔ بلکہ ہر شبِ قدر ایک ہی مقام رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے خالق و مالک یعنی احکم الحاکمین کے "سالانہ میزانیہ" کی شب ہے۔ "قدر" کا لفظی مفہوم تو اندازہ یا جانچ کے ہیں۔ مگر عملی طور پر اسلامی اصولوں کی رُو سے امام وقت پر عالم کے جملہ کاروبار پیدائش و موت۔ رزق و دولت۔ وبا و بیماری صلح و جنگ تغیراتِ عالم۔ حکومتوں کا تغیر و تبدل موسموں کی کیفیات۔ لوگوں کے اعمال وغیرہ وغیرہ کے مکمل احکام و اطلاعات خداوند تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔ جن سے سالِ گذشتہ کی جانچ اور سالِ آئندہ کا اندازہ قائم کیا جاتا ہے۔ اِسی لئے اُسے قدر کی شب فرمایا گیا ہے۔ اس کی مکمل کیفیت قرآنِ حکیم میں مرقوم ہے:۔

إنا انزلناہ فی لیلۃ القدر ۵ وما ادراک ما لیلۃ القدر ۵ لیلۃ القدر خیرٌ من الف شھر ۵ تنزّل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم ج من کل امرٍ ۵ سلٰمٌ ھی حتی مطلع الفجر ۵ (پ۳۰ ع ۲۲ القدر)

یعنی بیشک ہم نے اُس کو شبِ قدر میں نازل کیا۔ اور تم کیا سمجھے کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اُس میں روح اور (دیگر) فرشتے اپنے پروردگار کے حکم سے جملہ احکام لیکر نازل ہوتے ہیں یہ (شب) فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی ہی سلامتی ہے

اس وقت ہمیں سورۃ مبارکہ القدر کی تفسیر بیان کرنا مطلوب نہیں۔ بلکہ اپنے اوپر کے بیان کی تائید دکھلانا منظور ہے۔ جب ملائکہ مقربین احکامِ خدا جملہ امور کے متعلق لیکر نازل ہوتے ہیں تو غور طلب یہ ہے کہ کس پر نازل ہوتے ہیں؟ یعنی جس طرح کہ قرآن جنابِ رسولِ اکرمؐ پر نازل ہوا۔ شبِ قدر کے احکام

سال کس پر نازل ہوتے ہیں؟ کیونکہ دنیا کی کسی زمین یا مکان پر ملائکہ کا نازل ہونا تو بے معنی ہے۔ جب وہ احکام خداؑ سے حاصل کرتے ہیں تو ضرور کسی کو پہنچاتے ہیں۔ اور وہ حجت خداؑ یا نائب رسولؐ کے سوا اور کون ہو سکتا۔ عہد رسولؐ میں خود رسولؐ موجود تھے۔ اور بعد ازاں ہر زمانے کا امام اس شرف سے مشرف ہوتا ہے۔ جو کہ آیات سورۃ قدر سے ظاہر ہے۔ جہاں تک موجودہ زمانہ کا تعلق ہے لیلۃ القدر کو ولادتِ امام آخرالزمان نے چلا کر دیا ہے جو اس مقدس رات میں پیدا ہوئے۔ جس طرح رمضان کی لیلۃ المبارکہ میں قرآن نازل ہوا اسی طرح شعبان کی لیلۃ القدر میں اس قرآن ناطق کا نزول ہوا جس کی خوشی دنیا کے تمام مسلمان اپنے، اپنے طریقوں سے مناتے ہیں اور امام غائب کی خوشی بھی قدرت غائبانہ طور پر ہر مسلم سے منوا رہی ہے۔ مگر صرف خوشی منانے سے ہی مطالب حل نہیں ہو جاتے یہ سوچنا ہر مسلم کیلئے ضروری ہے کہ شب قدر کو کاتبانِ قضا و قدر ہمارے کونسے گذشتہ اعمال امامِ وقت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور ہمارا آئندہ پروگرام کیا ہے؟

اوقاتِ سحری و افطاری بروئے قرآن

ماہِ رمضان المبارک میں اوقاتِ سحری و افطاری کے نقشے متعدد انجمنوں۔ تجارتی اداروں وغیرہ کی طرف سے شائع کئے جاتے ہیں اور ہر فرقہ اسلام اپنے اپنے عقائد فقہ کی رو سے اوقات مقرر کرتا ہے۔ مساجد میں نوبتیں اور شستریاں بجا کر اعلان کیا جاتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ تمام شہر کی مسجدوں میں ایک ہی لمحے اعلان نہیں کیا جاتا بلکہ کچھ نہ کچھ کم و بیش فرق ضرور ہو جاتا ہے ہم ذیل میں اوقات سحری و افطاری کیلئے اسلامی قانون قرآن سے پیش کرتے ہیں جس سے کوئی فرقہ اسلام بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ارشاد خالق ہے۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۔ (قرآن پارہ ۲ رکوع ۷ سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کا سپیدہ (شب کی) سیاہی سے الگ نمایاں ہو جائے پھر روزہ کو رات کے شروع ہونے پر ختم کرو۔

ظاہر ہے کہ آفتاب کے چھپ جانے کے فوراً ہی بعد اگر وقتِ صوم ختم ہو جاتا تو اسی اصول کے ماتحت آفتاب کے ظاہر ہونے سے فوراً قبل تک سحری کھانا بھی جائز ہوتا۔ مگر جب ہم سحری کھانا طلوعِ آفتاب سے کافی عرصہ پیشتر چھوڑ دیتے ہیں۔ تو افطار کیوں نہیں غروب آفتاب سے کافی عرصہ بعد بموجب آیتِ قرآن رات چھا جانے پر کرتے۔

لہٰذا بموجب قرآنِ صحیح اوقات پر سحری ختم کرنا اور افطار کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ ظاہر بظاہر حکم قرآن ہے۔

حمائت یزید و مخالفت اہلبیتؑ اور محترم علمائے اہلسنت کی خاموشی

بعض ممبران و خریدارانِ "معارفِ اسلام" نے ہمیں متوجہ کیا ہے کہ کراچی کے ماہنامہ "تذکرہ" اور لاہور کے "تجدیدِ عہد" میں حمایت یزید ابن معاویہ کیلئے گٹھ جوڑ ہو گیا ہے۔ اس گٹھ جوڑ کے متعلق تحقیق کرنا تو ہم نے ضروری نہیں سمجھا۔ البتہ ایک غیر مستند مضمون "کتاب الحسین پر تبصرہ" کے عنوان سے پہلے "تذکرہ" میں چھپنا شروع ہوا اور اب "تجدید عہد" میں بھی چھپ رہا ہے جس میں محض مخالفت اہلبیتؑ الطاہرین کے جذبہ کے ماتحت غیر محققانہ طور پر یزید ابن معاویہ کی حمایت کی جا رہی ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ لکھنے والا اپنے آپ کو سید لکھتا ہے۔ اگر وہ بناوٹی سید نہیں اور واقعی سید ہے تو اس سے بڑھ کر ناخلف اور کون ہو سکتا ہے۔ معارفِ اسلام کے بعض گذشتہ شماروں میں اس غلط اور جھوٹے واقعات کے پلندے پر مختصر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہمارے خیال میں علمی طور پر یہ مضمون اتنا گھٹیا ہے کہ اس کے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مضمون نظر سے گزرنے کے بعد بار بار یہی شعر زبان پر آتا رہا۔ کہ

یک حسینے نیست کو گردد شہید ورنہ بسیارند در دُنیا یزید

ہمیں صرف شکوہ احباب کا ہے۔ کہ جب یہ مضمون مسلک اہلسنت والجماعت کے بھی سراسر خلاف ہے۔ تو کیا علمائے اہلسنت پر اُمّتِ محمدیہ ہونے کی صورت میں یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ اس بے لگام کے منہ میں لگام ڈالیں۔ ناواقف و بے علم مضمون نگار خود اپنی زیادتی کو محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ ایڈیٹر "تجدید عہد" لاہور کے نام ایک خط میں لکھتا ہے:۔

"یہ مضمون اگرچہ اپنے بزرگ دوست محمود احمد صاحب عباسی (OFF HAND) لکھنا پڑا۔ لیکن مختلف حلقوں سے اظہار پسندیدگی نے مستقبل کیلئے حوصلہ مند بنا دیا۔ ورنہ ابتدا میں اس کا اندیشہ تھا کہ دوسروں سے زیادہ اپنے لوگ گریبانوں میں ہاتھ ڈالیں گے۔۔۔" (تجدید عہد فروری ۶۳ء)

ظاہر ہے اپنے سے مراد علمائے اہلسنت ہیں جن کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور حکومت کی مشینری خاموش ہے اور محترم علمائے اہلسنت کا خاموش تماشائی بن بیٹھنا بد زبان کو تھپکی کا کام دے رہا ہے بہر حال اپنے فعل کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اور مرنے کے بعد دربارِ رسولؐ میں خود جوابدہ ہیں۔

عربی زبان سے نابلد علّامے

عربی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ اور اس کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "کہ عربی سیکھو۔ کیونکہ اہل بہشت کی زبان عربی ہے" لیکن مسلمان اس فرمان کو پس پشت ڈال چکے ہیں یوں تو متحدہ ہندوستان میں عربی دان انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ لیکن پاکستان بن جانے کے بعد تو گویا اس کا جنازہ ہی نکل گیا اب آپ کو صحیح معنوں میں عربی زبان کا ماہر بہت کم ملیگا۔ بلکہ الشاذ کالمعدوم۔ زیادہ مصیبت یہ ہے کہ وہ لوگ جو عربی سے بالکل نابلد اور کورے محض ہیں۔ نہ صرف مولوی۔ عالم یا مولنا کہلانے لگے ہیں۔ بلکہ علامہ کہلاتے ہیں۔ گذشتہ ختم نبوت کے فساد کے بعد جب تحقیقاتی عدالت بیٹھی اور ایک اسی قسم کے مولنا صاحب سے دریافت کیا کہ کیا آپ عربی زبان جانتے ہیں؟ تو انہوں نے لاعلمی کا اقرار کیا۔ پھر عدالت نے پوچھا۔ کہ آپ مولنا کیوں کہلاتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "چونکہ میرے والد صاحب مولنا کہلاتے تھے۔ اس لئے ان کا فرزند ہونے کی مناسبت سے مجھے بھی مولنا کہا جاتا ہے۔ ورنہ میں عربی زبان نہیں جانتا" سبحان اللہ اس قسم کے مولنا چھوڑ اب آپ کو علامہ ملینگے۔ جو عربی علم ادب اور صرف ونحو ایسی مبادیات سے بالکل کورے ہونگے۔

ابھی حال ہی میں لاہور ایسے پاکستان کے علمی مرکز میں پنجاب یونیورسٹی نے ایک اسلامی کانفرنس قائم کی جس میں دنیا بھر کے اہل علم مسلمان اور غیر مسلموں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جسے کلوکیم کہا گیا۔ سب نے اسلام پر تقریریں کیں۔ ہمارے ایک نہایت بڑے عہدہ دار نے جن کی جنبش قلم پر لاکھوں افراد کی موت وزیست کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اپنا مقالہ پڑھتے وقت عربی الفاظ اور فقرات کی ادائیگی میں وہ بے بسی دکھلائی۔ کہ سعودی عرب کے مندوب احمد محمد جمال نے ان لوگوں کی جسارت پر بڑی جرأت کا اظہار کیا۔ جو عربی نہ جاننے کے باوجود اسلام کے شارح ہونے کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ پاکستان کے مسلمان شرم سے پانی پانی ہو گئے۔ جبکہ مندوب موصوف نے ہمارے پاکستانی ترجمانوں سے مسٹر غلام احمد پرویز جو منکر حدیث ہیں۔ ڈاکٹر مظہر الدین صدیقی چیف جسٹس ایس۔ اے رحمان (جنہیں عربی میں قاضی القضاۃ کہا جاتا ہے) اور مسٹر داؤد رہبر کو یہ مشورہ دیا۔ کہ جب تک یہ حضرات عربی علم ادب اور اس کی صرف ونحو میں مہارت تامہ حاصل نہ کر لیں۔ اسلام کی شرح بیان نہ کریں۔

اس سے بڑھ کر ہماری توہین کیا ہوگی۔ لیکن ایک اور بات سنئے :۔ انہی ایام میں جبکہ کلوکیم ہو رہی تھی۔ اور دنیا بھر کے علمائے اسلام اور عربی زبانوں کے سکالر لاہور میں جمع تھے۔ پنجاب یونیورسٹی نے ایک علمی عجائب گھر کو تشکیل دیا جس میں ہر قسم کی علمی کتابیں اور نادر تحریرات کا مظاہرہ کیا۔ ان تحریرات میں علامہ اقبال مرحوم کا ایک مقالہ بھی تھا۔ جو مرحوم نے نٹشے NETCHE کے فلسفہ پر بعنوان EGO اپنے قلم سے لکھا تھا۔ اس پر سورہ حشر کی آیہ مجیدہ هوالله الذی لا اله الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن ..... کو اس طرح نقل کیا تھا۔

... الملك القدوس والسلام المومن ..... جو غلط ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کو عربی زبان پر کافی دسترس تھی۔ لیکن اُن سے یہ آیت لکھنے میں سہو ہو گیا۔ چونکہ اس مقالہ کو ان مندوبین نے بھی دیکھا تھا۔ جو ہماری عربی دانی پر نکتہ چینی کر چکے تھے۔ اس لئے ہمارے لئے اور بھی شرم کا مقام تھا۔ وہ اپنے دل میں کیا کہتے ہوں گے کہ علامہ اقبال اور ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی غلط آیت۔

کارپردازوں میوزیم کو چاہئے تھا۔ کہ یا تو وہ یہ مقالہ ہی منظر عام پر نہ لاتے۔ یا اگر اپنی قومی عزت اور علامہ مرحوم کی قدر و منزلت کا خیال رکھتے۔ تو آیت درست کر دیتے لیکن شاید کارپرداز بھی اسی قسم کے علامہ ہوں۔

مجھے اس مقام پر علامہ تفتازانی کا ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ آپ عربی النسل نہیں تھے۔ لیکن عربی علم ادب اور صرف و نحو پر اس قدر حاوی تھے۔ کہ لوگ انہیں عربی النسل ہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کی شادی بھی عرب کے ایک اچھے گھرانے میں ہو گئی۔ ان کی بیوی ان کی فصیح البیانی سے اس قدر متاثر تھی کہ انہیں عربی النسل ہی سمجھتی رہی۔ ایک دن کافی رات گئے تک باتیں کرتے رہنے کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے کمرے کا چراغ بجھانے کیلئے کہا کہ " اُقْتُلِ السِّرَاجَ " جس کا لفظی ترجمہ ہے کہ چراغ کو قتل کر دو۔

علامہ موصوف کی زبان سے اس جملہ کا ادا ہونا تھا۔ کہ بیوی آگ بگولا ہو گئی۔ اور خادمہ کو بلا کر حکم دیا۔ کہ اس عجمی کو فوراً میرے کمرہ سے نکال دو۔

یہ اس علامہ کا حال ہے جو عربی کے ایک ماہر عالم اور ادیب تھے کیا کہتا آجکل کے ان علاموں کو جو عربی سے نابلد ہونے کے باوجود علامہ کہلاتے ہیں۔ ۔۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

بوٹا سنگھ کا قصہ اور مسلمانوں کی غیرت

پاکستان کے حصول کے لئے مسلمانوں نے جس قدر قربانیاں دیں، وہ محتاج بیان نہیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنا گھر مال، دولت، سونا، زر، زمین ہی دئے۔ بلکہ سب سے بیش بہا اور حقیقی چیز یعنی عزت و ناموس بھی قربان کر دی۔ بے رحم اور ظالم ہندوؤں اور وحشی درندے سکھوں نے جس بیدردی سے مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کی بے عزتی اور بے حرمتی کی اس کا تصور بھی ایک صحیح مسلمان کو خون کے آنسو رلا دیتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی غیرت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ یہ سب مصائب اور اپنی بے حرمتی اور عصمت دری کے خون کھولانے والے واقعات جلدی ہی بھول گیا۔ جب ہندو اور سکھ کرکٹ میچ وغیرہ کے سلسلے ہزاروں کی تعداد میں پاکستان وارد ہوئے۔ تو مسلمانوں نے ان عصمت کش جابروں کی آؤ بھگت تواضع خاطر داری و مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ انہیں اپنے سر اور آنکھوں پر بٹھایا۔ اور اپنے کردار اور اخلاق سے ثابت کر دیا کہ وہ انکے سیاہ اور وحشیانہ افعال سے ذرہ بھر بھی متاثر نہ ہوئے تھے۔ ان سے گلے ملے۔ انہیں اپنے گھروں میں جگہ دی۔ انکی پر تکلف دعوتیں کیں۔ اور خدا جانے کس کس طریقہ سے ہندوؤں اور سکھوں کو خوش کیا۔ جس سے انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مسلمانوں کی حس غیرت و حمیت مردہ ہو چکی ہے۔ اور وہ ان کے مظالم کو گذشتہ طاق نسیاں بنا کر ان کی مزید حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا ہماری کس قدر بہو بیٹیاں، مائیں اور بہنیں ان وحشیوں اور درندوں کے قبضہ میں ہیں۔ جن کا بازیابی کا محکمہ ابھی تک اپنی کوشش میں مصروف ہے۔ اور ابھی تک کئی عورتیں مل ہی جاتی ہیں جو ان ظالموں کے پنجۂ استبداد میں گرفتار تھیں۔

ابھی حال ہی میں ایک عورت کا واقعہ پاکستان کے مسلمانوں کی دلچسپی کا باعث بنا ہوا ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ انہیں ایام میں جبکہ پاکستان بن رہا تھا۔ اور مسلمانوں کی عصمتیں لٹ رہی تھیں۔ ایک لڑکی زینب نامی شاہکوٹ ضلع جالندھر کے کسی بوٹا سنگھ کے ہاتھ لگ گئی۔ زینب کی عمر اس وقت ۸ و ۹ سال کی بتائی جاتی ہے۔ ایک چالیس سال کے دہیر بوٹا سنگھ نے کسی اور سکھ سے پندرہ سو روپیہ پر خریدا تھا۔ زینب کو باقاعدہ شدھی کی بھینٹ چڑھا کر جیند کور بنا لیا گیا اور بوٹا سنگھ اس کے ساتھ بطور خاوند کے رہنے لگا۔ اس جوڑا میں سے دو بچیاں بھی پیدا ہو گئیں جن کا نام تنویر کور اور دلجیت کور رکھا گیا۔ محکمہ بازیابی کو جب اس بیچاری کا پتہ چلا۔ تو بعد تلاش بسیار اسے پہلے تو جالندھر کیمپ میں رکھا اور پھر پاکستان میں لا کر اس کے والدین کے حوالے کر دیا جو موضع نور پور ضلع لاہور میں رہائش پذیر ہیں۔

چالیس سالہ بوٹا سنگھ جب اس زینب عرف جیند کور سے بوجہ اس کی جوانی اور بچیوں کی ماں ہونیکے الفت ہو گئی تھی۔ پہلے تو انتظار میں رہا کہ شاید وہ واپس ہندوستان آ جائے۔ لیکن جب وہ نہ گئی تو بوٹا سنگھ پاکستان کی حدود میں داخل ہو گیا جو کہ داخلہ بلا اجازت تھا۔ اس لئے پولیس نے چالان کر کے عدالت میں پیش کیا۔ عدالت میں بیان دینے پر زینب کا قصہ کھلا جو عدالت میں شہادت کیلئے بلائی گئی لیکن اس نے بوٹا سنگھ سے کسی قسم کے تعلق سے لاعلمی کا اظہار کیا چونکہ زینب اپنے پاکستانی لواحقین

(باقی صفحہ ۳۶ پر)

پیغمبرؐ کے بعد لوگوں کی حالت اور حضرت حجتؑ کی غیبت

(بزبان امیر المومنینؑ)

وَأَخَذُوا يَمِيناً وَشِمَالاً طَعْناً فِي مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكاً لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ. فَلَا تَسْتَعْجِلُوا مَا هُوَ كَائِنٌ مُرْصَدٌ. وَلَا تَسْتَبْطِئُوا مَا يَجِيءُ بِهِ الْغَدُ. فَكَمْ مِنْ مُسْتَعْجِلٍ بِمَا إِنْ أَدْرَكَهُ وَدَّ أَنَّهُ لَمْ يُدْرِكْهُ. وَمَا أَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيرِ غَدٍ. يَا قَوْمِ هَذَا إِبَّانُ وُرُودِ كُلِّ مَوْعُودٍ. وَدُنُوٍّ مِنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُونَ. أَلَا وَمَنْ أَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِي فِيهَا بِسِرَاجٍ مُنِيرٍ. وَيَحْذُو فِيهَا عَلَى مِثَالِ الصَّالِحِينَ لِيَحُلَّ فِيهَا رِبْقاً، وَيُعْتِقَ رِقّاً، وَيَصْدَعَ شَعْباً، وَيَشْعَبَ صَدْعاً، فِي سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ أَثَرَهُ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهُ. ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ. تُجْلَى بِالتَّنْزِيلِ أَبْصَارُهُمْ. وَيُرْمَى بِالتَّفْسِيرِ فِي مَسَامِعِهِمْ. وَيُغْبَقُونَ كَأْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوحِ. (نہج البلاغۃ)

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) داہنے بائیں راستوں پر ہو لئے ہیں۔ جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہے۔ اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ۔ اور "کل" اپنے ساتھ لئے آ رہا ہے اس کی دیر محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ کہ جو کسی چیز کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پا لیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا۔ "آج" آنے والے "کل" کے اجالوں سے کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہونے کے قریب ہونے کا زمانہ ہے۔ کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔ دیکھو! ہم اہلبیت میں سے جو ان فتنوں کا دور پائیگا وہ ان میں ہدایت کا چراغ لیکر بڑھیگا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائیگا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگا کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو حق کی سان پر اس طرح تیز کیا جائیگا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے انکی آنکھوں میں جلا پیدا ہو جائیگی اور اسکے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہینگے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائینگے۔

(ترجمہ از مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

(نیمۂ شعبان)

نذرانۂ عقیدت

بحضور صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ

(از محسن جعفر قلادہ نظر ناظم شعبۂ نشر و اشاعت پاکستان حسینی مشن۔ راولپنڈی)

ساقی معجز نما دے اس مے عرفاں کا جام
ہاں نگاہ و دل کے گرمانے کا موسم ہے یہی
آج تو ٹوٹے کرامت سے طلسم صد خمار
مے وہ دے جس سے کہ روشن ہو ضمیر کائنات
وادئ ایمن میں پی تھی جو کلیم طور نے
مے وہ دے جس سے غم دوراں فسانہ بن سکے
جس کی رنگینی سے ہو رنگین تخیل کا دماغ
رازدار کوثر و تسنیم ہو جس کا وجود
ھل اتیٰ ساغر ہے جس کا ہاں وہ صہبائے طہور
گھول کر نور جبیں بھی بادۂ خوش رنگ میں
یادگار ساقی کوثر کی ہے بزم سرور
ہو گئی حاصل حیات جاودانی بس اُسے
دستگیری کا یہی ہے وقت اے دست کرم
ہے رسولوں کے لبوں پر تیری مے کی چاشنی
نازش پیمانہ بردار خمستان غدیر!
پھر نگاہ منتظر ہے شوق میں مچلی ہوئی
قلقل مینا نے پڑھ کر قل ھو اللہ احد
میکشو! مژدہ کہ پھر عہد بہاراں آ گیا
وہ جبین سامرہ سے نور کی پھوٹی کرن!

جس کے ہر قطرے میں ہو سرمایۂ کیف دوام
خم پہ خم خالی ہوں اور سیراب سارے تشنہ کام
سال بھر میں آج تو سیراب ہوں ہم تشنہ کام
تیرے میخانے کا در ہے زینۂ بیت الحرام
ہو وہی صہبا مگر ساقی! بشرطِ اذنِ عام
ہر طرف جاری ہے تیرا چشمۂ فیضانِ عام
جس کی خوشبو سے معطر ہو تصور کا مشام
باغِ رضواں کے گلِ تازہ سے ہو جس کا قوام
دشمنِ آلِ محمد کے لئے جو ہے حرام
قطرے قطرے کو بنا دے روکشِ ماہِ تمام
خم غدیرِ خم کے میخانے سے لا، کوثر کے جام
تیرے میخانے کا جس کو مل گیا جاں بخش جام
تو سلامت، تیرے میخانے کو بھی حاصل دوام
ہے فرشتوں کی زباں پر تیرے میخانے کا نام
عیسیٰ گردوں نشیں سے ہے فزوں تیرا مقام
تیرے میخانے میں ساقی آج ہے کیا دھوم دھام
حیدری مستوں کو پہنچا یا یہ جاں پرور پیام
ہاں لب تعلیں پہ کھیلے عشق پرور ابتسام
پیش کر اب تہنیت اے شاعرِ رنگیں کلام

(مطلع)

زینتِ آغوشِ نرجسؑ ہے وہ شاہِ ذوالکرام — عرش سے ٹکرا رہا ہے جس کی عظمت کا مقام
وہ امامِ منتظرِ عالم ہے جس کا منتظر — رہنماو مقتدائے کُل، امام ابنِ امام
وہ رسولِ آخری کا جانشینِ آخری — جس کے ہر سجدے میں پنہاں عظمتِ بیت الحرام

قائمِ آلِ محمدؐ، مہدئ آخر زماں!
شاہِ عالی مرتبت، ذی منزلت والا مقام

(مطلع)

اے کہ تیرے ہر نفس میں "قُم باذنی" کا پیام — اے کہ قبضے میں ترے پاکیزہ لمحوں کی زمام
ظلمتِ شب کے لئے تُو ہے نویدِ صبحِ نو — تیری ذاتِ پاک سے قائم ہے دنیا کا نظام
عالمِ امکان کا ہر ذرّہ ہے تیرا منتظر — اے امامِ منتظر! اے نورِ حق، حجت مقام
اے کہ تیری ذات سے قائم ہے تنظیمِ جہاں — ہے ترے دستِ تصرف میں زمانے کی زمام
ختم ہونا چاہئے اب تو حجابِ عارضی — ہو چکا ہے منتشر شیرازۂ ملت تمام
جامۂ سالوس میں کچھ واعظانِ بے عمل — بیچتے پھرتے ہیں ناموسِ شریعت صبح و شام
پھونک کر اپنی خطابت کا فسوں یہ سامری — پھینکتے ہیں ملتِ خوابیدہ کے ذہنوں پہ دام
یہ شریعت کے نگہبان دینِ قیّم کے امیں! — یاد ہے ان کو فقط مضمونِ "خرق والتیام"
ہے زباں پر نعرۂ "یَا لَیْتَنَا کُنَّا مَعَکَ" — آستیں میں دشنہ بہرِ اُمّتِ خیرالانام
مجلسوں سے مجلسیں اور تعزیوں سے تعزیے — اب تو ٹکرانے لگے ہیں یا شہِ عالی مقام
ہر قدم پر لٹ رہا ہے کاروانِ آرزو — المدد! اے رہبرِ آخر، امامِ نیکنام
بے خبر اب قوم کی اے قافلہ سالارِ قوم — از پئے شاہِ نجفؑ، بہرِ حسینؑ تشنہ کام

تجھ سے روحانی تعلق ہے ترے تحسینؔ کو
اُس کی طینت نے تری الفت سے پایا ہے قوام

(خصائص اسلام)

روزہ کی روحانی افادیت

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی۔ صدر ادارہ معارف اسلام لاہور)

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلاق عالم نے انسان کی تخلیق اجزائے ثلاثہ یعنی جسم نفس اور روح سے فرمائی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض و من انفسھم و مما لا یعلمون ۰ (پ ۲۳ یٰسین) ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات کردگار جس نے ہر جوڑہ (نر و مادہ) کو زمین سے اگنے والی نفس اور اس چیز سے خلق فرمایا جس کو وہ نہیں جانتے۔ ان القرآن تفسیر بعضہ بعضا کے تحت جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تنبت الارض کی تفسیر میں ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے۔ واللہ انبتکم من الارض نباتا (پ ۲۹۔ ع ۱۔ نوح)

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے پیدا کیا جیسا کہ پیدا کرنے کا حق ہے۔ معلوم ہوا۔ انسان کی تخلیق کا ایک جزو زمین یا مٹی ہے جس سے جسم انسانی تیار ہوا۔ کیونکہ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کو بیان کرتے وقت فرمایا ہے۔ انی خالق بشراً من طین (پ ۲۳۔ ع ۵ ص) ترجمہ:۔ میں ایک انسان مٹی سے بننے والا ہوں۔ بشر عربی زبان میں اس شے کو کہتے ہیں جس کا وجود ظاہر ہو یعنی جو مرئی ہو۔ مادی آنکھوں سے نظر آسکے چونکہ نفس اور روح جو تین میں سے باقی دو اجزا ہیں غیر مرئی ہیں۔ آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ اس لئے بشر کے معنے اس مادی جسم انسانی کے ہیں جس کی تخلیق مٹی سے ہوئی۔ صرف حضرت آدمؑ ہی کے متعلق لفظ "طین" یعنی مٹی استعمال نہیں کیا گیا بلکہ کل انسانوں کے جسموں کیلئے بھی یہی مادہ تخلیق بیان کیا گیا ہے۔ کما قولہٗ تعالےٰ:۔ ھو الذی خلقکم من طین (پ ۷ ع ۱۔ انعام) ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ وہی تو ہے جس نے تم سب کو مٹی سے بنایا اور پ ۱۸ سورہ مومنون کے رکوع اول میں ارشاد ہوا من سلالۃ من طین۔ کہ انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا گیا۔ پھر پارہ ۲۱ سورہ سجدہ کے پہلے رکوع میں اسی امر کو دہرایا گیا۔ انا خلقنٰکم من طین۔ کہ ہم نے انسان تمہیں مٹی سے بنایا۔

ثابت یہ ہوا کہ انسان کا ایک جزو یعنی جسم ہے جو مٹی سے بنا۔ دوسرا جزو "من انفسھم" ہے یعنی نفس اور تیسرے کے متعلق ارشاد ہے مما لا یعلمون۔ اب ہم اسی قاعدہ بالا سے جب قرآن مجید کی دوسری آیات دیکھتے ہیں تو مما لا یعلمون کی تفسیر مل جاتی ہے چنانچہ ارشاد ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (پ ۱۵ ع ۱۰۔ بنی اسرائیل) ترجمہ:۔ اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہدیں کہ روح میرے پروردگار کے عالم امری سے ہے۔ اور تمہیں اس کے بارے میں نہایت ہی کم

علم دیا گیا ہے معلوم ہوا کہ جس تیسرے جزو کو ہم نہیں جانتے۔ وہ روح ہے۔

پس قرآن مجید سے انسان کی تخلیق کے تین اجزا یعنی جسم۔ نفس اور روح ثابت ہو گئے۔ اصلاح طب میں انہی تین اجزا کو قوائے ثلاثہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ الرئیس بو علی سینا کی کتاب قانون کی فصل سادس میں ہے عند الاطباء ثلثۃ جنس قوی نفسانیہ وجنس القوی الطبیعۃ وجنس القوی الحیوانیہ۔

وہ مادۂ فانیہ کی ترکیب یافتہ صورت ہے جو انتہائے ترکیب میں ہے۔ روح چونکہ فوق مادہ فانیہ اور غیر ترکیب یافتہ لطیف ترین شے ہے اس لئے انتہائے تجرّد میں ہے۔ چونکہ ایک فانی مادہ سے مرکب شے کا انتہائی مجرّد شے سے انفصال ناممکن تھا اس لئے خداوند عالم نے جو ہر قسم کی خلقت پر قادر ہے ایک تیسرا جزو خلق فرمایا۔ جسے نفس کہتے ہیں۔ نفس میں دونوں جنبے موجود ہیں۔ وہ جسم سے بھی تعلق رکھتا ہے اور روح سے بھی۔ گویا جسم اور روح کے درمیان بطور برزخ کے ہے۔ جس طرح دو اینٹوں کو جوڑنے اور متصل رکھنے کیلئے سیمنٹ یا گارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح جسم اور روح کا اتصال قائم رکھنے کے لئے نفس سیمنٹ یا گارے یا برزخ کا کام دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جسم جو مٹی سے بنا ہے اس کی تربیت اور نشو و نما کے لئے زمینی اشیاء ہی کی ضرورت ہوگی لہذا جسم کو قائم رکھنے اور اس کی توانائی کو برقرار رکھنے کے لئے زمین سے اُگی ہوئی اشیاء خواہ وہ از قسم نباتات ہوں یا حیوان اس کی خوراک ہوں گی۔ اب جسم چونکہ مادی شے ہے۔ اس لئے انسان جس قدر مرغن اور مرغوب غذائیں استعمال کریگا۔ اس کا مادی فانی جسم ہی بڑھیگا نفس اور روح کو اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ روح چونکہ لطیف ترین جزو سے مخلوق ہوتی ہے۔ لہذا کوئی مادی شے اس کی خوراک نہ ہوگی۔ اس کی توانائی اور وجود کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے غیر مادی خوراک کی ضرورت ہوگی۔ اور وہ "روزہ" ہے۔ اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے آیہ صوم میں اشارہ فرمایا ہے۔ کما قولہٗ: یٰایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۝ (پ۲ - ع ۲۳ - البقر)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر تھے تاکہ تمہیں تقوےٰ حاصل ہو جائے۔

دیکھیے اس آیہ مجیدہ میں خداوند تعالیٰ نے روزہ کے رکھنے کی غرض و غایت حصول تقویٰ بتائی ہے۔ نہ کہ جسم کی توانائی یا جسمانی بیماریوں سے شفاء۔ اس سے ان لوگوں کا فلسفہ غلط ثابت ہوا۔ جو اکثر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ روزہ رکھنے سے جسم انسانی کی اخلاط فاسدہ تباہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح سے اس کی بیشمار بیماریاں رفع ہو کر جسم توانا اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

غور کریں کہ آجکل کی پیشتر دنیا کس قدر ایجادات کر چکی ہے۔ مختلف قسم کی مشینیں ایجاد ہوئی ہیں، غذا کو کیمیاوی طریق سے لطیف سے لطیف تر بنایا جا رہا ہے۔ نہ صرف عمر کے بڑھانے کے مسائل حل کئے جا رہے ہیں۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرنے کے طریقے بھی دریافت ہو رہے ہیں۔ جسم انسانی کو ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ رکھنے اور اس کی توانائی اور قوت کو برقرار رکھنے کے لئے لاکھوں قسم کی دوائیں۔ غذائیں اور ترکیبیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ پھر روزہ کو محض جسم انسانی کی بیماریوں کا واحد علاج بتانا اس زمانہ میں کس قدر مضحکہ خیز دعویٰ ہے۔ ان ایجادات۔ اغذیہ اور تراکیب سے انسان زیادہ سے زیادہ یہی کامیابی حاصل کریگا۔ کہ بدن میں قوت قاہرہ بیدار ہو جائے عمر بڑھ جائے یا کچھ اور بھی؟۔ تو یہ بات معمولی حیوانات حتیٰ کہ حشرات الارض ایسی رذیل اور ادنیٰ ترین مخلوق کو بھی حاصل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ سانپ عمر کے لحاظ سے اور شیر قوت کے لحاظ سے انسان سے بدرجہا فائق ہیں۔ پھر اگر انسان نے یہ درجات یعنی توانائی اور درازیٔ عمر کے نسخے معلوم بھی کر لئے تو زیادہ سے زیادہ سانپ یا شیر ہی بن سکا۔ گویا اشرف المخلوقات کی خلعت اتار کر حیوانیت کا جامہ پہن لیا۔ انسان کے لئے یہ امر باعث ننگ ہے نہ کہ ذریعہ فخر و مباہات۔

اگر انسان کو شیر سے بھی زیادہ مادی جسمانی قوت و توانائی حاصل ہو جائے۔ تو روحانیت سے بے بہرہ رہ جائیگا بلکہ اس قوت کو اپنے نفس امارہ کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے۔ وہ فسق و فجور پر آمادہ ہوگا کیونکہ مادی قوتیں مادیات کی طلبگار رہیں گی۔ انہیں روحانیات سے کیا تعلق ہ جب مادی قوتیں ابھریں گی تو شہوانیات بہیمیت۔ اور سبعیت بڑھیں گی۔ ان کے جو خوفناک اور خطرناک روحانیت کو فنا کرنے والے نتائج برآمد ہوں گے۔ ان کے تصور سے کلیجے کانپ اٹھتے ہیں۔ اسی لئے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا تھا۔

ولقد ذرأنا لجھنم کثیراً من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون (پ ۹ ع ۲۳ الاعراف)

ترجمہ:۔ اور ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت سوں کو جہنم ہی کے لئے بنایا ہے۔ وہ ایسے ہیں۔ کہ ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں۔ اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی مانند ہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

ظاہر ہے کہ جسم انسانی کی زیست کا مدار انہی تین قوتوں پر ہے یعنی سننا۔ دیکھنا اور سمجھنا یعنی مفید و مضرت میں تمیز کرنا ہو مگر یہ تینوں قوتیں دیگر حیوانات میں بھی ہیں۔ مگر وہ ان سے کام لینا نہیں جانتے اس لئے اگر انسان ان قویٰ سے کام نہ لے۔ تو وہ اگرچہ شکل ظاہری میں انسان ہوگا۔ لیکن ایک حیوان اور اس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حیوان بلکہ اس سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔ اور ایسے انسانوں

و جہنم کا ایندھن بتایا ہے۔

پس روزہ کو محض جسم انسانی کی حفاظت اور تقویت کا سبب جاننا غلط ہے۔ اور جو انسان اپنے آپ میں خواص انسانیت پیدا نہیں کرتا وہ انسان کہے جانے کا بھی مستحق نہیں قرار دیا جا سکتا۔

چونکہ انسانیت کا مدار کان۔ آنکھ اور دل کی حفاظت اور ان کے صحیح استعمال پر ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے روزہ قرار دیا۔ اور آنحضورؐ صلعم نے فرمایا۔ کہ روزہ محض فاقہ کشی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ کان آنکھ اور دل کا بھی روزہ ہے۔ کان سے نہ قول بد سنے نہ کسی کی غیبت۔ زبان سے کوئی قول بد نہ کہے۔ آنکھ سے کسی غیر شرعی امر کی طرف نہ دیکھے۔ اور دل سے کوئی بری خواہش نہ کرے۔ ایک مقام پر آپؐ ارشاد فرماتے ہیں من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه یعنی جو شخص زبان سے بری باتوں کے کہنے کو نہ چھوڑے اور اعمال بد کرے پس خدا کو حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ یعنی روزہ رکھے۔ مطلب صاف ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک صرف پیٹ کا روزہ نہیں۔ بلکہ کان۔ آنکھ۔ زبان اور دل سب کا روزہ ہے پس کسی بد اعمال اور بد زبان کا کوئی روزہ نہیں ہے۔ چونکہ کان۔ آنکھ۔ زبان اور دل کی حفاظت اور ان سے صحیح کام لینے کا نام تقویٰ ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے روزہ کو تقویٰ کے حصول کا ذریعہ بتایا۔ تقویٰ روحانیت کا سنگ میل ہے۔ جو روزہ رکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔

جب تقویٰ اور روحانیت حاصل ہو گئے تو اب انسان اخلاق فاضلہ کا حامل بن جائیگا۔ کسی بھوکے کو دیکھ کر اسے اپنی بھوک کا احساس ہوگا۔ اپنے ہم جنسوں سے بد تواضع نہ ہوگا۔ کسی غریب اور بیکس کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر اس کی مدد کرنے میں دریغ نہ کریگا۔ کسی مظلوم فریادی کی فریاد سن کر وہ متاثر ہوگا۔ اور اس سے آنکھیں نہیں چرائیگا۔ قلبی قوت سے حق و باطل میں امتیاز کریگا۔ آنکھوں سے غلط اور صحیح اندازہ کریگا۔ اپنے کانوں سے اچھی بات سنیگا۔ کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ سنیگا۔ جب اس میں یہ خواص پیدا ہو جائیں گے۔ تو وہ صحیح معنوں میں روزہ دار اور انسان کہلانے کا مستحق ہوگا۔ ورنہ روزہ اس کے کسی کام نہ آئے گا۔

روزہ کے متعلق ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ لیکن معارف اسلام کے اوراق چونکہ طوالت تحریر کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے سر دست اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ کبھی پھر اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کیا جائیگا۔

وما علینا الا البلاغ (سید امداد حسین کاظمی)

توجہ طلب :- معارف اسلامؐ کا چوتھا سال اپریل ۵۸ء سے شروع ہوگا۔ کیا آپ نے چار روپے بدل اشتراک روانہ کر دیا؟

(معارف القرآن) (قسط اوّل)

تفسیر بالرائے اور قرآن

از قلم: سید جواد حسین نقوی الاسلامی مہتمم جامعہ حسینیہ بھکر میانوالی

آج کل پیش تمام ممالک اسلامی میں ایک طبقہ ایسا موجود ہے۔ جو یہ چاہتا ہے۔ کہ اسلام اور قرآن کے تصورات تمام دنیا پر چھا جائیں اور قرآنی تعلیمات کو پھیلا کر قرآنی اقتدار کو پیش نظر رکھ کر ایسا مثالی معاشرہ وجود میں لایا جائے جسے ہم صحیح معنوں میں اسلامی یا قرآنی معاشرہ سے تعبیر کر سکیں۔ پاکستان میں جماعت اسلامی اور "قرآنی نظام ربوبیت" کے پرستار مصر میں اخوان المسلمین اور انڈونیشیا میں والا اسلام اس اعلیٰ اور مثالی معاشرہ کے قیام کی دعوت دے رہے ہیں۔ دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ایسی جماعتیں موجود ہیں جو اسلامی معاشرے کی داعی و نقیب ہیں۔ اور ان سب کی جانب سے کہا جا رہا ہے۔ کہ جب تک قرآن اور اسلام کے غیر متبدل اصولوں کی روشنی میں نظام مرتب نہیں کیا جائیگا۔ تب تک نہ تو ممالک اسلامیہ ترقی کر سکیں گے اور نہ امن عالم کا قیام ممکن ہوگا۔ اس سلسلہ میں کافی لٹریچر تیار ہو چکا ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم کی تمام قوتیں اس خیال کی اشاعت میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اور بعض جگہ تو تلوار کی طاقت بھی کام میں لائی جا رہی ہے۔ غرض یہ کہ قرآنی تعلیمات کے دوبارہ احیا کا تصور عام ہو چکا ہے۔ اور خود عوام میں اس سلسلہ میں اتنا جذبہ پیدا ہو چکا ہے کہ وہ صرف اتنی سی بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ حسبنا کتاب اللہ اتنی سی بات پر عوام کا اظہار مسرت ان کے اس جذبہ کا مظہر ہے کہ قرآنی اور اسلامی اقدار کے وہ بہ عمل آنے کی دلی تمنا رکھتے ہیں اور مسلم عوام کے دلوں کے کسی گوشہ میں یہ تمنا ضرور پوشیدہ ہے کہ ان کے ملک میں وہ مثالی معاشرہ وجود میں آئے جسے مدینہ کے مثالی معاشرے کا وارث کہا جائے۔ وہ سوسائٹی جو سرکار دو عالم نے قائم فرمائی تھی۔

قرآنی تعلیمات یا اسلامی تعلیمات کے احیاء سے مسلمانوں کی یہ وابستگی یقیناً ایک فال نیک ہے۔ اور ہر سچا مسلمان اس کا خیر مقدم کرنے پر مجبور ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حقیقی امن تبھی قائم ہوگا جب قوانین خداوندی کی پابندی کریگا۔ ذہنی اور فکری آزادی تبھی حاصل ہوگی جب قوانین الٰہیہ کا جو قوانین خیر و برکت ہیں نفاذ ہو جائیگا اور وہ ابدی سکون جس سے آج انسان محروم ہے تبھی وجود میں آئیگا جب انسان ان خطوط پر آگے بڑھیگا۔ جو اس کے مقصد تخلیق کے ہم آہنگ ہوں گے۔ ایسی حالت میں قرآنی اور اسلامی دعوت فکر کی ہر دعوت، دعوت حق ہے اور اس پر لبیک کہنا نہ صرف یہ کہ ہمارا اسلامی فریضہ ہے بلکہ آزادی، مسرت، ترقی، سکون کے متلاشی انسانوں کی حیثیت سے ہمارا انسانی فریضہ بھی ہے لیکن قرآنی اور اسلامی تعلیمات کے جو داعی اور نقیب آج مختلف ممالک اسلامیہ میں سرگرم عمل نظر آتے ہیں ان کے سامنے خود بھی ان اقدار و اسلامی معاشرہ کا کوئی

واضح اور صحیح نقشہ نہیں جس کے قیام کی وہ دعوت دے رہے ہیں اور یہ ایک ایسی کمزوری ہے جس کے نتیجہ میں ان کو وہ کامیابی نہیں ہو رہی جس کے وہ مستحق ہیں۔

حکومت الٰہیہ کے تصور اور قرآنی اقدار کے احیاء کے ساتھ ہی جو خیالات ایک عام ذہن میں ابھرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ قرآن اور اسلام کا اصل مقصد کیا ہے۔ یہ اسلامی اور قرآنی اقدار جو مانند خواب نظر آتے ہیں کہ ہر انسان اس کی مختلف تعبیریں پیش کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسلام کا مقصد حکومت الٰہیہ کا قیام ہے کوئی اس کا مدعی ہے کہ اسلام اور قرآن اس کے متقضی ہیں کہ قہر و غلبہ سے ساری کائنات پر چھا جاؤ۔ ان مختلف تعبیرات کی روشنی میں ایک متنفس و متفکر چکرا جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ لیکن داعیان تعلیمات قرآن اور اسلامی کے پاس ان کا کوئی تسلی بخش اور تحقیقی جواب موجود نہیں۔ اور مختلف حلقوں کی جانب سے جو جوابات پیش کئے جاتے ہیں ان میں اتنا تضاد پایا جاتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں ذہنی خلفشار یا فکری انتشار کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال جیسے محقق اسی تضاد اور اختلاف سے اتنا گھبرا جاتے ہیں کہ مجبور ہو کر انہیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ ؎

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

داعیان تعلیمات قرآنی اور قرآنی نظام کے پیامبر ایک ہی چیز پر متفق نظر آتے ہیں کہ اپنے "فکر و تدبر سے قرآن کا مفہوم متعین کیا جائے" مولانا ابوالکلام آزاد ہوں یا شیخ طنطاوی جوہری (مصری) مولانا مودودی ہوں یا استاد فراہی (صاحب "حجة") پرویز ہوں یا عبداللہ چکڑالوی ان سب کا فتویٰ ہے کہ اپنے غور و فکر سے قرآن کے معانی کو متعین کرو من مانی تاویل سے کام لو کیونکہ رسول کریمؐ کی جانب سے قرآنی افہام و تفہیم کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا اس لئے فکر و تدبر (من مانی تاویل) کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور قرآن کی وارث پوری کی پوری امت ہے۔

صاحبان تفسیر بالرائے کی جانب سے تفسیر بالرائے کے حق میں اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ اب تفسیر بالرائے اور قرآن تقریباً مترادف الفاظ بن گئے ہیں اور قرآنی تعلیمات کا تصور کرتے ہی ذہن میں تفسیر بالرائے کے ابھونے نشتر بھی اپنا وار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

میں نے اپنے مضمون کے اس سلسلہ میں "تفکر" اور "تفہیم" بنیادوں کو سامنے رکھ کر اس تصور کا جائزہ لیا ہے اور مجھے یہ عرض کرنے میں کوئی باک نہیں کہ جب "تفسیر بالرائے" اور "قرآن" کے نظریات پر گہری نظر ڈالی جاتی ہے تو ہمیں ان میں بعد المشرقین نظر آتا ہے۔ قرآن کے مقاصد تفسیر بالرائے سے اور تفسیر بالرائے کے عزائم قرآن سے متصادم نظر آتے ہیں اور اس واضح اختلاف کے بعد میرے لئے یہ سمجھنا انتہائی دشوار ہو جاتا ہے کہ تفہیمات قرآن کی نشر و اشاعت اور استخراج و استنباط ایسے فلسفے پر کس طرح مبنی ہو سکتا ہے جو بنیادی طور پر ہی اسلام کی ضد واقع ہوا ہو۔

مجھے اپنی صحت فکر پر اصرار نہیں ممکن ہے میں غلطی پر ہوں یا تو میں نے جمہوریت کے حق کو سمجھنے میں غلطی کی اور یا پھر قرآن کو سمجھنے سے قاصر رہا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں دونوں جز تفریقات کی تہ تک پہنچنے سے قاصر ہوں۔ اس لئے میری تنقیحات اور میرے اخذ کردہ نتائج دونوں غلط ہوں ایسی حالت میں میں اپنی غلطی تسلیم کرنے پر ہمیشہ تیار رہونگا لیکن اگر وہ تنقیحات صحیح ہیں جو میں نے مرتب کی ہیں تو عصر حاضر کے ان صاحبان تفسیر بالرائے کو جو قرآنی تعلیمات کا وارث جمہوریت کو بنائے ہوئے ہیں اپنے خیالات کا دھارا بدلنا ہوگا اور "تفسیر بالرائے" کو ترک کرکے معلمان قرآنی کے در پر جھکنا پڑیگا اور چاہے یہ کام کتنا ہی ناخوشگوار۔ ناپسندیدہ اور محنت طلب کیوں نہ ہو ان کو محض قرآن اور اسلام کی خاطر اپنے موجودہ انکار کو ترک کرکے ایک بار پھر نئے سرے سے اس منزل کا سراغ لگانا ہوگا جس سے تشنگان علوم قرآنی اپنی پیاس کو بجھا سکیں۔

صاحبان "تفسیر بالرائے" ہمارے سامنے دعاوی پیش فرماتے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں:۔

(۱) تدبر و تفکر فی القرآن ہمارے لئے بھی اسی طرح لازمی ہے جس طرح پہلے تھا۔ لہٰذا ہم اپنی عقل کے مطابق قرآن کا مفہوم متعین کر سکتے ہیں انسانی عقل اپنی ترقی کے آخری مدارج پر ہے اور یہ بچگی ذہن زمانہ جدید کے لئے لازمی ہے انسان اب بالغ ہو چکا ہے

(۲) خدا نے دین کو قرآن میں مکمل کر دیا اور قرآن کا ذمہ خود لے لیا۔ اس کے بعد سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا۔ رسول اللہ نے اپنی احادیث (تفسیر قرآن) کا مجموعہ امت کو نہیں دیا۔ اور نہ ہی خلفائے راشدین یا دیگر صحابہ نے کوئی ایسا مجموعہ مرتب کیا

(۳) ذخیرہ احادیث رسول میں کافی اختلاف ہے اس لئے حتمی طور پر اقوال رسول کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قابل حجت ہیں یا نہیں۔

(۴) قرآن عربی زبان کی واضح کتاب ہے اس لئے صرف و نحو پر کافی عبور رکھنے والا معانی قرآن کو بخوبی سمجھ سکتا ہے

(۵) قرآن کی وارث پوری کی پوری امت ہے نہ کہ چند افراد۔ لہٰذا ہر شخص کو اس کا حق ہے کہ وہ قرآن کے معنی خود متعین کرے۔

(۶) صحابہ کرام جو ہم سے زیادہ قرآن کو سمجھ سکتے تھے انہوں نے بھی اپنے زمانہ میں تقاضائے وقت کے مطابق قرآن کی تفسیر کی لہٰذا تقلید صحابہ کا سب سے بڑا رکن اپنے تفکر و تدبر سے قرآن کے معانی متعین کرنا ہے۔

(۷) قرآن کا وہ مفہوم جو رسول اللہ نے بیان فرمایا واقعی قرآن کے معانی سے اقرب تھا لیکن اب حالات بدل چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی قرآن کا مفہوم خود متعین کرنا چاہئے۔

(۸) قرآن کا مفہوم جو پہلے زمانہ میں متعین کیا گیا۔ وہ آج فرسودہ ہو چکا ہے۔

(۹) خود رسول کریم نے اپنے تفکر و تدبر سے قرآن کا مفہوم متعین کیا جب رسول اکرم کے بعد قرآن کی وارث

دی کی پوری امت ہے تو اب امت بھی تقاضائے وقت کے ماتحت مفہوم متعین کر سکتی ہے ۔

(۱۰) اس فکر و تدبر میں ایک مصلحت ہے تاکہ امت کے لئے قرآن فکری طور پر بیکار نہ ہو جائے ۔ اور صلاحیت تدبر و فکر ختم نہ ہونے پائے ۔

(۱۱) رسولِ خدا کی ہر بات وحی کے مطابق نہیں ہوتی تھی اور آپ سے بعض اوقات اجتہادی اغلاط ہو جایا کرتی تھیں ۔ اس لئے سنتِ رسول ایک وقتی چیز ہے ۔ قرآن کا وہ مفہوم جو شاید تقاضائے بشریت سے آپ غلط متعین کر بیٹھے ہوں ہمارے لئے حجت نہیں ۔ دوامیت صرف الفاظ قرآن کو حاصل ہے ۔

(۱۲) دوامیت کی سند عطا کرنا ہمارے نزدیک صرف الفاظ قرآن کو اس لئے ہے کہ ہم قرآن کے نخلِ طیب کے پرستار ہیں ۔

یہ ہیں وہ دعاوی و استدلالات جو صاحبانِ تفسیر بالرائے کی طرف سے بالعموم پیش کئے جاتے ہیں ۔ مجھے جمہور علمائے اسلام کے ان دعاوی کو مان لینے میں کوئی عذر نہ ہوتا لیکن بدقسمتی سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ علمائے امت جہاں اپنے ذوقِ تفسیر بالرائے پسندی میں اسلام اور قرآن کے بنیادی حقائق اور صحیح تصورات سے اعراض فرما رہے ہیں وہیں خود اپنے دیرینہ عقاید پر بھی تیشہ چلانے کے مرتکب ہو رہے ہیں اور صرف قرآن کو تفسیر بالرائے کے مترادف قرار دینے کی دھن میں ایسی تفہیمات مرتب فرما رہے ہیں جو ان کے صدیوں کے عقاید، ان کی تاریخ اور خود ان کی روایات پر ایک ضربِ کاری ہیں ۔

سوال یہ ہے کہ اگر "حسبنا کتاب اللہ" کا قیام ہی عین مقصود اسلام ہے تو حضرت علیؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں تدوینِ حدیث کا کام ، ان صحابہ کرام کے جذبہ دینی و فہمِ اسلامی پر کوئی اچھی روشنی نہیں ڈالتا ۔ جنہوں نے " الصحابۃ کلھم عدول " کا شرف حاصل ہونے کے باوجود ، تدوینِ احادیث کے آگے سپر ڈال دی ۔ اور ایک منافی قرآن اور فضول کام شروع کر کے بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ابدالآباد تک اختلافات کی خلیج بناتے چلے گئے ۔ خود عمر بن عبدالعزیزؒ جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تدوینِ احادیث کے بانی تھے نہ صرف مسلمانوں کے اولی الامر تھے بلکہ خلافت علیٰ منہاج رسالت کے بہت بڑے رکن اور سیرتِ شیخینؓ کے جلا کرنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے ۔ مزید برآں امیر معاویہ جو نہ صرف صحابی بلکہ خال المومنین اور کاتبِ وحی کے القابات سے بھی یاد کئے جاتے ہیں ان کا شانِ شیخین میں حدیث کا پرچار اس حالت میں انتہائی حیرت انگیز ہو جاتا ہے کہ تمام علمائے امت "اصحابی کالنجوم" والی حدیث پر مکمل ایمان رکھتے ہیں ، اور گذشتہ تیرہ سو سال میں ہمیں یہ درس دیتے رہے ہیں کہ صحابہ کرام کا ہر عمل اور ان کا ہر حکم واجب التعمیل ہے ۔ اگر صحابہ کرام کی شان میں بیان کی جانے والی احادیث واقعی صحیح ہیں ۔ اگر صحابہ کرام کا عدل ناقابلِ انکار ہے ۔ اگر وہ صحیح معنوں میں ہدایت فرمانے والے

ستارے ہیں، اور اگر ان کی دینی فہم و بصیرت کے سامنے سر جھکا دینا ہر سچے مسلمان کا فرض سمجھا جاتا ہے تو امیر معاویہ کی قیادت میں شیخین کی شان میں بیان کی جانے والی احادیث کی حوصلہ افزائی اور ان کا نفاذ اور صحابہ کرام مثلاً حضرت عثمانؓ و حضرت ابو ہریرہ، عبد اللہ ابن عباس، حضرت علی، عمر بن عبد العزیز کی جانب سے اس نظام کی تصدیق و توثیق اسی طرح ایک جائز اور برحق عمل قرار پا سکتی ہے، جس طرح حضرت عمرؓ کے دور میں حسبنا کتاب اللہ کا نفاذ ــ یعنی ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام جو حضرت عمرؓ کی شکل میں حسبنا کتاب اللہ کا داعی ہے وہیں باقی اکابر صحابہ کے روپ میں "حجیت احادیث" کا بھی علمبردار ہے۔ اور جس طرح حضرت عمرؓ کے عمل کی بنیاد پر حسبنا کتاب اللہ کو اساس اسلام قرار دیا جا سکتا ہے اسی طرح خود اکابر صحابہ کرام کی تقلید و تاسی "حجیت احادیث" بھی تعبیر اسلام کی ایک شکل قرار دیے جانے کی مستحق ہے۔

دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تیرہ سو سال تک جمہور مسلمین ہی نہیں علمائے امت تک "حجیت احادیث" جیسے کج اسلام کے منافی قرار دیا جا رہا ہے نہ صرف یہ کہ اس کو اپنا کر اپنے کو دنیاوی سیادت و قیادت کا اہل تصور کرتے رہے بلکہ اسے خلافت رسولؐ کی تائید میں استعمال کر کے اپنی دینی و روحانی زمام بھی اسی بادشاہت کے سپرد کیے رہے جو صرف "حجیت احادیث" کی بنا پر تعمیر کی گئی تھی۔ اب اگر بادشاہت کا نظام غیر اسلامی اور وجہ جواز خلاف قرآن تھی تو ان بیچارے مسلمانوں و خلفا کا کیا حشر ہو، جو تیرہ سو سال تک بادشاہت کے مشرکانہ تصور کے سامنے سر بسجود رہے اور اس نظام بے ہنگم کا ستون بنے رہے، جسے عصر حاضر کی تحقیق نے اسلام کے منافی قرار دیا ہے۔ یہ سوال اس وقت اور زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ "حجیت احادیث" کے عمل میں صحابہ کرام بھی ہزاروں کی تعداد میں شریک ہیں اور تابعین و تبع تابعین تو تمام اسی دور ظلمت کے پروردہ ہیں۔ کیا علمائے امت یہ تسلیم کرنے پر تیار ہیں کہ وہ صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین تو تمام تر ایک مشرکانہ اور غیر اسلامی نظام تفہیم و استنباط کے حامل تھے، بلکہ ان میں اتنی دینی بصیرت یا شعور اسلامی موجود تھا کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اسلام کی تعلیمات کا سرچشمہ احادیث کو ترک کر کے قرآن پر مبنی ہے۔

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان حضرات نے اسلامی تفہیم و ابہام کے اصلی سرچشمہ کو تلاش کرنے میں ایسا بڑی غلطی کی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ "تعبیرات اسلامی" کے سے اہم معاملہ میں بھی اسلام کے منشا و مقصود کو سمجھنے میں ایک ہولناک غلطی کا ارتکاب کر سکتے ہیں، ان سے معمولی فروعی مسائل میں صحیح رہنمائی کی کیسے توقع کی جا سکتی ہے۔ جو لوگ اصولی اور بنیادی مسائل میں بھی اسلام کے حقیقی منشا کو مقصود کو نہ سمجھتے ہوں۔ ان کو اسلام اور مسلمانوں کا دینی رہنما سمجھنا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے۔

"حجت احادیث" کو منافی اسلام اور صرف حسبنا کتاب اللہ کو عین قرار دینے کے نتیجہ میں مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کو الصحابہ کلہم عدول اور الصحابہ کالنجوم قسم کی تمام حدیثوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑیگا اور اس کے جو نتائج برآمد ہو سکتے ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں جمہور مسلمین کے مذہب کا سارا دارو مدار "حجت احادیث" اور سارا انحصار تقلید صحابہ پر ہے اس لئے اگر تفسیر بالرائے کی بحث میں "حجت احادیث" اور "تقلید صحابہ" کا اصول ختم کر دیا گیا تو مسلمانوں میں ایک ایسا مذہبی بھونچال آئیگا جس کے اثرات کا اندازہ کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔

اس سلسلہ میں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کی جا سکتی کہ مسلمانوں کے سارے آئمہ تفسیر اور ائمہ فقہ "حجت احادیث" کے زمانے کی پیداوار ہیں۔ اور "حجت احادیث" کو منافی اسلام قرار دینے والے حضرات نادانستہ طور پر اپنے ان تمام آئمہ پر یہ الزام عاید کر رہے ہیں کہ نہ وہ صرف یہ کہ ایک فضول کام کرتے رہے بلکہ حجت احادیث کو علمی جامہ پہنا کر اور اسے سلاطین وقت کے جواز میں استعمال کر کے اسلام سے اپنی نادواقفیت کا ایسا افسوسناک مظاہرہ کرتے رہے جس پر آج کے مسلمان شرم سے سر جھکا لینے پر مجبور ہیں۔

ایک اور سوال جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ صدر اولیٰ کے جن مسلمانوں کے جذبہ دینی پر ہم آج ناز کرتے ہیں جن کی مدح و ثنا میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہم اپنا فرض جانتے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ اور رحمۃ اللہ علیہ لگانا ہم اپنا فرض جانتے ہیں جن کی قوت ایمانی، روحانیت اور تقدس کو مثالی قرار دیا جاتا ہے جن کے جوش جہاد اور سرفروشی کو عدیم النظیر و فقید المثال قرار دیتے ہیں ہمارے زبان و قلم کی ساری قوتیں ہمیشہ صرف ہوتی رہیں جن کی حق پرستی، فداکاری، شجاعت اور اسلام نوازی کے ترانے بلند کرنے میں ہمارے علماء ہمیشہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ان پر تو یہ الزام لگانا ایک دشوار امر ہوگا۔ کہ انہوں نے اسلام کی تعلیم حسبنا کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا بلفظ دیگر نظر انداز کر دیا۔ یا ناقابل عمل تصور کر کے مسترد کر دیا۔ اس لئے لا محالہ خود پاک رسالت پر یہ الزام آ جائیگا کہ آنحضرت نے مسلمانوں کو ایک ایسی ناقابل عمل تعلیم دی جس پر رضوان اللہ علیہم کے لقب ہونے والے مسلمان بھی . . . . عمل پیرا نہ ہو سکے۔ اگر خدانخواستہ معاملے کے اس پہلو کو مان لیا جائے تو اسلام کے سہل اور قابل عمل ہونے کا اصول ہمیشہ کے لئے تشریف لے جائیگا۔

یہی نہیں بلکہ سرے سے رسالت کا مسئلہ بھی نظر ثانی کا محتاج ہو جائیگا۔ اس لئے کہ جو رسول ایسی تعلیم پیش کرے جس پر اسکے بہترین شاگرد، جانثار اور اعلیٰ ترین ماننے والے بھی تیس سال سے زیادہ عمل نہ کر سکیں تو اس رسول کو خیر الانبیاء، سید الانبیاء اور عالم انسانیت کا قائد اعظم قرار دینا ایک معمولی عقل والے کے نزدیک بھی محل نظر ہوگا چہ جائیکہ ان صاحب فہم و بصیرت علماء کے نزدیک جو آج بڑے شد و مد سے حسبنا کتاب اللہ کو جان اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس نعرے کے بعد رسول کی حیثیت آلۂ ابلاغ سے زیادہ کچھ نہیں رہے گی (باقی آئندہ)

(فضائل قرآن) (از علامہ سید امداد حسین کاظمی صدر ادارہ)

قرآن اور تالی قرآن

(قسط دوم)

(۳) قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ رکوع ۴)

ترجمہ:- کہدو اے رسول کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو۔

تصدیق علیؑ:-

عن ابن عباس قال لما نزلت هذه الآیة قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ قالوا یا رسول اللہ من ھؤلاء الذی امرنا اللہ تعالیٰ بمودتھم قال علی وفاطمہ وابناھما (اخرجہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی - البغوی عن مقاتل والکلبی والحاکم والدیلمی والطبری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی یعنی قل لا اسئلکم ...... الخ تو لوگوں نے عرض کیا کہ جن لوگوں کی محبت کے لیے خدا نے ہمیں حکم کیا ہے۔ وہ کون ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ علی۔ فاطمہ اور ان دونوں کے بیٹے (حسن اور حسین) ہیں۔ (علیہم السلام)

(۴) وقفوھم انھم مسئولون (سورہ والصفٰت)

ترجمہ:- اے فرشتو! ان کو ٹھیراؤ کیونکہ ان سے پوچھنا ہے۔

تصدیق علیؑ:- عن ابی سعید وابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالیٰ وقفوھم انھم مسئولون یوم القیامۃ عن ولایۃ علی (اخرجہ الامام الواحدی فی تفسیرہ وابوبکر بن مردویہ والدیلمی فی فردوس الاخبار)

ترجمہ:- ابوسعید اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آیہ مجیدہ وقفوھم انھم مسئولون سے قیامت کے دن علی کی ولایت کے بارے میں پوچھنا مراد ہے۔

(۵) انما انت منذر ولکل قوم ھاد (پارہ ۱۳ سورۃ رعد رکوع ۷)

ترجمہ:- اے رسول خدا۔ ما سوا اس کے نہیں ہے کہ آپ منذر (ڈرانے والے) ہیں۔ اور ہر قوم کیلئے ایک ہادی یعنی راہ دکھانے والا ہے۔

تصدیق علیؑ:- عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر وعلی الھاد واشار بیدہ الی علی وقال بک یھتدی المھتدون (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم فی کتابہ)

مبارک ہاتھوں نے رکھی (ابن ہشام ترجمہ)

جب مدینہ آئے تو یہاں کی سب سے پہلی مسجد جو بنائی گئی وہ مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس مسجد کی تعمیر حضرت عمارؓ نے شروع کی تھی (سیرۃ ابن ہشام ترجمہ) دیار یار میں آئے تو عمار مسجد کے سامان میں خشت و گل اٹھاتے تھے۔ مسجد کے در و دیوار کے لئے اینٹ اور گارا لا لا کر دیتے تھے۔ باقی صحابی ایک ایک پتھر یا اینٹ اٹھاتے تھے تو حضرت عمارؓ دو دو پتھر لاتے تھے۔ اس ہمت شکن محنت کو دیکھ کر آنحضرت صلعم فرماتے تھے اے عمارؓ تم باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گے اور تم اہل جنت سے ہو گے۔ (مستدرک حاکم) مقصد یہ تھا کہ پتھر اٹھانے میں تمہاری موت مقدر نہیں بلکہ تم باغی گروہ کے ہاتھوں سے تلواروں کی چھاؤں میں اللہ کی راہ میں مارے جاؤ گے۔

مسجد نبوی بناتے ہوئے عمارؓ یاسر کا رجز تھا۔

نحن المسلمون نبتنی المساجد

ہم مسلمان ہیں جو مسجدیں تعمیر کرتے ہیں (طبقات ابن سعد) جناب مولوی شبلی نعمانی سیرت النبی میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام کا رجز یہ تھا۔ مگر ابن سعد نے وضاحت کی ہے کہ یہ رجز عمار کی زبانی تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ باقی اصحاب بھی عمارؓ کی آواز میں آواز ملاتے ہوں۔ مولوی صاحب کو عمار کا نام خصوصیت سے ذکر کرنا گوارا نہیں ہوا۔

حضرت عمارؓ اینٹ پتھر اٹھاتے تھے۔ ان دنوں آپ کچھ بیمار تھے۔ بعض نے کہا عمار آج کہیں محنت و مشقت سے مر نہ جائیں۔ آنحضرت صلعم جو رجز عمار میں ہر بار المساجد پہ آ کر عمارؓ کی آواز میں آواز ملاتے تھے فرمانے لگے عمار کو باغی گروہ قتل کریگا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا ہم مسجد نبوی بنتے وقت ایک ایک پتھر لاتے تھے اور حضرت عمارؓ یاسر دو دو پتھر لاتے تھے۔ آنحضرت صلعم ان کے سامنے سے گذرے اور عمارؓ کے سر و رخسار سے گرد و غبار بار بار پونچھا اور آپ نے فرمایا ویح عمار تقتله الفئة الباغیه عمار یدعوهم الی الجنة - هم یدعونه الی النار (ابن سعد) ہائے عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی عمار ان کو جنت کی طرف بلائیگا اور وہ عمارؓ کو دوزخ کی طرف دعوت دینگے۔

آنحضرت صلعم نے عمار سے پوچھا تم اپنے ساتھیوں کی طرح ایک ایک اینٹ کیوں نہیں اٹھاتے حضرت عمار نے جواب دیا انی ارید الاجر من الله میں اللہ سے اجرت زیادہ چاہتا ہوں

سب سے پہلے جس نے مسجد بنائی اور مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھی وہ حضرت عمار یاسر ہیں۔ (ابن سعد)

بناء مسجد کے وقت باقی اصحاب حجر حجر (ایک ایک پتھر) اٹھاتے تھے اور حضرت عمار یاسرؓ حجرتین حجرتین (دو دو پتھر) اٹھاتے تھے ۔ فمسح النبی علی ظہر عمار فقال اللھم بارک فی عمار ویحک ابن سمیہ تقتلک الفئۃ الباغیہ و آخر زادک من الدنیا ضیاح من لبن آں حضرت صلعم نے حضرت عمارؓ کی پیٹھ پر تھپکی دی اور کہا اللھم بارک فی عمار مگر ہائے افسوس تمہیں باغی گروہ قتل کریگا اور دنیا سے جاتے ہوئے آخری پینا دودھ کا پینا ہوگا ۔ (منتخب کنز العمال)

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جب مسجد نبوی تیار ہو رہی تھی تو عمارؓ یاسر اپنی عبا میں دو دو پتھر اٹھاتے تھے اور حضرت عثمان بھی ایک پتھر یا اینٹ اٹھاتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے کپڑوں کو گرد و غبار سے بچاتے تھے اور سنبھل سنبھل کر اور بچ بچ کر کام کرتے تھے ۔ اور بار بار دامن قمیص سے مٹی جھاڑتے تھے ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فی البدیہہ یہی مضمون ایک شعر میں باندھا حضرت عمارؓ کو پسند آیا اور وہ بار بار یہ شعر دہرانے لگے کہ گرد و غبار میں اٹ کر مسجد بنانے والے اور گرد و غبار سے ہٹ کر مدد دینے والے برابر کے ہو نہیں ہیں ۔ حضرت عثمان نے سن پایا اور طیش میں آگئے اور حضرت عمارؓ کو پیٹنے کی دھمکی دی (حضرت عثمان نے اس موقع پر عمارؓ کو لکڑی سے مارا (عقد الفرید) آنحضرت صلعم کو علم ہوا تو فرمایا ان عمار جلدۃ ما بین عینی و انفی عمارؓ میری آنکھ اور ناک کے درمیان کی جلد ہے ۔ یعنی عمار میری ناک (آبرو) ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔ جس نے عمار کو صدمہ دیا اس نے مجھے صدمہ پہنچایا ۔ (وفاء الوفاء فی اخبار دار المصطفیٰ از سمہودی) سوقی مارنے والے نے کہا کہ مار ڈالو ۔ آنحضرت صلعم ناراض ہوئے اور فرمایا کہ عمارؓ ان کو جنت کی دعوت دیتے ہیں اور وہ ان کو الخ (ابن ہشام ترجمہ)

مسجد قباء اور مسجد نبوی میں سے ہر ایک کے لئے یہ آیت نازل ہوئی لمسجد اُسس علی التقویٰ (الخ توبہ) وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی گئی (مرغوب القلوب ترجمہ جذب القلوب) اور ہم نے سطور بالا میں دیکھا کہ ان دونوں مسجدوں کی بنیاد اور تعمیر میں حضرت عمار یاسر کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور یہ بنیاد تقویٰ پر ہے لہٰذا عمار کا تقویٰ معلوم ۔ اللھم بارک فی عمارؓ

جس کسی تعمیرات اسلامی کی بنیاد تقویٰ پر ہوگی وہ قابل حسنات ہوگی ۔ اور اگر تقویٰ پر بنیاد نہیں تو جتنے دل چاہے رفاہ عامہ کے لئے کنوئیں کھودے یا مسجدوں کی وسعت کرے یا حرم کو مرمری سلوں سے سجا دے وہ لا حاصل ہے وہ قابل تعریف نہیں ۔

خندق کے دن جب حضرت عمارؓ کھدائی کر رہے تھے تو آنحضرت صلعم کے بال گرد آلود ہو رہے تھے اور فرما

رہے تھے کہ اصلی بھلائی آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ سچے انصار و مہاجرین کو بخشدے۔ اتنے میں گرد میں اَٹے ہوئے حضرت عمار آئے۔ آنحضرت صلعم نے بہ یک فرمایا ابن سمیة تقتلك الفئة الباغیة سمیہ کے برخوردار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا (خصائص نسائی)

جب کبھی بھی آنحضرت صلعم حضرت عمار کو تعمیر اسلامی میں مصروف دیکھتے تو بیساختہ ہو کر زبان وحی ترجمان سے عمار کے گروہ باغیہ کے ہاتھوں قتل کی پیشنگوئی نکل جاتی —— اور ہم نے دیکھا کہ یوم صفین "تعمیر ملت" میں مصروف حضرت عمار فئۃ باغیہ کی تلواروں سے شہید کر دیئے گئے۔

حضرت عمار یوم صفین فرماتے تھے نحن ضربنا کم علی تنزیلہ ـ فالیوم نضربکم علی تاویلہ ہم ہیں جنہوں نے حق "کی تنزیل پر تم سے لڑائی کی اور آج کے دن "حق" کی تاویل کے لئے تم سے لڑ رہے ہیں او یرجع الحق الی سبیلہ ہم لڑتے رہیں گے۔ جب تک حق اپنے راستہ پر آجائے (استیعاب)

(عسکری بن احمد

لہ یہ دو ورقہ سلسلہ سیّر الصحابہ کا ایک باب ہے۔ اس سے پیشتر "بلالی بلاوے" اور "فقر ابوذر غفاری" بھی چھپ چکے ہیں۔ کتاب زیر تالیف ہے۔ دعا فرمادیں جلد مکمل ہو جائے۔ اس میں ایک خاص الخاص طبقہ اصحاب النبی کی سوانح حیات کو یکجا کیا ہے۔ اور بالکل نئے انداز میں ان اذکار کو اکٹھا کیا ہے۔

(ادارہ)

(بقیہ صفحہ ۱۰)

کے حوالہ کر دی گئی۔ بوٹا سنگھ جو سعید پاکستان میں داخل ہونے سے قبل ہندوستان میں اسلام قبول کر کے اپنا نام [illegible] چکا تھا اور [illegible]
جمیل احمد رکھ چکا تھا عدالت کے فیصلے سے مایوس ہو کر شاہدرہ ریلوے اسٹیشن کے نزدیک گاڑی کے نیچے آ کر خودکشی کر لی۔
خودکشی کی خبر کا پھیلنا تھا کہ لاہور میں ایک کھلبلی مچ گئی لوگ جوق در جوق اس کی لاش کی زیارت کے لئے پہنچنے لگے [illegible]
اور مردہ خانہ کے باہر مسلمان مردوں اور عورتوں کا ایک ہجوم عظیم جمع ہو گیا۔ کسی نے اسے شہید الفت کسی نے شہید وفا اور کسی نے شہید محبت
وغیرہ وغیرہ کے القابات سے نوازا۔ مقامی اخبارات اور روزنامے اس کے المیے اور اس کی داستان محبت چھاپنے لگے [illegible]
سپرد قلم کئے۔ اس کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھایا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ اسے زینب کے گاؤں نورپور میں [illegible]
جائے۔ چنانچہ لاہور کے مسلمانوں کا ایک گروہ جلوس کی صورت میں اسے نورپور لے جانے لگا لیکن پولیس کی بروقت مداخلت سے
لاہور کے قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ایک مجسٹریٹ صاحب نے تعزیتی [illegible] جنازہ کے ساتھ [illegible] مسلمانوں
کے گروہ کو مخاطب کر کے بوٹا سنگھ کی شان میں ایک دھواں دھار تقریر بھی [illegible]
جتایا۔ بعد لوگوں نے اس کا مزار بھی تیار کر دیا اور ایک صاحب مشرقی پاکستان سے مزار جمیل پر پھول چڑھانے کے لئے [illegible]
لاہور بھی آ گئے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب سوال یہ ہے کہ لاہور کے مسلمانوں کا یہ فعل کہاں تک
اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ اول تو زینب بچاری سکھوں کے قبضہ میں تھی جہاں [illegible]
بنا لیا گیا۔ اس کا نام بھی زینب سے [illegible] رکھ دیا گیا۔ اس کی شادی بھی زبردستی [illegible]
اس سے دو بچیاں بھی پیدا ہوئیں جن کے سکھی نام [illegible] رکھے گئے [illegible] زینب کی [illegible]
میں لایا گیا کیونکہ وہ بچاری مجبور تھی اور ان کے زیر استبداد تھی۔ اور بحکم الا من اکرہ [illegible]
قلبہ مطمئن بالایمان (پ ۱۴) اس کا اگر کسی سے زبردستی کفر کے کلمات کہلائے جائیں لیکن اس کا دل ایمان سے لبریز ہو تو اس پر کوئی
گناہ نہیں۔ چنانچہ زینب نے ان کے قبضے سے رہائی پا کر پاکستان میں ان سے بالکل قطع تعلق کا اظہار کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی بچیوں
کو بھی اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا چنانچہ ایک لڑکی عدالت کے حکم سے [illegible] کے سپرد کر دی گئی اور دوسری [illegible]
سال بتائی جاتی ہے کسی کے سپرد کی جانے والی ہے۔ گویا زینب نے اپنی بیگناہی اور مجبوری کا ثبوت بہتر طریقے سے دے دیا۔
بوٹا سنگھ نے پاکستان آنے سے پہلے اگر اسلام قبول کر لیا ہو لیکن اس کا یہ اسلام [illegible] اسلام زینب کے لئے
مفید ہوتا جبکہ وہ ہندوستان میں زینب سے نکاح کرنے سے قبل مسلمان ہو جاتا۔ اور اسلامی طریق پر نکاح پڑھواتا۔ جب بوٹا سنگھ [illegible]
ہی رہا۔ جبکہ زینب کو بھی زینب سے [illegible] بنا دیا۔ لڑکیوں کے نام بھی [illegible] رکھے اور [illegible] سکھ دھرم [illegible]
تھا۔ اس لئے بوٹا سنگھ سکھ ہی رہا۔ اب وہ اگر مسلمان ہوا۔ تو اسلام کے زریں اصولوں سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ [illegible] زینب
کو پھر ہندوستان لے جانے کے لئے اس نے اسلام کا اظہار کر دیا۔ وہاں جا کر وہ پھر بوٹا سنگھ ہی [illegible]

رہی۔ کہ روپیہ اور جائداد کی حفاظت اور جان بچانے کیلئے پاکستان بننے پر وہ بظاہر مسلمان ہوگئے تھے جبکہ غالباً انہوں نے بھی بچے کے داڑھیاں بھی بڑھا لیں نام بھی بدل کر اسلامی نام رکھ لئے حتیٰ کہ گائے کا گوشت بھی کھایا ہر حقیقت میں وہ ہندو رہے کیونکہ ذریعہ ہندو بن رہ گئے۔

اگر مان لیا جائے کہ بوٹا سنگھ مسلمان ہو چکا تھا۔ تو ازروئے شریعت اسلامی خودکشی حرام ہے اور خودکشی کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کا جہنمی اور دوزخی۔ اس صورت میں بھی بوٹا سنگھ جہنمی ٹھہرا۔ ایک جہنمی اور دوزخی کیلئے استقدر جلوس نکالنا اور اسکے مزار پر جا کر اس پہ پھول چڑھانا کہاں کی شریعت ہے؟

ایسے مسلمانوں کو تو غیرت سے ڈوب مرنا چاہیے۔ اور وہ گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اگر زینب ان کی حقیقی بہن یا بیٹی ہوتی۔ اور اس طرح ایک سکھ سے سکھنی بن کر شادی کرتی اور سکھ بچے جنتی تو کیا وہ اس بوٹا سنگھ کے خودکشی کر کے حرام موت مرنے پر اس کا مزار بناتے۔ اور اس پر عقیدت کے پھول چڑھاتے۔ افسوس صد افسوس۔

حیرت ہے کہ یہ سب کچھ لاہور میں ہوا۔ جو پاکستان کے علمائے وقت کا مرکز ہے لیکن کسی مولانا نے اسکے خلاف کوئی بیان نہ دیا کسی اخبار نے لوگوں کو ان کی اس خلاف شریعت حرکات پر تنبیہ نہیں کیا۔ بلکہ برخلاف اس کے اسکے مزار بنانے اسکے جنازہ کا جلوس نکالنے مزار پر پھول چڑھانے جلوس کے ساتھ تقریریں کرانے اور اسے شہید الفت شہید محبت وغیرہ خطابات دلانے میں مدد دی لیکن جب کبھی مسلمان جلوس نکلے۔ امام حسین کے مصائب جو انہوں نے اسلام کی بقا اور تحفظ کے لئے اٹھائے بیان کئے جائیں تو یہی مولانا صاحبان جھٹ سے فتویٰ دے دیتے ہیں۔ کہ یہ بدعت ہے حرام ہے۔ ناجائز ہے وغیرہ وغیرہ

ان علماء نے اپنے کردار سے ثابت کر دیا کہ ان کے دلوں میں فرزند رسول امام حسین کی اتنی قدر بھی نہیں جتنی انکے دلوں میں ایک مسلمان عورت کے پیچھے حرام موت مرنے والے بوٹا سنگھ کی ہے۔ افسوس صد افسوس۔

یقین جانئے اگر یہی واقعہ کسی مسلمان نے سکھ عورت سے کیا ہوتا۔ تو ہندوستان میں وہ لوگ اسکی لاش کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے۔ اور اس کا گوشت کتوں کو کھلاتے۔ مگر یہ پاکستان ہے پاکستان۔ اور یہ مولانا لوگ ہیں مولانا۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

اطلاعات و اعلانات

(۱) سالِ رواں کا آخری شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اپریل ۱۹۵۹ء سے "معارف اسلام" سال چہارم میں داخل ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جن خریداران و ممبران نے سالِ رواں کا بدلِ اشتراک چار روپے ابھی تک ارسال نہیں فرمائے وہ از راہِ کرم جلد از جلد بھیج کر ممنون کریں تمام خریداران و ممبران عمومی (۵ر ماہوار زرِ رکنیت ادا کرنے والے) کی خدمت میں استدعا ہے کہ آئندہ سال کا بدل اشتراک ۴ روپے بھی اسی ماہ یا ۲۰۔ اپریل ۱۹۵۹ء سے پہلے پہلے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں یا ہمیں بذریعہ پوسٹ کارڈ ہدایت کریں کہ ماہوار بذریعہ وی پی ارسال کیا جائے۔ اس صورت میں موازی چھ آنے آپ کے زائد خرچ ہونگے۔

(۲) "عہد ناموں کی تعلیمات":۔ اس مفید کتاب کی آخری قسط اس شمارہ میں شائع ہوگئی۔ قارئین اس کتاب کے اجزا علیحدہ کرکے کتابی صورت میں مجلد کروا سکتے ہیں۔ جہاں اس سال میں بہترین ٹھوس علمی مضامین کا ذخیرہ ماہنامہ کی صورت میں جناب کو ملا۔ وہاں ۸۲ صفحہ کی یہ کتاب بھی ماہنامہ کے ساتھ مفت پیشِ خدمت ہے یقین ہے کہ عیسائیت کے موجودہ سیلاب کے لئے یہ ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوگی

(۳) "جمہوریت اور امامت": اس شمارہ میں اس کتاب کے بجائے آٹھ کے چودہ صفحات کی قسط شائع کی گئی ہے۔ اب آئندہ سال کے ہر شمارہ میں اس کے ۱۶ صفحات شائع ہوا کریں گے۔ یقین ہے کہ اختتام سال تک یہ کتاب بھی مکمل ہو جائے۔ اس سال جہاں "عہد ناموں کی تعلیمات" جناب کو ملی وہاں "جمہوریت اور امامت" کے ۴۹ صفحات بھی آپ کو ملے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(۴) ممبرانِ ادارہ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اپنا سالانہ زرِ رکنیت جلد از جلد ارسال فرما کر ممنون کریں۔ کیونکہ بغیر سرمایہ کے کوئی کام نہیں چل سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مفید سلسلہ آپ کی عدم توجگی کا (خدانخواستہ) شکار ہو جائے۔

(ادارہ)

معارفِ اسلام قومی پریس فنڈ

جیسا کہ پیشتر بھی اعلان کیا گیا ہے کہ پریس قومی ملکیت ہوگا۔ شرکت یا لمیٹڈ کمپنی نہیں بلکہ تمام قوم ضابطہ کے ماتحت اس کی مالک ہے۔ پریس قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ بغیر پریس کے فی زمانہ کسی قوم کا زندہ رہنا محال ہے۔ ہمارا کوئی روزنامہ نہیں۔ ہماری کتب احادیث و تفاسیر وغیرہ نایاب ہیں۔ اگر آپ موجودہ دورِ آلام میں زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ تو معارفِ اسلام قومی پریس فنڈ میں دل کھول کر اضافہ کریں۔ اور اپنے عطیات کم یا زیادہ براہِ راست حبیب بنک لمیٹڈ شاہ عالمی گیٹ لاہور کو روانہ فرماویں۔ اطلاع مدیرِ ادارہ یا مدیر مالیات ادارۂ معارف اسلام کو دیویں۔ (ادارہ)

"اسلامی معاشرہ" اور "تحقیق حدیث انا مدینۃ العلم"......

یہ ہر دو کتب اسی ماہ میں سپردِ ڈاک ہونگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ جن ممبران کی طرف سے مہر کے ٹکٹ ڈاک موصول ہوئے اُن کو بذریعہ رجسٹری ارسال ہونگی۔ بقایا کو عام ڈاک کے ذریعے جائینگی۔ آپ اپنے پوسٹ مین کو تنبیہ کر چھوڑیں۔ ڈاک میں گمشدگی کا ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔ (ادارہ)

دورِ حاضر کی لادینیت اور مخالفِ اسلام کوششوں کے دفاع کیلئے مندرجہ ذیل کتب کا آپ کے پاس ہونا نہایت ضروری ہے

فتنۂ تفسیر بالرائے مع ضمیمہ معارف الفرقان

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی و علامہ الحاج مرزا احمد علی)

یہ کتب مغربی تعلیم سے مسحور حضرات کیلئے نسخہ کیمیا ہے۔ قرآن فہمی سے متعلق قریباً تمام مسائل پر قرآن اور سائنس سے مکمل روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ بغیر اہلبیت کے تفسیر قرآن کو سمجھنا محال ہے کل صفحات ۲۷۶ قیمت مجلد ۱۲/ غیر مجلد ۲/۱۲

عقائد اسلام بہ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام

(از ادیب اعظم سید ظفر حسن امروہوی صدر جامع امامیہ کراچی)

حقیقت اسلام کو سمجھنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اہلبیت الطاہرین کے مقدس گروہ کی بزرگی و برتری میں اسلام کے کسی فرقہ کو انکار نہیں ہی اُنکی تعلیمات سے کل صفحات ۱۳۲ قیمت عہ ر (علاوہ خرچہ ڈاک)

ملنے کا پتہ: منیجر دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹/۲۵ شیخ منیشن شاہ عالمی گیٹ۔ لاہور

سے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۷)

اس حوالے کی خط کشیدہ عبارات قابل غور ہیں۔ پہلے عیسیٰؑ کا یہ کہنا کہ جو لوگ مجھ کو مانتے ہیں اور میرے کہنے پر عمل کرتے ہیں، میرے کہنے کو پختہ سمجھیں۔ اور جب موقعہ آئے تو اس پر عمل کریں۔ اس کے بعد سب سے پہلی فرمائش یہ خبر دیتے ہیں کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں یعنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ پھر آئیگا تو میں ہی ہوں گا۔ تیسری بات یہ بھی ہے کہ میں باپ (خداوند) عالم سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں ایک اور سردار جو میرے علاوہ دوسرا ہوگا عطا کرے۔ عیسیٰؑ کے بعد دوسرا نبی بجز نبی عربی اور کون ہوا؟ دنیا بتائے۔ صاف صاف لفظ موجود ہے "دوسرا مددگار"[۱]۔ دوسرا مددگار سے ایک شبہ بھی ختم ہو گیا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ آنے کی یہ پیشگوئی ہوتی تو دوسرا مددگار نہ ہوتا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ خود اپنے لئے دوسرے مددگار کیسے ہوں گے۔ چوتھی بات جو سب سے اہم ہے وہ ابد تک اس آنے والے نبی کی نبوت کا جاری و باقی رہنا ہے۔ اور یہ بات بجز نبی عربی کے اور رسول عیسیٰ یا کسی کاذب نبی کو بھی حاصل نہیں ہوئی۔ ابد تک تو دین اسلام ہی کو رہنا والا ہے۔ اور عقل کی تجویز بھی یہی ہوگی کہ دین مسیحی جو تتمہ و تکملہ ہے شریعت موسوی کا وہ تو صرف موسویوں یعنی بنی اسرائیلوں کے لئے آیا ہے۔ اور جو دین کسی مخصوص جگہ یا مخصوص جماعت کے لئے آیا وہ ابد تک کیسے رہ سکتا ہے؟ ابد تک رہنے والا دین تو عام سارے جہان کے لئے ہوگا۔ اور ایسا دین "اسلام" ہی ہے۔ مسیحی دین نہیں۔

اب آخر کلام میں چند باتیں کہتا چلوں۔ اقتضائے انبیائے گذشتہ خصوصاً پیروان تورات وانجیل وغیرہ کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن پاک کو ربانی منزل من اللہ کتاب اعتقاداً مانے اور اس کے نبی رسول عربی کی نبوت کی تصدیق کریں تاکہ ان کتابوں کے انبیاء بھی اپنی جگہ پر خدا کے مرسل نبی ثابت ہو سکیں۔ ورنہ ان کل کتابوں میں جو شکل و صورت ان انبیائے کرام کی بتائی ہے اسے ان کتابوں کے پڑھنے والے ہی بخوبی جانتے ہیں۔ جیسے میں اس رسالہ میں کا کچھ پیش ناظرین کر چکا ہوں۔

اب رہا یہ شبہ کہ اگر کوئی کہے کہ موجودہ تورات وانجیل وہ تورات وانجیل نہیں ہیں جن کا ذکر قرآن پاک نے جگہ جگہ کیا ہے تو پھر قرآن کے اندر عام لفظ تورات وانجیل کے لانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح قرآن پاک نے سارے انبیائے سابق غیر بنی اسرائیل کے صحف و کتابوں کا ذکر کیا ہے اسی طرح چونکہ اپنے وقت میں تورات وانجیل بھی خدا ہی کی طرف سے نازل ہوئی تھی اس لئے انبیائے بنی اسرائیل (موسیٰ و عیسیٰ) کے نام کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کا بھی تذکرہ ہوا۔ بلکہ عہد رسالت پناہی تک چونکہ کاغذ اور چھپائی اتنے عام نہیں ہوئے تھے اس لئے اکثر و بیشتر تورات وانجیل اصلی ہی تھے اور خاص کر انجیل۔ اور چونکہ

۱؎ انجیل کی یہ عبارت بطور دلیل ختم نبوت بھی پیش کی جا سکتی ہے۔ (معارف اسلام)

حضرت ختمی مرتبت کا ابھی ظہور نہیں ہوا تھا اس لئے بھی یہ کتابیں بہت کچھ اپنے اصلی حالات پر باقی تھیں۔ توریت میں عموماً اور انجیل میں خصوصاً بعد دعوئ رسالت حضرت رسولِ عربی زائد تر تحریف کی گئی۔ پھر اگر کوئی یہ شبہ وارد کرے کہ جب تحریفیں قبل دعوائے رسالت حضرت رسولِ عربی بھی ہوئے اور بعد دعوے بھی تو یہ پیشین گوئیاں کیسے باقی رہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحریف کرنے والے اب ساری کی ساری اتنی لمبی چوڑی عبارتیں کیسے نکال دیتے۔ نہیں نکال سکتے تھے۔ بوجوہ تھے علاوہ بریں ان پیشین گوئیوں سے وابستہ بہتیرے اغراض بھی پروہتوں کے تھے۔ وہ یہ کہ لوگ ہمیشہ ہر طرح ان سے پوچھ پاچھ کرنے کے محتاج رہیں گے۔ آمدنیاں ہوا کریں گی آؤ بھگت ہوا کرے گی۔

یہ شرف قرآن پاک ہی کو حاصل ہے کہ وہ لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے اس طرح معجزہ کراتا ہے کہ اب اس پر کسی طرح کوئی دسترس انسانی فرد کا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ قیامت تک کے لئے محفوظ ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے جسے آپ بارہا سن چکے ہیں۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون یقیناً ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اور اس طرح کا معجزہ اس قرآن کے بننے اور اتنی سختی کے ساتھ خالق عالم کی حفاظت میں جانے کی وجہ یہ تھی۔ چونکہ یہ کتاب اب آخری دور کی کتاب تھی اور اس کے بعد اب کوئی کتاب آنے والی نہیں تھی اس لئے اگر یہ بھی کلامی حیثیت سے معجز نہ ہوتی اور اس میں گنجائش تحریف و تبدل کی ہوتی تو پھر اس کے تحریف شدہ واقعات و احکام وغیرہ صحت کیسے کی جاتی؟ اور صحت نہ ہونے کی صورت میں غلط واقعات، جھوٹے احکام تاقیامت رہ جاتے۔ اس لئے قدرت نے اب اس آخری کتاب میں تحریف کی گنجائش ہی نہ رہنے دی۔ اور یہی معنی ہیں کہ یہ قرآن لفظی اور معنوی دونوں حیثیتوں سے انسانی دسترس سے بلند ہے۔ اور اسی کلامی حیثیت کا اعجاز رکھتے ہیں۔ جو اور کسی بھی کتبِ ماتقدم کو حاصل نہیں تھا۔

تمت

سیّد نذر حسن گوپالپوری

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) - لاہور

بار اوّل ۱۵۰۰ — قیمت عہ

ممبران ادارہ و خریداران رسالہ معارف اسلام کو مفت ارسال کی گئی!

زیر اہتمام شیخ غیاث الدین (مدیر ماہنامہ معارف اسلام) تعلیمی پرنٹنگ پریس میں چھپ کر دفتر ادارہ معارفِ اسلام شاہ عالمی گیٹ لاہور سے شائع ہوئی

حق کا حاکم نہیں۔ شیرازہ بکھر رہا ہے لہٰذا مجبوراً انہوں نے ظاہری حاکمیت یعنی انتظامِ ملکی بھی قبول فرما لیا۔ اگر وہ اس وقت امر قبول نہ فرماتے تو یقیناً ہمیشہ ان پر یہ اعتراض قائم رہتا تھا کہ آپ نے امتِ رسول کو لاوارث اور منتشر چھوڑ دیا۔ اگرچہ وہ شروع ہی سے حکمران جماعت کو تلقین اور نصائح فرماتے رہتے تھے اور ادائیگی حقِ نیابتِ رسالت کے لئے یہ ضروری سمجھتے تھے چنانچہ صاحبانِ اقتدار نے بھی بوقتِ مشکل انہی سے رجوع فرمایا ہے۔ تاریخیں ان امور کی شہادت بالاعلان دیتی ہیں۔ اس کے بعد غلبے کا دور دورہ شروع ہوا۔ اور اس تمام دور میں بھی سینکڑوں علمِ قرآن کا دعویٰ رکھنے والے، احادیثِ رسول بیان فرمانے والے اور حفاظِ قرآن وغیرہ سب ہی موجود تھے۔ مگر کسی نے یہ نہ بتایا کہ اسلام میں طریقِ حکومت "جمہوریت" ہے اور تعینِ خلیفۃ المسلمین امتِ رسول کے ووٹوں سے کیا جائے۔ یعنی جب سے ظاہر بظاہر طرزِ سلطانی کا زمانہ شروع ہوا وہاں سے لے کر آخری نام نہاد خلیفۃ المسلمین سلطانِ ترکی عبد المجید مرحوم کے زوال تک تمام زمانوں پر نگاہ ڈالیئے بڑے بڑے محدثین و مفتیانِ شرع متین و مفسرینِ قرآن اور ایسے امام جن کے اقوال و فقہ پر آج بھی مسلمانوں کی اکثریت کے دستور کی بنیادیں قائم ہیں۔ سب ہی موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی اس کا دعویٰ نہ کیا کہ اسلام میں "طرزِ جمہوریت" ہی طریقِ کار ہے۔ کسی بھی تاریخ مسلمین کا مطالعہ فرمائیے ہر ایک حکمران اور طالبِ حکومت نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے مختلف طریقِ کار اختیار کیا۔ اس کی تفصیلات تو تمام تاریخوں میں موجود ہیں مگر سب کا ملخص کتاب "حکومتِ ربانی" از محترم ذاکر حسین فاروقی میں موجود ہے (جو دفتر ادارہ معارفِ اسلام سے صرف ۸ روپے میں حاصل ہو سکتی ہے) واضح رہے کہ ائمہ اثنا عشری ذوات اس سوال سے بالاتر ہیں۔ کیونکہ اگرچہ انہوں نے ظاہری حکومت یعنی انتظاماتِ ملکی سے مکمل کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ پھر بھی حکومتیں ہمیشہ انہیں اپنا مدمقابل یعنی اپنا حریف (opposition) ہی سمجھتی رہیں۔ انہوں نے سیاسیاتِ ملکی میں اگرچہ کبھی دخل نہ دیا تھا اور محض علومِ اسلامیہ کو پھیلانا اور دینِ اسلام کی حفاظت کرنا ہی ان کا مقصد رہا۔ مگر انہیں محض امامتِ اسلامیہ کا وارث سمجھ کر ہی بارہ اماموں میں سے سوائے امام مہدی آخر الزمان کے تمام کو ہی غیر طبعی موت سے شہید کیا گیا لہٰذا یہ ہستیاں اس سوال سے بالاتر ہیں۔ سوال تو ان مقدسین کے علاوہ ان اماموں، محدثوں، مفتیوں، فقیہوں، اور قاضی القضاتوں وغیرہ کا ہے۔ جو اس تمام دور میں موجود رہے۔ حکومت میں عہدوں پر ممتاز ہوتے رہے۔ حاکمِ وقت کو خلیفۂ رسول سمجھا کئے۔ اور "امیر المومنین" کے لقب سے انہیں خطاب کرتے رہے۔ جب انہوں نے جمہوریت فی الاسلام کا دعویٰ نہیں کیا۔ تو آج سینکڑوں سال بعد ان ہی بزرگوں کے پیروان اور ان ہی آئمہ کے مقلدین کس منہ سے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب یہ ظاہر ہے کہ یہ حکومتیں جمہوری طرز پر قائم ہی نہ کی گئیں تھیں۔ اور اماموں اور محدثوں وغیرہ کی

تائید بھی انہیں حاصل تھی۔ اب چاہے وہ حکومتیں صحیح تھیں یا غلط مگر یہ ضرور تھا کہ ان ائمہ کرام و فقہاء کے نزدیک اسلام میں جمہوریت کا وجود نہیں تھا۔ وَکَانَ الْمَقْصُوْد۔

عہدِ رسولؐ میں کیا دستور رہا؟

"قال اللہ و قال الرسول اللہ" کی موجودگی کے باوجود حیرت ناک امر یہ ہے کہ یورپ کی تعلیم کا اثر عام مسلمانوں میں پھیل چکا ہے اس کی وجہ تو محض اقوام یورپ کا تمام دنیا پر چھا جانا ہی ہے اور لازمی ہے کہ حکمران قومیں اپنے اثرات ضرور ڈالتی ہیں۔ لہٰذا اگر مسلمان بھی اس اثر کے ماتحت مصلحتِ وقت کے علاوہ دنیا کے موجودہ جمہوری ماحول سے اپنے سابقہ بے احتیاطیوں کی وجہ سے متاثر ہو کر جمہوری طرز اختیار کریں۔ تو اس پسندیدگی کا قدرتاً پیدا ہو جانا ایک دوسری بات ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور پیغمبرِ اسلام نے اس طریقے کو نافذ کیا۔ یہ خیال غلط محض ہے۔ آغازِ اسلام ہی میں آپ کو اس بات کا کافی ثبوت مل جاتا ہے۔ اسلام کے تمام امور پبلک طے نہیں کیا کرتی تھی۔ بلکہ ہر امر وحی الٰہی کے ذریعے نازل ہوتا تھا۔ دستورِ اسلام اللہ کی طرف سے تھا۔ اور اس کا نفاذ رسول اللہ کی طرف سے تھا۔ عام پبلک کو اس میں کچھ اختیار نہ تھا۔ پیغمبرِ اسلام مسلمانوں کے مختارِ کل تھے۔ اس کے برعکس اگر جمہور کو اسلامی امور کا محافظ قرار دیا جاتا تو وہ پیغمبرِ اسلام کی نسبت بدرجہا کم مفید ثابت ہوتے۔ بلکہ اکثر موقعوں پر نقصان دہ ثابت ہوتے۔ کیونکہ عوام اکثر حقیقت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ اس لئے خدا پاک نے پیغمبر ہی کی ذات کو مسلمانوں کے امور کے لئے حاکمِ کل قرار دیا۔ اور آپؐ جو کچھ کرتے تھے حکمِ خدا کے مطابق کرتے تھے۔ جمہور کی رائے کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ نہ ہی وہ جمہور کی رائے کے محتاج تھے۔ حضور صلعم نے کبھی کبھی خداوندِ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق تالیفِ قلوب کے لئے کسی وقتی یا قومی معاملہ میں کسی واحد یا چند صحابہؓ کی رائے ضرور معلوم کی ہے۔ مگر یہ اس اصول کے مطابق نہیں کہ شوریٰ ضروری ہے۔ یا یہ کہ اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ جو دستور حضور صلعم کی زندگی میں تھا۔ حضورؐ کی زندگی کے بعد وہ کسی طرح بدلا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر بدلا گیا تو انصافاً وہ اسلام نہ رہے گا جو حضورؐ کی زندگی میں تھا۔ کیونکہ حکومتِ اسلامیہ جنابِ رسولِ اکرم نے ہی بنائی۔ یہ بعد کی ایجاد نہیں۔ مگر افسوس کہ آج کل کے بڑے بڑے علماء و فقہا بھی یورپ والوں کی موجودہ روش سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ اور اب جب دستورِ اسلام کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ تو عہدِ رسول کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور جتنی مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں بعد والی حکومتوں کی پیش کی جاتی ہیں۔ اسلام دینِ کامل ہے جو حضور صلعم کی زندگی ہی میں کامل

ہو گیا تھا۔ بعد میں کامل نہیں ہوا۔ اگر جمہوریت اسلام میں شامل ہے تو یقیناً دینِ کامل میں یعنی عہدِ محمدی میں اس کی واضح مثالیں اور احکام ملنے چاہئیں۔ ورنہ آیتِ مجیدہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"۔ غلط ہو جائے گی۔ اگر جمہوریت انسانوں کے لئے خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے تو عہدِ رسولؐ میں اس کا واضح اور نمایاں وجود نظر آنا چاہیے۔ مگر جب عہدِ پیغمبرؐ میں جمہوریت کا وجود ثابت نہیں تو آج تیرہ سو سال بعد اسلام میں جمہوریت کو ثابت کرنا دینِ کامل میں زیادتی ہو گی دینِ کامل میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی۔ اسی لئے حضور پیغمبرِ اسلام کے بعد بھی جمیع امت کے لئے خدا کی طرف سے ایک ہی حاکم یعنی امیر قرار پایا جاتا ہے۔ جس کی اطاعت بعد از پیغمبرؐ مثلِ اطاعتِ پیغمبر ہی ہے "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ ۔ ۔ الخ"۔ رائے عامہ یا جمہور کا فیصلہ کہیں بھی قابلِ تسلیم نہیں۔ اولی الامر کو تمام احکام "قال اللہ وقال الرسول" کی روشنی میں کرنے پڑتے ہیں۔ اور اولی الامر کے ان فیصلوں کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا جمہور کا فرض ہے۔ جو نائبِ پیغمبر سے منحرف ہوا وہ پیغمبر سے منحرف ہوا۔ اور جس کی اطاعت ہر زمانے میں جمہور پر فرض کی گئی ہے۔ جو اپنے وقت میں نائبِ خدا ہوتا ہے اور نیابت نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ بنی نوعِ انسان پر اور حقیقتاً کل مخلوقات پر ہوتی ہے۔ بقولِ حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ ؎

نائبِ حق ہمچو جانِ عالم است ہستیِ او ظلِ اسمِ اعظم است
از رموزِ جزو و کل آگاہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود
پختہ سازد فطرتِ ہر خام را
از حرم بیروں کند اصنام را

اسلامی جمہوریت کی تعریف اور اُسکے تحت عمل

ایک زمانہ میں شخصی حکومت کا دور دورہ تھا۔ (اور آج بھی موجود ہے) شخصیت کی ہوائے عام چل رہی تھی۔ یہی ہوا دماغوں پر مسلط تھی اور دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت عامۃ المسلمین کا یہی خیال تھا۔ کہ "یہی طرزِ حکومت اسلام کی تعلیم ہے"۔ اس سے انحراف اسلام سے انحراف ہے۔ اور اس سے سرتابی خدائے زمین و آسمان سے سرتابی ہے اسی خیال کی بنا پر بادشاہ کو ظل اللہ فی الارض پکارا گیا۔ اور بڑے بڑے فقہائے دوران سلاطین کو "امیر المومنین" کے لقب سے مخاطب کرتے رہے۔ اسی خیال کی بنا پر بادشاہت اس بلندی پر پہنچی کہ مخلوق کی نگاہیں ان کے جلوؤں تک نہ پہنچ سکیں۔ اس کے قبائح عین محاسن

اور اس کی برائیاں سراسر نیکیاں بن کر دلوں پر نقش ہو گئیں۔ طرزِ سلطانی کا یہ غلط اصول جب عروج پر پہنچا تو
بڑھیں۔ یکایک ہُوا بدلی زمانے نے پلٹا کھایا۔ جمہوریت کا پرچم لہرانے لگا۔ اب مسلمان کو بھی اپنے نظ
پر نظرِ ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ بلا تکلف فرمانے لگے "اسلام نے اسی کی تو تعلیم دی ہے جو
یورپ نے صدیوں کے بعد سمجھا۔ یہ تو عین صحابہ کرام کا طرزِ عمل ہے"۔ اس مقام پر طبعاً یہ سوال
ہوتا ہے کہ یہ دونوں طریقہائے حکومت جو بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اب اسلام شخص
کا موید ہے یا جمہوریت کا حامی؟ اگر جمہوریت ہی طریقۂ اسلام ہے تو صدیوں تک جو مسلمان شخصی
کے جال میں الجھے رہے اس کا بار کس کی گردن پر؟ کیا اسلام کی کسی نصِ صریح کو موجود دیکھ
جسے ان زمانوں میں دلیلِ راہ بنایا جاتا۔ اور مسلمان حقیقت تک پہنچتے آج اس وحئ تازہ کا
کیوں کر ہو گیا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جو خیالِ تازہ سامنے آئے جو کسی فرد یا جماعت کی دل
سامان لئے ہوئے ہو اس کو مذہب کا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ اس طرح تسکینِ نفسی اور اطمی
طلب کے پہلو نکال لئے جاتے ہیں۔ دلچسپیاں بھی قائم رہتی ہیں۔ اور وسعتِ حلقۂ ارادت
کا سبب بھی پیدا کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ زمانے کی ہر ادا اور ہر

خیال کو اگر مذہب میں داخل کر لیا جائے تو وہ مذہب مذہب الٰہی
رہے گا۔ عقلِ سلیم اس مکروہ طرزِ عمل سے نفرت کرتی ہے

غرضیکہ جمہوریت کا موجودہ سیلاب جب نہ رک سکا تو بعض علمائے اسلام بھی یہ کہنے
ہو گئے کہ اسلام جمہوریت کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض نے نئی نئی اصطلاحیں وضع کیں۔ اور اسلا
طرزِ حکومت کو Theo-democracy یعنی "الٰہی جمہوری حکومت" کے نام سے مو
کر دیا۔ یعنی خدا اور بندہ مل جل کر حکومت کریں گے۔ اس میں تو شک نہیں کہ بہرحال بندہ ہی پر
ہی حکومت کرتا ہے۔ چاہے وہ حکومت خدائی احکام کے ماتحت ہو یا برخلاف۔ مگر جب بحکمِ
قرآن حکومت مطلقہ خدا اور صرف خدا کی ہے اور بندہ احکامِ الٰہی کے سامنے چون و چرا
کی گنجائش نہیں رکھتا تو پھر اس میں بندے کا ذکر کرنا کیوں ضروری ہے۔ کیا عوام کو قابو کر
کے لئے یا تعلیم یافتہ حضرات کو متاثر کرنے کے لئے جمہوریت کو اسلام میں ضرور ٹھونسنا چا
دستور کے لئے "اسلامی ہو اور جمہوری ہو" کا مطالبہ کرنے والوں کی یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے
کے مطالبہ سے ہی اسلام اور جمہوریت کا جدا جدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سیدھا اسلامی دس
کا مطالبہ کیا جاتا۔ کیا جمہوریت کی دم کے بغیر اقتدار حاصل کرنے کی دال نہیں گلتی۔ اصل

…حکومتوں کے مظالم سے تنگ آکر اور عہدِ حاضرہ کی مزدور اور سرمایہ دار کی نمائشی کشمکش سے متاثر …مسلمانوں کا ایک طبقہ بغیر سوچے سمجھے "اسلام میں جمہوریت" کا دعویدار بن گیا حالانکہ

مسلماں باندھ کر آیا ہے اپنے پیٹ پر پتھر — شعر
مگر تم بیچ میں لاتے ہو روٹی کے جھمیلوں کو — (ظفر علیخان)

…مسلمان تو دنیا میں دینِ اللہ کو قائم کرنے اور سلامتی کا پیغام دینے آیا ہے۔ بھول یہی سمجھنے میں ہوئی کہ پیغمبر اسلام …ے کرنے تھے یا صرف دنیا کی بادشاہت؟ یہیں انسان بنانے آئے تھے یا ممالک کی فتوحات سکھلانے؟ …ادی زندگی سے آخرت بھی درست کرنے آئے تھے یا صرف ہماری دنیا ہی بنانے؟ ہم اسی بھول میں بھٹک گئے …کا مشاہدہ بتلاتا ہے کہ غریب زیادہ دین دار ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت پر فرض عائد ہوتا ہے کہ رعایا …سے کوئی بھوکا نہ رہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ روٹی ہی کو یا غریبی اور امیری کے سوال کو اسلام کی بنیاد …قرار دے دیا جاوے۔ کیا بزرگانِ اسلام نے جتنی قربانیاں کی ہیں وہ مسلمانوں کو روٹی دلوانے کے لئے تھیں …حضور اکرم صلعم نے دین اللہ کے قیام کے لئے جس قدر مصائب برداشت کئے ہیں۔ وہ بے مثال ہیں۔ …مصائب کا تحمل حسین علیہ السلام کی ذات پر ہوا۔ کیا یہ سب مسلمانوں کو روٹی دلوانے کے لئے ہوتا رہا؟ …نہیں بلکہ دین اللہ کے قیام کے لئے۔ جب دین اللہ کے مطابق حکومت قائم ہو تو روٹی کا مسئلہ خود بخود (Automatically) حل ہو جاتا ہے۔ روٹی کا مسئلہ بے شک ایک ضمنی چیز ہے اور حکومت کے دیگر …مسائل میں سے یہ بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ اسلام دنیا میں دین اللہ یعنی اخلاق اور …عمل صحیح پھیلانے کا نام ہے۔ یعنی دینِ کامل کو نافذ کرتا ہے۔ مثلاً حضرات صوفیائے کرام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔ سید علی ہجویری داتا گنج بخش۔ لاہوری۔ نظام الدین اولیا دہلوی وغیرہ دیگر اولیائے عظام ہندوستان …تشریف لائے تو تبلیغ اسلام فرماتے رہے۔ بڑی بڑی سختیاں برداشت کیں اور مصیبتیں جھیلیں۔ ظاہر ہے کہ ان …کو روٹی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ درحقیقت وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر ہی گذر اوقات کرتے تھے۔ پھر حیرت ہے …مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ روٹی کی طرف کیوں کرائی گئی۔ جب ان کے افعال اور اخلاق صحیح اسلامی رنگ میں رنگے جائیں گے …رزقِ حلال پیدا کرکے پوری زکوٰۃ خود ہی ادا کرنے لگ جائیں گے۔ روٹی کا ضمنی مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ …کمیونزم یا نیشنلزم، جمہوریت یا شہنشاہیت اس کا علاج نہیں۔ بلکہ محض دین اللہ پر عمل ہی اس کا واحد علاج ہے۔

(مؤلف)

بے شک موجودہ دنیا کی مزدور اور سرمایہ دار کی جنگ سے (جو بعض سیاسی گروہوں نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے جاری کی) یہ جمہوریت وغیرہ قسم کے خیالات مسلمانوں پر بھی دوسری قوموں کی طرح اثر انداز ہوئے ہیں لیکن واضح طور پر آج تک کسی نے "اسلامی جمہوریت" کی DEFINITION یعنی تعریف بیان نہیں کی۔ جب غور کیا اور دیکھا کہ زندگی کے تمام قوانین خواہ وہ حکومت سے تعلق رکھتے ہوں یا عبادت سے یا روزمرہ کی زندگی سے وہ تو بصورتِ قرآن ہمارے پاس موجود ہی ہیں تو اسکے بعد اسلامی جمہوریت کے دعویٰ کا یہی مطلب سمجھیں گے کہ "قوانینِ قرآنی پر لوگوں کو چلانے والی جماعت یا فرد کو مقرر کرنا جمہور کے اختیار میں ہو" اس کے علاوہ اور کوئی تعریف اسلامی جمہوریت کی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

اول تو اس ذمہ داری کے لئے فردِ واحد کی بجائے جماعت کو منتخب کرنا یہ سراسر نیا خیال ہے خواہ کوئی فرقہ اسلام اپنے اپنے خیال کے مطابق جس کسی کو بھی "نائب رسول" تسلیم کرتا ہے۔ تمام کے نزدیک یہ امر مسلّم ہے کہ ہمیشہ فرد واحد ہی مسلمانوں کا امیر رہا ہے۔ تو آج یہ کام ایک جماعت کے سپرد کر دینا یقیناً ایک نئی ایجاد ہے۔ جو کہ یورپ اور امریکہ کی غیر اسلامی حکومتوں کی تقلید میں اہلِ اسلام اپنا رہے ہیں۔ اس مسئلہ کو زیادہ واضح کرنے کے لئے اگر اس طریقہ کو تھوڑی دیر کے لئے درست فرض کر لیا جائے تو مندرجہ ذیل حقائق ظاہر ہوتے ہیں جو کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔

اوّل :۔ قوانین قرآن سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جمیع احکام قرآنی کا منشاء و مطلب صرف وہی ہو سکتا ہے۔ جو کہ منشائے رب العالمین ہے۔۔ اس کے علاوہ اگر جمہور احکام قرآنی کا کوئی اور مطلب اپنی عقل کے مطابق اخذ کریں تو وہ قابلِ قبول نہیں۔ بلکہ فساد فی الدین ہوگا۔

دوم :۔ یہ کہ منشائے خداوندی کو رسولِ اکرمؐ ہی سب سے زیادہ صحیح اور درست سمجھتے تھے۔ اگر وہ (معاذ اللہ) نہ سمجھتے تھے تو عقلی طور پر نزولِ قرآن ہی محال اور بے فائدہ تھا۔ پس احکامِ قرآنی کے وہی منشاء و مطالب سمجھنے واجب ہیں جو رسولِ اکرم صلعم نے بتائے جو کہ ایک ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف و متضاد معنوں کا ایک ہونا محالِ عقلی ہے۔

سوم :۔ غور اس بات پر کرنا ہے کہ جو شخصیتیں رسول اللہ کے بتلائے ہوئے مطالب قرآن کو سمجھتی ہیں۔ یہ ان کی ذاتی صفت ہے۔ جمہور کے ووٹوں کی محتاج نہیں۔ یعنی یہ مطالب

نقل ہے کہ جسکی طرف اکثریت کی رائے ہوگی وہی منشائے احکامِ الٰہی سمجھنے لگ جائیگا ۔ یہ امر قطعی ناممکن ہے ۔ کیونکہ جمہور اسلامیہ نے انتخاب اصولِ زیرِ بحث کے مطابق اس شخص یا جماعت کا کرنا ہے جو احکام الٰہی سے صحیح معنوں میں واقف ہو اور ان کا نفاذ کر سکے اور حقیقی منشاء قدرت کو سمجھنا یہ اوصاف ذاتی میں شامل ہے ۔ جمہور کا محتاج نہیں ۔ لہٰذا جمہور کی رائے کی کوئی وقعت نہیں رہتی ۔ جمہور یا جمہور کی اکثریت کے ووٹ کسی میں صلاحیت نہیں پیدا کر سکتے ۔ آدمیوں سے تو ان کے ذاتی کاموں میں رائے یا مشورہ لیا جاتا ہے خدائی کاموں میں انسانی رائے یا مشورہ کو کیا دخل ؟ بالخصوص کسی شخص کو مذہبی طور پر پیشوائی یا برگزیدگی کا عہدہ خدا ہی کے عطیہ سے ملتا ہے ۔ خدا یہ نہیں فرماتا کہ آدمی جس کو چاہے اُسے خدا کا برگزیدہ بنائے ۔ اگر ہم لوگوں کے انتخاب سے یا رائے زنی یا شوریٰ سے کسی کو برگزیدگی حاصل ہو سکتی تو خداوند کریم اس امر کو اپنی ذات سے مخصوص نہ کرتا ۔ ارشاد ہے :-

اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب (پ ۲۵ ع ۳)

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ کر لیتا ہے اور توفیق ہدایت اس کو عطا کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ؛

پھر اس سے بھی واضح ارشاد ہے جو اس سے پیشتر بھی درج کیا جا چکا ہے :-

وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون ۔ (پ ۲۰ ع ۱۰)

اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے ۔ اور جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں اس سے خدا پاک اور برتر ہے ؛

اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ خدائی عہدے صرف خدا ہی کے انتخاب اور تقرر سے حاصل ہوتے ہیں ۔ جب جمہور ایک معمولی پیر فقیر تک نہیں بنا سکتے ۔ جب وہ کسی کو اپنے اختیار سے برگزیدہ خدا بنانے کے قابل نہیں اور بموجب اصطلاحِ حضراتِ صوفیا ، جب عوام اپنے اختیار سے کسی کو قطب ، غوث یا ابدال تک نہیں بنا سکتے تو نائب رسولؐ یعنی اولی الامر جو کم از کم تمام مسلمانوں کے ہر ہر امر کا محافظ اور احکام خدا کا نافذ کرنے والا ہوتا ہے اور تمام برگزیدہ ہستیاں جس کے ماتحت ہوتی ہیں اس کا تعین کیوں کر عوام کے سپرد ہو سکتا ہے ۔ بلاشبہ امیر کے لئے صفات شرط ہیں اور صفات کا بخشنا یا پہچاننا جمہور کے اختیار میں فطرتاً اور قدرتاً

نہیں۔ بلکہ عقلی طور پر تعیین من جانب اللہ ہی ہو سکتا ہے۔

اکثریت دلیل حقانیت نہیں

اور پھر جب کہ جمہوریت اصولِ اکثریت ہی کی بنیاد پر قائم ہے تو قرآن اور عقل عمومی کی روشنی میں کیوں کر اس کو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ وہ دین جس کے لئے نبی کریمؐ کو کفر کی اکثریت سے لڑنا پڑا۔ جس کے پیرو زمانۂ دراز تک نہایت ہی قلیل اور غریب تھے۔ جس کو دنیا میں کبھی اکثریت حاصل نہیں ہوئی وہ دین کس طرح جمہوریت کے اس بنیادی اصول کو تسلیم کرے گا کہ اکثریت ہی دلیل حقانیت ہے۔ اگر کسی مسئلہ کی صحت کے لئے یہی سند کافی ہے کہ اکثریت اس کے حق میں ہے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں مقامات پر آپ کو ٹھوکریں کھانا پڑیں گی۔ دنیا میں برائیوں کی کثرت ہے اور نیکیوں کی قلت، بُرے آدمی زیادہ ملتے ہیں اور نیک نہایت ہی کم ہیں۔ بیوقوفوں کی کثرت ہے۔ اور عقلمند قلیل ہیں۔ غیر مسلمین زیادہ ہیں اور مسلمان کم ہیں اور یہی اصول دنیا کے ہر مذہب پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ ہندو کم ہیں اور غیر ہندو زیادہ ہیں۔ عیسائی کم ہیں اور غیر عیسائی زیادہ ہیں۔ اگر اکثریت ہی حق بجانب ہے تو مسلمانوں کو غیر مسلمین ہی کے قول پر عمل کرنا چاہیے متحدہ ہندوستان میں ہندو زیادہ تھے اور مسلمان کم۔ اگر ان کی اکثریت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تو پاکستان بنتا تو درکنار ہم اپنے آپ کو بھی ختم کر لیتے۔ زیادہ دور نہ جائیے۔ موجودہ مثال ہی لیجئے۔ اس وقت دنیا میں مجلس اقوام متحدہ قائم ہوئی ہوئی ہے جس میں تقریباً تمام سلطنتوں کے نمائندے مسلمین و غیر مسلمین شامل ہیں۔ ہر ایک ملک محض اپنے تحفظ کے لئے مجلس میں شریک ہونا ضروری سمجھتا ہے۔ اگر جمہوریت ہی کے اصول کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو اقوام متحدہ کی اکثریت کے ہر ایک فیصلے کو بے چون و چرا درست تسلیم کرنا پڑے گا۔ حالانکہ ایسا کرنے سے کئی ممالک پر ظلم بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہود و فلسطین ہی کو لیجئے۔ اگر جمہوریت ہی صحیح ہے تو مجلس جو کچھ اکثریت سے فیصلہ کرتی جائے اس پر ایمان لے آئیے۔ اور تسلیم کرتے جائیے مگر ظاہر ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ ہر ایک کا مفاد جداگانہ ہے لہٰذا ناممکن ہے کہ کبھی انصاف اور عقل کے مطابق ووٹ دیا جاوے۔ ہر ایک نے اپنے مفاد کے پیش نظر ہی ووٹ دینا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کشمیر اور دریا کے مسائل مدت سے حل ہو چکے ہوتے۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ موجودہ صورت میں بھی اکثریت جو فیصلہ کرتی ہے کوئی ملک بھی عملی طور پر اس کا پابند نہیں۔ خود پاکستان کے لئے یہ مُضر ہے۔ کیونکہ الکفر ملت الواحد

اور ہر ملک کسی دوسرے ملک کے حق میں ووٹ محض اپنے فائدے کی بنا پر اور اپنی ملکی پالیسی کے مطابق دیتا ہے۔ جھوٹ اور سچ کو دیکھ کر نہیں دیتا۔ عجیب مضحکہ خیز صورت ہے کہ تمام ممبران جو زبان سے جمہوریت کے دعویدار ہیں عملی طور پر اس کے خلاف ہی کرتے ہیں۔ اور خود ہی اس اصول کو جھٹلاتے ہیں۔ قدرت ان کے اپنے فعل ہی سے جمہوریت کو غلط ثابت کر رہی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ "ہم تو اسلام کے داخلی معاملات کو اس اصول کی اساس پر طے کرنا چاہتے ہیں بیرونی مذاہب کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت جو فیصلے کرے وہ صحیح ہے۔" مگر یہاں تو سوال اس اصول کا ہے۔ جس پر جمہوریت کا نظریہ قائم ہے۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ اکثریت اقلیت کے مقابلے پر برسرِ حق ہوتی ہے۔ یہ بنیادی غلطی ہے۔ اور جب بنیاد ہی غلط ہے تو اس پر جو عمارت بھی تعمیر ہوگی۔ سب غلط ہوگی۔ جب آپ اپنے اندرونی معاملہ میں ایک اصول کو اپناتے ہیں تو جب بیرونی دنیا سے آپ کا معاملہ آن پڑے تو اسی اصول میں کونسے کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ کیوں صاحب! جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ ہمارے لئے کیوں نہیں کرتے۔ آنچہ بر خود پسندی بر دیگراں ہم مپسند۔ ذاتِ خدا میں وحدت ہے۔ اور غیر خدا میں کثرت۔ مگر خدا ہی حق ہے اور سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے۔ **آیات قرآن از صفحہ ۲۴ تا صفحہ** ملاحظہ فرمائیے۔ خداوندِ عالمین نے صاف صاف الفاظ میں کثرت کی مخالفت کی ہے اور اس اصول کو غلط ارشاد فرمایا ہے۔ اور کم از کم ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ ایک عام اور موٹی بات ہے کہ جب عقلاً لاکھوں بے وقوف بھی ایک عقلمند کی رائے کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر ایک ہزار میں سے ۴۹۹ عقلمندوں کی رائے پر ۵۰۱ بیوقوف کیسے چھا سکتے ہیں۔ اسلام تو ایک طریقہ ہی بلند و برتر ہے۔ دنیا میں تو کوئی گروہ عقلی طور پر اس کو درست تسلیم نہیں کرے گا۔

ایک تو اکثریت کا اصول غلط ثابت ہوا اور پھر جب اس اصول کے لگاؤ اور استعمال کو پرکھا جائے تو صورت اور بھی مضحکہ خیز ہو جاتی ہے۔ چند افرادِ ملت جن میں اس قسم کی صلاحیت موجود ہو کہ وہ اپنی تحریر و تقریر سے جمہور کے دماغوں کو متاثر کر سکیں۔ اور انہیں مشتعل کر کے اپنی پارٹی کے لئے اکثر ووٹ حاصل کر سکیں۔ وہ ہی صاحبانِ حکومت بن جاتے ہیں یہ اس لئے ضروری ہے کہ انتخاب کے لئے پروپیگنڈا لازمی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ مضمون میں

میں سی جگہ ثابت کیا گیا ہے۔ جمہور کو روشناس کرانے کے لئے ہر ایک اپنی اپنی خوبیاں بیان کرے گا۔ اگر وہ نہ کرے گا تو اس کی پارٹی کرے گی۔ اور ووٹ بکثرت حاصل کرنے کے لئے مدمقابل پر نکتہ چینی بھی ہوگی۔ عوام کی اکثریت عموماً معاملے کی حقیقت اور اصلیت کو اسی رنگ میں سمجھتی ہے جو کہ موقع پر پیش کیا جائے لہٰذا جب وہ پارٹی یا افراد برسرِ اقتدار آجاتے ہیں تو جو جو احکام وہ نافذ کرتے ہیں۔ اوّل تو ان کی پارٹی کے مخالفین ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور بالعموم یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جمہور خود اپنی رائے دے کر پچھتاتے ہیں کہ کیوں ایسے شخص کو اپنا نمائندہ بنایا۔ یہ اس لئے کہ جمہور کی رائے بدلتی رہتی ہے۔ اور وہ حقیقت الامر سے آگاہ نہیں ہوتے۔

اگر اصولِ جمہوریت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کے تمام ممالک میں جو بار بار انتخابات ہوتے ہیں خود اپنے منتخب افراد ہی کو گرایا جاتا ہے۔ پھر دوسرے افراد برسرِ اقتدار آتے ہیں۔ پھر ان کی مخالفت ان ہی کے ووٹروں سے ہوتی ہے۔ حکام کے خلاف شورشیں ہوتی ہیں۔ جمہور ہی کے بنائے ہوئے حاکم خود جمہور ہی کو دباتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ہنگامے کیوں ختم نہیں ہوتے؟؟ جب ایک اصول درست ہے اور بار بار اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے اور جو چیز (Practically پریکٹیکلی) عملاً ناکام ہو جائے اس پر پھر عمل کرنا بے فائدہ بلکہ نقصان دہ ہے۔ ہر عاقل کے لئے اسے چھوڑ دینا ہی ضروری ہے۔

اسلام کی رُو سے اولی الامر ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے

آپ موجودہ دنیا کے ہنگاموں کے علاوہ تاریخ سیاسیات اسلامی پر بھی نظر ڈالیں کیونکہ یہاں بھی تعیین امیر کا اختیار قیام حکومت کے لئے انسانوں ہی کے سپرد سمجھا گیا ہے۔ چاہے وہ اجماع یا استخلاف سمجھا جائے یا شوریٰ یا غلبہ۔ تعیین اولی الامر کے لئے جو جو دنیاوی طریقے بھی بعض علماء نے بتائے اور یہ جو فرمایا جاتا ہے کہ خلافتیں انہی طریقوں سے قائم ہوئیں۔ بے شک ان کے لئے زیادہ

طریقہ "غلبہ" ہی کا استعمال ہوا ۔ اور ان کو عوام کی اکثریت نے چاہے خوشی سے چاہے مجبوری سے تسلیم بھی کیا ۔ تو آپ کو جتنا جدال و قتال اس دور میں نظر آئے گا، جتنے ہنگامے اور جنگیں اس دور میں دیکھنے میں آئیں گی، ان کی مثال بس وہ خود ہی ہیں ۔

میں وہ جدال و قتال اور جنگیں اور واقعات گنوانا نہیں چاہتا ۔ ہر صاحبِ تحقیق کتبِ تاریخ اٹھا کر مطالعہ کر سکتا ہے ۔

سوال تو یہ ہے کہ جب بقولِ علمائے کرام تمام خلافتوں پر اوپر بیان کئے ہوئے اصول عائد ہوتے ہیں یعنی اگر یہ اصول درست ہیں اور ان پر عمل درآمد بھی جب ہو گیا تو لازمی طور پر امن بھی ہو جانا چاہیئے تھا ۔ اور اُس خلافت کو ہمیشہ کے لئے جاری بھی رہنا چاہیے تھا نہ صرف خود بلکہ تمام عالم کو پرامن بنا دینا چاہیئے تھا ۔ تمام عالم تو درکنار وہ خود اپنی مملکت میں بھی امن قائم نہ رکھ سکیں ۔ کوئی وقت بعد از وفاتِ رسولؐ تا ایندم ایسا نہیں گذرا جب کہ مکمل امن نظر آتا ہو ۔ حالانکہ بقولِ اکثر علماء اُن حکومتوں کو "حکومتِ الٰہیہ" کہا جاتا ہے ۔

اگر انصاف کا وجود ہے تو کیوں کر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ عجب حکومتِ الٰہیہ ہے کہ دنیا میں یا کم از کم اپنی حکومت ہی میں امن قائم نہیں رکھ سکی حضرت بنتِ رسولِ اکرم صلعم کا یہ ارشاد کہ

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یعنی مجھ پر وہ مصیبتیں ڈالی گئیں کہ اگر ان مصیبتوں کو دنوں پر ڈالا جائے تو دن (ہجوم اندوہ سے) مثل شبہائے تیرہ کے ہو جائیں" ۔ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ امن نہ تھا ۔ تمام تاریخ پڑھ جائیے ۔ جب خود اولادِ بانیٔ اسلام صلعم کو امن حاصل نہ ہوا تو عوام کی حالت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے ۔ حالانکہ حکومت الٰہیہ تو ایک پرامن ترین حکومت کا نام ہے جس میں کہ فی الحقیقت ظلم کا نام نہ ہو کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے ۔ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پئیں اگر الٰہی حکومت میں بھی امن کا قیام نہیں اور آئے دن

شور و شر اور ہنگامے برپا رہتے ہیں۔ تو انسانی حکومتوں میں تو جتنے بھی جدال و قتال ہوں سب روا ہیں۔ الہٰی حکومت میں جبکہ الہٰی قوانین کا نفاذ ہو۔ تو مکمل امن کا قیام ایک لازمی شے بن جاتا ہے۔ اگر پہلی تین یا چار خلافتوں کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے کہ یہ شیعہ سُنّی متنازعہ مسئلہ ہے۔ تو بعد کی تاریخ ہی کا مطالعہ فرما لیجئے۔ (حالانکہ اختلاف قرآن میں بھی ہے) جناب معاویہ سے لے کر سلطان عبدالمجید تک ان تمام کو اکثر مسلمان غلط فہمی میں اولی الامر سمجھتے رہے۔ کیونکہ عقلاً اور بموجب قرآن بھی بعد از رسولؐ ہر وقت نائبِ رسول یعنی اولی الامر امامتِ محمدیؐ کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اگر رسولؐ وفات پا چکے ہوں تو آپ کے بعد اولی الامر کا وجودِ حجّت ہر وقت ہر آن ضروری ثابت ہے۔ مگر جس طریقے سے یہ خود بن گئے تھے یا بنائے گئے تھے وہ طریقے ہی غلط یا خلافِ سنت اللہ تھے۔ لہذا امن قائم نہ ہو سکا۔

اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ خداوند کریم نے کوئی بھی حکم ایسا نہیں نازل کیا جو کرنا ناقابلِ عمل ہو۔ اُس کی ذات عالم الغیوب ہے۔ اور حقیقت الامر سے واقف ترین ہے۔ تابعین اسلام کا ہر دَور اُس کے سامنے واضح اور عیاں ہے۔ وہ کوئی حکم ایسا نافذ نہیں کرتا جس کی APPLICATION یعنی لگاؤ اور استعمال ناقابلِ عمل ہو ثابت ہے کہ جو کوئی بھی فی الحقیقت تابعِ دستورِ اسلام ہے۔ وہ قرآن کے ہر ہر حکم پر عمل بھی کرتا ہے۔ اگر کسی حکم پر کسی نے عمل نہیں کیا تو اُس حکم کا ناقابلِ عمل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس پر عمل نہ کرنے والے کو ناقابل یا ناسمجھ ثابت کرتا ہے۔ جب یہ ظاہر ہے کہ احکام قرآن ہر صاحب ایمان مسلمان کے لئے اور ہر زمانے کے لئے ہیں۔ اور ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے اُن پر عمل کرنا بھی فرض ہے۔ اور کوئی بھی حکم خداؐ معاذ اللہ مہمل یا ناقابلِ عمل نہیں۔ تو اولی الامر کا وجود بھی ہر زمانے میں ہونا ضروری اور لازم ہے۔ بلکہ چونکہ یہ حکم " اطیعو اللہ و اطیعو الرسول اللہ و اولی الامر منکم" عہدِ رسولؐ کے مسلمانوں کو بھی تھا۔ اس لئے عہدِ رسولؐ میں بھی رسول اللہ صلعم کے علاوہ اولی الامر کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اولی الامر کا وجود جمہور کا محتاج نہیں۔ بلکہ جمہور اولی الامر کے محتاج ہیں۔ یعنی جب خداؐ نے رسولؐ کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم دیا۔ اور اگر اُس وقت اولی الامر کو موجود نہ سمجھا جائے تو کہا جا سکتا ہے

کہ جب وہ موجود نہیں تو اُس کی اطاعت کا حکم کیسا؟ صحابہؓ فرماتے کہ یا حضرتؐ! خدا تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ تو فرمایئے وہ کون ہیں؟ تاکہ ہم اُس کی اطاعت کریں۔ اور اگر خدا نے اُس کو تعیین کرکے بتایا ہی نہیں تو حکم اطاعت کیونکر دیا۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا۔ کہ خداوند حکیم نے آیت نازل فرمانے سے پیشتر اولی الامر کو متعین کر دیا ہو۔ اور سب کو آنحضرتؐ نے بتا بھی دیا کہ اولی الامر یہ ہے۔ اِس کی اطاعت کرو۔ اگر صرف انتظام ملک کے سپرد ہی کو یا عوام کے منتخب ہی کو اولی الامر

---

۹ علامہ جمال الدین محدث اہلسنت اپنی کتاب روضۃ الاحباب جلد ۳ میں لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ ابن عبداللہ انصاری راوی ہیں کہ جب آیت "یا ایھا الذین امنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم ...... الخ" نازل ہوئی۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم نے خدا اور رسولؐ کو تو جان لیا۔ فرمایئے اولی الامر کون ہے جس کی اطاعت بعینہٖ خداؐ اور رسولؐ کی اطاعت ہے۔ فرمایا۔ آنحضرتؐ نے "اولی الامر میرے خلفا ہیں میرے بعد۔ اُن میں سے پہلا علیؑ ہے۔ پھر حسنؑ۔ پھر حسینؑ۔ پھر علیؑ ابن الحسینؑ۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ۔ جو توریت میں باقر کے نام سے موسوم ہے۔ قریب ہے کہ اے جابرؓ تو اُس کو پالے۔ پس جس وقت اُن سے ملنا تو میرا اسلام کہنا۔ محمدؑ باقر کے بعد جعفر صادقؑ ابن محمدؑ۔ پھر موسےٰؑ ابن جعفرؑ۔ پھر علیؑ ابن موسےٰؑ۔ پھر محمدؑ ابن علیؑ۔ پھر علیؑ ابن محمدؑ۔ پھر حسنؑ ابن علیؑ۔ پھر محمدؑ ابن حسنؑ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) یہی حجت خدا ہے زمین پر۔ جو اُس وقت ظاہر ہوگا جبکہ زمین ظلم و جور اور فسق و فجور سے بھر جائیگی۔ یہ اُسی طرح اُسے امن و امان اور ایمان سے بھر دیگا۔ اور ظلم و کفر سے پاک کریگا۔"

قریباً یہی مضمون شرح مشکوٰۃ مُلا علی قاری در حدیث اثنا عشر خلیفہ۔ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی پر نیز شواہد النبوت مُلا جامی رحؒ اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی وغیرہ کتب کثیرہ میں مرقوم ہے کہ فرمایا رسولؐ نے کہ میرے بعد بارہ۱۲ خلفا ہونگے۔ جن کا اول علیؑ اور آخر مہدیؑ ہوگا .... اور خود عہد رسولؐ میں اولی الامر کی اطاعت کے متعلق آغاز اسلام ہی میں واقعہ دعوت عشیرہ ملاحظہ فرمادیں۔ جبکہ آیت مبارکہ "وانذر عشیرتک الاقربین" کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلعم نے دعوت اسلام کا آغاز کیا اور جواب میں صرف حضرت امیر المومنینؑ کی تائید کے بعد آپ کے متعلق فرمایا۔ "یہ میرا بھائی ہے۔ میرا وصی۔ میرا وزیر اور

(حاشیہ بقیہ اگلے صفحہ کے زیریں حصہ میں)

سمجھ لیا جائے تو تاریخ اسلام میں آپ کو کئی مقامات ایسے نظر آئینگے ۔ جبکہ بظاہر کوئی اولی الامر نظر نہیں آتا ۔ کئی کئی دن اُمّت بغیر اولی الامر کے رہی ہے ۔ حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے ۔ جبکہ حکمِ خدا ہر عہد کے لئے ہے ۔ اور اطاعتِ احکام الٰہی ہر ہر امر کے لئے لازم ہے ۔ اگر جمہوری یا اجماعی اصول درست ہے ۔ تو سب سے پہلے تو خود عہدِ رسولِ مقبولؐ میں کوئی اولی الامر اس اصول کے مطابق نظر نہیں آتا ۔ حالانکہ خود آیتِ قرآن سے اُس کا ہر زمانے میں ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اور اگر کسی لمحے زمین حجتِ خدا سے خالی ہے تو اصولاً دُنیا اُس لمحے میں ہونے والی بُرائیوں سے بری ہو جاتی ہے ۔ پھر بعد وفاتِ رسولؐ ان اصولوں کے مطابق بقول تین دن تک مسلمان بغیر اولی الامر کے رہے ۔ یعنی جتنا وقت بھی تعیین خلیفہ کے لئے صَرف ہُوا ۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات سے کر حضرت عثمانؓ کے حکومت سنبھالنے تک کوئی اولی الامر نظر نہیں آتا ۔ پھر قتلِ عثمانؓ کے بعد چار دن کے بعد انتظامِ ملک حضرت علی علیہ السلام کے سپرد ہُوا ۔ ان چار دنوں میں بھی زمانہ بظاہر بغیر اولی الامر کے نظر آتا ہے ۔ غرضیکہ اس کے بعد کی تاریخ کو بھی درجہ بدرجہ دیکھتے جایئے ۔ کوئی زمانہ تو آپ کو بغیر اولی الامر کے ملے گا ۔ اور کسی زمانے میں ایک ایک وقت میں دو دو تین تین اشخاص نے اولی الامرِ اُمّت ہونے کا دعوےٰ کیا ہے ۔ اب ان میں سے کس کو اولی الامر تسلیم کیا جائے ۔ عہدِ بنی اُمیہ اور عہدِ بنی عباس میں آپ کو اس قسم کی کئی مثالیں ملیں گی ۔ جبکہ اطاعتِ اولی الامر کے خدائی حکم کے باوجود جمہوریت کے اصولوں کے مطابق بھی اولی الامر موجود نہ تھا ۔ اور سب سے بڑھ کر اب جبکہ مسلمانوں میں فرقہ بندی کے تنازعوں کے علاوہ مسلمان سلطنتوں میں بھی تنازعے بڑھ گئے ہیں ۔ اور موجودہ دور میں بہت کر مسلمان ہر قسم کے سیاسی مذہبوں میں بھی منقسم ہو چکے ہیں ۔ ان کا کوئی اولی الامر بظاہر موجود نہیں ۔ حالانکہ پہلے کی نسبت اب ضرورت اولی الامر بہت بڑھ گئی ہے ۔ جس سے ثابت ہوا کہ فی الحقیقت اولی الامر کی وہ خصوصیات نہیں جو کہ جمہوری یا انتخابی عینک سے نظر آتی ہیں ۔ نہ ہی اولی الامر منتظمِ سلطنت کا دوسرا نام ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان سنتم اس کی سُنو اور اس کی اطاعت کرو ۔"

یہ واقعہ تمام مستند تاریخوں میں موجود ہے ۔ اور عیسائی مورخین نے بھی اسے اپنی اپنی تاریخوں میں بیان کیا ہے ۔ (مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(القرآن پ ۴)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۵

ماہنامہ

معارفِ اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

لاہور

چندہ سالانہ للعہ — قیمت فی پرچہ ۸/-

غیاث الدین (سیکرٹری ادارہ معارف اسلام) پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالمی گیٹ ۲۵ شیخ مینشن سے شائع کیا۔

محبان رسولؐ مختار اور اہلبیتؑ اطہار کے لئے نادر تحفے

قرآن پاک مع ترجمہ و تفسیر لوامع القرآن

(از علامہ الحاج مرزا احمد علیؒ صاحب قبلہ)

اس قرآن پاک کے حاشیہ پر تمام دنیا کی تفاسیر کا نچوڑ نکال کر مولانا نے دن رات کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا ہے۔ مثلاً تفسیر کبیر فخر الدین رازی۔ تفسیر درمنثور سیوطی۔ تفسیر ابن جریر۔ ثعلبی۔ ابن کثیر۔ کشاف۔ معالم التنزیل۔ صافی وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ عراق و ایران، مصر و شام اور یورپ و امریکہ تک کی کتابوں سے غور و فکر کرنے کے بعد ترجمہ و حاشیہ کو آراستہ کیا ہے۔

- اس قرآن پاک کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔
- منکرین اسلام کے اعتراضات کے مدلل جوابات درج ہیں۔
- تفسیر بالرائے کا قلع قمع کیا گیا ہے۔
- غلط اور خود ساختہ مسائل کی بیخ کنی کی گئی ہے۔
- مشکلات کیلئے مستند تعویزات و عملیات بھی درج کئے گئے ہیں

ہدیہ قسم اول بیس روپے ۔ ہدیہ قسم دوم مجلد پندرہ روپے
محصول ڈاک بذمہ خریدار

سوانح چہاردہ معصومین علیہم السلام

جو ہم نے ضرورتِ وقت کے پیش نظر بلند پایہ مصنفین سے تحریر کروا کر شائع کی ہیں۔ اہلبیتؑ اطہار کی معرفت حاصل کرنے اور صحیح تاریخی واقعات سے روشناس ہونے کیلئے نیز اسوۂ محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام پر عمل کرنے کیلئے ہر مسلم کے گھر میں ان سوانح عمریوں کا ہونا اشد ضروری ہے۔

سوانح عمری حضرت محمد مصطفےٰؐ احمد مجتبےٰؐ	ریاض حسین قیصر	1/8/-
” حضرت فاطمۃ الزہراؑ	”	زیر طبع
” حضرت علی علیہ السلام	”	1/8/-
” حضرت امام حسنؑ	نثار حیدری	1/8/-
” حضرت امام حسینؑ	ریاض حسین قیصر	1/8/-
” حضرت امام زین العابدینؑ	نثار حیدری	1/8/-
” حضرت امام محمد باقرؑ	”	1/8/-
” حضرت امام جعفر صادقؑ	”	1/8/-
” حضرت امام موسیٰ کاظمؑ		1/8/-
” حضرت امام علی رضاؑ		1/8/-
” حضرت امام محمد تقیؑ و علی النقیؑ		1/8/-
” حضرت امام حسن عسکریؑ		1/8/-
” حضرت امام محمد مہدی آخر الزمانؑ		1/8/-

خرچہ محصول ڈاک علاوہ ہوگا

ناشران: شیخ غلام حسین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

"راستی و درستی بہترینِ سیاست است"

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی :- غیاث الدین

جلد ۳ | ماہ ذوالحجہ ۱۳۷۶ھ بمطابق جولائی ۱۹۵۷ء | شمارہ ۴

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

"معارفِ اسلام" کی مقبولیت

بوجہ پریس کی مشینری خراب ہوجانے کے گزشتہ شمارہ بجائے ۲۱۔جون کے ۲۴۔جون کو سپردِ ڈاک کیا گیا۔اس تین دن کی مختصر تاخیر کیلئے ادارہ تہ دل سے معذرت خواہ ہے۔"معارف اسلام" کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ۲۵ جون تک دفتر ادارہ میں خریداران و ممبران کے ۱۶ خطوط صادر ہوئے ہیں جن میں صرف پرچہ وقت پر نہ پہنچنے پر اظہارِ تشویش کیا گیا تھا۔اور ٹیلیفون پر مقامی طور پر پندرہ افراد نے استفسار کیا۔اس سے ظاہر ہے کہ معارفِ اسلام کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ہماری حتی الوسع یہی کوشش ہے کہ ماہنامہ کے معیار کو بلند سے بلند تر کیا جائے۔اور کوئی ایسا مضمون نہ شائع کیا جائے جو پست ہو اور مسلمانوں میں منافرت کا باعث بنے۔اللہ تعالیٰ بحق محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام ہماری ہمتوں میں اضافہ اور ہمارے حوصلوں میں بلندی عطا فرمائے۔آمین۔

سرمایہ کی کمی ہے۔ورنہ "معارفِ اسلام" اس وقت تک کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہوتا۔اور کوئی مسلم ایسا نہ ہوتا جس کے کانوں میں اس کی آواز نہ پہنچ چکی ہوتی۔افسوس ہے کہ ابھی تک کافی سے زیادہ حضرات نے سالِ رواں کا بدل اشتراک بھی ارسال نہیں فرمائے جس کی وجہ سے بار بار یاد دہانی کرانا پڑتا ہے۔ہمدردانِ اسلام فوراً متوجہ ہوں۔اور ممبرانِ ادارہ اپنا سالِ رواں کا زرِ رکنیت ۱۲ روپے مع ماہنامہ کا بدل اشتراک کل سات روپے بارہ آنے فوراً ارسال فرما دیں۔ایک روپیہ ماہوار یعنی بارہ روپے سالانہ ادا کرنے والے معاونین کو ماہنامہ کیلئے علیحدہ رقم بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

سالانہ رپورٹ! ادارۂ معارف اسلام کی سالانہ رپورٹ جو ممبرانِ ادارہ کے سالانہ جلسہ عام (منعقدہ ۲ جولائی [illegible]) میں پڑھی گئی۔اس شمارہ میں دوسری جگہ پر درج ہے۔اس میں ادارہ کی سالِ گزشتہ کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور حساب آمد و خرچ درج ہے۔آپ کو اندا

ہوگا کہ آپ کے اس محبوب قومی ادارہ نے کون کون سے ٹھوس اور مفید مسائل میں حصہ لیا اور کیا کیا خدمات انجام دیں۔ اور موجودہ ماحول میں آپ کے ادارہ کا وجود کس قدر ضروری ہے۔

ہمیں اپنے آئندہ مقاصد میں کامیابی کیلئے ایک پریس کی اشد ضرورت ہے اور اشاعتی امور میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی پریس کا نہ ہونا۔ اگر "معارفِ اسلام پریس" قائم ہو جائے تو آپ کی تمام ضروری قابلِ اشاعت کتب جلد سے جلد طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ سکتی ہیں۔ اگر قوم توجہ فرمائے تو یہ کوئی ایسا مشکل کام نہیں۔

ادارہ کا حساب آمد و خرچ آپ کے سامنے ہے۔ اگر ممبرانِ ادارہ اپنے زرِ رکنیت سے اس اہم کارِ خیر میں حصہ نہ لیتے رہیں۔ تو ادارہ کے مقاصد کے حصول میں فوراً رکاوٹ پیدا ہو جائے۔ اگر تمام ممبران جو ابھی تک خاموش ہیں۔ کم از کم اپنا سالانہ زرِ رکنیت ہی باقاعدگی سے ادا کرتے رہیں تو ادارہ کی بنیادیں مضبوط سے مضبوط تر بن جائینگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

سرکاری ملازمین کیلئے ترقی کا اصول

حکومت مغربی پاکستان نے یہ مستحسن فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سرکاری ملازمین کو ایک عہدے سے دوسرے عہدے پر ترقی اُس کی فوقیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے استحقاق کی بنا پر انتخاب کے ذریعے دی جایا کریگی۔ استحقاق کی وضاحت حکومت نے یہ کی ہے کہ استحقاق صرف اچھی خدمات ہی نہیں بلکہ اس میں تجربہ۔ لیاقت اور عہدے کی اہلیت بھی شامل ہے۔ انتخاب کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ انتخاب فوقیت اور استحقاق کی بنا پر ہوگا۔ انتخاب میں صرف وہ ملازمین ہی شامل ہو سکیں گے جو ایک خاص (طے شدہ) مدت سے اُس مخصوص دفتر میں کام کر چکے ہوں ... (۲۴ جون ۱۹۵۸ء)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ قائداعظم ایسے مخلص مسلمان کے ہاتھوں جو مملکت مسلمانوں کیلئے معرضِ وجود میں آئی اس کے اربابِ حل و عقد اسلامی اصولوں کی طرف گامزن ہو رہے ہیں۔ لوگوں میں یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ انتخابات صرف ووٹنگ سسٹم (یعنی رائے عامہ) کے ذریعے ہی سے چلتے ہیں۔ قابل گورنمنٹ کے اس اعلان نے اسلام کے اس اصول پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے کہ انتخابات صحیح معنوں میں صرف تجربہ۔ لیاقت اور عہدے کی اہلیت ہی کی بنا پر ہو سکتے ہیں۔ اور ووٹنگ سسٹم خلافِ اسلام اور خلافِ عقل ہے۔ ورنہ اگر ووٹنگ سسٹم (یعنی اکثریت کی رائے معلوم کرنا) ہی درست طریقہ ہوتا تو ملازمین کی ترقیوں کیلئے اُس مخصوص دفتر ہی کے جملہ سٹاف کے ووٹنگ

سے فیصلہ کیا جاتا۔ سٹاف کی اکثریت جس جس کے حق میں ووٹ ڈالتی اسے ترقی دیدی جاتی۔ تاکہ بعد ازاں کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔ مگر اس اصول کو نظر انداز کر دیا گیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ کسی مشین کے چلانے کیلئے اس مشینری کے ماہرین اور تجربہ کاروں کی ضرورت ہوتی ہے رائے عامہ کی نہیں۔ دفتری امور بھی بالکل MACHINE WORK کی مانند ہیں۔ بلکہ مشین سے بھی زیادہ SYSTEMATIC ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ جب ایک عام دفتر کا کاروبار چلانے کیلئے اہلیت۔ تجربہ۔ قابلیت اور استحقاق کی ضرورت ہے تو ملک کی سب سے اہم مشینری یعنی حکومت چلاتے (یعنی حکومت کے تمام شعبے چلانے اور ان کے لئے قوانین مرتب کرنے) کے لئے کیونکر تجربہ کار۔ قابل اور مستحق افراد کی ضرورت نہیں؟ اور اس کے لئے کیوں انتخابات (ووٹنگ) پر کروڑوں روپے ضائع کیے جاتے ہیں۔ اقتدار حاصل کرنے کی جنگ میں لوگوں کو الجھایا جاتا ہے۔ جس سے خود بخود فساد پیدا ہوتا ہے سیاسی جوڑ توڑ اور حزب بندیوں میں مال و جان کا شدید نقصان ہوتا ہے۔ یہ تجربہ ناکام ثابت ہوتے پر عموماً "تحریک عدم اعتماد" تک نوبت پہنچتی ہے۔ کیوں دنیا کے جملہ ممالک میں ممبران مجالس حکومت کیلئے TEST یعنی امتحان قائم نہیں کیا جاتا۔ اور بجائے اکثریت کے ووٹ حاصل کرنے کے اہلیت۔ قابلیت اور استحقاق کا امتحان لے کر ان کو M.L.A یا وزیر وغیرہ حسب مراتب نہیں بنایا جاتا تاکہ ملک کی تمام مشینری صحیح طور پر چلے۔

اسلامی اصول چونکہ خدائی اصول ہیں۔ اس لئے جملہ مسلمانانِ عالم کا حاکم تو من جانب اللہ ہی ہو سکتا ہے۔ جسے قرآنی اصولوں کے ماتحت ہر امر میں اختیارات کلی حاصل ہوں۔ چونکہ اس وقت بدقسمتی سے مسلمانوں کے اپنے اعمال کے سبب دنیا میں واحد اسلامی حکومت قائم نہیں۔ لہذا جب تک منشاء ایزدی کے مطابق وہ اسلامی حکومت قائم نہیں ہوتی تب تک دنیا کے فساد کا محض یہی ایک حل ہے کہ حکمران جماعت استحقاق۔ قابلیت اور اہلیت کی بنا پر قائم کی جائے۔ اور یہ قرآنی اصول کے عین مطابق بھی ہے۔ کیونکہ ایک کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ عامل اور بے عمل میں بہت فرق ہے۔ خدا کے نزدیک تقویٰ اور عمل صالح ہی پسندیدہ ہیں*

کمیونزم کا اعترافِ شکست

سوویٹ یونین چین اور دوسرے اشتراکی ممالک میں کئی بنیادی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ گو ان کی مکمل تفصیلات ابھی تک منظر عام پر نہیں آئیں۔ مگر اخبارات کے ذریعے جو کچھ سننے میں آیا ہے اس سے یہ تبدیلیاں دو حصوں میں منقسم ہوتی ہیں (۱) نظریاتی (۲) انتظامی

نظریاتی اعتبار سے سب سے اہم تبدیلی "پرولتاری آمریت" کے تصور میں ہوئی ہے یہ تصور ہی بہت حد تک "شخصی اقتدار" اور نظریاتی اجارہ داری کا سبب بنا جس کے نتیجہ میں انصاف و تنقید کے بعض مسلمہ اصول اور لوازمات برقرار نہ رہ سکے۔ اب اس تصور میں بنیادی تبدیلی ہو رہی ہے۔ اور اسے جمہوری اصولوں سے ہم آہنگ کیا جا رہا ہے۔ کاش کہ اس وقت اسلامی دُنیا میں اس قدر قوت ہوتی کہ وہ انہیں اسلامی اصولوں سے روشناس کرا سکتی۔ اشتراکی ممالک اپنے نظریاتی اختلافات اب جمہوری ذرائع سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔ صدر چین کا یہ نعرہ اس نظریاتی تبدیلی کا مظہر ہے۔ کہ "سینکڑوں پھول ایک ساتھ کھل سکتے ہیں۔ اور سینکڑوں مکاتیب خیال باہم یکجا رہ سکتے ہیں"۔ گو اس نعرے کا دوسرا جملہ پہلے جملے کی پُرزور الفاظ میں تردید بھی کرتا ہے۔ مگر حقیقتاً اس کا مفہوم سمجھنے کے بعد اشتراکیت اور جمہوریت ہر دو کے اصول باطل ہو جاتے ہیں۔ سینکڑوں پھول ایک ساتھ کھل تو سکتے ہیں۔ مگر وہ تمام پھول بالکل ایک ہی جیسے ایک ہی وزن اور مساوی صفات و خصوصیات کے حامل نہیں ہو سکتے۔ یہ کمیونزم کی تردید ہے۔ اور سینکڑوں مکاتیب فکر کا یکجا رہنا فسادِ عالم کا واحد بڑا سبب ہے۔ جمہوریت کے کرشمے اختلافات کی صورت میں آئے دن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ جب ایک ملک یا ایک قوم کا مکتب فکر ایک نہیں تو وہ ترقی کیونکر کر سکتی ہے۔ اور امنِ عالم کیونکر بحال ہو سکتا ہے۔ یہی تو اسلامی اصول کی سب سے بڑی صفت ہے کہ حکومت محض اللہ کی ہے۔ اور اُس کے حکم کے سامنے ہر ایک کا سرِ تسلیم خم ہے۔ اور مکتبِ فکر ایک اور صرف ایک ہے وہ یہ کہ ہمارا کوئی قول کوئی فعل بلکہ کوئی ارادہ و تخیل بھی منشاءِ رب العالمین کے خلاف نہ ہو۔

اشتراکی ممالک میں انتظامی تبدیلیوں میں سب سے زیادہ اہمیت "بیوروکریسی" یعنی افسر شاہی کی شکست کو حاصل ہے سوویٹ یونین میں جہاں انتظامیہ کی بالادستی ایک مکمل دَور پر حاوی رہی ہے۔ وہاں پر یہ تبدیلی یقیناً ایک بہت بڑی اور اہم تبدیلی اور عوام کے لئے نجات کا باعث ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ کمیونزم کے دلدادگان انقلاب روس کے بعد سے لیکر آج تک روسی پبلک کی زندگی کو نہایت دلخوش کن انداز میں پیش کرتے رہتے ہیں اور حضرات کمیونزم کے اصولوں کی خوبیوں کا ڈھنڈورہ پیٹنے سے انہیں فرصت نہیں وہ سوچیں کہ ان تبدیلیوں کے بعد گذشتہ دور عوام کے لئے دورِ استبداد تھا یا دورِ آزادی و اطمینان؟ کیا لینن اور اسٹالن کا مکمل دور اس قابل نہیں تھا کہ اس میں موجودہ تبدیلیاں کرنے پر روسی بالآخر مجبور ہو گئے۔ جس چیز میں تبدیلی

کی ضرورت محسوس کی جائے وہ یقیناً ناقص ہوتی ہے۔ اور چونکہ انہیں بھی مزید تبدیلیوں کی گنجائش ہے۔ لہذا یہ اصول ان تبدیلیوں کے بعد بھی ناقص ہیں۔ مگر اسلامی قانون چونکہ خدا کا بنایا ہوا ہے اور انسانوں کی ناقص رائے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ لہذا کامل ہے اور ناقابل تبدل ہے۔

لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم (قرآن) +

ایک اور بدعت

دنیا جس زندقہ اور الحاد کے دور سے گذر رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ نئی روشنی اور مغربی اصولوں کے دلدادہ نوجوان اسلام کے زرین اصولوں کی تمام حدیں پھاند رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قرآن جہالِ عرب کیلئے تو ٹھیک تھا۔ لیکن اب اس ایٹمی دور میں اس کے قوانین اور احکام ناقابل عمل ہو چکے ہیں۔ اس میں ترمیم ہونی چاہئے۔ اس کی مثال گزشتہ عید الفطر کی نماز میں ملتی ہے جو باغ جناح لاہور کی مسجد میں اُردو زبان میں ادا کی گئی۔ اس غیر اسلامی اردو نماز میں حکومت پاکستان کے اعلیٰ افسران بھی شامل تھے۔ امامت کے فرائض غازی امیرالدین نے ادا کئے۔ . . . .

. . . . اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں نماز ادا کی ہو۔ عرصہ ہوا۔ ترکی میں مصطفےٰ کمال پاشا نے ترکی زبان میں اذان دینے کا رواج شروع کیا تھا۔ مگر وہاں بھی نماز کبھی غیر عربی یعنی ترکی زبان میں ادا نہیں کی گئی تھی۔ اب تو وہاں بھی اذان عربی زبان میں دینے کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا ہے کیونکہ

ہرچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار

اُردو زبان میں نماز ادا کرنے کے بانی مبانی حکومت مغربی پاکستان کے محکمہ بحالیات کے سیکرٹری مسٹر ایم مسعود سی۔ایس۔پی نے فرمایا۔ کہ یہ خدا کی توہین ہے کہ آپ اس کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ ایسی باتیں کہیں جسے آپ خود نہیں سمجھ سکتے۔ بی۔پی۔اے کے نمائندہ کے ساتھ ایک ملاقات میں مسٹر مسعود نے کہا کہ اسلامی دنیا میں گراوٹ کی وجہ یہی ناقابل فہم عجوبہ ہے کہ مسلمان ایک ایسے مذہب کے پیروکار ہیں۔ جسے وہ خود نہیں سمجھ سکتے۔ مسٹر مسعود نے کہا۔ کہ میری سمجھ میں یہ بات تو آ سکتی ہے کہ عرب قرآن مجید پڑھیں اور عربی میں نماز ادا کریں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ کہ جو لوگ عربی زبان نہیں سمجھتے۔ وہ عربی میں قرآن مجید پڑھیں۔ یہ خدا کی توہین کے مترادف ہے انہوں نے تمام علماء کو چیلنج کیا۔ کہ وہ یہ ثابت کریں کہ میرا طریقہ غیر اسلامی ہے +

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی علامہ علاؤالدین صدیقی اور جماعت اہلحدیث کے صدر مولوی داؤد غزنوی وغیرہ علماء اسلام نے اس اختراع کو انتہائی شر انگیز اور غیر اسلامی قرار دیا ہے۔

قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا۔ (پ حشر) ترجمہ۔ جو کچھ تمہیں رسول اللہ صلعم سے پہنچے اسے فوراً بلا چون وچرا اختیار کرو۔ اور جس سے آنحضور صلعم منع فرمادیں۔ بلا چون وچرا فوراً اس سے باز آجاؤ۔

سب دنیا جانتی ہے کہ آنحضور صلعم نے عربی زبان میں نماز پڑھی عربی میں پڑھائی اور عربی میں پڑھنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام اور آئمہ اسلام علیہم السلام کا بھی یہی عمل رہا پھر آپ کے صریح اور مبین حکم کے خلاف اردو زبان میں نماز کا ادا کرنا غیر اسلامی نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن بار بار کہتا ہے۔ انا انزلناہ قرآناً عربیاً (پ یوسف ع) وکذلک انزلناہ قرآناً عربیاً (پ طٰہٰ ع) قرآناً عربیاً غیر ذی عوج (پ زمر ع) قرآناً عربیاً لقوم یعلمون (پ حٰم ع) انا جعلناہ قرآناً عربیاً (پ زخرف ع) ان آیات مجیدہ کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید عربی زبان میں نازل فرمایا۔ اس میں کوئی کجی نہیں ہے اور عربی زبان میں اس لئے نازل فرمایا۔ تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

پھر حکم دیا۔ فذکر بالقرآن (پ ق ع) کہ اے رسول قرآن مجید کے ساتھ ہی ذکر کیا کرو۔ نیز ارشاد ہوا یا ایہا المزمل ۰ قم اللیل الا قلیلا ۰ نصفہ او انقص منہ قلیلا ۰ اوزد علیہ ورتل القرآن ترتیلا ۰ (پ مزمل ع) ترجمہ۔ اے میرے کملی پوش رسول۔ تم (نماز کیلئے) رات کو اٹھا کرو۔ مگر کم یعنی آدھی رات یا اس میں سے کچھ کم کردو۔ یا اس پر کچھ بڑھا لو۔ اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے جو عربی میں ہے نہ کہ اردو میں آگے ارشاد ہوتا ہے۔ ان ربک یعلم انک تقوم ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ۰ واللہ یقدر اللیل والنہار ۰ علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القرآن ۰ علم ان سیکون منکم مرضیٰ وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرؤا ما تیسر منہ واقیموا الصلوٰۃ (پ المزمل ع) ترجمہ۔ بے شک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور جو تمہارے ساتھی ہیں۔ ان میں کا ایک گروہ رات کی دو تہائی کے قریب اور کبھی آدھی رات تک

اور کبھی ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ اور اللہ رات اور دن کا خوب اندازہ کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم اس کا ٹھیک اندازہ کبھی نہ کر سکو گے۔ پس اس نے اپنی مہربانی سے تم پر آسانی کر دی۔ اب قرآن میں سے جتنا میسر ہو پڑھ لیا کرو۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ عنقریب تم میں سے بعض بیمار ہو جائینگے۔ اور کچھ اور فضل خدا کی خواستگاری کرنے کے لیے سفر میں ہوں گے۔ اور کچھ راہ خدا میں لڑتے ہوں گے پس جتنا قرآن میں سے آسان ہو۔ پڑھ لیا کرو۔ اور (باقاعدہ) نماز پڑھا کرو۔

کس قدر واضح آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں کی نماز کا ذکر فرما کر اس میں صرف قرآن مجید ہی پڑھنے کا حکم بار بار دیا ہے۔ یہ نماز خواہ سفر میں ادا ہو یا حضر میں جنگ میں ہو۔ یا صلح میں۔ اس میں قرآن ہی پڑھنے کا حکم ہے نہ کہ اردو۔ وکان المقصود۔

مسلمانوں کو چاہئے۔ کہ اس بدعت کے خلاف آواز بلند کریں۔ اور اسلامی شعائر کو ملیا میٹ ہونے سے بچائیں۔ اور زبان وحی میں خلل نہ ڈالنے دیں کیونکہ عربی زبان میں نماز ادا کرنے سے تمام مسلمانان عالم کی مرکزیت قائم ہے +

"حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاطمہؑ کی رنجیدگی"

"معارف اسلام" جس دن سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے اس پالیسی پر سختی سے کاربند رہا ہے کہ اپنے موقر اور بہر دلعزیز مجلہ کو مذہبی مناقشات اور باہمی تنفر و تعصب کی آماجگاہ نہ بنائے۔ کیونکہ ملک خداداد پاکستان کی سالمیت کیلئے یہ امر اشد ضروری ہے کہ مسلمان خواہ وہ کسی مکتب خیال سے تعلق رکھتے ہوں آپس میں مل جل کر رہیں۔ تاکہ حکومت اندرونی خلفشار میں الجھنے اور پریشان ہونے کی بجائے ملک وقوم کی بہتری اور بہبودی کیطرف توجہ کر سکے لیکن ان تخریب پسند عناصر کا کیا کیا جائے۔ جن کا دن رات شغل ایک دوسرے مسلمان کے خلاف زہر اگلنا اور متنازعہ مسائل کو ہوا دینا ہے۔ اور تو اور جماعت اسلامی کے بانی کمانڈر جناب مولوی مودودی صاحب ایسے مدعی علم و فضل بھی اس مرض سے نہیں بچے۔ وہ بھی اپنے ماہوار ارگن میں جس کا نام "ترجمان القرآن" رکھنے کے باوجود آئے دن قرآن مجید کی آیات بینات کے صریح خلاف اپنے مخصوص مسلک کے مخالف مسلمانوں پر ناروا چوٹیں کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ اپنی اشاعت بابت ماہ جون ۵۶ء رسائل و مسائل کی ذیل میں "عنوان بالا" قائم کر کے حسب عادت ایک شیعہ عالم کے نام سے فرضی نسبت دے کر ایک سوال شائع کیا ہے۔ اور اس کے جواب میں مودودی صاحب نے وہ ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اور اپنی عدم واقفیت کا وہ مظاہرہ کیا ہے کہ خدا کی پناہ۔

معارف اسلام کا شیوہ نہ تو فضول بحث میں الجھنا ہے نہ ہی مناظرہ بازی کا اکھاڑہ قائم کرنا۔ نہ وہ شیعوں کی ناجائز طرفداری کرنے کو تیار ہے نہ سنیوں کی بیجا مخالفت۔ اسکی نظروں میں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں لیکن تحقیق اور حق کی حمایت اس کا شعار رہا ہے۔ اس نے مولوی مودودی صاحب کی متنازعہ روش کے خلاف آواز اٹھانا اپنا فرض سمجھا ہے۔ اس لئے اس پر تنقید کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ مودودی صاحب نے تضاد بیانی میں تو کمال ہی کر دیا ہے۔

مثلاً ضمنی سائل نے عنوان کے ثبوت میں ابن قتیبہ کی مشہور کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" کا حوالہ دیا ہے۔ اس کی تردید میں آپ کی تضاد بیانی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :-

"ابن قتیبہ تو بلاشبہ ایک محقق شخص تھے۔ لیکن ان کی جس تصنیف کا حوالہ شیعہ عالم نے دیا ہے اس میں بعض چیزیں ایسی موجود ہیں۔ جو عقلاً قابل قبول نہیں ہیں"۔

سبحان اللہ۔ ابن قتیبہ بلاشبہ محقق ہیں لیکن ان کی چیزیں عقلاً قابل قبول نہیں۔ قبلہ وہ محقق ہی کیا جس کی باتیں قابل قبول نہ ہوں۔ کیا مودودی صاحب کا یہ بیان ان کے اختلال دماغی کا کھلا ثبوت نہیں؟ — اور سنئے۔ فرماتے ہیں۔

"مسئلہ خلافت سے قطع نظر جہاں تک حضرت فاطمہؑ کے دعویٰ میراث کا تعلق ہے۔ اس کیلئے ابن قتیبہ کی الامامۃ سے رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کی تفصیلات تو صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے"۔

مولوی مودودی صاحب نے اپنے بیان کے اس ٹکڑے میں ابن قتیبہ کو جسے "بلاشبہ محقق" مان چکے تھے۔ اس کی چیزوں کو "عقلاً ناقابل قبول" قرار دیکر صحیح بخاری پر انحصار رکھا ہے۔ بہت خوب جناب ذرا صحیح بخاری پر قائم رہنا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اسے بھی "عقلاً ناقابل قبول" قرار دے دو۔

صحیح بخاری کی نسبت لکھتے ہیں :-

"ان کتابوں کی مستند روایات سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت فاطمہؑ میراث کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ضرور ہوئی تھی"۔

واہ! نشیب مرد مولوی صاحب۔ جب آپ کی محبوب اور مقبول کتاب صحیح بخاری کی مستند اور معتبر روایت سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکرؓ سے ضرور ناراض تھیں تو اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا موجودہ مسلمان اس معاملہ پر آپس میں خوب سر پھٹول کریں؟ مضمون کے آخر میں پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ اور اپنی تحقیق انیق کا نچوڑ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"بعض روایات میں یہ ہے کہ اِن (فاطمہؑ) کی رنجش آخری وقت تک رہی۔ اور بعض میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر بعد میں خود اُن سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور انہیں راضی کرلیا۔ یہ بات میرے لئے قرینِ ثواب ہے"۔

ہم ان باتوں پر مزید بحث کرکے مودودی صاحب کی طرح مسلمانوں کے مابین اختلاف کی خلیج کو زیادہ وسیع کرنا نہیں چاہتے۔ طالبانِ حق صحیح بخاری جلد ۴ کتاب خمس میں ام المومنین عائشہ کی روایت اور صحیح مسلم معہ شرح نودی جلد ۲ صفحہ ۹۱ ملاحظہ فرمائیں۔ خود بخود تمام واقعات روشن ہوجائینگے۔ بحث مباحثہ اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے سے کیا فائدہ۔

حضرت رسولِ اکرم صلعم پر اتہام نہ لگائیے:۔ اگر حضرت پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ کوئی بھی فرقہ اپنے مخصوص عقائد کے زیر اثر غلط اقوال منسوب کرے تو چشم پوشی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ مودودی صاحب نے ایک غلط حدیث بھی ذاتِ حضرت ختمی مرتبت سے منسوب کی ہے قطع نظر "مسئلہ فدک" کے اگر مسئلہ "حدیثِ رسول" پر غور کیا جائے۔ تو آپ دیکھیں گے کہ اس وقت جیسی کتبِ حدیث مسلمانوں میں رائج ہیں سُنیوں میں صحاح ستہ مرجع خاص و عام ہیں۔ اسی طرح شیعوں میں کتبِ اربعہ رائج ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ سُنی ان کتب کو صحاح کہتے ہیں۔ جیسے کہ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم صحیح ترمذی وغیرہ۔ صحیح بخاری کی نسبت تو ان کا اعتقاد یہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری ہے یعنی قرآن شریف کے بعد صحیح بخاری سب سے صحیح کتاب ہے اور شیعہ کتبِ اربعہ کو یہ درجہ نہیں دیتے۔ اس میں شک نہیں کہ جس قدر احادیث بھی جناب رسولِ اکرم کے ساتھ منسوب کی گئی ہیں۔ وہ تمام کی تمام صحیح نہیں۔ بلکہ بے شمار غلط احادیث بھی ان تمام کتب میں موجود ہیں ہزاروں درود وسلام ہو حضرت نبی خیر الانامؐ اور اُن کی آلؑ پر کہ حضورؐ نے دور اندیشی اختیار فرماتے ہوئے ان احادیث کو پرکھنے کیلئے ایک ایسا معیار مقرر فرمایا جس سے کسی بھی مسلم کو انکار نہیں ہوسکتا ہے۔ قال رسول اللہ صلعم قد کثر علی الکذابون فما یرد منی لکم فاعرضوہ بکتاب اللہ ان طابق فخذوہ واعملوہ وان خالف فترکوہ واضربوہ علی الجدار (تفسیر کبیر فخر الدین رازی) یعنی فرمایا مجھ پر جھوٹی حدیثیں باندھنے والے بہت ہوگئے پس ہر حدیث کو کتاب اللہ سے مطابق کرلیا کرو۔ جو قرآن کے مطابق ہو اُس پر تو عمل کرلیا کرو جو مخالف کلام اللہ ہو اُسے چھوڑدو اور دیوار پر مارو۔" پس یہ بالکل عقل کے مطابق اور ہر مسلم کے لئے قابل قبول ہے کہ حضورؐ نے کبھی کوئی ایسا کلمہ ارشاد نہیں فرمایا جو خلافِ حکم خدا یعنی خلاف قرآن

وہ ذاتِ احدیت نے وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ (پ۲۷ النجم ع۱) فرما کر اس حدیث رسولؐ پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔ کہ میرا حبیب اپنی ہوا و ہوس سے کوئی نطق نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ وہ نطق کرتا ہے وحی الہٰی ہوتا ہے۔

پس حدیث زیر بحث جو پیش کی گئی ہے۔ قرآن کی کوئی آیت اس کی تصدیق نہیں کرتی کہ انبیاء کی میراث ان کے ورثا میں تقسیم نہیں ہوتی اور اُن کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ حدیث کئی آیات قرآن کی مخالفت کرتی ہے۔ اور قرآن کی متعدد آیات اس حدیث کی مخالفت کرتی ہیں وراثت کا مسئلہ فقہ اسلامی کی جان ہے۔ اس کے لئے کھلے احکام قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ اور اُن میں نبی یا غیر نبی کے لئے کوئی تخصیص موجود نہیں۔

(۱) وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۱ (پ۵ ع النساء)
ترجمہ اور جو کچھ والدین اور عزیز و اقارب چھوڑ جائیں اس کیلئے ہم نے کل کے وارث قرار دیئے ہیں

(۲) لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۵ (پ۴ ع النساء) ترجمہ۔ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار جو ترکہ چھوڑ جائیں اُس میں مردوں کا بھی حصہ ہے۔ اور ماں باپ اور رشتہ داروں نے جو ترکہ چھوڑا ہو وہ تھوڑا ہو یا بہت اس میں عورتوں کا بھی حصہ ہے اور حصہ واجب ہے۔

(۳) یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ ۔ ۔ ۔ ۔ (پ ع ۱۳ النساء) ترجمہ۔ خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کیلئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(۴) وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ (پ۱۹ ع ۱۷ النمل) اور سلیمانؑ داؤد کے وارث ہوئے۔

(۵) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۵ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (پ۲۸ ع ۱۶ صف) ترجمہ۔ اے ایمان لانے والو! جو کرتے نہیں وہ منہ سے کہتے کیوں ہو؟ خدا کے نزدیک یہ بات حد سے زیادہ ناپسندیدہ ہے کہ منہ سے وہ کچھ کہو جو کرو نہیں۔

(۶) اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب (پ۱ بقرع)
ترجمہ۔ کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو۔ اور خود کو فراموش کر جاتے ہو۔ حالانکہ تم قرآن پڑھتے

(۷) امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ (پ ۳ بقرع ۴) ترجمہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اس پر رسول مکمل ایمان لایا ہے۔

یہ سات آیات ہمارے مطلب کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ اگرچہ اس سے دگنی تعداد میں مزید آیات پیش کی جا سکتی ہیں آیت ۱، ۲، ۳ پیغمبر اور اس کی اُمت کیلئے عام حکم دیا ہے۔ آلِ محمد کیلئے کوئی استثنا، قبل یا بعد میں وارد نہیں ہے۔ اس لئے میراث کا حکم نبی اور امت کے لئے قرآن سے مساوی ثابت ہے۔ ان تمام آیات میں کسی ایک میں بھی استثناء برائے نبی اکرم صلعم موجود نہیں۔ بلکہ آیت ۵-۶ اور ۷ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بموجب حکم خدا جو آنحضرت صلعم نے ہمارے لئے بیان فرمایا خود اُس پر عمل فرمایا جس چیز کو ہمارے لئے پسند فرمایا خود اُس سے ناپسندیدگی کیونکر اختیار فرما سکتے تھے درآنحالیکہ خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کے لئے کوئی تخصیص نہ فرمائی ہو آیت ۱ میں "کُل" کا لفظ ارشاد فرما کر نبی وغیر نبی۔ امام وغیر امام وغیرہ وغیرہ سب ہی کے ترکہ کی وراثت بھی ثابت ہے "کُل" کا کوئی بھی جزو اس سے مستثنےٰ نہیں آیت ۴ میں خاص طور پر نبی کی وراثت ثابت ہے۔ اور صاحبان تفسیر معالم التنزیل و نیشاپوری و تاریخ الفداء و تاریخ ثعلبی نے اِس آیت کے تحت جناب داؤد کی وراثت علمی کے علاوہ مالی و ملکی بھی مراد لی ہے۔ امیر جماعت اسلامی نے جو حدیث رسولؐ پیش فرمائی ہے قرآن اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ نہ ہی ثقلین کے دوسرے جزو یعنی "عترتؑ" نے اس کی تصدیق کی۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو حدیث بھی قرآن کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں اور ایسی حدیث حضرت رسول اکرم صلعم سے منسوب کرنا یقیناً حضرتؐ پر اتہام لگانے کے مترادف ہے اور اس غلط روش سے کنارہ کشی کرنا ہر مسلم کا فرض ہے۔ تاکہ ایمان سلامت رہے اور محبتِ رسولؐ میں فرق نہ آنے پائے۔

(ادارہ)

طلبِ بارانِ رحمت

(بزبانِ امیرالمومنینؑ)

ومن خطبۃ لہ علیہ السلام فی الاستسقاء

الا ان الارض التی تحملکم والسماء التی تظلکم مطیعتان لربکم، وما اصبحتا تجودان لکم ببرکتھما توجعاً لکم ولا زلفۃ الیکم ولا لخیر ترجوانہ منکم ولکن اُمرتا بمنافعکم فاطاعتا، واقیمتا علی حدود مصالحکم فقامتا، ان اللہ یبتلی عبادہ عند الاعمال السیئۃ بنقص الثمرات وحبس البرکات، واغلاق خزائن الخیرات، لیتوب تائب ویقلع مقلع، ویتذکر متذکر، ویزدجر مزدجر. وقد جعل اللہ سبحانہ الاستغفار سبباً لدرور الرزق و رحمۃ الخلق فقال: (استغفروا ربکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً و یمددکم باموال وبنین) فرحم اللہ امرا استقبل توبتہ، واستقال خطیئتہ وبادر منیتہ، اللھم انا خرجنا الیک من تحت الاستار والاکنان، وبعد عجیج البھائم والولدان، راغبین فی رحمتک، وراجین فضل نعمتک، وخائفین من عذابک ونقمتک، اللھم فاسقنا غیثک ولا تجعلنا من القانطین ولا تھلکنا بالسنین

طلب باراں کے سلسلہ میں حضرت علیہ السلام کا خطبہ

دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے دونوں تمہارے پروردگار کے زیر فرمان ہیں یہ اپنی برکتوں سے تمہیں اس لئے مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمہارا تقرب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں بلکہ یہ تو تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجا لاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ (البتہ) اللہ سبحانہ بندوں کو ان کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کر دینے سے آزماتا ہے تاکہ توبہ کرنیوالا توبہ کرلے (انکار و سرکشی سے) باز آنیوالا باز آجائے نصیحت و عبرت حاصل کرنیوالا نصیحت و بصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رُکنے والا رُک جائے۔ اللہ سبحانہ نے توبہ و استغفار کو روزی کے اترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ "اپنے پروردگار سے توبہ و استغفار کرو بلا شبہ وہ بہت بخشنے والا وہی تم پر موسلادھار مینہ برساتا ہے اور مال و اولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے"۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو

ولا تؤاخذنا بما فعل السفہاء منا یا ارحم
الراحمین۔ اللھم انا خرجنا الیک نشکو
الیک ما لا یخفی علیک حین الجاتنا
المضایق الوعرۃ۔ واجاءتنا المقاحط المجدبۃ
واعیتنا المطالب المتعسرۃ، وتلاحمت
علینا الفتن المستصعبۃ۔ اللھم انا نسالک
ان لا تردنا خائبین، ولا تقلبنا واجمین۔
ولا تخاطبنا بذنوبنا، ولا تقایسنا باعمالنا
اللھم انشر علینا غیثک وبرکتک۔ و
رزقک ورحمتک۔ واسقنا سقیا نافعۃ
مرویۃ معشبۃ تنبت بہا ما قد فات،
وتحیی بہا ما قد مات نافعۃ الحیا کثیرۃ
المجتنی، تروی بہا القیعان، وتسیل
البطنان، وتستورق الاشجار وترخص
الاسعار انک علی ما تشاء قدیر (نہج البلاغہ)

اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت سے پہلے
نیک اعمال کرے۔ بارالہا! تیری رحمت کی خواہش
کرتے ہوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے
اور تیرے عذاب و غضب سے ڈرتے ہوئے ہم پردوں
اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے
ہیں اُس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے
چلا رہے ہیں۔ خدایا! ہمیں بارش سے سیراب کر
دے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں
ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بیوقوفوں کے
کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے۔ اے رحم کرنے
والوں میں بہت رحم کرنے والے خدایا! جب ہمیں
سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کر دیا اور قحط
سالیوں نے بے بس بنا دیا اور پوشیدہ حاجتمندیوں
نے لاچار بنا ڈالا اور منہ زور فتنوں کا ہم پر تانتا
بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں گلہ
مند ہو کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس
طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ و تاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں کی بنا پر ہم سے (عتاب آمیز)
خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوندا! تو ہم پر باران و برکت اور رزق
و رحمت کا دامن پھیلا اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کر دے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی
اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گزری ہوئی (کھیتیوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے
اور مردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تر و تازگی از سر تا
فائدہ مند اور چنے ہوئے پھلوں کے انبار لئے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے
اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سرسبز کر دے۔ اور نرخوں کو سستا کر دے
بلا شبہ تو جو چاہے اس پر قادر ہے۔ (از ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب مدظلہ)

(فضائل قرآن)

تفہیم قرآن

(از علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی صدر ادارہ معارف اسلام لاہور)

گزشتہ مقالات میں قرآن مجید کی عظمت۔ جامعیت۔ اعجاز اور فضائل میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ اگرچہ بدلیل آیہ دانی ہدایہ کان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب (پ البقرع) ہر نبی اور رسول پر اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کتاب یا صحیفہ نازل فرمایا۔ جو منزل من اللہ اور الہامی ہونے کا درجہ رکھتی ہیں لیکن یہ شرف اور برتری صرف قرآن مجید فرقان حمید ہی کو حاصل ہے کہ اسے معجزانہ حیثیت سے نازل کیا گیا۔ اور اسے آنحضرت میں لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا کے علماء، فضلاء، فصحا، بلغاء، حکماء، ادبا اور کملاء کو بلا تخصیص قوم و ملک اور رنگ و وطن پورے قرآن۔ پھر دس سورتیں۔ پھر ایک سورت اور آخر اس کی ایک آیت کی مثل لانے کا چیلنج دے دیا جس پر وہ قادر نہ ہو سکے۔ اور ساتھ ہی وان لم تفعلوا ولن تفعلوا (پ البقرہ) فرما کر اپنی صداقت اور ان کے عجز پر مہر ثبت کر دی۔ قرآن اگر سمٹا یا جائے۔ تو سمٹ سمٹا کر اس قدر چھوٹی کتاب بن جاتا ہے کہ لوگ تبرکاً و تیمناً بطور تعویذ گلے میں ڈال لیتے ہیں اور جب اسے پھیلایا گیا۔ تو ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک حرف کی اس قدر ضخیم تفسیریں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کی صحیح صحیح تعداد کا احصار کرنا مشکل ہے۔

یہ قرآن جس کی مثل لانے سے دنیا عاجز۔ جس کی جامعیت کا یہ عالم کہ اس کا اپنا دعوٰے ہے کہ لا رطب ولا يابس الا فی كتاب مبين (پ الانعام) اس میں دنیا کی ہر خشک و تر شے کا احصار جس کی شان ما فرطنا فی الكتاب من شئی (پ الانعام) کوئی شے ایسی نہیں جس کی اس قرآن میں کمی ہو یہ صرف دعویٰ ہی نہیں۔ بلکہ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اپنے دعویٰ کی صداقت دنیا سے منوالی۔ اور آج دنیا بھر کے فلاسفر۔ عالم فاضل اور سائنسدان۔ انجینئر، مہندس اس کے آگے گھٹنے ٹیک رہے ہیں۔ اور باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ ما هذا من كلام البشر یہ انسانی کلام نہیں بلکہ الہامی اور آسمانی ہے۔ اس قرآن کے متعلق چند مغرب پسند نئی روشنی کے سر پھرے کہہ رہے ہیں۔ کہ یہ قرآن جاہل عرب ہی کیلئے موزوں تھا۔ اب اس میں ترمیم ہونی چاہئے۔ لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ ان سر پھروں کی ایک جماعت نے ابھی پچھلے دنوں میں یتیم پوتے کی میراث کا مسئلہ چھیڑ کر حکومت سے

درخواست کی تھی کہ اگرچہ قرآن اور حدیث کی رو سے یتیم پوتے کو میراث کا حق نہیں پہنچتا لیکن قرآن میں ترمیم کر کے اسے حق ضرور دلوانا چاہئے۔ شکر ہے کہ حکومت نے جلدی ہی اس فتنہ کو دبا دیا۔ ورنہ خدا جانے اس کے اثرات کس قدر بھیانک ہوتے۔

قربانی کے مسئلہ میں بھی ان لوگوں نے ترمیم چاہی۔ ہمارے زمانہ میں ماہ ذوالحجہ کی دس۔ گیارہ۔ بارہ تاریخ کو قربانی دی جاتی ہے اور یہ طریقہ تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ کی آل اصحاب و صحابہ کبار۔ تابعین۔ تبع تابعین غرضیکہ ہر طبقہ کے مسلمان قربانی دیتے چلے آئے ہیں جو لوگ صاحب حیثیت ہیں۔ ان کے لئے قربانی سنت مؤکدہ ہے علماء کا عمل بھی برابر چلا آرہا ہے۔ تمام اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں۔ اب اگر کوئی شخص باوجود صاحب استطاعت ہوتے کے قربانی نہ دے۔ یا اس امر کو سنت رسولؐ سے الگ قرار دے۔ تو کہا جائیگا کہ وہ ایسا دعویٰ کر رہا ہے۔ گویا کہ معاذ اللہ اس کا علم آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے برابر ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں اخبارات میں مضامین نکلے تھے کہ ہر سال جو اس قدر جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ یہ بے فائدہ ہے۔ گوشت ضائع ہوتا ہے۔ لہٰذا قربانی کی ضرورت نہیں۔ اگر اتنا روپیہ بچا کر مستحقین کو دیا جائے۔ یا کسی قومی کام پر لگا دیا جائے۔ تو بہتر ہے معلوم ہوا کہ جو فعل سنت نبویؐ تھا۔ وہ آج سنت نہ رہا۔ اس سے سنت رسولؐ کی صریحاً مخالفت ہوتی۔ استغفر اللہ۔

درحقیقت ان چیزوں کی مخالفت ایک خاص علت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔ ایک صاحب جو لکھے پڑھے تھے۔ فرماتے تھے۔ کہ ماہ صیام کے روزے ہمارے لئے واجب نہیں۔ یہ تو صرف اہل عرب کیلئے واجب تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ عرب لوگ خرمے بہت کھاتے تھے۔ جس سے کافی خون پیدا ہوتا تھا۔ نیز روغن زیتون بھی بہت استعمال کرتے تھے۔ جس کے سبب سے ان کے خون میں زیادتی آجاتی تھی۔ اور حدت پیدا ہو جاتی تھی۔ اس لئے ان کے واسطے روزوں کا حکم ہوا تاکہ ان کی حالت اعتدال پر آجائے۔ لہٰذا آج ہم کو کیا ضرورت ہے کہ روزہ رکھیں۔ یہ تو صرف انہیں پر واجب تھا ہم پر بالکل واجب نہیں۔

ایک اور صاحب فرماتے تھے۔ کہ آج نماز کی کیا ضرورت ہے۔ اسلئے کہ نماز کا مقصد لوگوں کو پابند اوقات بنانا تھا۔ چونکہ اسلام اپنے زمانہ حکومت میں پابندی سکھلا گیا۔ اور پابندی وقت کی غرض حاصل ہو گئی۔ لہٰذا اب نماز کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔

یہ وہ کٹ حجتیاں ہیں۔ جو آج کل کی نئی روشنی کے دلدادوں نے از خود پیدا کر رکھی ہیں۔ لیکن

سالانہ رپورٹ جو ممبران ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) کے سالانہ جلسہ منعقدہ ...ر جولائی ۱۹۵۵ء بروز اتوار۔ دفتر ادارہ (۹/۵ شاہ عالمی گیٹ لاہور) میں پیش کی گئی

سالانہ رپورٹ

(نوٹ:۔ حسبِ معمول اس رپورٹ کے دو حصے ہیں حصہ اوّل میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے کہاں تک ترقی کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہم نے سال گذشتہ میں کیا کیا امور سرانجام دیئے ہیں۔ حصہ دوم میں ادارہ کا حساب آمد و خرچ ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس پر مختصر بحث ہے۔ اس حصہ کے دو ٹکڑے ہیں۔ پہلے ٹکڑے میں دسمبر ۱۹۵۵ء سے مارچ ۱۹۵۶ء یعنی چار ماہ کا حساب دکھلایا گیا ہے اور دوسرے ٹکڑے میں اپریل ۱۹۵۵ء سے مارچ ۱۹۵۶ء تک کا حساب ظاہر کیا گیا ہے چونکہ گذشتہ رپورٹ میں نومبر ۱۹۵۵ء تک سولہ ماہ کا حساب پیش کیا گیا تھا۔ اور ادارہ کا سال مارچ سے اپریل تک ہوتا ہے۔ اسلئے رپورٹ کے دوسرے حصہ کے دو ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ظاہر کرنے ضروری ہو گئے۔ تاکہ ۳۱ر مارچ ۱۹۵۶ء تک کا مکمل حساب اس رپورٹ میں آجائے۔

حصہ اوّل

(۱) ماہنامہ: سال گذشتہ کے آغاز میں تھوڑی تعداد سابقہ شائع شدہ لٹریچر کی بقایا موجود تھی۔ اور ماہنامہ "معارفِ اسلام" ابتدائی منزل میں تھا۔ جو ۸ سے ۱۲ صفحات پر شائع ہوتا رہا۔ مگر اپریل ۱۹۵۵ء سے اسے زیادہ جاذبِ نظر بنایا گیا۔ اور ضخامت میں بھی دوگنے سے زیادہ اضافہ کیا گیا۔ یعنی ۱۶ صفحات سے ۲۸ صفحات پر شائع ہوتا رہا۔ باوجود دوگنے اخراجات کے غیر ممبران یعنی خریداران سے صرف ایک روپیہ سالانہ ہی لیا جاتا رہا۔ ماہنامہ میں کوئی مضمون معیار سے گرا ہوا یا اپنی پالیسی کے خلاف نہیں شائع کیا گیا۔ بلکہ ماہنامہ کے معیار کو دن بدن بلند کرنے کی کوشش کی گئی۔ اب اپریل ۱۹۵۶ء سے کئی خریداران اور ممبران کی مسلسل فرمائشات پر ضرورتِ وقت کے

پیشِ نظر اور ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے آپ کا ماہنامہ ساٹھ صفحات پر شائع ہونا شروع ہو چکا ہے۔ جس کے اثرات اور خوشگوار نتائج خطوط کے ذریعے معلوم ہوئے۔ اور ماہنامہ کی تعریف و توصیف میں ادارہ کے ریکارڈ پر بے شمار خطوط موجود ہیں۔ ماہنامہ کے ہمراہ دو عدد مفید کتب کی اشاعت بھی بالاقساط جاری ہے۔ جن کے صفحات ماہنامہ سے جدا کرنے کے بعد مکمل کتابی صورتوں میں ممبران و خریداران کے پاس جمع ہو جائینگے۔ ان صفحات کی کچھ تعداد ہر ماہ زیادہ چھپوائی جاتی ہے تاکہ ان دونوں کتابوں کی کچھ تعداد ماہنامہ سے علیحدہ بھی برائے فروخت ادارہ کے پاس موجود رہے۔

(۲) **رسائل سلسلۂ معارفِ اسلام** :۔ "سلسلۂ معارفِ اسلام" کے تحت گذشتہ برس مندرجہ ذیل پانچ کتابچے شائع کئے گئے۔ جو ممبرانِ ادارہ و دیگر طالبانِ حق اور ریڈنگ روموں و لائبریریوں میں حسبِ معمول مفت تقسیم کئے گئے۔ ان کے نام اور ضخامت یہ ہے:۔

قوانین شرعیہ	موازنۂ حق و باطل	دلیلِ عزا	مذہب اور سائنس	اور تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج
۴۳ صفحات	۲۶ صفحات	۵۰ صفحات	۷۶ صفحات	۲۰ صفحات

اگر ان کے صفحات گنے جائیں تو لاکھوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان پانچ رسائل کا زیادہ حصہ مفت تقسیم ہوا۔ اور قلیل حصہ ادارہ کے پاس برائے فروخت بچا۔

(۳) **ایک شاندار کارنامہ** :۔ گورنمنٹ کی مقرر کردہ شادی و عائلی کمیشن میں "قوانین شرعیہ" کو پیش کرنا ادارۂ معارفِ اسلام کا ایک شاندار کارنامہ ہے جس کی طرف ہماری انجمنوں اور اداروں وغیرہ میں سے اور کسی نے توجہ نہیں دی۔ حالانکہ یہ ایک نہایت ہی اہم معاملہ تھا جس نے آئندہ ہمارے تمام معاشرے پر اثر انداز ہونا تھا۔ ہمارے جملہ مسائل و قوانین نکاح و طلاق۔ وراثت و ولایت۔ گذارہ وصیت وغیرہ وغیرہ اسی کے تحت آتے ہیں۔ اور گورنمنٹ نے اپنے متعلقہ قوانین میں اسلامی فقہ کے مطابق تغیر و تبدل کرنا ہے۔ اگر ہمارے لئے یہ قوانین فقہ جعفریہ کے مطابق شامل نہ ہوں تو ہماری آئندہ نسلیں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ الحمد للہ کہ حضرت سرپرست ادارہ نے فوراً اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور کمیشن مذکور کے جاری کردہ ۵۲ ضروری سوالات کے جوابات شیخ الجامع المنتظر محترم شیخ اختر عباس صاحب سے مشورہ کرنے کے بعد فقہ جعفریہ کے مطابق گورنمنٹ کی مقرر کردہ تاریخ سے پہلے پہلے ادارۂ معارفِ اسلام کی جانب سے کمیشن میں بھیج دیئے۔ اور معاً بعد ان جوابات کو "قوانین شرعیہ" کے نام سے شائع بھی کر دیا گیا ہے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ "طلاق جیسے اہم مسئلے کے متعلق بھی انہیں کہنا اور لکھنا پڑا کہ "تین طلاق" کا غلط مسئلہ جو غیر امامیہ میں رائج ہے۔ اُسے فقہ امامیہ

کے مطابق تبدیل کیا جائے، کیونکہ یہی مفید اور قرینِ عقل ہے۔

(۴) تیزیٔ رفتار: دیگر رسائل "موازنۂ حق و باطل"۔ "دلیلِ عزا"۔ "مذہب اور سائنس" اور "تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج" یہ تمام کتابچے موضوعِ وقت کے مطابق بہت اہمیت رکھتے ہیں امید سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ لوگ منگوا منگوا کر تقسیم کرتے رہے۔

اگر ادارہ کی اس سال کی کارگزاریوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوگا کہ ادارہ کے اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے پیشتر کی نسبت ہماری رفتار تیز تر ہو چکی ہے۔ اس سال ضخیم کتب کی اشاعت شروع ہو چکی ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ تو چند ہی دنوں میں آپ کا ایک معیاری قومی دارالتصنیف و اشاعت مستقل طور پر قائم ہو جائیگا۔ اور ہماری تمام ضروری کتب اور ان کے تراجم معرضِ وجود میں آجائینگے۔ اگر آپ صاحبان نے تھوڑی سی توجہ اور فرمائی تو کچھ عرصہ کے بعد آپ کا ادارہ وصولیٔ چندہ کی ضرورت سے آزاد ہو سکتا ہے۔ اور اپنی کتب کے منافع پر ہی یہ قومی سرمایہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جاری رہ سکتا ہے۔

(۵) پہلی ضخیم کتاب "فتنۂ تفسیر بالرائے"۔ یہ کتاب مع ضمیمہ "معارف الفرقان" ۲۷۴ صفحات کی جلد علوم و فنون سے بھرپور کتاب جو کہ ضرورتِ وقت کی مناسبت سے مفید ترین اثرات کی حامل ہے شائع ہو کر دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اور موجودہ زمانہ کے الحاد اور مغربی تہذیب سے مسحور افراد کیلئے تیر بہدف نسخہ ہے۔ اس موضوع پر ہم میں یہ سب سے پہلی کامیاب کوشش ہے۔ طلوعِ اسلام کراچی جو اسلامی امور میں فلسفۂ مغرب کے ماتحت تغیر و تبدل کرانا چاہتا ہے۔ ببانگ دُہل قریباً ہر شمارہ میں مطالبہ کرتا ہے کہ جس طرح رسولؐ نے اپنے بعد قرآن چھوڑا کیا اسی طرح رسولؐ نے حدیث یا قرآن کی تفسیر بھی چھوڑی؟ افسوس ہے کہ عام مسلمان اور اس کے مخاطبین اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس کا جواب مسلمانوں میں صرف آپ ہی کے پاس ہے۔ اور دوسرے مسلمان بھی اگر چاہیں تو وہ بھی آپ ہی والا جواب دے سکتے ہیں۔ اور اس جواب کو ڈنکے کی چوٹ کے ساتھ طاقتور الفاظ میں دینے کی ضرورت ہے۔ کہ حضرت پیغمبرِ اسلام نے قرآن کو ہرگز تنہا نہیں چھوڑا جس طرح قرآن چھوڑا اسی طرح قیامت تک قرآن سمجھنے اور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ایک زندہ لٹریچر یعنی اہلبیتؑ کا وجود چھوڑا جس کے پاس نہ صرف احادیثِ رسولؐ کا مجموعہ تھا۔ بلکہ وہ خود راسخون فی العلم کتاب تھے۔ اور یہی قیامت تک کیلئے محافظین اسلام ہیں۔ "فتنۂ تفسیر بالرائے" اس موضوع پر یہ پہلی کوشش ہے جس میں جمہوری اور اشتراکی اسلام کی مکمل

روک تھام کی گئی -

(۶) آئندہ پروگرام :- "فتنۂ تفسیر بالرائے" شائع کر کے ادارہ خاموش نہیں بیٹھ گیا بلکہ اسی شاہراہ پر آگے رواں ہو چکا ہے اور "اسلامی معاشرہ" تعلیمات اہلبیت کی روشنی میں جو صدوق علیہ الرحمۃ کی کتاب "مصادقۃ الاخوان" کا ترجمہ ہے - اور آپ کے ادارہ کے فاضل رکن سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل ترجمہ فرما چکے ہیں: یہ ترجمہ مع عربی متن کے شائع کیا جا رہا ہے اور قریب التکمیل ہے

دوسری کتاب عقاید اسلام بہ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام ہے جس کا مسودہ ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی نے ادارہ کو مرحمت فرمایا ہے - یہ کتاب بھی قریب التکمیل ہے -

اسی طرح مطالب السئول فی مناقب آل رسول جو کہ اہلسنت کے ایک بڑے امام محمد ابن طلحہ شافعی کی تصنیف ہے - اس کا ترجمہ حضرت صدر ادارہ فرما رہے ہیں - یہ بھی ایک یادگار کتاب ہوگی - انشاء اللہ تعالیٰ -

ایک اور بڑا کارنامہ علامہ شیخ عبدالعلی الہروی اعلی اللہ مقامہ کی مشہور و معروف تصنیف یعنی "مواعظ حسنہ" کی طباعت ہے - گو اس کا سہرا البراق بکڈپو کے سر ہے - مگر آپ کے ادارہ نے اس کی طباعت میں شرکت کر کے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کافی حصہ لیا ہے - اور یہ کتاب بھی انشاء اللہ اسی ماہ کے اندر اندر (یعنی جولائی ۶۳ئ میں) چھپ کر مکمل ہو جائیگی -

(۷) مفت لٹریچر کی تقسیم :- ادارہ کا حساب دیکھنے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا ۱۲۲۶ روپیہ ۵ آنے کی رقم کا لٹریچر ادارہ کے فنڈ میں سے مفت تقسیم کرنے میں صرف ہوا - اس رقم میں اہتمام اور کتب ہر دو شامل ہیں - یہ بھی آپ کے ادارہ کیلئے ایک امتیازی شان ہے کہ اس کے پیش نظر تجارتی منفعت نہیں ہے - بلکہ پیش نظر زیادہ ترویج اسلامیات کی اشاعت ہے - اگر ہم لٹریچر خود ہی چھاپ کر خود ہی پڑھ لیں تو اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا - لہذا لائبریریوں - ریڈنگ رومز - ہسپتالوں اور یتیم خانوں میں اور ممبران ادارہ کے علاوہ دیگر طالبان حق میں لٹریچر مفت یعنی بلا قیمت پہنچانے کا بندوبست کیا ہوا ہے اور اس پر جتنا خرچہ ڈاک وغیرہ پڑتا ہے وہ بھی آپ کا ادارہ برداشت کرتا ہے

(۸) دفتر ادارہ کا قیام: یہ بھی گذشتہ سال ہی کا ایک کارنامہ ہے - آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ ادارہ معارف اسلام کی ذاتی کوئی بلڈنگ نہیں گذشتہ چار سالوں میں ادارہ کا دفتر آپ کے اس خادم کے مکان کے ایک یا دو کمروں میں سمایا ہوا تھا - مگر پروگرام کی زیادتی اور اشاعت

کتب وغیرہ میں اضافہ کی وجہ سے دفتر ادارہ کا علیحدہ قیام ضروری سمجھا گیا۔ اور مجلسِ نظامت کے فیصلوں کے مطابق دفتر اس جگہ قائم کر دیا گیا۔ جہاں آپ اس وقت تشریف فرما ہیں۔ ادارہ کے اخراجات اس سے پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ اگر ممبرانِ ادارہ توجہ دیں تو آج ہی ادارہ کا دفتر ادارہ کی ذاتی بلڈنگ میں قائم ہو سکتا ہے۔

۹۔ **پریس کی ضرورت:** اشاعتِ کتب کے سلسلہ میں ادارہ کو سب سے زیادہ ضرورت ذاتی پرنٹنگ پریس کی ہے۔ اگر آپ صاحبان اس طرف توجہ دیویں تو یہ ضرورت جلد از جلد پوری ہو سکتی ہے۔ اگر ادارہ کی اپنی بلڈنگ ہو۔ اپنا پریس ہو۔ تو ادارہ کے اغراض ومقاصد بطریقِ احسن جلد از جلد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور بیسیوں نئے پروگرام جو کہ اشاعت اسلام تعلیماتِ اخلاق و مذہب اور تلقینِ اعمال وغیرہ کے سلسلے میں موجود ہیں۔ سب پر عملدرآمد ہو سکتا ہے۔ مگر پریس کی ضرورت سب سے مقدم ہے۔ تاکہ ہماری تمام ضروری اور مفید کتب جلد از جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائیں۔

بہرحال ممبران وعہدیداران ادارہ کی ذاتی مصروفیات کے باوجود مندرجہ بالا اہم امور پر گذشتہ سال عملدرآمد ہو سکا ہے۔ اور آئندہ پروگرام اشاعت اور ضروریاتِ ادارہ کے متعلق بھی اس رپورٹ میں مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حصہ دوسرا

مالیات

ادارہ کے کاغذاتِ حساب آمد وخرچ۔ نفع ونقصان اور توازنِ بقیہ ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ سالِ گذشتہ کے آغاز میں علاوہ معمولی تعداد لٹریچر ورسائل "سلسلہ معارفِ اسلام" کے کل رقم بقایا ۶۰۳۵/۱۳/۳ روپیہ تھی۔ اور اسی گذشتہ سال کے آخر میں مبلغ ۱۰۳۹۹/۱/۰ روپیہ کل اخراجات برداشت کرنے کے بعد ۹۲۰۲/۶/۶ روپیہ باقی بچے جن میں سے واجب الادا رقم ۹۸۴/۱۴/۹ روپیہ نکالنے کے بعد ۸۲۱۷/۷/۹ روپیہ باقی رہے گویا کہ آپ کے ادارہ کو ۲۰۸۱/۱۰/۶ روپیہ کی خالص بچت سالِ گذشتہ سے ہوئی۔

دوسرے لفظوں میں کل آمد ۱۸۶۱۶/۸/۹ روپیہ اور کل خرچ ۱۰۳۹۹/۱/۰ روپیہ باقی ۸۲۱۷/۷/۹ روپیہ کی رقم موجود ہے ان اعداد وشمار پر غور کرنے سے آپ پر ظاہر ہوگا کہ اخراجات کے مطا

میں بہت ہی کفایت شعاری سے کام لیا گیا ہے۔ اور ذرائع آمد و رفت۔ موٹر خرچ۔ ٹیلیفون خرچ وغیرہ سب اعزازی طور پر عہدیداران ادارہ از گرہ خود برداشت کرتے رہے ہیں۔ اور جو نہایت ہی ضروری خرچ سمجھا گیا ہے وہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام آمد و خرچ ان حالات میں ہوئی کہ کافی ممبران نے اپنا زرِ رکنیت یا معاونت باقاعدگی سے ادا نہیں کیا۔ سٹاف کم از کم رکھا گیا۔ اور زیادہ تر عہدیداران ادارہ دفتری کاروبار خود شریک ہو کر انجام دیتے رہے۔ راقم الحروف خاص طور پر محترم شیخ شریف حسین صاحب جعفری اور سید اختر علیشاہ صاحب باقری کا ممنون ہے جو وقتاً فوقتاً اپنا قیمتی وقت ادارہ کے دفتری اور بیرونی کاروبار میں صرف فرماتے رہے ہیں۔ اور قبلہ سرپرست ادارہ علامہ مرزا احمد علی صاحب۔ محترم صدر علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی جو اپنے مشوروں اور علمی معاونت سے ادارہ کو نوازتے رہے ہیں۔ قابل صد تبریک ہیں۔ اور مقامی ممبران ادارہ یعنی ممبران لاہور اور ممبران بیرونجات جنہوں نے ادارہ کے امور میں کافی دلچسپی لی اور قدمے اور درمے معاونت فرمائی لائق شکریہ ہیں۔ ادارہ مدیرانِ اخبارات رضاکار۔ اسد اور شیعہ و در نجف کا خاص طور پر ممنون ہے جو وقتاً فوقتاً ادارہ کی کتب پر ریویو اور ادارہ کی اطلاعات شائع فرماتے رہے ہیں۔ والسلام

خادم :۔ غیاث الدین مدیر ادارہ (اعزازی)

گوشوارہ حساب

حساب از یکم دسمبر ۱۹۵۵ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۵۶ء (چار ماہ کا) ادارہ معارف اسلام

آمد	روپے-آنے-پائی	خرچ	روپے-آنے-پائی
نقد سرمایہ یکم دسمبر ۱۹۵۵ء کی صبح کو علاوہ لٹریچر ادارہ کے	۵۱۳۰-۱۱-۰	اخراجات برائے لٹریچر و رسائل و ماہنامہ بموجب بل ہائے کتابت۔ کاغذ۔ چھپائی وغیرہ	۹۷۴-۵-۹
آمد چندہ از ممبران ادارہ و خریداران ماہنامہ	۱۵۱۱-۴-۰	بنک میں نقد موجودہ	۵۹۴۸-۵-۰
آمد عطیہ	۲۱-۱۵-۰	نقد موجود	۸۷-۸-۳
آمد فروخت کتب	۲۴۱-۹-۰		
آمد متفرقات	۱۰۴-۱۲-۰		
میزان کل	۷۰۱۰-۳-۰	میزان کل	۷۰۱۰-۳-۰

حساب آمد و خرچ ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) سال اختتامی ۳۱-۳-۵۷

آمد	روپے - آنے - پائی	خرچ	روپے - آنے - پائی
آمد از فروخت کتب	۴۲۰۹-۱۰-۶	خرچ خرید کتب	۱۷۲۳-۲-۶
آمد از چندہ ممبران	۲۱۵۳-۶-۰	خرچ خرید کاغذ	۳۱۸۱-۷-۶
آمد از چندہ ماہنامہ	۶۲۳-۸-۰	خرچ کتابت چھپائی و دفتری }	۱۸۷۳-۱۵-۰
آمد از عطیات	۱۶۸-۲-۶		
آمد از اُجرت اشتہارات	۴۰۴-۰-۰	میزان	۶۷۷۸-۹-۰
آمد متفرق	۰-۴-۰	کُل بچت	۵۸۰۲-۲-۶
قیمت سٹاک کتب و کاغذ موجودہ ۳۱-۳-۵۷ }	۵۰۲۱-۱۲-۶		
کُل میزان	۱۲۵۸۰-۱۱-۶	کُل میزان	۱۲۵۸۰-۱۱-۶

حساب نفع و نقصان ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) سال اختتامی ۳۱-۳-۵۷

	روپے - آنے - پائی		روپے - آنے - پائی
کُل بچت	۵۸۰۲-۲-۶	پوسٹیج	۴۷۷-۴-۹
		سٹیشنری و پیکنگ	۱۱۴-۰-۰
		مزدوری	۴۹-۱-۶
		تنخواہ ملازمین	۳۲۲-۸-۰
		کمیشن فراہمی چندہ دراہو	۱۸۸-۱۳-۳
		نشر و اشاعت	۳۹۳-۴-۰
		کرایہ بلڈنگ دفتر	۲۵۱-۰-۰
		سفر خرچ	۷۲-۶-۶
		کمیشن فروخت کتب	۱۰-۵-۰
		کمیشن بنک	۱-۴-۰
		مفت تقسیم کتب و ماہنامہ	۱۷۲۶-۱۵-۰
		فرق میزان حساب	۱۳-۱۰-۰
		میزان	۳۶۲۰-۸-۰
		خالص بچت	۲۱۸۱-۱۰-۶
میزان	۵۸۰۲-۲-۶	میزان	۵۸۰۲-۲-۶

توازن بقیہ حساب سال اختتامی ۳۱ مارچ ۵۷ء

ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

واجبات	رقم	اثاثہ جات	رقم
	روپے		روپے
اسٹاک اختتام سال پر	۵۰۲۱-۱۲-۶	سرمایہ سال شروع	۶۰۳۵-۱۳-۳
فرنیچر	۲۱۶-۵-۰۰	خالص بچت	۲۱۸۱-۱۰-۶
بنک بقایا	۳۶۳۶-۸-۶	واجب الادا	۹۸۴-۱۴-۹
نقد موجود در تحویل سیکرٹری صاحب	۶۱-۴-۳		
واجب الوصول	۲۶۶-۸-۳		
میزان کل	۹۲۰۲-۶-۶	میزان کل	۹۲۰۲-۶-۶

(اقتصادیات)

کنزِ ابوذر غفاری رضؓ

(مقالۂ جناب عسکری بن احمد مدظلہٗ)

حضرت ابوذر غفاریؓ درویش صفت سابق الاسلام صحابی تھے۔ انہیں یہ شرف حاصل تھا کہ اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد آنحضرت صلعم نے انہیں۔ انہیں کے قبیلہ غفار میں تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا۔ اور ان کی سعی سے قبیلہ غفار اور اس کے حلیف قبیلہ اسلم نے من حیث الجماعت اسلام قبول کیا۔ یہ قبیلے عرب کے تجارتی قافلوں کے راستوں میں آباد تھے اور ان کا پیشہ راہزنی تھا تجارتی قافلوں کی لوٹ کھسوٹ سے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ اکل بالباطل ہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ ابوذر غفاریؓ کو شروع ہی سے اپنے قبیلہ کے فن سے نفرت تھی جب انہوں نے آنحضرت صلعم کے اخلاق حسنہ کی بھنک سنی تو یہ سیدھے حضورؐ کے پاس گئے۔ اور دل و جان سے فریفتہ ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کے ہاتھ ایک ہیرا۔ ایک کنز آگیا اور آپ نے انہیں فوراً تبلیغ کے لئے چنا اور قبیلہ غفار اور اسلم کی اصلاح ان سے کروائی۔ ابوذرؓ نے ان قبیلوں سے لوٹ مار اور غارتگری چھڑوائی اور انہیں اسلام کا پابند بنایا۔

آنحضرت صلعم کو حضرت ابوذر غفاریؓ سے بہت محبت تھی۔ اور اسی طرح ابوذرؓ بھی حضورؐ کے جانی عاشق تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابوذر سے محبت رکھوں (ترمذی) اور حضرت ابوذرؓ جب بھی حدیث بیان کرتے تو فرماتے اوصانی حبیبی میرے حبیب محمدؐ نے مجھے وصیت کی ہے اور پھر حدیث کو بیان کرتے۔ جہاں دوسرے اصحاب قال رسول اللہ کہتے نظر آتے ہیں۔ وہاں ابوذر اوصانی حبیبی کہتے ہیں۔

کسی مورخ کو اس میں شک نہیں کہ مسلمانانِ بنی امیہ احتکار دولت ACCUMU-LATION STATIS OF WEALTH اور اجتماعِ دولت کرتے تھے۔ سونے اور چاندی کو ذخیرہ کرتے تھے۔ ان کی دولت اندوزی کا یہ عالم تھا کہ کروڑپتی اور لاکھ پتی ان میں پائے جاتے تھے۔ ایسی تمثالیں ان میں بکثرت ملتی ہیں کہ جب ان کے وارثوں میں ورثہ کی تقسیم ہوئی تو سونے کی اینٹوں کو ہتھوڑوں اور کلہاڑیوں سے توڑا گیا۔ اور جب چار بیویوں میں وراثت بٹی تو ہر ایک کے حصے میں اسی اسی ہزار آئے۔

امرائے وقت ذھب و فضہ (سونے اور چاندی) کے کنزوں کے کنز۔ نقدی کے خزینے۔ زر و دولت کے دفینے جمع کر رہے تھے۔ دولت و ثروت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ طلا و نقرہ سے بھار (چمڑے کے تھیلے) بھرے جاتے تھے اور یہ سب ورثہ میں تقسیم ہوتے تھے۔

ملوکیت کا آغاز بنو امیہ نے کیا۔ اور ملوکیت IMPERIALISM کی بنیاد ہی دولت اندوزی پر ہے۔ اور یہ سرمایہ داری کی ایک ترقی یافتہ منزل ہوتی ہے۔ اور اس پر جا کر سب ترقیاں رک جاتی ہیں۔ ملوکیت یہ ہے کہ ملک کی دولت ملک عضوض کے ہاتھ میں ہوتی ہے ——— وہ ملک عضوض جو رعایا کی جان و مال درندگی کے ساتھ کھاتا ہے۔ اور شہنشاہیت KING SHIP بھی اسی کی ایک قسم ہے۔ بادشاہِ وقت پوری قلمرو کا واحد مالک ہوتا ہے۔

اسلام کے اصول کبھی بھی بڑی بڑی سرمایہ داریوں کے حق میں نہیں ہیں۔ مسئلہ وراثت اکٹھی دولت کو بکھیرنے کا ایک قانون ہے۔ زکوٰۃ مالدار کو کم مالدار کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ صدقات و خیرات اسی کی ایک کڑی ہے۔ استطاعت پر حج کے اخراجات واجب نصاب پر آجانے سے زکوٰۃ واجب۔ سب کیا ہیں؟ یہی کہ مسلمانوں میں ایک CONTROLLED CAPITALISM رہے۔ ایک خاص مقام پر جا کر سرمایہ کو ذرا کم مایہ کیا جانا چاہئے۔

دولت و ثروت جب چند ہاتھوں میں اکٹھی ہو جاتی ہے تو معاشرہ میں جو ابتری پھیلتی ہے آج اس کا رونا ملک ملک سے سنا جا رہا ہے۔

امیر معاویہ صاحب نے لاکھوں روپے خرچ کر کے مشہور "محل الخضراء" بنایا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ببانگ دہل دربارِ عام میں کہا "اے معاویہ اگر یہ محل بیت المال سے بنایا ہے تو مسلمانوں کے مال میں خیانت کی ہے اور اگر اپنے ذاتی مال سے بنوایا ہے تو پھر یہ اسراف اور فضول خرچی کی ہے"۔ (بلاذری)

حضرت ابوذر غفاریؓ نے خزینہ اور دفینہ ذہب و فضہ کے خلاف نعرے لگائے۔ اور ایسے کنز کو عنوان کیا۔ مراد ان کی یہ تھی کہ ایک "غیر پیداواری دولت" UNPRODUCTIVE WEALTH کسی امیر کے پاس کیوں پڑی رہے۔ اسے تجارت میں لگایا جائے تاکہ سیل زر CIRCULATION OF WEALTH ہو۔ اور یا پھر "کارِ خیر" میں صرف ہو۔ امیروں کے دفینوں اور غیر پیداواری دولت UNPRODUCTIVE CAPITAL اور تعیشات

LUXURIES کے خلاف حضرت ابوذر غفاریؓ نے باقاعدہ ایک جہاد قائم کیا۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر

افضل جہاد وہ کلمۂ حق ہے جو سلطان جابر (جور و ظلم کرنے والا) کے سامنے بیباکانہ کہا جائے

حضرت ابوذر غفاریؓ نے نہ کبھی کسبِ حلال کے خلاف کوئی بات کہی۔ اور نہ نجی ملکیت کے خلاف کبھی آوازہ بلند کیا۔ اور نہ وراثت اور اس کی تقسیم کے خلاف نعرہ لگایا۔ وہ کہتے تھے کہ ایسا "دفینہ" جو نہ مالک کے کسی کام آئے نہ خدا کے کارِ خیر میں لگے۔ نہ وہ دوسرے چارہ جو سکے۔ اسے جو رکھے گا اس کے لئے بہت بڑے عذاب کی بشارت ہے۔

سیم و زر سے بھری تجوریاں جن کو دیکھ کر سوائے نشۂ دولت کے اور کچھ نہ ملے —— جو بھی ان کا مالک ہوگا۔ اس کو عذابِ الیم کی بشارت ہو۔

اور یہ وہی مسلک ہے جو آنحضرت صلعم کا مسلک تھا۔ حضرت خدیجہؓ بہت مالدار تھیں اور مالداری بھی پیداواری قسم کی۔ تاجرہ تھیں۔ بے پناہ ثروت کی مالک تھیں۔ ملکۂ عرب تھیں اہلِ حشام، ایسے محل میں رہتی تھیں جس میں کئی محل المختصر آجائیں اپنی جائیداد اور تجارت کی واحد مالکہ تھیں۔ اور اس بی بی میں یہ کمال تھا کہ اس پر پورا کنٹرول تھا۔ تجارت کے مال و منال اور سرمایہ کے بڑھانے کا پورا ڈھنگ تھا —— حضرت محمدؐ اس کے تجارتی قافلوں میں کام کرتے تھے۔ اور اس دولت کی پیداوار میں مدد دیتے تھے —— اور دیکھتے دیکھتے جب حضرت خدیجہ ام المومنین بنی ہیں تو وہ دولت کہاں ہے؟ آنحضرت صلعم نے کتنے محل بنائے؟

آنحضرت کی ذاتی جائداد اور آمدنی کا تھی۔ ایک اپنی بنائی ہوئی سلطنت کے حاکم تھے مالِ غنیمت کا حصہ۔ (وہی مالِ غنیمت جس سے اصحاب غنی ہو گئے) خمس۔ مالِ فئ، اور گراں قیمت ہدایا اور تحائف۔ اور سب سے بڑھ کر وہ مہارتِ تجارت جس سے خدیجہ کے مال کو بہت منافع پر فروخت کیا۔ اس دولت کو کئی گنا بنا لینے کی قابلیت اور سرمایہ کو بڑھانے کی اہلیت بدرجہ اتم رکھتے تھے —— مگر "کارِ خیر" نے انہیں مفلس کر دیا۔ مایہ کی کبھی کمی نہ تھی مگر کبھی سرمایہ نہ بننے دیا۔ کہ زکوٰۃ کا نصاب پورا ہو۔ حضرت خدیجہؓ کی دولت کے دفینے اور خزینے کہاں گئے؟ مہاجرین حبشہ کے کام آئے۔ اسلام کی مشکلات کو حل کیا۔ مسلمانوں کے پیٹ بھرے —— وہ تاجرانہ ذہنیت کہاں گئی؟ اس پر بھی فرماتے ہیں "کاش ہمارے پاس دولت ہوتی تو ہم بلالؓ کو آزاد کرواتے (اشارہ۔ غلامی کو مٹانے کی طرف تھا)

آج کہا جاتا ہے فلاں بنی تیم اور فلاں بنی عدی اور فلاں بنی امیہ تجارت کے بل بوتے پر ہجرت مدینہ کے بعد امیر کبیر اور دولت مند ہو گئے - دولت مند نہیں ہوئے - دولت اندوزی شروع کر دی تھی -

ابو ذر کا مسلک سنتِ رسولؐ خدا کے عین مطابق تھا - مال و زر کے متعلق مذہب ابوذر کوئی انوکھا اور نرالا نہ تھا - ابوذر غفاری تو صرف پیغام خداوندی اور اسوۂ محمدی کے احیاء کرنے میں جہاد باللسان کرنے والے تھے -

حضرت ابوذر غفاری لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ میں آپ کو مال و زر کا وہ خزانہ جمع کرنے سے روکتا ہوں جس سے پیغمبر اسلام نے منع فرمایا ہے (مسند احمد حنبل) -

ابوذر کی ناراضگی ان سلاطین پر تھی جو مال اپنے نفوس کیلئے مخصوص کر لیتے اور جہاں خرچ کرنا چاہئے تھا وہاں خرچ نہیں کرتے تھے - (ابن حجر عسقلانی)

آنحضرت صلعم کے زمانے میں حضرت معاویہ کتنے امیر تھے ؟ مفلس و نادار مفلوک الحال انسان (صحیح مسلم) اور آج محل خضرا لاکھوں میں بنایا گیا - امارتِ شام تو مشہور ہے - یہ کونسا مال تھا ؟ مالِ مسلمین تھا - IMPERIALISM تھی - شاہی تھی - ملوکیت ہی تھی - امیر معاویہ صاحب نے بیت المال کو خدا کا مال کہنا شروع کیا - ابوذرؓ نے ٹوکا کہ یہ مالِ خدا نہیں بلکہ مال مسلمین ہے تا کہ ذہنوں سے یہ نہ ہٹایا جا سکے کہ یہ مسلمانوں پہ خرچ ہونے والا مال ہے -

حضرت ابوذر غفاریؓ نے دولت کی منصفانہ تقسیم کیلئے ایک پر امن انقلابی احتجاج کیا " اسلامی اشتراکیت " جسے ہم اقتصادی (اعتدالی) سرمایہ داری CONTROLLED CAPITALISM یا اقتصادی اشتراکیت CONTROLLED COMMUN SM کہہ سکتے ہیں اور جس کی داغ بیل آنحضرت صلعم نے ڈالی تھی - تیسری خلافت متزلزل ہو رہی تھی - اور اس کا رجحان سرمایہ داری کی طرف ہو رہا تھا - اس وقت جب ابھی سرمایہ داری کا چنگل پوری طرح قابو نہ کر پایا تھا تو آنحضرت صلعم کے بہت ہی چہیتے اور حق گو صحابی COMRADE ابوذر غفاریؓ نے اسلامی اشتراکیت کے احیاء کے لئے جھنڈا بلند کیا جس پر لکھا تھا - والذین یکنزون الذھب و الفضۃ الخ (آلایہ توبہ) " جو لوگ سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے - ان کے لئے عذاب الیم کی بشارت ہو - ان کے اندوختہ کو اس دن جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا اور ان کی پیشانیوں - پانزدوں اور پیٹھوں کو ان سے داغا جائیگا "

[illegible]

اطلاعات و اعلانات

(۱) ممبران کا سالانہ جلسہ عام:-
۔۔ مئی ۱۹۵۵ء کو صدر دفتر ادارہ میں ہمارے محبوب سرپرست علامہ الحاج مرزا احمد علیؒ کی صدارت میں یہ جلسہ نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ لاہور و بیرونجات کے کافی سے زیادہ ممبران نے بڑی دلچسپی سے شرکت فرمائی۔ سالانہ رپورٹ پیش کی گئی (جو کہ اس پرچہ میں بھی درج ہے) جس پر بحث کے بعد اظہار اطمینان کیا گیا آمد ۹/۸/۱۸۹۱۲ روپے اور خرچ -/۱/۱۳۹۹-۱ روپے اور بچت ۹/۷/۸۲۱۷ روپے دکھائے گئے۔

سال آئندہ کیلئے مندرجہ ذیل منتظمین کا انتخاب قابلیت اور عمل کی بنا پر ہوا:-

صدر:- علامہ سید امداد حسین کاظمی
نائب صدر:- ڈاکٹر مرزا حسن عسکری ایم بی بی ایس
مدیر:- شیخ غیاث الدین
نائب مدیر: سید اختر علی شاہ باقری
مدیر مالیات:- شیخ شوکت علی نسیم
مدیر نشر و اشاعت:- سید ناصر علی شاہ گردیزی

مندرجہ ذیل حضرات مدیران بیرونجات منتخب ہوئے

حلقہ کراچی:- مولوی سید نظیر حسین زیدی ایم اے بی ٹی ناظم آباد کراچی

حلقہ راولپنڈی:- سید علی حسنین شہید نقوی ایم اے سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

حلقہ بہاولپور:- ماسٹر عبدالکریم صاحب۔ محلہ پاٹ شالہ۔ بہاولنگر

حلقہ کوئٹہ:- سید غلام حسنین حیدری۔ عبدالبیاء۔ (کوئٹہ)

مجلس نظامت میں علاوہ منتظمین کے مندرجہ ذیل حضرات رکن منتخب ہوئے۔

(۱) علامہ مرزا احمد علیؒ صاحب سرپرست ادارہ
(۲) کیپٹن جنرل سید علی احمد شاہ صاحب (سابق صدر حکومت آزاد کشمیر) میرپور۔
(۳) سید محمد یحییٰ علیشاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل
(۴) شیخ شریف حسین صاحب جعفری
(۵) مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل لکھنوی
(۶) حکیم محمد حسن صاحب جعفری ایم اے ایل ایل بی گوجرانوالہ
(۷) شیخ محمد صدیق صاحب مالک و مدیر "رضاکار"
(۸) شیخ سلطان محمود صاحب قصوری

نشر و اشاعت کے آئندہ پروگرام کے متعلق طے پایا کہ عشرہ محرم گزر جانے کے فوراً بعد ادارہ کے علمی بورڈ کی نشست بلائی جائے جس میں اشاعت کتب کے سلسلہ میں ادارہ کا آئندہ پروگرام تشکیل کیا جائے۔

آئندہ محرم کیلئے نہایت ہی مفید اور مناسب پروگرام طے کئے گئے۔ اور ادارہ کے دفتری امور میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی گئیں۔ ادارہ کی آمد میں اضافہ کرنے کیلئے ممبرانِ ادارہ کو متوجہ کیا گیا۔ اور مدیر مالیات کو مناسب اقدامات کرنے کا اختیار دیا گیا۔ جلسہ بخیر و خوبی برخاست ہوا۔ (مدیر ادارہ)

(۲) محرم کیلئے پوسٹر مفت طلب کریں

ممبرانِ ادارہ معارفِ اسلام اور دیگر انجمنیں فوراً متوجہ ہوں۔ اپنے شہر۔ اپنے گاؤں یا قصبہ میں عزاء امام مظلومؑ منانے کیلئے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور نظم و ضبط قائم کرنے کیلئے پوسٹر (یعنی اشتہارات) مفت ہم سے طلب کریں۔ صرف ایک پوسٹ کارڈ پر اپنا یا اپنی انجمن کا مکمل نام اور پتہ لکھ دیں خرچہ ڈاک ادارۂ معارفِ اسلام خود برداشت کریگا اور آپ کے مقام کے لحاظ سے مناسب تعداد میں چسپاں کرنے کیلئے پوسٹر آپ کو روانہ کردیگا۔ (مدیر نشر و اشاعت)

(۳) ضروری درخواست۔ جن ممبرانِ ادارہ و خریدارانِ ماہنامہ نے اپنا اپنا زرِ رکنیت و چندہ ماہنامہ ابھی تک ادا نہیں فرمایا وہ جلد از جلد ارسال فرما کر خدا اور رسولؐ کے سامنے سرخرو ہوں تاکہ آپ کے اس پاکیزہ قومی فنڈ میں کمی واقع نہ ہونے پائے

(مدیر مالیات)

(۴) مواعظ حسنہ علامہ شیخ عبد العلی الہروی اعلی اللہ مقامہٗ کی طباعت

اس کارِ عظیم کا سہرا محترم سید نسیم حیدر صاحب سرسوی خلف الصدق علامہ سید محمد سبطین اعلی اللہ مقامہٗ کے سر ہے۔ مگر ادارہ معارف اسلام نے اس اہم کام کیلئے سید صاحب موصوف سے پورا پورا تعاون کر کے طباعتِ کتاب میں شرکت کی ہے۔ یہ عظیم کتاب تعارف کی محتاج نہیں۔ معرفت امامت کیلئے بلند ترین کتب میں سے ہے۔ اور مجالس کیلئے بہترین تدریس کا کام دیتی ہے اکثر علما اس کتاب کے مرہونِ منت ہیں۔ بڑے صفحات تقریباً ۴۵۰ ہونگے۔ قریب التکمیل ہے۔ قیمت صرف ۵ر رہیگی۔ ابھی سے اپنا آرڈر بھیج دیں۔ تاکہ ختم ہوجانے کی صورت میں پھر انتظار نہ کرنا پڑے (مدیر ادارہ)

(۵) ہمارے لٹریچر میں قابلِ قدر اضافہ۔ علم دوست حضرات کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ رضا کار بکڈپو فلیمنگ روڈ لاہور میدانِ عمل میں اُتر چکا ہے۔ اور "اصل و اصول شیعہ" اور "اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ" شائع کر کے شیعہ لٹریچر میں اہم اضافہ کا باعث بنا ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو کچھ ہی عرصہ میں لٹریچر کی کمی نہ رہے گی۔

(۱) **اصل و اصول شیعہ:۔** یہ علامہ شیخ محمد حسینؒ آل کاشف الغطا اعلی اللہ مقامہٗ

کی وہ معرکتہ الآرا تصنیف ہے۔ جو اسلامی ممالک
کے علاوہ امریکہ۔ روس اور جرمنی سے بھی خراجِ
تحسین حاصل کر چکی ہے۔ رضا کار بکڈپو نے سید
ابن حسن نجفی مدظلہ سے سلیس اور بامحاورہ ترجمہ
کروا کر شائع کیا ہے۔ کتاب کا موضوع اس کے
عنوان سے ظاہر ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ ٹائیٹل جاذبِ
نظر ہے۔ کل صفحات ۱۶۰۔ ٹائپ پرنٹ قیمت
صرف دو روپے۔ علاوہ محصولڈاک۔
ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ رضا کار فلیمنگ روڈ لاہور
اور ادارہ معارفِ اسلام 9/B شاہ عالم گیٹ، لاہور

(۲) اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ۔
(حصہ اول) یہ جناب محترم خواجہ محمد لطیف
صاحب انصاری کی تحقیق کا بہترین ثمر ہے۔
بڑے بڑے پڑھے لکھے مسلم سلاطین کی
فتوحات لکھ کر اسے "تاریخ اسلام" کا نام
دے دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے۔ فی الحقیقت
تاریخ اسلام یا تو حضرت رسول اکرم کی مکمل
زندگی تھی۔ یا ان کے بعد وہ واقعات جن
کا تعلق مذہب اسلام سے تھا نہ کہ سلاطین
جور کے ذاتی فتوحات۔ اس کتاب میں سنہ
عام الفیل سے سنہ ۱۱ھ تک کے واقعات ہیں یعنی
رسول اکرم کی مکمل زندگی اور آغاز خلافت اول۔
کتاب میں کوئی واقعہ بغیر مستند حوالہ کے نہیں
لکھا گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تاریخ اہلسنت
والجماعت اور شیعہ مورخین کی متفقہ تحقیقات کا
نچوڑ ہے۔ پھر کتاب "پر شیعہ نکتہ نظر سے" لکھنا
کتاب کے زور کو کم کر دیتا ہے۔ ورنہ تاریخی واقعہ
بحیثیت ایک امر واقعہ کے ایک اور صرف ایک
ہی ہو سکتا ہے۔ بہر حال "اسلام اور مسلمانوں کی
تاریخ" شائع کر کے رضا کار بکڈپو نے ایک
بڑا کارنامہ انجام دیا جس کی فی زمانہ اشد ضرورت
تھی۔ کتاب بغیر جلد کے ہے۔ کتابت عمدہ۔
کل صفحات ۲۷۶۔ قیمت دو روپے (علاوہ خرچہ ڈاک)
ملنے کا پتہ :۔ رضا کار بکڈپو فلیمنگ روڈ لاہور
اور ادارہ معارف اسلام 9/B شاہ عالم گیٹ لاہور

ہو جاتی ہے کوئی دقیقہ توریت نے خداوند کے مجسم ہونے اور دکھانے کا اٹھا نہیں رکھا ہے۔ اور آخر میں آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ توریت کا خدا چیزوں کے اندر حلول بھی کرتا تھا۔ یہی سب باتیں ہیں کہ مسیحیوں کو موقع ملا اور انہوں نے ایسے یا اوصاف خدا سے حضرت عیسیٰ کو پیدا کرا ہی لیا۔ ورنہ اگر توریت میں خدا کی جسمانیت نہ دکھائی گئی ہوتی تو نصاریٰ کو عیسیٰ ابن اللہ کہنے کا موقع نہ ملتا۔

اوپر آپ نے خدا کے بیٹوں کا ثبوت دیکھا۔ اب اگر عیسیٰ بھی ابن اللہ ہوئے تو ذرا آپ مسیحیوں سے پوچھیں کہ پھر ان کیلئے کوئی خاص خصوصیت کیا رہی؟

خداوند کا چیزوں میں حلول کرنا

خداوند موسیٰ سے ہم کلام ہوا اور موسیٰ سے کہا کہ اپنے بھائی ہارون سے کہہ کہ وہ ہر وقت پردہ کے اندر پاکترین مقام میں سرپوش کے پاس جو صندوق کے اوپر ہے نہ آیا کرے تاکہ وہ مر نہ جائے۔ کیونکہ میں سرپوش پر ابر میں دکھائی دونگا۔۔ (احبار باب ۱۶ آیت ۲)

"سو خداوند نے ناگہاں موسیٰ ہارون اور مریم سے کہا کہ تم تینوں نکل کر خیمہ اجتماع کے پاس حاضر ہو، سو وہ تینوں وہاں آئے۔ اور خداوند ابر کے ستون میں ہو کر اترا اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ہارون اور مریم کو بلایا۔۔۔ تب اس نے کہا میری باتیں سنو، اگر تم میں کوئی نبی ہو تو میں خداوند ہوں اُسے رویا میں دکھائی دونگا۔۔۔ پر میرا خادم موسیٰ۔۔۔ میں اس سے رو برو باتیں کرتا ہوں، اور اُسے خداوند کا دیدار بھی نصیب ہوتا ہے۔ (گنتی باب ۱۲ آیت ۵-۸)

ذرا آپ حضرات اوپر کے حلول والے دونوں حوالوں کو بغور دیکھیں اور خط کشیدہ الفاظ کے مطلب کو سمجھیں "میں سرپوش پر ابر میں دکھائی دونگا" اور دوسری عبارت میں ہے کہ "ابر کے ستون میں ہو کر اترا اور خیمہ کے دروازہ پر کھڑا ہوا"۔ اترنا اور کھڑا ہونا خدا کا اس کے کیا معنی؟ یہی تو ہے حلول کرنا اور یہی مطلب اہل ہنود کے یہاں بھی اوتار سے لیا جاتا ہے۔ یعنی ضرورت کے وقت خدا کسی کے یہاں جنم لیتا ہے۔ جو توحید کے بالکل ہی خلاف ہے۔

ہم نے صرف توریت کے حوالجات بعینہٖ بغیر کسی تشریح کے نقل کر دئے تاکہ رسالہ ضخیم نہ ہو جائے۔ اب غور کرنا یہ آپ حضرات کا کام ہے۔

فصل ۲۔ انجیلوں کے تعلیمات بابت الوہیت

اب یہاں سے انجیلوں کے وہ حوالے درج کئے جائیں گے جن سے خداوند عالم کی جسمانیت ظاہر

ہوتی ہے۔ توریت جو پہلی کتاب ان لوگوں کی تھی اگر اس میں جسمانیت کا ثبوت ان پیروان عیسیٰ کو نہ ملتا تو یہ لوگ بھی ایسی جسارت نہ کرتے مگر یہاں تو پہلی ہی بنا بگڑ چکی تھی۔

خداؐ کا داہنا پہلو یسوع نے کہا ہاں میں ہوں اور تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھو گے۔ (مرقس باب ۱۴ آیت ۶۲)

"غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا" (ایضاً باب ۱۶ آیت ۱۹) "پس جب تم مسیح کے ساتھ جلائے گئے تو عالم بالا کی چیزوں میں رہو جہاں مسیح موجود ہے اور خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے ... (کلسیوں باب ۳ بیت ۱)

یہ تھا خدا کا پہلو جو محض حضرت عیسیٰ کی بڑائی دکھانے کیلئے ظاہر کیا گیا ہے پہلو بتانے والی عبارتیں بہت ہیں جنہیں میں چھوڑتا ہوں شلاً اعمال باب ۲ بیت ۳۴، لوقا باب ۲۲ بیت ۶۹) عبرانیوں کے نام خط باب بیت ... وغیرہ

خداؐ کی صورت ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلیں اس جہان کے خدا نے اندھا کر دیا ہے "تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی خوشخبری کی روشنی ان پر نہ پڑے (کرنتھیوں ۲ باب ۴ بیت ۴)

"ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا۔ اور خادم کی صورت اختیار کی۔" (فلپیوں باب ۲ بیت ۵ تا ۷)

خداؐ کا چلنا پھرنا اور بسنا کیونکہ ہم زندہ کا مقدس ہیں چنانچہ خدا نے فرمایا ہے کہ میں ان میں بسونگا اور ان میں چلوں پھرونگا اور میں ان کا خدا ہونگا ... (کرنتھیوں ۲ باب ۶ بیت ۱۶)

خداؐ کی چوکی و تخت و پاؤں خدا فرماتا ہے "آسمان میرا تخت، زمین میرے پاؤں تلے کی چوکی ہے۔ تم لوگ میرے لئے کیا گھر بناؤ گے یا میری آرامگاہ کونسی ہے۔

(اعمال باب ۷ بیت ۴۹)

خداؐ کی سات روحیں جو دنیا میں بھیجی گئیں اور میں نے اس تخت اور چاروں جانداروں اور ان بزرگوں کے بیچ میں گویا ذبح کیا ہوا ایک برہ کھڑا دیکھا۔ اس کے سات سینگ اور سات آنکھیں تھیں۔ یہ خدا کی ساتوں روحیں ہیں جو تمام زمین پر بھیجی گئی۔ اس نے آکر تخت پر بیٹھے ہوئے کے دہنے ہاتھ سے ... (مکاشفہ باب ۵ آیت ۶)

نوٹ: یہ تھی توریت و انجیل کی الوہیت جو اس دوسرے باب میں منجملہ سیکڑوں حوالوں کے چند بطور نمونہ پیش کئے گئے

تتمہ۔ حضرت عیسیٰ کی ابنیت پر کچھ روشنی:۔

ہم اس تتمہ میں حضرت عیسیٰ کی ابنیت پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

(۱) سارے لوگ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا سب کا باپ ہے۔

متی کی فرمائش ملاحظہ ہو:۔"پس جبکہ تم برے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا چاہتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دیگا۔۔۔۔ (متی باب ۷ آیت ۱۱)

الفاظ خط کشیدہ پہ نظر کیجئے جو آسمان پر ہے اُسے سب کا باپ کہا گیا ہے۔ پھر اگر عیسیٰ نے اُسے باپ کہا تو اسی میں ابنیت کیسے ثابت ہوتی۔

"زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح۔ (متی باب ۲۳ آیت ۹-۱۰)

اب پولس رسول کا پہلا خط ملاحظہ ہو:۔" اب ہمارا خدا اور باپ خود اور ہمارا خداوند یسوع تمہاری طرف ہماری رہبری کرے۔۔۔۔ جب ہمارا خداوند یسوع اپنے مقدسوں کے ساتھ آئے تو ہمارے خدا اور باپ کے سامنے پاکیزگی میں بے عیب ٹھہریں۔ (تھسلنیکیوں ۱ باب ۳ آیت ۱۱ تا ۱۳)

اب پولس کا خط تیمتھیس کے نام ملاحظہ ہو۔"پولس کی طرف سے جو ہمارے منجی خدا اور ہمارے امید گاہ مسیح یسوع کے حکم سے مسیح یسوع کا رسول ہے۔۔۔۔ فضل رحم اور اطمینان خدا باپ اور ہمارے خداوند مسیح یسوع کی طرف سے تجھے حاصل ہوتا رہے۔ (تیمتھیس خط پہلا باب ۱ آیت ۱-۲)

ہم خطوط کو کہاں تک نقل کریں سب میں "خدا کو باپ" کہا گیا ہے۔ لہذا اب اگر عیسیٰ نے کسی جگہ خدا کو باپ کہا ہو تو وہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ ان خطوط کے لکھنے والوں نے خدا کو باپ کہا ہے۔ عیسیٰ کو کہیں ہادی، کہیں خداوند (مالک) الگ کر کے کہہ دیا ہے۔

خدا کے ماننے والے اس کے بیٹے بیٹیاں ہیں "خداوند فرماتا ہے کہ ان میں سے نکل کر الگ رہو۔ اور ناپاک چیز کو نہ چھوؤ۔ تو میں تم کو قبول کرونگا۔ اور تمہارا باپ ہونگا۔ اور تم میرے بیٹے بیٹیاں ہوگے۔ (کرنتھیوں ۲ باب ۶ آیت ۱۷-۱۸)

اس عبارت نے تو اور صاف کہہ دیا کہ خدا کے ماننے والے مرد بیٹے اور عورتیں اس کی بیٹیاں ہیں ظاہر ہے کہ عیسیٰ بھی خدا اور بڑے ماننے والے تھے لہذا اسی معنی سے انھوں نے اپنے کو بیٹا کہا ہوگا اگر کہیں کہا ہوگا۔

یسوع کا قول کہ خدا ہمارا اور سب کا باپ ہے ملاحظہ ہو:"یسوع نے اُن سے کہا مجھے نہ چھو کیونکہ

میں ابتک باپ کے پاس اوپر نہیں گیا لیکن میرے بھائیوں کے پاس جاکر کہہ کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ (یوحنا باب۲۰ آیت ۱۷)

اس قول میں تو عیسیٰ نے صاف صاف کہہ دیا کہ آسمان والا عیسیٰ اور ان کے ماننے والے بھی کا باپ ہے پھر اسی رشتے سے سب لوگوں کو "بھائیوں" بھی کہا ہے۔ پھر عیسیٰ کیلئے ابنیت کی خصوصیت کیا رہی۔

اب ہم یہ بھی دکھا دیں کہ عیسیٰ سے قبل اور بھی نبیوں نے خدا کو باپ کہا ہے یا نہیں؟ اگر کہا ہے تو پھر ابنیت صرف عیسیٰ سے مخصوص کیسے رہی۔

الیشع نے خدا کو باپ باپ پکارا:- "ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چلا گیا، الیشع یہ دیکھ کر چلایا۔ اے میرے باپ! میرے باپ، اسرائیل کے رتھ اور اس کے سوار ... (سلاطین ۲ باب۲ آیت۱۲)

خود خدا نے داؤد سے سلیمان کو اپنا بیٹا کہا اور خود باپ بنا ملاحظہ ہو:- "اسی رات کو ایسا ہوا کہ خداوند کا کلام ناتن کو پہنچا کہ جا اور میرے بندہ داؤد سے کہہ ... میں جہاں جہاں تو گیا ترے ساتھ رہا ... میں دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کی طرح تیرا نام بڑا کرونگا ... اور جب ترے دن پورے ہو جائینگے اور تو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائیگا۔ تو میں تیرے بعد تری نسل سے پیدا کرونگا ... وہی میرے نام کا ایک گھر بنائیگا ... میں اس کا باپ ہونگا اور وہ میرا بیٹا ہوگا۔ اگر وہ خطا کرے تو میں اسے آدمیوں کی لاٹھی اور رتانیا نوں سے تنبیہ کرونگا (سموئیل ۲ باب۷ آیت۱۴)

توریت میں اس طرح کے حوالے بھی بہت ہیں۔ میں تو حوالوں کو ہر جگہ اسلئے کم کرتا چلا آرہا ہوں کہ رسالہ ضخیم نہ ہو جائے اوپر فصل میں "خدا کے بیٹے" کا حال آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ وہ لوگ ظاہر ہوئے اور آدمیوں کی بیٹیوں سے بیاہ کیا۔ آخر وہ بھی خدا کے بیٹے تھے پھر حضرت عیسیٰ کے لئے ابنیت کی خصوصیت؟ پس معلوم ہوا کہ اگر کسی جگہ ایسا کلام پایا جائے جس سے عیسیٰ نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا۔ اے باپ کہکر اسے پکارا ہو تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ ابھی توریت و انجیل سے آپ کو معلوم ہوا کہ ہر شخص عموماً اور نبی خصوصاً خدا کا بیٹا ہے اور نبیوں نے باپ باپ کہا ہے اس سے مطلب وہی ہے کہ ہر ماننے والا گویا خدا کا بیٹا ہے۔

اب ہم ان چند اور صورتوں کو بھی باطل کر دینا چاہتے ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ سے مخصوص کہکر ابنیت پر دلیل لائی جا سکتی ہے۔

(۱) حضرت عیسیٰ بن باپ کے ہوئے اور لڑکا بن باپ کے کیسے ہوگا اسلئے عیسیٰ ابن اللہ

جواب۔ کتاب قضاۃ باب ۱۳ میں منوحہ نامی ایک شخص کے یہاں اس کی بانجھ عورت سے لڑکا ہونے کا قصہ لکھا ہے چونکہ وہ طویل قصہ ہے۔ اس لئے عبارتوں کو چھوڑتے ہیں جو دیکھنا چاہے "توریت" میں دیکھ لے کہ خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے بدوں تعلقات مرد وعورت کے منوحہ کے یہاں لڑکا پیدا کیا اور اس کا نام سمسون رکھا گیا اور حضرت عیسیٰ بھی اسی طرح خداوند عالم کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ لوقا باب ۱ آیت ۲۶ ملاحظہ ہو "چھٹے مہینہ میں جبرئیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نامی سے ہوئی تھی ... فرشتہ نے اس سے کہا اے مریم خوف نہ کر خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا ... مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی، فرشتہ نے جواب دیا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدا تعالےٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائیگا اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشبع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے اور اب اس کو جو بانجھ کہلاتی ہے چھٹا مہینہ ہے۔ (لوقا باب ۱ آیت ۲۶ تا ۳۶)

حضرت عیسیٰ خدا کی قدرت سے پیدا ہوئے جس میں واسطہ روح القدس تھا صاف صاف ہے بلکہ اوپر کی عبارت میں اسی واقعہ کے ساتھ الیشبع کے یہاں بھی بانجھ ہونے کے باوجود لڑکا پیدا ہونے کی خبر کو اسلئے ملا دیا تا کہ لوگ یہ سمجھ سکیں کہ جس طرح ایک بانجھ جو بیکار ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے یہاں خدا بچہ پیدا کر سکتا ہے اسی طرح بن باپ کے بھی خدا بچہ پیدا کر سکتا ہے اور بن باپ کے بچہ پیدا ہونے سے اگر وہ خدا کا بیٹا حقیقی معنوں میں کہلانے لگے تو حضرت آدم بدرجہ اولیٰ خدا کے بیٹے کہلا سکتے ہیں اور اسی لوقا نے باب ۳ میں جو نسب نامہ عیسیٰ کا درج کیا ہے اس میں "یوسف (جو عیسیٰ کا باپ کہا جاتا ہے) بن عیلی بن متات بن لاوی بن ملکی بن ینا بن ... فلاں بن فلاں ... بن شیث بن آدم اور وہ خدا کا تھا" گویا آدم کو خدا کا بیٹا لکھ ہی دیا ہے۔ ہاں! اوپر کے حوالہ میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ "مولود خدا کا بیٹا کہلائیگا" تو ظاہر ہے کہ سلسلہ عبارت یہی کہتی کہ چونکہ خدا کی قدرت سے ہوگا اس لئے ورنہ کوئی نسلی تعلق خدا اور عیسیٰ کے درمیان میں یہ حوالہ نہیں کہتا۔

توریت وانجیل ساری کی ساری ایسی ہی باتوں سے بھری ہوئی ہے اگر بدوں عقلی تجویز کے صرف الفاظ ہی پر نظر کر کے بیٹا کہہ دیا جائے تو ہم یہ دکھا سکتے ہیں کہ توریت نے تو موسیٰ کو ہارون و فرعون کا خدا بھی لکھ دیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:۔

"تب موسیٰ نے خداوند سے کہا اے خداوند میں فصیح نہیں ... اے خداوند میں منت کرتا ہوں

کسی اور کے ہاتھ سے جسے تو چاہے یہ پیغام بھیج۔ تب خداوند کا قہر موسیٰ پر بھڑکا۔ اور اس نے کہا کیا لاویوں میں سے ہارون تیرا بھائی نہیں ہے۔ . . . سو تو اُسے سب کچھ بتانا اور یہ سب باتیں اُسے سکھانا . . . وہ تیری طرف سے لوگوں سے باتیں کرے گا۔ اور وہ تیرا منہ بنے گا اور تو اس کے لئے گویا خدا ہوگا . . .
(خروج باب ۴ آیت ۱۰ سے ۱۶)

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کیلئے گویا خدا ٹھہرایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا جو حکم میں دوں سو تو کہنا اور تیرا بھائی ہارون اُسے فرعون سے کہے۔ (خروج باب آیت)

(۲) اور اگر عیسیٰ اس وجہ سے خدا کے بیٹے ہوئے کہ مردوں کو جلایا۔ تو مردوں کو جلانا ان سے پہلے بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ کتاب سلاطین ۲ باب ۶ آیت ۲۴ سے لیکر باب ۷، ۸ میں تفصیلاً ایک واقعہ قحط کا درج ہے جس میں عورتوں نے اپنے بچوں کو خود کھالیا ہے اور اس ضمن میں ایک عورت کا بچہ تلف ہوا جسے الیشع نبی نے زندہ کیا۔ قصہ کی آخری عبارت ملاحظہ ہو۔" اور الیشع نے اس عورت سے جس کے بیٹے کو اس نے جلایا تھا یہ کہا تھا . . . اور ایسا ہوا کہ جب وہ بادشاہ کو بتا ہی رہا تھا کہ اس نے ایک مردہ کو جلایا تو وہی عورت جس کے بیٹے کو اس نے جلایا تھا آکر . . ."

مختصر یہ کہ کوئی خاص خصوصیت حضرت عیسیٰ کیلئے ان کے ابن اللہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ اوپر کے حوالجات میں ہم ابنیت کے ہر قسم کے شبہات وصورتوں کو باطل کر چکے یعنی یہ کہ اگر عیسیٰ نے خداوند عالم کو باپ کہا ہے تو بہتیرے نبیوں نے ایسا کہا ہے۔ اور اگر عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تو آدم بن باپ و ماں کے پیدا ہوئے اور "منوحہ" کی بیوی جو عقیمہ تھی اس کے بھی بلا تعلق مرد کے بچہ ہوا۔ اور اگر کہا جائے کہ عیسیٰ نے مُردوں کو زندہ کیا تو ابھی اوپر گذرا کہ الیشع نے مردے کو زندہ کیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ انجیل میں عیسیٰ کو بیٹا خداوند عالم کی زبانی کہا گیا ہے جو خداوند عالم کے احکام پر چلنے والا اور اس کو ماننے والا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ مر کر پھر زندہ ہوگئے اسلئے ان کے ابن اللہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو اس کیلئے یہ حوالہ ملاحظہ "الیشع نے وفات پائی اور انھوں نے اُسے دفن کیا اور نئے سال کے شروع میں موآب کے جتھے ملک میں گھس آئے۔ اور ایسا ہوا کہ جب وہ ایک آدمی کو دفن کر رہے تھے تو ان کو ایک جتھا نظر آیا سو انھوں نے اس شخص کو الیشع کی قبر میں ڈال دیا اور وہ شخص الیشع کی ہڈیوں سے ٹکراتے ہی جی اٹھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ (سلاطین ۲ باب ۱۳ آیت ۲۰، ۲۱)

الغرض عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیٹا ہونا ہی

معنی سے ہے جس معنی سے سارے اس کے ماننے والے اس کے بیٹے ہیں اور انبیا خصوصاً چونکہ بہت زائد معرفت خداوند عالم رکھتے ہیں اور اس کے احکام کی کماحقہ تعمیل کرتے ہیں اس لئے خصوصیت سے اسکے بیٹے ہیں کیونکہ توریت وانجیل میں صاف صاف یہ عبارتیں موجود ہیں کہ بجز اس خدائے عالم کے دوسرا کوئی اس کی نظیر یا مثال نہیں اور نہ کوئی دوسرا اُس کا کسی کام میں شریک ہے وہ واحد ہے اور اول و آخر ہیں بجز اس کے اور کوئی نہ تھا اور نہ رہے گا۔ یہ ساری کائنات اسی خدا نے بنائی کسی دوسرے نے نہیں۔ اس کے کوئی اولاد یعنی نسلی نہیں، یوں سارا جہاں اس کا بیٹا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں
(یسعیاہ باب ۴۴ آیت ۶)

اس حوالہ کے بعد آگے تمام پر اس کی تفصیل ہے جس سے اور بھی خدا کی توحید کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کے بعد اسی باب میں پھر موجود ہے: "خداوند تیرا فدیہ دینے والا یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند سب کا خالق ہوں، میں ہی اکیلا آسمان بنانے اور زمین کو بچھانے والا ہوں کون میرا شریک ہے۔
(یسعیا باب ۴۴ آیت ۲۴)

حضرت داؤد جن کی نسل سے ہونے کا حضرت عیسیٰ کو فخر ہے وہ فرماتے ہیں "اے خداوند کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا جسے ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے اور کوئی خدا نہیں (تواریخ ا باب ۱۷ آیت ۲۰)

اب حضرت موسیٰ صاحب توریت کی فرمائش ملاحظہ ہو "خداوند تمہارے خدا نے تمہاری آنکھوں کے سامنے مصر میں تمہارے لئے کئے یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تاکہ تو جان لے خداوند ہی خدا ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں ۔ ۔ ۔ پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جما رکھ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے اور کوئی دوسرا نہیں، سو تو اس کے آئین اور احکام کو جو میں تجھ کو آج بتاتا ہوں ماننا تاکہ تیرا اور تیرے بعد تیری اولاد کا بھلا ہو (استثنا باب ۴ آیت ۳۵)

یہ ہے قول توحید خداوند عالم سے متعلق ان جناب موسیٰ کا جن کی بابت میں حضرت عیسیٰ کا قول ابھی اوپر انجیل سے نقل کر چکا ہوں کہ عیسیٰ انھیں موسیٰ کی شریعت کے مجدد ہیں اور یہ توریت کا حکم قیامت تک رہنے والا ہے۔ بھلا اب اگر اس کے خلاف یہ کہدیا جائے کہ عیسیٰ نے کہا تھا کہ میں خدا کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سے ہوں میں نے یہ زمین و آسمان بنائے یعنی خداوند عالم کے عمل میں شریک تھا۔ میں بھی خدا کے ساتھ ساتھ اول سے ہوں اور آخر تک رہونگا ۔ ۔ ۔ وغیرہ وغیرہ تو کیا یہ باتیں توریت کے حکم پر چلنے کی ہونگی، یا پھر یہ کہا جائے کہ وہ باتیں صرف

ربانی یہودیوں کو دھوکا دیکر مسیحی بنانے کیلئے تھیں ورنہ حضرت عیسیٰؑ نے تو بہتیرے کام انجیل و توریت کے خلاف کئے جس کا ثبوت آپ کو اسی باب میں اوپر مل چکا۔

اب حضرت سلیمانؑ کی فرمائش ملاحظہ ہو "سلیمان نے اسرائیل کی ساری جماعت کے روبرو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے اور کہا اے خداوند اسرائیل کے خدا تیری مانند نہ تو اوپر آسمان میں نہ نیچے زمین پر کوئی خدا ہے"۔ . . (سلاطین ۱ باب ۸ آیت ۲۳)

یہ تھے توحید سے متعلق منجملہ پچاس حوالوں کے چند۔ باقی بوجہ طوالت چھوڑ دئے گئے

باب تیسرا

نبوّت

انبیا علیہم السلام کے حالات سے متعلق عہدناموں کے تعلیمات

۱۔ توریت

بسبق کے ہر دو بابوں میں جو کچھ حوالے درج کئے گئے جنھیں پڑھنے کے بعد ہر شخص بخوبی ان عہدناموں کے غیر ربانی کتابوں ہونے کا تعین کر سکتا ہے ان بابوں سے قطع نظر کرکے اگر یہی تیسرا باب بغور پڑھ لیا جائے تو ایک مہذب اور بااخلاق انسان ہرگز ہرگز ان عہدناموں کو ربانی ماننے کیلئے تیار نہیں ہو سکتا

نوحؑ کی شراب نوشی اور پھر برہنگی و بے ہوشی

"اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی، اور اسے نشہ آیا، اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہوگیا اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آکر خبر دی . . . (پیدائش باب ۹ آیت ۲۰-۲۲)

ابرہام کی بیوی سارہ اُن کی سوتیلی بہن تھیں۔ ابرہام کا تقیہ

ابرہام وہاں سے جنوب کی طرف چلا۔ اور قادس و شور کے درمیان ٹھہرا۔ ابرہام نے اپنی بیوی سارہؔ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے

سلہ حاشیہ ص ۳۳ کے نیچے ملاحظہ ہو

جس میں تمام افراد و انواع کے جملہ حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ ایسا قانون انسان خود نہیں بنا سکتا کیونکہ ایک تو وہ تمام ضروریات انسانی ظاہری و باطنی پر احاطہ نہیں رکھتا۔ اور جس چیز کا اُسے علم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۴) پیدا ہوتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے وہ شک زائل اور یقین حاصل ہو جاتا ہے۔

ہشام۔ تو کیا خدا نے دل کو اس لئے پیدا کیا کہ آدمی کے باقی اعضا میں جو شک پیدا ہو وہ زائل ہوتا رہے اور صحیح و غلط کی تمیز ہوتی رہے۔

عمرو بن عبید۔ ہاں بس یہی بات ہے۔

ہشام۔ تو معلوم ہوا کہ ہر آدمی کے بدن میں ایک دل کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ وہ باقی اعضا کے شکوک و اختلافات کو زائل کر کے صحیح و غلط بتاتا رہے۔ اور اس سے یقین حاصل ہو؟

عمرو بن عبید۔ ہاں بالکل یہی بات ہے۔

ہشام۔ آپ کی اس تقریر سے ثابت ہوا کہ آپ کا اعتقاد ہے کہ خدا نے کسی آدمی کے اعضا کو بھی بغیر امام (دل) کے نہیں چھوڑا۔ جو ان اعضا کے شک و یقین اور صحیح و غلط میں تمیز کرتا رہے۔ مگر دنیا بھر کے لوگوں کو بغیر امام کے چھوڑ دیا (یعنی ان لوگوں کا کوئی امام اپنی طرف سے نہیں مقرر کیا) تاکہ سب کے سب حیرت و ضلالت اور شک و ضلالت میں پڑے رہیں۔ اور کسی شخص کو بھی اس غرض سے مقرر نہیں کیا کہ شک و حیرت و اختلاف و ضلالت کے موقع پر لوگ اس کی طرف رجوع کر کے یقین و ہدایت حاصل کریں۔

ہشام کی یہ تقریر سن کر عمرو بن عبید مبہوت ہو گئے دیر تک غور و فکر کرتے رہے پھر سر اٹھا کر ہشام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ کیا تم ہی ہشام بن حکم ہو؟

ہشام۔ واہ یہ کون کہتا ہے کہ میں ہشام ہوں؟

عمرو بن عبید۔ اچھا تم ہشام کے پاس بیٹھتے اٹھتے ہو؟

ہشام۔ میں اُن کا ہم نشین نہیں ہوں۔

عمرو بن عبید۔ خیر۔ بتاؤ کہاں کے رہنے والے ہو۔

ہشام۔ میرا غریب خانہ کوفہ ہے۔ عمرو بن عبید:۔ پھر تم ضرور ہشام ہو۔

یہ کہکر عمرو بن عبید نے اٹھ کر ہشام علیہ الرحمۃ کو گلے سے لگا لیا اور اپنی جگہ پر جا کر بٹھایا اور جب تک ہشام بیٹھے رہے۔ عمرو خاموش رہے۔ (حاشیہ صفحہ ۲۲۴ ختم ہوا)

ہی نہیں۔ اُس کا قانون کیسے بنا سکتا ہے۔ دیگر یہ کہ تمام نوعِ انسانی اِسی علّت میں مبتلا ہے یعنی حرص و طمع۔ غلبہ و شہوت اور بغض و حُبِ دنیا وغیرہ۔ اور چونکہ تمام بنی نوعِ انسان اِس صفت میں مشترک ہیں۔ لہٰذا اگر اُن کے لئے قانون بنانے والا شخص بھی اُسی عام نوع کا ایک فرد ہوگا۔ تو لامحالہ اُس میں بھی احتیاج موجود ہوگی۔ اور حرص و طمع غالب ہونگے۔ لہٰذا وہ اِس قانون میں ذاتی اور متعلقین سے رعایت ملحوظ رکھیگا۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ نزاعات اور فسادات بدستور قائم رہینگے۔ لہٰذا وہ ایسا قانون بنانے کے ناقابل ہے۔

اِس لئے لازم ہوا کہ خالقِ انسان جو کہ انسان کی رگ رگ اور روئیں روئیں سے واقف ہے اور طبعِ انسانی کی ہر ضرورت سے کماحقہٗ آگاہ ہے وہ ہی انسان کیلئے قانون بنائے اور اُس قانون کو ایسی شخصیت کے ذریعے نافذ کرے جس کو فی الحقیقت اُس نے عام انسانی خواہشاتِ نفسِ امّارہ و جذباتِ فاسدہ سے مبرّہ خلق کیا ہو تاکہ وہ اِس امانتِ ربّانی کے نفاذ میں خیانت کا مرتکب ہو ہی نہ سکے۔ لاریب خالق نے خلقتِ انسان کے ساتھ ساتھ قانون بھی خلق فرمایا۔ جُوں جُوں انسان مراحلِ تمدن طے کرتا رہا۔ قانونِ خدا بھی حسبِ ضرورتِ انسان ساتھ ساتھ نازل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ انسان حدِ کمال تک پہنچ گیا۔ قانون بھی اپنی آخری شکل میں انسان کو مکمل پہنچا دیا گیا۔ مگر انسانوں میں سے کسی نے قانونِ خدا کو تسلیم کیا۔ کسی نے نہ کیا اور تسلیم کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم رہی۔ اس لئے دنیا میں تمدن کے بعد سب سے پہلے حکومت کا ذریعہ شہنشاہیت قرار دیا گیا۔ یعنی یہ کہ ایک حاکمِ وقت ہو اور اُس کے آگے جمہور سرِ اطاعت خم کریں۔ اس شہنشاہیت کا عروج خدائی کے دعوے تک پہنچا۔ مگر جب یہ کفر ٹوٹا۔ پھر بھی حاکمِ وقت کے وقار کو اس قدر بلند رکھا گیا کہ اُسے ظلِ اللہ یعنی خدا کا سایہ سمجھا جاتا رہا۔ اس دور میں جب کوئی نیک حکمران ہوا تو کسی حد تک جمہور کو آرام کا سانس نصیب ہوا۔ لیکن اکثریت حکمرانوں کی بُروں ہی کی صف میں شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا اس شخصی اقتدار نے جمہور کے مصائب کو [illegible] دیا۔ اب ان برائیوں کا ردِ عمل جمہوریت قرار پائی یعنی یہ کہ بجائے شخصی حکومت کے پنچایتی حکومت ہو۔ اب دنیا میں جس جس جگہ بھی اس جمہوری یعنی پنچایتی حکومت کو تسلیم کیا گیا اگر اُن کی طرف نظر کی جائے تو یہ طریقہ بھی مفید ثابت نہیں ہوا۔ یہ اس لئے کہ اس طرزِ حکومت میں بظاہر شخصی اقتدار تو باقی نہ رہا مگر جمہوری حکومت کے حکام ذاتی مفاد کو مقدم رکھ کر بجائے واحد فرمانروا کے آپس میں مل جل کے ذاتی فائدے اٹھانے لگے۔ اگرچہ اس مختصر رسالہ میں بحث صرف اصولِ جمہوریت

ہماری اولاد میں سے ایک اُمت کو اپنا فرمانبردار قرار دے اور ہمیں ہمارے مناسک دکھا۔ اور رجوع فرما بیشک تو بڑا رجوع قبول کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔

(۱۳)

یوم ندعوا کل اناس بامامھم (۷۱ بنی اسرائیل)

(ترجمہ) وہ دن جب ہم ہر زمانہ کے لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(۱۴)

والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ ان اللہ بعبادہ لخبیر بصیر ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (۳۲ الفاطر)

(ترجمہ) اور یہ جو ہم نے تمہاری طرف کتاب بطور وحی اتاری ہے۔ یہ حق ہے اور اپنی پیش رو کتب کی تصدیق کرنے والی ہے۔ بیشک خدا اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور نگران ہے۔ پھر اس کے بعد ہم نے وارث قرار دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا۔

(۱۵)

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ... الآخر (۵۹ النساء)

(ترجمہ) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ اور اُن والیانِ امر کی اطاعت کرو جو تم ہی میں سے ہوں۔ پھر اگر کسی معاملہ میں تم میں آپس میں تنازعہ ہو تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو ... تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہ ہونگے جبتک کہ ان جھگڑوں میں جو ان کے مابین پڑتے ہیں تم کو حاکم نہ بنائیں۔

مہربانی فرما کر مندرجہ بالا پانزدہ آیات کو ایک مرتبہ پھر پڑھ جائیے۔ اور آئندہ مضمون پڑھتے وقت ان کو ذہن میں رکھئے۔ ان آیات کی کوئی تفصیل یا تشریح یا تاویل نہیں کی گئی۔ صرف ترجمہ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ چونکہ بالکل عام فہم ہے۔ اور ہر سیدھا سادھا مسلمان جو کہ تاویلات کے چکر میں پھنسا گوارا

نہیں کرتا۔ اور متنازعہ روایات سے علیحدہ رہنا چاہتا ہے۔ آیات مندرجہ کا ترجمہ پڑھ کر بآسانی کلام خدا کا مطلب سمجھ سکتا ہے +

جمہوریت اور اُس کا بنیادی اصول

(انتخابات اور اُن کا ردِ عمل)

شاہانِ جور کے جبرِ استبداد۔ ملوکیت کے اندھے قوانین اور حکومتوں کے ناجائز اصولوں کو دور کرنے کیلئے انسانوں کا ایک گروہ اس فیصلہ پر پہنچا کہ اب دنیا کسی ایک شخص کے تصرف و اختیار میں نہ رہے بلکہ انسانوں کی ایک منتخب جماعت باہم مِل جُل کر ایک ایسا دستورِ اساسی بنائے جو بڑی حد تک ضروریاتِ انسانی کو پورا کرے اور لوگوں کی حفاظت کرے۔ اِس طرزِ حکومت کو جمہوریت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انگریزی زبان میں اس کی تشریح "GOVERNMENT OF THE PEOPLE, FOR THE PEOPLE BY THE PEOPLE" سے کی گئی۔ یعنی لوگوں کی حکومت لوگوں کے واسطے لوگوں کے ذریعے۔ چونکہ عام معنوں میں اس سے جمہور کی حکومت مراد لی جاتی ہے۔ اِس لئے عوام کے کانوں میں لفظ جمہوریت معنوی اعتبار سے نہایت ہی دلکش ہے۔

حقیقت الامر یہ ہے کہ "شخصیت" و جمہوریت دونوں ایک ہی خیال کی پیداوار ہیں۔ ابتدا دونوں کی ایک ہے انتہا دونوں کی ایک ہے شخصیت میں ظاہر بظاہر بادشاہ فرمانروا ہوتا ہے اور جمہوریت بھی مختلف مدارج سے گزر کر بالآخر فردِ واحد (صدرِ مملکت۔ وزیرِ اعظم یا امیر) ہی کو فرمانروا تسلیم کر لیتی ہے۔ غرضیکہ دونوں کا منبع و سرچشمہ ایک ہی ہے۔ یعنی حقِ حکومتِ مطلقہ انسان ہی کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس سے ہرگز خدا کی بادشاہت مراد نہیں۔ فرق دونوں میں قلت اور کثرت کا ہے۔ قلت کی انتہا انفرادیت یا شخصیت ہے یعنی واحد حکمران۔ کثرت کی انتہا اجماعیت ہے یعنی تمام کے تمام کا ایک بات پر مجتمع ہو جانا۔ اصلاً یہ دونوں نظریئے ایک ہی اصول کے ماتحت ہیں یعنی حقِ حکومت انسان کے سپرد کرنا۔ دیکھیئے شخصی نظامِ حکومت صحیح معنوں میں اُس نظامِ حکومت کو کہتے ہیں جس کے قانون کو صرف ایک ہی شخص نے اپنی ذاتی رائے سے وضع کیا ہو۔ اور اُس کو وہ خود یا اُس کی طرف سے اس کا نمائندہ اس کے امر و تصدیق کے ماتحت نافذ کرے۔ اور جمہور کو اُس میں کوئی دخل نہ ہو۔ جمہوری نظامِ حکومت اس کو کہتے ہیں جس کے قانون کو جمہور کی اکثریت کے نمائندوں نے

فہرست کتب ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

…درج ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمدنی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے۔

…تفسیر بالائے مجلد ۱۲؍ [illegible]
۰ غیر مجلد ۱۲؍ [illegible]
…ب اور سائنس ۱۰؍
…مت ربانی ۸؍
…وم و آداب عزا ۸؍
…ئے اقبال (در مدح اہلبیت) ۸؍
…وازنہ حق و باطل ۶؍
…لیل ۶/۱۰؍ : قوانین شرعیہ ۵؍
…لیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳؍
…یسٹ ٹریژر (انگریزی) ۴؍
…قتصادی مشکلات کا حل ۴؍
…ہدی موعود ۴؍
…صمت انبیاء ۴؍
…کر بہار ۲؍ اسوہ صوفیاء ۲؍
…ل محمد ۲؍ ضرورت اتحاد ۲؍
…ۃ اللعالمین (اسلام اور اقلیات) ۳؍
…حید: احدانیت ۲؍
…قہ غم ایوم عاشورہ کی تاریخ منظوم [illegible]

نہج البلاغۃ ہر سہ حصہ [illegible]
(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۱۲؍
فلسفہ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) [illegible]
اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ [illegible]
قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸؍
مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات [illegible]
دلیل العرفان [illegible]
سیرۃ الاولین تاریخ بنو امیہ ۱۰؍
معلم اسلام (علامہ کاظمی) ۳؍
اعمال واجبیہ (") ۲؍
دلیل الزائرین ۲؍
زینت النساء احالات سیدہ کونین ۵؍
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ کانپوری) ۸؍
تصویر درد ۴؍
مناظرہ منگری فتح حیدری ۴؍
استیصال البدعۃ ۳؍

ظفر المبین ۴؍ حقیقۃ الفقہ ۲؍
عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی) ۲؍
حضرت یوشع بن نون ۴؍
انوار حکمت ۵؍
رموز حقیقت ۳؍ منشظر اتحاد ۴؍
امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا) ۳؍
فصل الباری تنقید صحیح البخاری (") [illegible]
سوانح حضرت ابو بکرؓ [illegible]
آوانی (") [illegible] مآخذ بدا (") [illegible]
رسالہ تقیہ (اصلاح کھجوا) [illegible]
مسئلہ خلافت امامت اینڈرت بزم داس [illegible]
انتصار در حرمت ادبار (اصلاح کھجوا) [illegible]
اصل اصول شیعہ آل کاشف الغطا [illegible]
اسلام و مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول (عہد نبوی) [illegible]
اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیت) مجلد [illegible] بغیر جلد [illegible]
اسلامی عقائد بہ تعلیمات اہلبیت [illegible]
(خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

ترسیل زر بنام: مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

خط و کتابت بنام: مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ۹ شیخ مینشن شاہ عالم گیٹ لاہور

امامیہ کتب خانہ لاہور کے چند انمول موتی

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام یعنی آثار حیدری

جو عرصہ سے نایاب تھی اب چھپکر تیار ہو گئی ہے یہ بے بہا تحفہ

تفسیر کتاب الشیعہ جو امامیہ سلسلہ کے گیارھویں امام حجت اللہ راسخ العلم حضرت امام عسکریؑ کی عربی تفسیر کلام اللہ کا اردو ترجمہ ہے حجم ۴۸۰ صفحات سائز ۲۰×۲۶/۸ لکھائی چھپائی کاغذ عربی نہایت خوشخط باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف ۸ روپے مجلد ولایتی ڈائیدار سنہری ساڑھے آٹھ روپے ۸/۸

لمعۃ الضیاء حصہ اول یعنی سوانحعمری حضرت امام رضا علیہ السلام مصنفہ جناب منظور حسن صاحب قبلہ سہارنپوری قیمت ۱۲/

ابطال الاستدلال مصنفہ حکیم میر الدین صاحب قبلہ مؤلف کتاب فلک النجات یہ مناظرین کی بہترین کتاب قیمت ۸/

زاد العقبٰی (نیا ایڈیشن) حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب مودۃ القربیٰ کا اردو ترجمہ مع اصل عبارت عربی کے بار دوم میں مولف ممدوح کی سوانحعمری پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اب تیسری دفعہ چھپی ہے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ ۱۲/

نماز امامیہ باترجمہ مع اصول دین خطبات عیدین وغیرہ مطابق فتوٰی اعلم العلماء مجتہد اعظم علامہ آقائے الحاج السید حسین صاحب قبلہ البروجردی۔ ہدیہ صرف ۸/

افسانہ عترت مصنفہ سید غلام علیشاہ صاحب احسن مولا کی شان میں نہایت بہترین قصیدہ جات پنجابی زبان میں ۲/

جلوہ پنجتن مصنفہ سید غلام علیشاہ صاحب مولا کی شان میں بہترین قصیدہ جات درج ہیں

تہذیب ماتم شاعر اہلبیت خلش پیر ا...

تازہ اور جدید رنگ میں لکھے ہوئے نوحوں ا... کا بینظیر مجموعہ ہے (۱) تہذیب ماتم کا ہر ایک نوحہ شعر محبت اہلبیت کا امریں لیتا ہوا سمندر ہے ... میں ڈوبے ہوئے تبلیغی نوحوں کا بہترین مجموعہ ... ماتم کا ہر نوحہ شہیدان کربلا کے رزمیہ اور المیہ ... کی مکمل داستان ہے (۲) اس کا ہر نوحہ شہیدان ... شہادت کے مقصد کی وضاحت کرتا ہے (۵) ہر ... حضرات کیلئے بہترین تحفہ ہے لکھائی چھپائی ...

عاشور غم اہلبیت رسالت کے جذبہ محبت ... نئے نظمیں۔ عاشور محرم پر خاص کر تاریخی گریہ خیز ... آخیر اس مجموعہ کو پڑھکر خود بھی داخل حسنات ہوں ... ناشر کو بھی شریک ثواب بنائیں۔ یہ شاعر آل ... علی اطہر صاحب مرغوب نقوی کا جدید شائع ... سانحۂ قسم کے جدید طرز کے نوحہ جات درج ہیں جو ... درد انگیز ثابت ہوئے لکھائی چھپائی عمدہ ...

رباعیات انیس اسمیں میر ببر علی انیس ... کی چیدہ چیدہ ۱۸۶ رباعیات درج کی گئی ہیں ...

نوٹ - آرڈر دیتے وقت اخبار ہذا کا حوالہ ...

المشتہر:- منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور مغل حویلی موچی دروازہ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

فقہائے زمانہ

فرمایا جناب رسولِ خدا نے: میری اُمت پر عنقریب وہ زمانہ آنیوالا ہے کہ جب قرآن اور اسلام برائے نام رہ جائیگا۔ لوگ مسلمان تو کہلائیں گے۔ لیکن اسلام سے ان کو مس تک نہ رہے گا۔

مساجد مسلمانوں سے بھرپور رہیں گی۔ لیکن یہ مسلمان ہدایت یافتہ ہوں گے۔ اس زمانہ کے فقہا شریر ترین فقہا ہوں گے۔ جن سے فتنہ و فساد برپا ہوں گے۔ اور جن کا خمیازہ خود اُن کو بھگتنا پڑے گا۔ (بروایت امام جعفر صادق و آبائہ)

(از بحار الانوار)

ماہنامہ

معارفِ اسلام

شمارہ

ماہ صفر المظفر

سنہ ۱۳۸۲ھ

جولائی سنہ ۱۹۶۲ء

لاہور

... روپے

مدیر اعزازی

غیاث الدین

... اعزازی

... سید امداد حسین کاظمی

مدیر معاون: حکیم سید محمود گیلانی

جلد مرکزی۔ خواجہ ... الدین ...

ناشر: ادارۂ معارفِ اسلام پاکستان لاہور

ترجمانِ شیعی فرقہ و شیعی ہمدردِ سیاسیات

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی :- غیاث الدین — مدیر معاون :- حکیم سید محمود گیلانی

جلد ۸ | بابت ماہ جولائی ۱۹۶۲ء مطابق صفر المظفر ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۳

فہرست !

گفتنی ہا

خُلقِ حسنؑ

ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے وہ "اخلاق" ہے۔ خالق اکبر نے اگر خوش خلق کے لئے احکام جاری فرمائے تو اس کے نمونے بھی پیدا کئے۔ سب سے بڑا نمونہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپؐ نے اپنے بعد خلق خدا کے لئے اپنے تربیت کردہ نمونے چھوڑے۔ عورتوں کے لئے حضرت خاتونِ قیامت فاطمۃ الزہراؑ اور مردوں کے لئے علی مرتضیٰؑ، حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید کربلا ہیں۔ ماہ صفر المظفر کو شہادت امام حسن علیہ السلام کی وجہ سے تخصیص حاصل ہے۔ اس لئے ہم امام حسنؑ شہید و مسموم کا تذکرہ ہی کر رہے ہیں۔

حضرت امام حسن مجتبیٰؑ حضرت پیغمبر اسلام کے بڑے نواسے، حضرت امیر المومنینؑ اور خاتونِ جنت جناب فاطمۃ الزہراؑ کے فرزند ارجمند اور مسلمانوں کے دوسرے امام ہیں۔ ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۳ ہجری کی شب میں آپ مقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ جب آپ ۷ سال ۶ ماہ ۱۳ یوم کے تھے تو جناب رسولِ خدا کے سایۂ عاطفت سے ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ کو محروم ہو گئے۔ اسی سال ۳ جمادی الآخر کو اپنی مادر گرامی قدر کی جدائی کا صدمہ اٹھایا۔ ۳۷ سال ۶ یوم کی عمر میں پدر بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ اسی وقت امام خلق قرار پائے اور کوفہ میں مقیم ہو کر ۶ ماہ ۳ یوم ظاہری خلافت یعنی حکومت کر کے امیر شام ابن ابوسفیان کی درخواست پر حفاظت امت کے پیش نظر شرائط لکھوا کر صرف حکومت اس کے سپرد کی۔ بعد ازاں مدینہ منورہ تشریف لائے اور یہاں دس سال قیام کیا۔ بالآخر امیر شام کے بہکانے سکھانے اور لالچ دلانے سے جعدہ بنت اشعث نے حضرت کو زہر دیا اور ۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ مطابق سنہ ۶۷۰ء کو آپ شہید ہوئے۔ ام المومنین بی بی عائشہ روضہ رسول میں آپ کی تدفین پر مانع ہوئیں۔ حضور سید الشہداء امام حسین علیہ السلام نے جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ — آپ اخلاق کے مجسمہ تھے۔ اسی سے لفظ "اخلاق حسنی" زبان زد خاص و عام ہے (تاریخ الائمہ ص۳۴۳)

دوست و دشمن سب آپ کے حسن خلق کے قائل ہیں۔ آج تک کسی نے اس فضیلت میں اختلاف

نہیں کیا۔ آپ ادب کی وجہ سے بزرگوں کے سامنے زیادہ گفتگو نہ فرماتے تھے۔ حیا کی وجہ سے مجمع میں نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ مجلس میں کبھی تکیہ نہ لگا کر بیٹھتے تھے۔ بڑی سے بڑی خطا معاف کر دیتے تھے۔ عظیم سے عظیم قصور کو درگذر فرماتے۔ مہمان کی تواضع، دشمن سے نیک سلوک، فقیروں سے بے تکلفی آپ کی خو تھی۔ غریبوں سے ہمدردی مساکین سے مواساۃ، سائلین کی حاجت روائی آپ کی عادت تھی۔ ہر بات حکمت۔ ہر عمل نیک۔ ہر قول روحانیت کی جان، ہر حرکت اصول شرافت کا نشان تھا۔ کبھی فحش کلمہ زبان پر جاری نہیں فرمایا۔ عمر بن اسحاق ناقل ہیں۔ مجھے کبھی کسی کی گفتگو بھلی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ لیکن جب امام حسن علیہ السلام گفتگو کرنے لگتے تھے تو چپ ہو کر سُننا مجھے پسند تھا۔

— ایک بار امام حسن علیہ السلام اور عمرو بن عثمان میں ایک زمین کے سلسلہ میں تنازع ہو گئی۔ امام حسنؑ نے صلح کی کئی صورتیں تجویز فرمائیں مگر عمرو بن عثمان کسی تجویز پر رضامند نہ ہوا۔ آخر عاجز ہو کر فرمایا۔ میرے پاس اس کی ناک پر مٹی ملنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ عمر بن اسحق کہتے ہیں، گویا یہ بہت بڑا فحش کلمہ تھا۔ جو میں نے امام حسن علیہ السلام سے ساری زندگی میں سُنا۔ (اسعاف الراغبین صـ۱۹۰)

آپ نے اپنی زندگی میں تین بار کل مال راہ خدا میں تقسیم فرمایا اور دو بار اس طرح نصف مال تقسیم کیا کہ اگر ایک موزہ اپنے پاس رکھا تو ایک فقیر کو دیدیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب)۔ آپ نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک سخت سے سخت ضرورت کے موقع پر بھی کسی سے گفتگو نہ کرتے تھے۔ بلکہ خوف خدا سے خاموش رہا کرتے تھے۔ (صواعق محرقہ)

ایک شخص نے امام حسن علیہ السلام سے کچھ سوال کیا۔ آپ نے اس کو پچاس ہزار درہم اور پانچسو دینار عنایت فرمائے۔ اور فرمایا کہ مزدور کو بلا کر اٹھا لیجا۔ جب حمال آیا تو آپ نے اپنی عبا اتار کر مزدور کو دیدی اور فرمایا۔ مزدوری بھی مجھے ہی دینا چاہیئے۔ (مرآۃ الجنان)

ایک شخص نے جناب امام حسن علیہ السلام سے سوال کیا اور اپنی تباہ حالی کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے وکیل کو بلایا اور سال بھر کے خرچ کا حساب پوچھا۔ جب حساب ہو چکا تو آپ نے پچاس ہزار درہم باقی ماندہ رقم منگالی۔ پھر وکیل سے فرمایا تیرے پانچسو درہم بھی تو ہیں، وہ بھی لے آ۔ جب وہ سب رقم لے آیا تو سب رقم سائل کو دے کر معافی مانگی۔ (نورالابصار)

ایک دن امام حسنؑ کو معاویہ نے بلایا۔ جس وقت آپ پہنچے تو کسی علاقہ سے بہت سامال آیا ہوا تھا اور اس کی فہرست تیار ہو رہی تھی۔ جب محاسب نے فہرست تیار کر لی تو معاویہ کو دیدی۔ معاویہ نے اظہار محبت کے لئے امام حسنؑ کو دیدی۔ اور کہا کہ یہ کل مال آپ لے لیجئے۔ آپ نے فہرست لے لی۔ جب دو گھنٹہ کے بعد واپس جانے کیلئے اٹھے تو امیر شام کے ایک خادم نے آپ کی نعلین اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ نے وہ فہرست اسی دربار میں اس کے حوالے کر دی۔ اور فرمایا کل مال اس خدمت کے

عوض میں لے لے۔

امیر شام مدینہ آیا۔ دربار عام میں تمام اشراف مدینہ کو بلایا۔ ہر ایک کو حسب مناصب پچاس ہزار درہم سے ایک لاکھ تک عطا فرمائے۔ امام حسنؑ کو بھی بلایا تھا۔ آپ آخر میں پہنچے۔ امیر شام نے کہا آپ دیر سے اس لئے آئے ہیں کہ میرے پاس کچھ نہ بچے اور آپ کو کچھ نہ دے سکوں تو لوگ مجھے بخیل کہیں۔ جتنی رقم میں نے سب کو دی ہے اتنی ہی رقم امام حسنؑ کو دے دے۔ یاد رکھنا میں ہندہ کا فرزند ہوں۔ امام حسن علیہ السلام نے خزانچی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ سب رقم میں نے تجھ کو دے دی ہے۔ اے معاویہ دیکھ میں فاطمہ زہرا کا فرزند ہوں۔

مروان کی ایذا رسانیاں، گستاخیاں، بدتمیزیاں کون نہیں جانتا۔ آپ کو ساری زندگی ہر قسم کی اذیت دیتا رہا۔ مگر آپ اس کے ساتھ بھی خلق و مروت سے پیش آتے رہے۔ ایک دن مروان اپنے دوستوں سے کہنے لگا۔ مجھے امام حسنؑ کا خچر بہت پسند ہے۔ کسی تدبیر سے لینا چاہتا ہوں۔ لیکن مانگنا بھی نہیں چاہتا۔ ابن ابی العتیق نے کہا کل جب وقت سب لوگ جمع ہوں۔ امام حسنؑ کو بلا۔ میں سب کے سامنے قبائل قریش کی تعریف کروں گا۔ لیکن امام حسنؑ کا ذکر چھوڑ دوں گا۔ تو وجہ پوچھ کے بھری بات بنا دوں گا۔ مروان نے دوسرے دن امام حسنؑ کو بلایا۔ ابن ابی العتیق نے علاوہ امام حسنؑ کے دیگر قریش کے فضائل بیان کئے مگر رئیس قریش امام حسنؑ کا ذکر نہیں کیا۔ جب چپ ہو گیا تو مروان نے کہا تو نے تمام قریش کے اوصاف بیان کئے مگر رئیس قریش کا ذکر نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے اشراف قریش کا ذکر کیا ہے۔ اگر رسولوں کے مناقب و فضائل بیان کرتا تو حضرت کا ذکر سب سے پہلے کرتا۔ محفل برخاست ہوئی امام باہر تشریف لائے۔ چاہا کہ خچر پر سوار ہوں۔ ابن ابی العتیق آپ کے ہمراہ دروازے تک آیا اور آپ کو سوار کرانے لگا۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا میں آپ کے خچر پر سوار ہوں۔ آپ خچر سے اتر آئے اور مروان کے دوست کو خچر عنایت فرما دیا۔

لوگوں نے امام حسن علیہ السلام سے دریافت کیا۔ فرزند رسول! ہم دیکھتے ہیں کہ آپ خود فاقے کرتے ہیں۔ مگر سائل کو واپس نہیں فرماتے۔ جواب دیا میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں۔ مجھے حیا آتی ہے کہ سائل ہو کر سائل کو واپس کر دوں۔ خدا کی عادت یہ ہے کہ وہ مجھے نعمتیں دیتا رہتا ہے۔ میری عادت یہ ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتیں اس کے بندوں کو پہنچا دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنی عادت چھوڑ دوں تو کہیں خدا اپنی عادت قطع نہ کر دے۔ جب سائل میرے پاس آتا ہے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ اس کے فضل سے مجھ پر فضل و احسان کی کشش سے مجھ پر بخشش ہوتی ہے۔ ایک مرد کی عمر کا سب سے بہتر حصہ وہی ہے جس میں وہ بخشش کرتا رہتا ہے۔ (سیرۃ الصالحین ص۹۳)

عاشورۂ محرم کے پھول اور پتھر

روایات سابقہ کی طرح اب کے بھی جناب امام حسین علیہ السلام کا یوم شہادت بدستور معروف منایا گیا۔ اور شایان شان طریق سے منایا گیا۔ حضور سید الشہداء کی عزاداری کے جلوس اور ماتمی اجتماعوں میں نہ صرف اہل تشیع نے بڑھ چڑھ کر شرکت کی۔ بلکہ برادران احناف اور دوسرے فرقوں کے مسلمان بھائیوں نے بھی جوق در جوق شرکت کر کے بارگاہ حسینی میں محبت و عقیدت کے پھول چڑھائے۔ اور نہ صرف رسمی اور ظاہری محبت کا ثبوت دیا۔ بلکہ عملی طور پر بھی حصہ لیا۔ چنانچہ پاکستان کے اکثر مقامات پر اہل سنت برادران نے نہایت بیش قیمت اور شاندار تعزیے نکالے اور امام علیہ السلام کی مظلومیت سے متاثر ہو کر سوگواری اور ماتم داری میں سوز و گداز سے نوحے اور مرثیے پڑھتے ہوئے انھوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ پر سر جھکا دیا۔ کہ — "حق کی راہ میں شہید ہونے والے ابدی زندگی کے سرمایہ دار ہیں۔ انھیں مردہ مت کہو۔ جو لوگ ان کو فوت شدہ سمجھتے ہیں نادان اور جاہل ہیں۔ اور شہیدوں کے راز حیات سے نا واقف ہیں۔" (القرآن)

اور بلکہ حسین علیہ السلام مسلمانوں کے تمام فرقوں کے مشترک امام ہیں۔ اور تمام اسلامی شعوب و ملل آنجناب کا احترام کرتی۔ ان کی داستان مظلومی سے متاثر ہوتی اور ان کو دین حق کا ایک جانباز سمجھتی ہیں۔ اس لئے اگر ان کی طرف سے ضریح و علم نکلتے۔ نوحے مرثیے پڑھے جاتے۔ عزاداریاں ہوتی ہیں اور ماتمی مجالس منعقد ہوتی ہیں تو یہ شیعوں پر کوئی احسان نہیں ہے۔ جو کلمہ گو بھی رسول مقبول جناب رسالتمآب کے جگر گوشہ بتول سے نسبت رکھتا اور آپ کے مناصب جلیلہ اور مراتب رفیعہ کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کا یہ دینی اور مذہبی فرض ہے کہ وہ شہید والا تبار نور نگاہ حیدر کرار کے مصائب و نوائب میں اشکبار و سوگوار رہے اور حق شناسی کا ثبوت دے۔ اس پر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ فرزندان اسلام کی اکثریت نے اس دفعہ بھی اپنے فرض کو محسوس کیا اور اس کو انجام دہی میں حق المقدور کوتاہی نہیں کی۔ "فالحمد للہ علی ذالک"

لیکن — جہاں ادھر تمام سے تعلق رکھنے والے فرزندان اسلام نے دربار شبیری میں ارادت اور عقیدت کے پھول چڑھائے۔ حیف اور صد حیف! کہ وہاں کلمہ گو دشمنان اہلبیت نے گلوخ اندازیوں اور سنگ باریوں کے ساتھ عملی طور پر حسینؑ اور اس کے عزاداروں سے اپنی عداوت و مخاصمت کا ثبوت بھی دیا ہے۔ اور حسینؑ کے ضریح اقدس، ذوالجناح، علم اور ماتمی جلوسوں پر سنگ و خشت باری کی ہے اور یزید کے جور و استبداد کی ظالمانہ داستانوں کو تازہ کر دیا ہے۔ اور حسینی جلوسوں پر اینٹیں اور پتھر برسا کر انھوں نے یہ ثبوت بہم پہنچایا ہے کہ سرکار محمدؐ و آل محمدؐ سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ مسلمان تو ضرور کہلاتے ہیں اور کلمہ رسول بھی پڑھتے ہیں لیکن رسول اور اہلبیت رسول سے انھیں کوئی سروکار نہیں۔ اور وہ ...

لاتفسدوا کی ایک ایسی تصویر ہیں، جس نے اسلام کے دامن کو داغدار بنا رکھا ہے۔

دسویں محرم کو لاہور میں کربلائے گامے شاہ کے قریب بھاٹی دروازے کے باہر شرپسند عناصر نے ہنگامہ اور شورش پیدا کرنے کی مذموم ناپاک کوششیں کیں۔ کرشن نگر میں جو افسوسناک واقعہ ظہور میں آیا۔ دیا تعزیہ پر ماتمی جلوس کو جس طرح اینٹیں ماری گئیں اور ایک فسادی گروہ نے شیعیان علی کے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے جو اشتعال انگیز پوسٹر دیواروں پر چسپاں کئے۔ بے شک: یہ واقعات ملت جعفریہ کی غیرت کو چیلنج کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس کی تفصیل میں اس لئے پڑنا نہیں چاہتے کہ ایک تو عاشقان سید الشہداء نے پورے ضبط و تحمل سے کام لیا اور پتھر کا جواب تنکے سے بھی نہ دیا۔ دوسرے افسران متعلقہ نے پوری مستعدی اور فرض شناسی سے ہنگاموں پر قابو پا کر نتائج کو خطرناک صورت اختیار کرنے سے بچا لیا — البتہ اس سلسلہ میں کراچی کا افسوسناک واقعہ ضرور ہمارے مدنظر ہے۔ یہ خبر آپ ایک غیر شیعہ اخبار کی زبانی سنئے :-

"کراچی ۱۴ر جون۔ آج کراچی میں مختلف جگہوں پر پولیس اور بے قابو ہجوم میں تصادم ہوگیا۔ اسے منتشر کرنے کے لئے پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس پھینکی۔ غیر سرکاری اندازہ کے مطابق پچاس افراد مجروح ہوئے۔ جن میں سے بعض کو شدید زخم آئے ہیں۔ لوگوں نے متعدد جگہوں پر سنگباری کی۔ جس سے پولیس والے بھی زخمی ہوئے اور ان کی گاڑی کو بھی نقصان پہنچا۔ سنگباری سے بسوں اور موٹروں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے۔ بندر روڈ پر سعید منزل اور کپڑا مارکیٹ کے قریب دوپہر سے یہ ہنگامے شروع ہوئے تھے اور رات گیارہ بجے تک جاری رہا۔ تعزیوں کے بڑے جلوس میں شورش پسندوں کے درمیان تصادم ہوگیا جب پولیس نے مداخلت کی تو یہ فسادی پولیس پر پل پڑے۔ پاکستان چوک اور برنس روڈ کارپوریشن کی عمارت اور آرام باغ کے ارد گرد بھی گڑبڑ ہوئی۔"

روزنامہ "امروز" لاہور - ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء

اس خبر کے مطالعہ سے ہر عاقل و بالغ شخص یہ بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ملک و ملت کے امن و آشتی، صلح و صفائی اور اتحاد و اتفاق کو تباہ کرنے والا یہ خطرناک عنصر نہ صرف شیعہ مذہب سے ہی عناد رکھتا ہے بلکہ موقع پا کر حکومت سے ٹکر لینے سے بھی نہیں چوکتا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب حکام مملکت حالات پر قابو پاتے۔ فسادات کو دبانے اور امن کو بحال کرنے کی مساعی عمل میں لاتے ہیں تو یہ دشمن وطن گروہ ان کا مقابلہ کرنے اور ان کو جانی نقصان پہنچانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ خبر کا یہ حصہ حکومت عالیہ اور افسران اعلیٰ کے لئے بہت ہی قابل توجہ ہے :-

"لوگوں نے کئی جگہوں پر سنگباری کی۔ جس سے پولیس والے بھی زخمی ہوئے اور ان کی گاڑی

کو بھی نقصان پہنچا۔ سنگباری سے بسوں اور موٹروں کے شیشے بھی ٹوٹ گئے۔ جب پولیس نے مداخلت کی تو یہ فسادی پولیس پر بھی پل پڑے۔" (امروز)

اس سے شمس بازغہ کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ شیعہ جلوس پر حملہ کرنے۔ فرقہ بندی کی آگ کو بھڑکانے، شیرازہ اتحاد اسلامی کو توڑنے والا یہ مہلک گروہ درحقیقت حکومت پاکستان کا دشمن ہے، پاکستان کی سالمیت اور احیاء وبقا کا دشمن ہے۔ جو ملک میں بدامنی کے ہلاکت خیز شعلے بلند کر کے اس نوزائیدہ مسلم سٹیٹ کو برباد کر دینا چاہتا ہے۔

پاکستان کا یہ دشمن گروہ وہی ہے جو کبھی عباسیت کا بہروپ بھرتا ہے، کبھی ناصبیت کا روپ دھارتا ہے، کبھی کسی رنگ میں محمدؐ و آل محمدؑ کی دشمنی ظاہر کر کے یزیدیت، شمریت اور زیادیت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اسی گروہ نے یہ فتویٰ صادر کیا ہوا ہے کہ جو مرد اور جو عورتیں تعزیہ۔ ذوالجناح۔ علم اور ماتمی جلوس دیکھتے ہیں ان کے نکاح ٹوٹ جاتے ہیں۔ اسی گروہ کا یہ اعلان ہے کہ جو لوگ عزاداران حسینؑ کی مجلسوں اور سوگوار ماتموں میں جاتے ہیں وہ (نعوذ باللہ) اپنی ماں، بہن اور بیٹی سے حرامکاری کرتے ہیں۔ یہی گروہ آئے دن سنی شیعہ فسادات کی آگ روشن کرتا ہے اور اس پر روغن قاز ملتا ہے۔ اور انتہا یہ ہے کہ یہی گروہ پاکستان کے قیام، اس کے تحفظ اس کے ارتقاء کو ایک آنکھ نہیں دیکھنا چاہتا۔ کاش! حکومت عالیہ کے ارباب بست وکشاد اس پر خطر گروہ کی تباہ کن نقل و حرکت پر عمیق نظر رکھیں۔ اور غور فرمائیں کہ وہ صرف شیعہ دشمن یا سنیت کا باطن دشمن ہے۔ بلکہ پورے ملک وملت اور اس کے نظم واتحاد سے خاص عداوت اور بغض رکھتا ہے۔

کیا قانون پاکستان میں کسی کے قتل کا فتویٰ دینا جرم نہیں!

تو پھر حکومت کا محکمۂ احتساب کیوں خاموش ہے؟

ملک کے اخبارات ورسائل کے مطالعہ سے یہ امر ظاہر ہو گیا ہے کہ مخالفین پاکستان نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ قبل از تقسیم مسلمانوں کا ایک مخصوص طبقہ جو خاص خاص مولویوں کے زیر اثر تھا، وہ پاکستان بننے کے خلاف تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ نے جب تمام مسلمانوں کو ایک ہی جھنڈے تلے جمع کرنا شروع کیا، تاکہ مسلمان جو کفار کے تجارتی ومعاشرتی جنگل میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں، آزاد ہو کر اسلامی طور وطریقے سے زندگی بسر کر سکیں اور ترقی کے راستہ پر گامزن ہو کر دنیا کی باعزت قوم بن سکیں۔ اور جب قائداعظم کے دلائل وبراہین کے سامنے بڑے بڑے مدبرین وعلمائے دیوبند تک نے سر تسلیم خم کر دیا

تو مخالفین نے تب بھی محض ان کے ایک شیعہ مسلمان ہونے کی وجہ سے مخالفت جاری رکھی۔ تعصب نے صحیح راستہ اختیار نہ کرنے دیا۔ بحمد اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی یکجہتی پسند آگئی۔ اور مملکت خداداد پاکستان کا وجود ایک ظاہر حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ مخالفین اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کا آقا و سرپرست نہرو دشمن پاکستان جب اس کے ملک میں جاتا ہے تو اُسے "سیدنا نہرو" کہہ کر خطاب کرتا ہے اور تلوار لیکر اس کے روبرو ناچ (Dance) کرتا ہے۔ جس نے اس فرقے کے تقریباً تمام بڑے بڑے مولویوں کی تنخواہیں باندھ رکھی ہیں۔ وہ ہمارے اس مملکت خداداد میں فرقہ بندی کو ہوا دیکر مسلمانوں میں نااتفاقی و انتشار پھیلانے کا باعث بنتے رہتے ہیں۔ اسی قسم کے ناعاقبت اندیش پاکستانیوں نے گذشتہ ایام میں ایسے حالات ملک میں پیدا کر دئیے تھے کہ ملک کمزور سے کمزور تر ہونے لگا تھا۔ بالآخر مارشل لا کا نفاذ ہوا۔ اب جبکہ صدر مملکت نے دانائی و عقلمندی سے مارشل لا اٹھا لیا ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پرانے طریقہ کو پھر جاری نہ کیا جائے بلکہ مملکت کی ترقی کے لئے فرقہ وارانہ ذہنیت کو خیرباد کہہ کر ملک کو زیادہ طاقت ور بنایا جائے۔ مگر ـــــ اس کے برعکس اس مخالف گروہ نے پھر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ ملک میں فرقہ وارانہ فضا پیدا کر کے کھچاؤ پیدا کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے ان دشمنان پاکستان نے اپنے اخبارات میں بھی اسی قسم کے پرانے حربے استعمال کرنا شروع کر دئے ہیں۔ ہم اس کی ایک واضح مثال کے لئے ایک پندرہ روزہ اخبار "اہلحدیث" نامی جو سوہدرہ (گوجرانوالہ) سے شائع ہوتا ہے۔ ۱۵ جون سنہ ۱۹۶۳ء کا شمارہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) یہ اپنے سرورق پر ایک طرف تو امام حسینؑ کی کھلم کھلا مخالفت کر کے اسے "کم ہمتی" کہتا ہے اور غم کی بجائے اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ تو مقابل کی طرف حاکم وقت کی اطاعت کے لئے لکھ کر حکومت سے نیکنامی حاصل کر کے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ بھئی، اگر ہم ماتم حسینؑ کرتے ہیں تو تمہیں کیا، اپنا ہی سینہ سرخ کرتے ہیں۔ اپنا ہی خون نکالتے ہیں، تمہیں تو کچھ نہیں کہتے۔ پھر تم مخالفت کر کے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنانے میں کیوں کوشاں ہو۔ تاکہ پاکستانی مسلمانوں میں امن قائم نہ ہو سکے اور مملکت طاقتور نہ بن سکے۔ کیا یہ پاکستان سے ہمدردی کر رہے ہو۔ کیا حاکم وقت کی اسی طرح اطاعت کی جاتی ہے کہ اس کی مملکت میں بدامنی اور انتشار پھیلایا جائے۔

(۲) یک نہ شد دو شد۔ اسی اخبار نے اسی سرورق پر "درس حدیث" کے پردہ میں مملکت کے ایک فرقہ کے لئے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اسے واجب القتل قرار دیا ہے۔ نیز لوگوں کو ابھارا ہے کہ جو انہیں قتل کرے اسے رضائے الٰہی اور جنت کی بشارت ہے۔ اس کی عبارات کے چند اقتباسات درج ہوں۔ لکھا ہے:-

(۱) یہ فرقہ واجب القتل ہے۔ مسلم حکومت اور طبقہ اقتدار کا فرض ہے کہ اس ننگ

گروہ کا جلد از جلد قلع قمع کرے۔ چہ جائیکہ ان کی نازبرداری کرکے ان کے مہلک
جراثیم دوسروں میں ٹیکہ کرنے کے انتظامات کرے۔ ہر وہ مسلم جو انہیں ختم کرنے کیلئے
کوشاں ہے اُسے رضائے الٰہی اور جنت کی بشارت ہے۔"

(۸) ایسے لوگوں کو دعوت الی الحق دیتے رہنا چاہئے۔ اور اس مشفقانہ دعوت کیساتھ
بہ تشدّد بھی ان سے برسرپیکار رہنا چاہئے۔"

ستم ظریفی یہ ہے کہ اخبار "اہلحدیث" کا ایڈیٹر خود رضائے الٰہی اور جنت حاصل نہیں کرنا چاہتا بلکہ قتل و قمع اور تشدد کی ترغیب دیکر دوسروں ہی کو جنت کی راہ دکھا رہا ہے اور رضائے الٰہی بخش رہا ہے اس نے کسی فرقہ کا نام لیکر تعیّنہ کرکے (تقیہ تو اسے نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ تو پاک جذبہ کے تحت ہوتا ہے اور یہ ہیر اپھیری کے تحت ہے۔ بہرحال، حکومت کے محکمہ احتساب سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ بھلا حکومت سے بچ کر کہاں جا سکتا ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا لکھتے وقت اس کے پیش نظر مملکت کا کوئی نہ کوئی فرقہ ضرور ہے، جسے یہ قتل کرانا اور اس پر تشدد کرانا چاہتا ہے۔ کیونکہ مضمون میں وہ خود لکھ رہا ہے "...... نشان دہی بھی فرما دی ہے" ـــ ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مملکت کا خواہ کوئی بھی طبقہ یا بڑا یا چھوٹا فرقہ کیوں نہ ہو، کیا اسے قتل کرنے کی پبلک کو ترغیب دینا اور اس پر تشدد کرنے کے لئے اکسانا اور اس فعل قبیح کی جزا میں جنت کی بشارتیں دلانا قانون پاکستان کے ماتحت جائز ہے؟ اور کیا اس کی سزا کے لئے حکومت کے پاس قانون میں کوئی "دفعہ" نہیں؟ اگر سب اخبارات اسی قسم کا رویہ اختیار کرلیں تو ملک کے امن و امان کا کیا حال ہوگا۔ فافہم فتدبر۔ ہم نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے حکومت کے متعلقہ محکمہ کو آگاہ کر دیا ہے۔ آگے مناسب قدم اٹھانا اسکا کام ہے۔ ہمارے پیش نظر صرف مملکت کا امن و امان ہے۔

ادارۂ معارفِ اسلام کی عظیم الشان فتح!

رُوس میں حیرتناک اور پُراسرار تختیوں کی تازہ ترین دریافت، دنیائے کفر والحاد میں سرکار محمدؐ و آل محمدؐ کے اسمائے گرامی پھر سربلند ہوں گے!!!

ـــ عباسیت اور ناصبیت کے ناپاک رخساروں پر ایک اور طمانچہ ـــ

ادارہ معارف اسلام کے رکن خصوصی اور ماہنامہ "معارف اسلام" کے معاون خاص حکیم سید محمود گیلانی نے اپنے رسالہ "ایلیا" ـــ ادیان عالم کا مرکز نجات ـــ میں کشتی نوح اور اس کی مقدس تختی

کے متعلق جو تحقیق فرمائی ہے، روس کے ماہرین آثار قدیمہ نے اب اس کی تصدیق و توثیق کر دی ہے۔ اور اس دیار کفر و الحاد میں تازہ ترین دریافت پر کچھ اور پُر اسرار تختیاں برآمد ہوئی ہیں۔ چنانچہ پاکستانی اخبارات میں شائع شدہ ایک تازہ خبر ملاحظہ کیجئے:-

"ماسکو ۱۰ر جون۔ روسی خبر رساں ایجنسی تاس نے اطلاع دی ہے کہ ایک روسی ماہر آثار قدیمہ نے ایسی تختیاں دریافت کی ہیں جن پر سمیری زبان میں تحریریں لکھی ہوئی ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی قدیم ترین تحریریں ہیں۔ اور آج سے کوئی ۴۸ سو سال پہلے لکھی گئی تھیں۔ یہ تحریریں تصاویر کی شکل میں ہیں اور روسی ماہرین نے ان میں سے بعض تحریروں کا مفہوم معلوم کر لیا ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ر جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶)

اس عجیب الاثر خبر نے پاک و ہند کی عباسیت و ناصبیت کے پلید منہ پر ایک ایسی چپت رسید کی ہے، جس سے وہ اپنے منحوس گالوں کو تا قیامت سہلاتی رہیں گی۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ روس کی جدید ترین دریافت کردہ تختیوں سے بھی حضور معصومین الطاہرین علیہم السلام کے اسمائے گرامی ایک دفعہ پھر فرش سے عرش تک سربلند ہوں گے اور دشمنان محمد و آل محمد اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

یہ ادارہ معارف اسلام لاہور کی ایک ایسی عظیم الشان فتح ہے۔ جس پر مومنین کرام جس قدر فخر کریں کم ہے۔ اب قارئین محترم کا فرض ہے کہ رسالہ "ایلیا" زیادہ سے زیادہ تعداد میں منگوائیں، خود بھی پڑھیں اور دوستوں میں بھی مفت تقسیم کریں۔ تاکہ ادارہ معارف اسلام کو بیش از بیش تقویت حاصل ہو اور وہ دین حق کی خدمت میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر مصروف رہ سکے۔

کیا عیسائیت مٹ رہی ہے؟

پاکستانی جرائد و رسائل میں آئے دن یورپ و امریکہ سے موصول شدہ یہ خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں، کہ دنیا کے عیسائی ممالک سے مسیحیت رفتہ رفتہ ختم ہو رہی ہے اور پرانے پیدائشی عیسائی کسی نئے مذہب کی تلاش میں مصروف ہیں۔ اس کے ثبوت میں یورپ کے ایک انگریزی اخبار کی چند سطور کو جلی سرخیوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ سطور یہ ہیں:-

"The oldest christians are founding now any new and suitable religion. and they are releasing

(ترجمہ) پرانے یعنی پیدائشی عیسائی اب ایک نئے اور موافق حال مذہب کی جستجو میں سرگرداں نظر آتے ہیں

اور وہ مسیحیت کو بڑی تیزی سے خیرباد Christianity immediately" (The weekly
کہہ رہے ہیں۔" new Light London, 17th May 1962)

(ہفت روزہ "نیولائٹ" لندن ۱۷ مئی ۱۹۶۲ء)

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کے عیسائی ممالک میں ایسا ہو رہا ہوگا۔ اور یہ کوئی نئی بات اور نئی خبر نہیں ہے۔ کیونکہ گذشتہ نصف صدی سے نہ صرف عیسائیت کی نئی پود بلکہ امریکہ اور یورپ کے بڑے بڑے پادری اور مسیحی راہنما اپنے مذہب سے بے اطمینانی اور بے عقیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ جسکی وجہ ایک اور ایک ہی ہے کہ عیسائیت انسانی فطرت کے مطابق نہیں۔ اور اس میں انسان کے ہر شعبہ زندگی کیلئے کوئی مکمل دستور و آئین موجود نہیں ہے۔

لیکن — ہم باشندگان پاکستان اگر اس قسم کی خبروں کے مطالعہ سے خوش ہوتے ہیں تو یہ ہماری خوشی کا ایک ناقابل عفو قصور ہے — دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ ہم ایک مہلک قسم کی خود فریبی میں مبتلا ہیں۔ اس لئے کہ جب ہم اپنے اسلامی ملک — پاکستان کے مذہبی حالات کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو ہمیں عیسائیت گھٹتی اور ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ بلکہ ترقی پذیر و عروج افزا دکھائی دیتی ہے۔

مسیحیت کے خاتمہ کی خبریں پڑھ کر مسرور ہونے والے حضرات ذرا اپنے وطن عزیز کی گذشتہ چند سالہ زندگی پر نگاہ ڈالیں اور دیکھیں کہ یہاں عیسائیت کا فتنہ ارتداد کس قدر زہر پھیلا چکا ہے اور کر رہا ہے۔ اس قلیل ترین مدت میں پاکستان کے کلمہ گو مسلمان دس بیس نہیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اسلام کا دامن چھوڑ کر عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اس میں آئے دن زہریلا اضافہ ہو رہا ہے۔

سوچنے کی بات ہے۔ کیا پاکستان اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کے مسلمان باشندے تیر ارتداد کا شکار ہو جائیں اور محمد کی غلامی سے نکل کر مسیح کی غلامی اختیار کر لیں! — اگر یہی صورت حال تھی تو پھر قائد اعظم غریب کو کیا پڑی تھی کہ وہ انگریز اور ہندو سے برسر جنگ لڑ کر ایک ایسی مملکت کی تشکیل عمل میں لاتے، جہاں مسلمان کو جائز آزادی حاصل ہو۔ جہاں وہ قرآن و سنت کے آئین کی اتباع کر کے اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال سکے! — لیکن آہ! کرپس اور لارنس، گاندھی اور نہرو جیسے اعدائے دین و ملت کو شکست فاش دینے والے جناح کی پاک روح آج کیا دیکھ رہی ہے — کہ اسلامیان ارض پاک دین خدا کی جنت سے نکل کر نصرانیت قبول کر رہے ہیں — اور وا عجب! کہ پاکستان کے کسی آئین کی کوئی دفعہ ان کو مرتد ہونے سے نہیں روک سکتی!

لیکن مسیحیت کے فتنہ ارتداد پر جوش بے جا کا مظاہرہ کرنے سے پیشتر ہمیں سر بہ زانو ہو کر غور کرنا چاہیے کہ آخر مسلمانان پاکستان عیسائیت کی دسیسہ کاریوں سے کیوں متاثر ہو رہے ہیں!۔ اس کی سب سے غالب

وجہ صرف یہ ہے کہ دورِ حاضر کے اہلِ اسلام حضور محمد و آلِ محمد کے علوم و معارف سے بے بہرہ ہو چکے ہیں اور جو تعلیمات مقدسہ رسولؐ اور اہلبیتؑ رسول نے پیش کی تھیں۔ نئی تہذیب کا مسلمان اس کو کبھی فراموش کر چکا ہے۔ اور اگر کوئی اللہ کا بندہ، جو محمد و آلِ محمد سے عشق و تولا رکھتا ہے، کمر ہمت باندھ کر اہلبیت نبوی کی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اٹھتا ہے تو اسے کشتنی اگر دن زدنی قرار دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر پاکستانی مسلمان کو عیسائی ہو جانا منظور ہے مگر محمد و آلِ محمد کی تعلیمات سے اثر پذیر ہونا اور اس پر عمل کرنا قبول نہیں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ان پُر آشوب اور نازک ترین حالات میں مسلمانانِ وطن کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ دنیا سے عیسائیت کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ جبکہ وہ خود ختم ہونے کے اسباب پیدا کر رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

"کافر کہنا گالی نہیں ....!"

قادیانی اخبار "الفضل" ربوہ کی اشاعت مورخہ یکم جون ۱۹۶۲ء میں ایک شذرہ دیا گیا ہے، جس میں مولوی محمد عبدالرشید صاحب نعمانی اور حنفی اور مسٹر غلام احمد پرویز کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں۔" چنانچہ اخبار مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں:—

"اس سے معلوم ہوا۔ کہ نہ صرف پرویز صاحب کے نزدیک بلکہ مولوی محمد عبدالرشید نعمانی، کے نزدیک بھی کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں۔" (الفضل ربوہ یکم جون ۶۲ء)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج پون صدی کے بعد "الفضل" اور اس کے ہم مسلکوں کو یہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی کہ کافر کہنا گالی نہیں ہے؟ —— محض اس لئے: اور صرف اس لئے تاکہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے مرید از بسکہ روئے زمین کے کل مسلمانوں کو کافر کہہ چکے ہیں۔ اور از بسکہ قادیانی جماعت کے خلیفہ صاحب اپنی پوری جماعت کے ساتھ مسلمانانِ عالم کو کافر کہہ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مسلمان کے گھر میں جو بچہ پیدا ہونے والا ہے یا پیدا ہو چکا ہے، ان کے نزدیک وہ بھی کافر مطلق ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو تسلی دینے اور ان کی ناراضگی رفع کرنے کے لئے شریعت ربوہ نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کو بلا وجہ و سبب کافر کہا جائے تو اس کے نزدیک یہ لفظ گالی سے بھی بدتر ہے۔ وہ کسی کی دشنام طرازی برداشت کر لے گا۔ مگر کافر کہلانا گوارا نہ کرے گا —— چنانچہ ہم مرزا صاحب کے گذشتہ حالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جب انھوں نے جناب محمد رسول اللہ صلعم کی ختمِ رسالت کو توڑ کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ تو علمائے اسلام نے متفقہ طور پر ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ اور اسلام کے ایک بنیادی مسئلہ (ختم نبوت) سے روگردانی کرنے اور محمد رسول اللہ کو ختم المرسلین کی مسند سے اتار کر خود ان کی جگہ متمکن ہونے کی وجہ سے مرتکب

...ر کے علماء نے مرزا صاحب کو کافر قرار دیا۔ لیکن مرزا صاحب قادیانی اس سے اس قدر برافروختہ اور مشتعل ہوئے کہ انہوں نے علمائے اسلام کو سخت ننگی اور بے نقط سنانا شروع کر دیں۔ ایسی .... گالیاں جنکو نقل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت قادیانی علماء نے اپنے پیغمبر صاحب کو کیوں نہ روکا کہ حضرت! جوش میں نہ آئیے کیونکہ کافر کا لفظ کوئی گالی نہیں ہے۔ اس لئے آپ بھی مسلمان عالموں کو بے نقط نہ سنائیے — لیکن نبوت قادیانیہ نے ضرورت سے زیادہ جوش و خروش دکھایا۔ جس پر مرزا صاحب کی کئی کتابیں گواہ ہیں۔

لیکن لفظ "کافر" کے مقابلہ میں "تبرا" اور "لعنت" کے الفاظ بہت ہی ہلکے ہیں — اور لعنت کا مطلب ہے خدا کی رحمت سے دوری۔ خدائے تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے قرآن و حدیث میں بیجا بعض مجرمین پر تبرا کیا اور لعنت ڈالی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے معبودان باطل کے لئے فرمایا۔ انا بری مما تشرکون۔ جن چیزوں کو خدا کا ساجھی ٹھہرایا جاتا ہے میں ان پر تبرا کرتا ہوں۔ اور حق تعالیٰ نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کر جھوٹوں تک پر لعنت کی ہے۔ حالانکہ جھوٹ کو بالکل معمولی گناہ سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض لوگ دروغگوئی کو جرم ہی نہیں سمجھتے — "الفضل" اور احمدی جماعت نے کئی دفعہ تبرا اور لعنت کے خلاف اپنی زبان و قلم کو حرکت دی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دشمنانِ خدا و اعدائے اہلبیت رسولؐ پر تبرا اور لعنت کہنا ناقابل معافی گناہ ہے۔ اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو بے کھٹکے کافر کہہ دینا کوئی جرم نہیں۔ اسی طرح یزید اور اس کے ساتھیوں کو کافر کہنا بھی احمدیوں کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ حالانکہ از روئے شریعت اسلامیہ قاتلان حسینؑ کا خارج از اسلام ہونا ثابت ہے۔ لیکن احمدی اگر تمام علمائے اسلام کو کافر کہتے ہیں تو ان کے نزدیک سو فیصدی جائز ہے — یہ کیوں؟ — کیا اس لئے؟ کہ مسلمان محمد رسول اللہ کی ختم نبوت کے کیوں معتقد ہیں۔ اور مرزا صاحب قادیانی کی خود ساختہ رسالت کو کیوں نہیں مانتے؟ اگر اس کا سبب یہی ہے۔ اور یقیناً یہی ہے۔ تو ایسی ذہنیت کا ماتم کرنے کی اسلام میں کوئی کاوش نہیں۔

فقہ جعفریہ کو شامل نصاب کر لیا گیا

"معارف اسلام" ایک مدت سے پنجاب یونیورسٹی کے ارباب اختیار سے استدعا کرتا رہا ہے کہ وہ مصر کی جامعہ ازہر اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی طرح فقہ جعفریہ کو اپنے نصاب میں داخل کرے۔ تاکہ ملک میں علوم آل محمدؐ کی زیادہ اشاعت ہو سکے اور یونیورسٹی کے شیعہ متعلمین بھی اس سے کما حقہٗ استفادہ کر سکیں۔ گذشتہ دنوں انجمن حمایت اہلبیت کے صدر کی جانب سے بھی اس جائز اور معقول مطالبہ کا اعادہ ہوا۔ جو معارف اسلام میں بھی شائع کیا گیا ہے — سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری آواز صدا بصحرا ثابت

نہیں ہوئی - اور شیعہ مسلم حلقوں میں یہ خبر خوشی کے ساتھ سنی جائے گی - کہ پنجاب یونیورسٹی کے اسلامک اسٹڈیز نے اعلان کیا ہے کہ فقہ جعفریہ کو ایم - اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کر دیا ہے --- ہم جناب چانسلر صاحب پنجاب یونیورسٹی کے بیحد ممنون ہیں کہ انہوں نے ہمارے جذبات کا قدر کر کے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا -

مرکزی و صوبائی اسمبلی میں شیعہ نمائندگی کا فقدان !

قیام پاکستان کی تاریخ کوئی ایسی پرانی نہیں کہ اسے " تقویم پارینہ " کی حیثیت سے دیکھا جائے - اور اس کے حالات و شواہد کو نظر انداز کر دیا جائے - وطن عزیز کی یہ مختصر تاریخ ابھی جشن حیات کی پندرہ بہاریں دیکھ پائی ہے - اس کے ورق الٹنے سے ہر بالغ نظر بخوبی سمجھ سکتا ہے - کہ پاکستان کے بانی حضرت قائد اعظم محمد علی جناح اور ان کے معاون خاص شہید ملت نواب زادہ لیاقت علی خان ملت جعفریہ سے مضبوط تعلق رکھتے تھے - علاوہ بریں مفکر پاکستان علامہ اقبال بھی نیم شیعہ یا کم از کم " تفضیلی شیعہ " ضرور تھے - حکیم الامت اپنے ایک شعر میں خود فرماتے ہیں :- ؎

ہے اس کی طبیعت میں تشیّع بھی ذرا سا
تفضیل علی ہم نے سنی اس کی زبانی

لیکن کسقدر تعجب و تاسف کا مقام ہے کہ جس پاکستان کو شیعہ اکابر نے قائم کیا تھا - اور جس پاکستان کے حصول کے لئے جعفری راہنماؤں نے انگریز اور ہندو سے نبرد آزمائی کی تھی - آج اسی پاکستان میں شیعہ حقوق کو نظر انداز کیا جا رہا ہے - اور مذہب - سیاست - ثقافت اور تعلیم وغیرہ کے سرکاری اداروں میں شیعہ نمائندوں کو ہنوز منتخب نہیں کیا گیا ہے - حد یہ ہے کہ مرکزی و صوبائی اسمبلیوں کے حالیہ انتخابات کے بعد جو وزارتیں تشکیل دی گئی ہیں - ان دونوں میں کسی اثنا عشری کو وزیر نہیں چنا گیا - اور مرکز و صوبہ میں کسی شیعہ کو نمائندگی کا حق نہیں دیا گیا - حالانکہ گذشتہ انتخابات میں مرکز و صوبہ میں شیعہ وزیر لئے جاتے رہے ہیں -

اس جائز مطالبہ کے لئے شیعہ پریس اور شیعہ اداروں نے کئی بار حکومت کو متوجہ کیا ہے - صدر مملکت اور گورنروں کو توجہ دلائی ہے --- لیکن ہنوز روز اول ہے - ابھی چند ہی روز ہوئے ہیں - ادارہ " تحفظ حقوق شیعہ " پاکستان کی کونسل نے ۲۸ جون ۱۹۶۲ء کے اجلاس منعقدہ لاہور میں ایک قرارداد کے ذریعہ شیعہ نمائندگی کا پھر پر زور مطالبہ کیا ہے اور ہر جگہ ملک کی شیعی جماعتوں نے بھی اس مطالبہ کو دہرایا ہے لیکن :- افسوس ! تا حال نتیجہ گول مول نظر آ رہا ہے -

وطن عزیز کی گذشتہ روایات کو سامنے رکھا جائے تو یہ راز بے نقاب ہو کر رہیگا - کہ پاکستان کا

...استحکام، تحفظ و بقا میں شیعہ افراد دیگر مکاتب فکر سے کسی عنوان پیچھے نہیں رہے بلکہ بعض حالات میں وہ دوسروں سے پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے۔ کہ جب تک وزارتوں میں ...نمائندوں کے ساتھ شیعہ نمائندے شریک ہوکر شانہ بشانہ کام نہ کریں گے۔ اس وقت تک ملک کے سیاسی، قومی اور ثقافتی امور کی تکمیل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ پاکستان کی یہی وہ دو سب سے بڑی جماعتیں ہیں۔ جو متفقہ اور مشترکہ طور پر امور مملکت کو سر انجام دے سکتیں اور پاکستان کے ہر شعبہ کے مفاد پر نظر رکھ سکتی ہیں۔ پس ہم حکومت سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حسب روایات سابقہ اس مرتبہ بھی شیعہ جذبات کا احترام کرتے ہوئے اِس اہم مطالبہ کو قبولیت کا لباس پہنائے گی۔

معارفِ اسلام انگریزی پبلیکیشن فنڈ اور آپ کے فرائض

ضرورت وقت کی مناسبت سے اس کے لئے بار بار اعلان کیا جا رہا ہے۔ منتظمین ادارہ اس کے لئے اپنی اپنی کوششیں فی سبیل اللہ صرف کر رہے ہیں۔ دلچسپی لینے والے حضرات اِن کا ہاتھ بٹائیں اور جنرل سیکرٹری صاحب ادارہ سے خط و کتابت کریں۔ قوی امید ہے کہ سال رواں کے اندر اندر انگریزی ماہنامہ منظر عام پر آجائے گا۔ قوم کے ہمدرد اور کتاب اللہ و عترت کے دلدادہ فنڈ کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو یقین ہے کہ ادارہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ انشاءاللہ آپ بھی انگریزی پبلیکیشن فنڈ میں اضافہ کرنے کے لئے فوری توجہ دیں۔ اس طرح کہ:۔

(۱) عطیہ خصوصی مبلغ یکصد روپیہ یا زائد ارسال فرماکر معارف اسلام کا عطیہ کارڈ حاصل کریں۔

(۲) یا جسقدر کم یا زیادہ رقم بحسب استطاعت اس فنڈ میں ادا فرمادیں۔

(۳) اپنا نام انگریزی ماہنامہ کے خریداروں میں درج کرائیں اور بدل اشتراک صرف چھ روپے جمع کرا چھوڑیں۔

(۴) دیگر حضرات تک یہ ماہنامہ پہنچائیں اور ان کا نام بھی خریداروں میں درج کرائیں۔

(۵) اسلام یعنی تعلیمات محمد و آل محمد کے سلسلہ میں معیاری مضامین تحقیقات اور قابل اشاعت مسودات ارسال فرمادیں۔

"انگریزی پبلیکیشن فنڈ" کی رفتار ترقی اس شمارہ میں اطلاعات کے کالموں میں درج ہے۔ ضرورت ہے کہ قوم کے سربرآوردہ حضرات اور انگریزی دینی ماہنامہ کی ضرورت کو تسلیم کرنے والے جلد از جلد اس فنڈ کی طرف توجہ فرمادیں تاکہ یہ کمی جو مدت سے محسوس کی جارہی ہے، پوری ہو سکے۔ انگریزی پبلیکیشن کی مکمل ملکیت ادارہ معارف اسلام کی ہوگی۔ کسی فرد واحد یا جماعت سے تعلق نہ ہوگا (ادارہ)

امیر المومنین علیہ السلام کی وصیت، جو تمام بنی نوع انسان کے لئے درس عبرت ہے

دعا کی قبولیت میں تاخیر کے وجوہ

(قسط — چہارم)

دنیاوی آرزوؤں اور آخرت کا بیان

بزبان امیر المومنین علیہ السلام

فلا يقنطنك إبطاء إجابته فإن العطية على قدر النية، وربما أخرت عنك الإجابة ليكون ذلك أعظم لأجر السائل وأجزل لعطاء الآمل، وربما سألت الشيء فلا تؤتاه، وأوتيت خيراً منه عاجلاً أو آجلاً، أو صرف عنك لما هو خير لك، فلرب أمر قد طلبته فيه هلاك دينك لو أوتيته. فلتكن مسألتك فيما يبقى لك جماله وينفى عنك وباله. فالمال لا يبقى لك ولا تبقى له۔

ہاں! بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو، تو اس سے نا امید نہ ہو۔ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر ہوتی ہے کہ سائل کے اجر میں اور اضافہ ہو۔ امیدوار کو عطئے زیادہ ملیں۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو۔ وہ حاصل نہیں ہوتی۔ مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیز تمہیں مل جاتی ہے۔ یا تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیش نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ کبھی تم ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دے دی جائیں تو تمہارا دین تباہ ہو جائے۔ لہٰذا تمہیں ایسی ہی چیزیں طلب کرنا چاہئیں، جن کا جمال پائیدار ہو، اور جس کا وبال تمہارے سر پر پڑنے والا نہ ہو۔ رہا دنیا کا مال تو نہ یہ تمہارے لئے رہے گا اور نہ تم اس کے لئے رہو گے۔

واعلم أنك إنما خلقت للآخرة لا للدنيا، وللفناء لا للبقاء، وللموت لا للحياة، وأنك في منزل قلعة ودار بلغة وطريق إلى الآخرة، وأنك طريد الموت الذي لا ينجو منه هاربه ولا بد أنه مدركه، فكن منه على حذر أن يدركك وأنت على حال سيئة قد كنت تحدث نفسك منها

یاد رکھو کہ تم آخرت کے لئے پیدا ہوئے ہو نہ کہ دنیا کے لئے، فنا کے لئے خلق ہوئے ہو، نہ بقا کے لئے۔ موت کے لئے بنے ہو، نہ کہ حیات کے لئے۔ تم ایک ایسی منزل میں ہو، جس کا کوئی ٹھیک نہیں اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مہیا کرنے کے لئے ہے۔ صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے۔ تم وہ ہو جس کا موت پیچھا کئے ہوئے ہے۔ جس سے بھاگنے والا چھٹکارا نہیں پاتا ہے۔ کتنا ہی کوئی چاہے اس کے ہاتھ سے نکل نہیں سکتا۔ اور وہ بہر حال

بالتوبة فيحول بينك وبين ذالك فاذا انت قد اهلكت نفسك -

يا بني اكثر من ذكر الموت وذكر ما تهجم عليه وتفضي بعد الموت اليه حتى ياتيك وقد اخذت منه حذرك ، وشددت له ازرك ولا ياتيك بغتة فيبهرك - و اياك ان تغتر بما ترى من اخلاد اهل الدنيا اليها ، وتكالبهم عليها ، فقد نبأك الله عنها ونعت لك نفسها وتكشفت لك عن مساويها ، فانما اهلها كلاب عاوية ، وسباع ضارية يهر بعضها بعضا ويأكل عزيزها ذليلها ويقهر كبيرها صغيرها نعم معقلة واخرى مهملة قد اضلت عقولها وركبت مجهولها سروح عاهة بواد وعث - ليس لها راع يقيمها ولا مقيم يسيمها سلكت بهم الدنيا طريق العمى ، واخذت بابصارهم عن منار الهدى ، فتاهوا في حيرتها وغرقوا في نعمتها ، واتخذوها ربا فلعبت بهم ولعبوا بها ونسوا ما وراءها -

اسے پالیتی ہے۔ لہٰذا ڈرو اس سے کہ موت تمہیں ایسے گناہوں کے عالم میں آجائے جن سے توبہ کے خیالات دل میں لاتے تھے مگر وہ تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل ہو جائیں۔ ایسا ہوا تو سمجھو کہ تم نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔

اے فرزند موت کو اور اس منزل کو جس پر تمہیں اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے۔ ہر وقت یاد رکھنا تاکہ جب وہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سروسامان مکمل کر کے اور اس کے لئے اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو۔ اور وہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تمہیں بے دست و پا کر دے۔ خبردار! دنیا داروں کی دنیا پرستی اور اس کی حرص و طمع جو تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ تمہیں فریب نہ دے۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے۔ اور دنیا نے خود بھی اپنی حقیقت واضح کر دی ہے۔ اور اپنی برائیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ یہ اس (دنیا) کے گرویدہ بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے پر غراتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے۔ اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے۔ ان میں کچھ چوپائے کھلے ہوئے اور کچھ بندھے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں۔ اور ان جانے راستوں پر سوار ہو لئے ہیں۔ یہ دشوار گذار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھٹے ہوئے ہیں۔ اور نہ ان کا کوئی نگہبان ہے جو ان کی دکھوالی کرے۔ نہ کوئی چرواہا ہے جو انہیں چرائے۔ دنیا نے ان کو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے۔ اور ہدایت کے مینار سے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں۔ اور اسے ہی اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ دنیا ان سے کھیل رہی ہے اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں۔ اور اس سے آگے کی منزل کو بھولے ہوئے ہیں۔

رُوَيْداً يُسْفِرُ الظَّلَامُ، كَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ - يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ - وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَإِنَّهُ يُسَارُ بِهِ وَإِنْ كَانَ وَاقِفاً وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَإِنْ كَانَ مُقِيماً وَادِعاً وَاعْلَمْ يَقِيناً أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمَلَكَ وَلَنْ تَعْدُوَ أَجَلَكَ وَأَنَّكَ فِي سَبِيلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ، وَأَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ فَإِنَّهُ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرَبٍ فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ وَلَا كُلُّ مُجْمِلٍ بِمَحْرُومٍ وَأَكْرِمْ نَفْسَكَ عَنْ كُلِّ دَنِيَّةٍ وَإِنْ سَاقَتْكَ إِلَى الرَّغَائِبِ فَإِنَّكَ لَنْ تَعْتَاضَ بِمَا تَبْذُلُ مِنْ نَفْسِكَ عِوَضاً وَلَا تَكُنْ عَبْدَ غَيْرِكَ قَدْ جَعَلَكَ اللهُ حُرّاً - وَمَا خَيْرُ خَيْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِشَرٍّ وَيُسْرٍ لَا يُنَالُ إِلَّا بِعُسْرٍ -

(نہج البلاغہ جلد سوم)

ٹھہرو! اندھیرا چھٹنے دو۔ گویا ابھی میدان حشر میں سواریاں اتری پڑی ہیں۔ تیز قدم چلنے والوں کے لئے وہ وقت دور نہیں کہ اپنے قافلے سے مل جائیں۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب پر سوار رہے وہ اگرچہ ٹھہرا ہوا ہے مگر حقیقت میں چل رہا ہے۔ اور اگرچہ ایک جگہ پر قیام کئے ہوئے ہے مگر مسافت طے کئے جا رہا ہے۔ اور یقین کے ساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا نہیں کر سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو۔ لہذا طلب میں نرم رفتاری اور کسب معاش میں میانہ روی سے کام لو۔ کیونکہ اکثر طلب کا نتیجہ مال گنوانا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ رزق کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو۔ اور کد و کاوش میں اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔ ہر ذلت سے اپنے نفس کو بلند تر سمجھو۔ اگرچہ وہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمہیں پہنچا دے۔ کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھو دو گے اس کا کوئی بدل حاصل نہ کر سکو گے۔ دوسروں کے غلام نہ بن جاؤ۔ جبکہ اللہ نے تمہیں آزاد بنایا ہے۔ اس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو برائی کے ذریعہ حاصل ہو۔ اور اس آرام و آسائش میں کوئی بہتری نہیں جس کے لئے (ذلت کی) دشواریاں جھیلنا پڑیں۔

(ترجمہ) مفتی سید جعفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ



از مصور جذبات حضرت نوؔر لدھیانوی مدظلہ

فرزند رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے تمام جاں نثار اور وفادار اصحاب سرفروش عزیز جانباز اقربا جب یوم عاشور کربلا کے میدان میں شہید ہو چکے تو لشکر یزیدی نے اہل حرم کو اسیر کیا۔ لٹا ہوا قافلہ کشاں کشاں دربار یزید لعین میں پہنچا اور یزید پلید بن معاویہ نے اپنی فتح و نصرت پر فخر و مباہات کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے مخاطب ہو کر تحقیر آمیز جذبے کا اظہار کیا۔ اسوقت سیدہ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ اپنی حقیقت، اثرات اور بے پناہ دلگدازی کی حیثیت سے رہتی دنیا تک یادگار رہے گا

دُعا

الٰہی تو ہے سمیع و بصیر، ربّ قدیر — ترے حبیب کو کہتے ہیں سب بشیر و نذیر
طفیل تشنگی و خون اصغر بے شیر — الٰہی کوئی نہ غم دے بجز غم شبیر

الٰہی جملہ مقاصد حصول ہو جائیں
یہ چند اشک کے قطرے قبول ہو جائیں

واقعات:

لکھا ہے جب نہ رہا کوئی شاہ کا غمخوار — شہید ہو چکے عباسؑ و اکبرؑ جرار
بہایا جا چکا جب خون سیّد ابرار — رہا جو باقی تو بس ایک عابدؑ بیمار
جو باغ زہرا کی تاراج سب بہار ہوئی — زمین خون شہیداں سے لالہ زار ہوئی

نہ شرم تھی، نہ حیا دشمنوں، لعینوں کو
نہ خوفِ بخشش پاک تھا، کمینوں کو
کیا ہے چاک نبیؐ و علیؑ کے سینوں کو
ڈبو دیا تھا خشکی میں، اسلام کے سفینوں کو
اسیر ہو کے حرم، ارضِ شام میں پہنچے
وہ خاص بندے تھے، دربارِ عام میں پہنچے

دربارِ یزید لعین:

کسی لعین کو بھی خوفِ خدا نہ تھا زنہار
نہ شرمسار تھا کوئی، نہ منفعل بدکار
سجا ہوا تھا یزیدِ پلید کا دربار
تمام بادۂ عیش و طرب سے تھے سرشار
شرابِ ناب کے ساغر لنڈھائے جاتے تھے
ترانے عیش و مسرت کے گائے جاتے تھے

ہر ایک سمت ہی برپا تھا، شورِ نائو نوش
جو کوئی جام بکف تھا، تو کوئی مینا بدوش
کسی کو تھی نہ خبر پاؤں کی، نہ سر کا ہوش
غرض دکھاتے تھے سب اپنا اپنا جوش و خروش
جفا شعار تھے، رسم وفا کو بھولے ہوئے
خدا کو بھولے ہوئے مصطفٰےؐ کو بھولے ہوئے

ہوا یہ حکمِ یزید، آئیں یوں تمام اسیر
گلے میں طوقِ اسیری ہو، پاؤں میں زنجیر
مرے حضور میں حاضر کرو، سرِ شبیرؑ
اسے بھی لاؤ، کہ جو ہے حسینؑ کی ہمشیر
کہا لعین نے تاخیر ہے، گراں مجھ کو
سناؤ ذبحِ حسینؑ کی داستاں مجھ کو

یہ حکم سنتے ہی شمرِ لعین و بد کردار
سجا کے خنجرِ فولاد و نیزہ و تلوار
لگا کے طشتِ طلا میں، سرِ شہِ ابرار
ہوا کمال تکبر سے حاضرِ دربار
کہا کہ گلشنِ حیدرؑ، اُجاڑ آیا ہوں
میں آج نخلِ امامت اکھاڑ آیا ہوں

یزید کی لاف و گزاف:

ذرا یزید نہ ڈرا قہرِ ربِّ اکبر سے
نہ شرم کھائی ستمگار نے پیمبرؐ سے
بڑھے غرور، بڑے نخوت، تکبر سے
خطاب کر کے کہا، یہ امامؑ کے سر سے
حسینؑ، آج کہاں ہے وہ آرزو تیری
کدھر گئی، وہ خلافت کی آرزو تیری
خموش کیوں ہے کچھ احوالِ دل سنا تو سہی
مرے سوال کا لب پر جواب لا تو سہی

کدھر ہے رعب شجاعت ذرا دکھا تو سہی — کہاں گئی وہ تری سرکشی، بتا تو سہی
یہی وہ سر ہے، جنوں جس میں تھا خلافت کا
یہی امام، تھا منکر، ہماری بیعت کا
جو آج اپنے بزرگوں کو دیکھ پاتا میں — تو اپنی نصرت کامل انھیں دکھاتا میں
بہادری و شجاعت کی داد پاتا میں — کمال فخر و مباہات سے سناتا میں
حنین و بدر کا بدلہ جو تھا، لیا میں نے
یہ ایک فرض تھا جس کو ادا کیا میں نے

خطبۂ سیّدہ

یہ سن کے حضرت زینبؑ نے خطبہ فرمایا — کہ جس سے قصر یزید پلید تھرایا
ہر اہل بزم ستمگار سخت گھبرایا — اور ایک یاس کا عالم ہر ایک پر چھایا
وہ دیکھنے میں تو آتش تھے، برق تھے سارے
پر آب شرم و خجالت میں، غرق تھے سارے
کہا حضرت زینبؑ نے اے یزید لعیں — سمجھتا ہے، کہ نہ ہم کو اماں ملے گی کہیں
فراخ ماں ہی نہیں، بلکہ تجھ کو ہے یہ یقیں — کہ ہم پہ تو نے کیے تنگ آسمان و زمیں
مگر یہ یاد رہے، ہم پھلیں گے، پھولیں گے
خدا کے بندے ترے نام تک کو بھولیں گے
اگرچہ عزت و عظمت ہوئی ہے تجھے حاصل — اگرچہ شوکت و رفعت ہوئی ہے تجھے حاصل
گرچہ حشمت و دولت ہوئی ہے تجھے حاصل — یہ تاج و تخت و حکومت ہوئی ہے تجھے حاصل
خدا کا خوف، مگر دل سے اپنے دور نہ کر
یہ عزت عارضی عزت ہے یوں غرور نہ کر
عبث ہے فخر تجھے اپنے کفر پر نادان — عبث بزرگوں کو اپنے پکارتا ہے یہاں
عبث دکھاتا ہے لاف و گزاف او شیطان — یہ یاد رکھ کہ ملے گی کہیں نہ تجھ کو اماں
خدا کے قہر کا جب آسمان ٹوٹے گا
ترا طلسم خیال و گمان ٹوٹے گا
ہم، اور ظلم یہ ہم پر روا، تعجب ہے — ہم اہلبیت نبیؐ پر جفا، تعجب ہے
حسینؑ ذبح ہوئے، گھر لٹا، تعجب ہے — ہمیں پھرایا گیا بے ردا، تعجب ہے
روا جو ظلم کئے ہیں، نہ تھا روا تجھ کو

ہر ستم تجھے سزاوار، ناسزا تجھ کو

ہماری عزت و عظمت گھٹا نہیں سکتا ہماری شان کو دھبہ لگا نہیں سکتا
ہمارا نام تو ہرگز مٹا نہیں سکتا ہماری یاد، دلوں سے بھلا نہیں سکتا
نبی کی آل ہیں، مقبول کبریا ہم ہیں
جہاں کو فخر ہے جن پر، وہ پارسا ہم ہیں

جواب جس کا نہیں کوئی وہ سوال ہیں ہم ہماری شان ہے بے مثل، بے مثال ہیں ہم
جنہیں زوال نہ آئے، وہ باکمال ہیں ہم کہ برگزیدہ درگاہ ذوالجلال ہیں ہم
ہمیں ہیں، جن کا ملک احترام کرتے ہیں
ہمیں ہیں، جن کو فرشتے سلام کرتے ہیں

خدا گواہ، کہ ہم منبع ہدایت ہیں ہم اصل دین ہیں، ہم مخزن کرامت ہیں
ہمیں تو راہبر منزل طریقت ہیں ہمیں تو زیب وہ مسند حقیقت ہیں
ہمارے خون نے اسلام کر دیا زندہ
خدا و رسول کا پھر نام کر دیا زندہ

ہمیں ہے فخر، کہ اولاد فاطمہ ہم ہیں ہمیں ہے فخر، کہ دنیا کے رہنما ہم ہیں
ہمیں ہے فخر، کہ محبوب کبریا ہم ہیں ہمیں ہے فخر، کہ مودۃ و القربیٰ ہم ہیں
ہمیں ہے فخر، کہ اولاد بوتراب ہیں ہم
غروب جو نہیں ہوتا، وہ آفتاب ہیں ہم

نبی کا آہ مرقع مٹا دیا تو نے! مثال جس کی نہیں، ظلم وہ کیا تو نے
سیاہ نامہ اعمال کر دیا تو نے! یہ جام موت پلایا نہیں، پیا تو نے
ستم شعار تو صد مرکز تو ستم ہے
یزید! تیرے لئے دائمی جہنم ہے

خدا کے سامنے کس طرح جائے گا ظالم رسول پاک کو کیا منہ دکھائے گا ظالم
کہاں حسینؑ کے خوں کو چھپائے گا ظالم یہ داغ تجھ سے مٹایا نہ جائے گا ظالم
قریب ہے ترے مکافات وہ دن قیامت کا
پڑے گا تیرے گلے میں جو طوق لعنت کا

حرف آخر:

مری دعا ہے، کہ اے قوم جنت آباد رہو جو تم کو الفت آل نبی میسر ہو

غمِ زمانہ رہے، اور نہ فکرِ محشر ہو لبوں پہ نامِ نبیؐ ہو، زباں پہ حیدرؑ ہو
مکیں رہیں مرے دل کے مکاں میں پانچوں تن
محمدؐ است و علیؑ، فاطمہؑ، حسینؑ و حسنؑ

کیا نمازِ شاہ تھی ارکانِ ایمانی کیساتھ

از شاعرِ نو سید پرویز علی جعفری - دوحہ قطر

...س قبولِ خاطر ہو گئے لعلِ اطہر کو سلام
جس کا سر نیزے پہ تھا تفسیرِ قرآنی کے ساتھ

...و فشاں دینِ محمدؐ کر دیا زہراؑ کے لال
مدح تیری کیا لکھوں میں اس قلم کانی کے ساتھ

...س کے غمزادے بن بیٹھے امیر المومنین
مسلکِ ہندہ بھی ہے ایمانِ سفیانی کے ساتھ

...سر فنا نے روزِ طوفاں ہاتھ چھوڑا نوحؑ کا
کھا رہے ہیں تیر اصغرؑ ضبطِ طولانی کے ساتھ

...ب یوسفؑ کے لئے روئی نبوت سالہا
بیسیوں یوسف دئے ہیں خندہ پیشانی کے ساتھ

...ک دم باندھی خلیلِ حق نے پٹی آنکھ پر
تڑپ اکبرؑ دیکھ لی یاں شکرِ ربانی کے ساتھ

...رونے عیسیٰؑ دیکھ منظر صلیب و مرگ کا
یاں ہیں خنداں موت پر آیاتِ قرآنی کے ساتھ

...ہا اسے سجدہ کروں یا یہ مجھے سجدہ کرے
سوچتی تھی یہ نمازِ حق پریشانی کے ساتھ

...نغمہ زمزم سنانے والے رک جا ایک پل
دیکھنے دے کیا ہوا اصغرؑ کی نادانی کے ساتھ

...یں تو شبیرِ خدا، کٹ جائیں تو ذبحِ عظیم
کونسی خوبی نہیں ان میں فراوانی کے ساتھ

...سجدہ کو فرشتے کرتا بہ خاکِ کربلا
سیکڑوں سجدے ہیں پیدا نورِ ایمانی کے ساتھ

...احمدؐ، جوشِ حیدرؑ، ضبطِ زہراؑ در رکوع
پنجتن مشغولِ جنگ ہیں غیظِ سلطانی کے ساتھ

...کرب و بلا پرویز اور کا فقد قلم
چھوڑیے، خنجر اٹھا، لکھ خونِ جسمانی کے ساتھ

نازِ سجدہ و رکوع کرتے ہیں باہم اب تلک
کیا نمازِ شاہ تھی ارکانِ ایمانی کے ساتھ

استادِ فکر و فن کی سخن پروری پہ ناز

جذباتِ افسر الشعرا آقائے مرزا باقر علی صاحب افسر۔ بی۔ اے

افسر منزل۔ تحریاش روڈ لاہور

۳۰ جون ۱۹۶۲ء

جنابِ مستطاب المعظم حضرت شیخ غیاث الدین صاحب مدظلہ،

بعد از تقدیم سلام و نیاز آنکہ۔ انشاء اللہ العزیز مزاج اقدس قرینِ صحت و استقامت ہوگا۔ ثانیاً آنکہ مجلہ شریفہ معارف اسلام کا "شہید نینوا نمبر" وارد ہوا۔ ماشاء اللہ صحیفہ مذکورہ تمام محاسن صوری و معنوی سے آراستہ اور ابلاغ و نشر و اشاعت تعلیمات آئمہ علیہم السلام سے پیراستہ ہے یہ سب آنجناب کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ دوران حال میں فی الحقیقت ایسے معارف و علوم اہلبیت کی توشیع و توسیع کی از حد ضرورت ہے پروردگار عالم جناب والا کے تبلیغی عزائم میں المضاعف استقامت فرماتا رہے اور جناب کو مع جمیع ارکان دفتر معارف اسلام کے ماورانِ حسین علیہ السلام سے محشور فرمائے۔ بندہ آنجناب کی توجہ خاص کا مشکور ہے کہ حقیر کے ناچیز کلام کو قابلِ التفات سمجھا۔ میں بالخصوص عالیجناب مستطاب اجل اشرف اکرم حضرت سید پاک نہاد و منظلہ العالی کی نظرِ مرحمت شیم کا سپاس گذار ہوں وہ حضرت معنوی الیہ نے بہ تبائے "آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند" زمین ناز کی خاک کو کیمیا بنا دیا اور اپنے کلام بلاغت نظام سے چار چاند لگا دیئے۔ اُن کی بارگاہ میں تحفۂ نیاز مندی پیش کرتے ہوئے اپنے جذبات قلبی کو یوں تحریر کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف :-

---

ذروں کو مہر کی ہو ضیا گستری پہ ناز
لعل و گہر کو ہو نگہ جوہری پہ ناز

گردوں کو فخر خاورِ روشن جمال پر
یا کہکشاں کو ہو روشِ نقرئی پہ ناز

بزمِ فلک کو عقدِ ثریا کی زیب پر
ہوتا رہے اگرچہ مہ و مشتری پہ ناز

نازش مجھے ہے سیدِ نیک نہاد پر
استادِ فکر و فن کی سخن پروری پہ ناز

یوں سیدِ شبابِ جناں کی لکھی ہے مدح
رضواں کو ملکِ نظم کی ہے برتری پہ ناز

اس التفاتِ خاص پہ مشکور ہے فقیر — سادات پاک کی ہے جسے رہبری پہ ناز
خالی دماغ فکر سے اور طبع نارسا — عجز آشنائے فکر کو ہے عاجزی پہ ناز
لایا ہوں بہرِ قدر یہ گلدستۂ نیاز — جس کے ہر ایک پھول کو ہے تازگی پہ ناز

کیا مدح اس کی ہو جو سمجھ میں نہ آسکے
میں بندۂ علی ہوں مجھے ہے اسی پہ ناز

مزید خدمات لائقہ سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام — الاحقر
نیازکیش :— مرزا باقر علی افسر

جواب سیدِ پاکنہاد آقائے الف شاہ صاحب مدظلہٗ

آقائے سید الف شاہ صاحب پاکنہاد رقمطراز ہیں :— "شہید نینوا نمبر کے دونوں حصے میری نظر سے گذرے۔ جناب مستطاب اجل آقائے گرامی مرزا باقر علی صاحب افسر نے ابرِ نیساں کی صورت میں ظاہر ہو کر جس انداز سے مجھ جیسے ایک درویش بوریا نشین کے اوپر مدیح گوہر افشانی کی ہے، میں اس کا شکریہ الفاظ میں ادا نہیں کر سکتا۔ البتہ آقائے افسر کی نجابتِ فطری کا یہی تقاضا تھا۔ ورنہ خرمہرہ کجا و دُرِ خوشاب کجا۔ میں صمیم قلب سے آقائے افسر کے لطف و کرم کا تشکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے سطور بالا لکھتے ہوئے طبیعت نے چار مصرعے موزوں کر دیئے :—

گوہر کو گوہری کی ہو دانش وری پہ ناز ، انعام قدر دانی خوشی باطنی پہ ناز
دنیا و دیں میں شاد رہے باقرِ عزیز ، سید کو اس کی شاعری و افسری پہ ناز
(سید پاکنہاد)

خاصانِ حق کو مصلحتِ ایزدی پہ ناز

آقائے شاہ صاحب رقمطراز ہیں :—
"میں نے اپنی نظم دیکھی۔ چونکہ جلدی میں لکھی گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ یہ شعر :—
عرش و بہشت شمس و قمر ، جملہ کائنات ، ہر ایک کو وجودِ نبی و علی پہ ناز
اصل مقصود کو واضح کرنے سے قاصر رہا ہے اور "المعنی فی بطن الشاعر" کی معروف

مثل کے مصداق ابھی تشنۂ توضیح ہے۔ الحمد للہ کہ رحمتِ واسعۂ خداوندی سے چند دنوں میں ہی میری بے چینی دور کر دی" ملاحظہ فرمائیں شعر ۳، ۴، ۵ و ۶ جو نظم میں وضاحت کے لئے اضافہ کئے گئے ہیں۔ یہ معرفت آموز نظم اب مکمل طور پر شائع کی جاتی ہے۔ (غیاث الدین)

خالق کو اپنے علم کی برجستگی پہ ناز — یعنی رسولؐ خاتم و آلِ نبیؐ پہ ناز

صدہا برس رہے وہ پہ تسبیح و ذکرِ حق — ہوتا نہ کیوں خدا کو بھی اس بندگی پہ ناز

اشباح تھے ڈھلے ہوئے سانچوں میں نور کے — اشباح کو بھی نور کی ضو گستری پہ ناز

عرشِ عظیم نورِ محمدؐ سے مستنیر — نورِ ملائکہ کو علیؑ ولی پہ ناز

شمس و قمر کو نورِ حسنؑ سے ملی ضیا — ارض و سما کو فاطمہؑ بنتِ نبیؐ پہ ناز

جنات و حورعین کے نورِ وجود کو — نورِ امام حسینؑ صبور و جری پہ ناز

عرش و بہشت، شمس و قمر جملہ کائنات — ہر ایک کو محمدؐ و آلِ نبیؐ پہ ناز

احمدؐ کو مہرِ ختمِ نبوت ہوئی عطا — حضرتؐ کو اس مقام کی شائستگی پہ ناز

آلِ نبیؐ امامتِ کبریٰ پہ سرفراز — فی الجملہ مومنوں کو علیؑ وصی پہ ناز

دنیا میں آئے خاتمِ کل انبیا ہوئے — کون و مکاں کو شاہ کی شاہنشہی پہ ناز

ارشادِ حق ہوا کہ محمدؐ مرادؐ ہے — حسن و جمالِ یار کو جلوہ گری پہ ناز

قرآں نے ذکر کر دیا ذبحِ عظیمؑ کا — احمدؐ کو بھی حسینؑ کی مردانگی پہ ناز

اہلِ جفا سمجھے نہیں اہلبیتؑ کو — کرتے وگرنہ کیوں نہ وہ آلِ نبیؐ پہ ناز

صلوات ہر نماز میں وہ بھیجنے کے بعد — کرتے ہیں اہلبیتؑ کی بے حرمتی پہ ناز

قتلِ حسینؑ کہتے ہیں کارِ ثواب ہے — ان مفتیوں کو سیم و زرِ خسروی پہ ناز

طاعت ہے اہلبیتؑ کی طاعت رسولؐ کی — ہر متقی کو طاعتِ نفسِ نبیؐ پہ ناز

دنیا ہے پیرہ زال نہ دو دل کبھی اسے — دنیا ہے رفتنی، نہ کرو رفتنی پہ ناز

ہے کربلا میں کفر کو کثرت پہ افتخار — وحدت کو مومنوں کی ہے دلبستگی پہ ناز

دو دیدۂ امام حلقہ زنانِ پاک مومناں — جیسے کہ علویوں کو ہوا اعلیٰ علیؑ پہ ناز

پروانہ وار شمعِ امامت پہ جل گئے — سرور کو جاں نثاروں کی روشن دلی پہ ناز

اطفالِ خورد سال بھی میداں میں جاں بکف — کبکِ دری کی چال کو کبکِ دری پہ ناز

نکلے علیؑ بھی راہِ خدا میں جہاد کو — باقرؑ کو شیرخوار کی تشنہ لبی پہ ناز

شبیرؑ راہِ حق میں مصائب پہ خندہ زن — خاصانِ حق کو مصلحتِ ایزدی پہ ناز

بےکس ہیں محبتِ امرِ خدا سرورِ انام ؎ زینب کو اپنے بھائی کی اس بیکسی پہ ناز

چہرے پہ نورِ لامع و شدت بہ ابتلا ؎ دیدہ وروں کو شعشۂ شعبۂ الٰہی پہ ناز

دشمنوں کے پشتے دیکھ کے تسلیم ہو گئے ؎ اللہ کو رضائے امامِ رضی پہ ناز

زخموں سے چور چور شکایت مگر نہ کی ؎ ملکوتیوں کو صبر کی اس برتری پہ ناز

بیمارِ کربلا بھی رہے قید میں خموش ؎ حضرت کو طوق و سلسلۂ آہنی پہ ناز

رسوا کیا یزید کو دربارِ عام میں ؎ حورانِ خلد کو بھی ہے بنتِ علیؑ پہ ناز

ہر حزب اپنے اپنے عقیدے پہ مفتخر ؎ سیّد کو بس محمدؐ و آلِ نبیؐ پہ ناز

توضیحات: (۱) اشباح = جمع شبح بمعنی خیال۔ روح (۲) مستنیر = منور، روشن۔ اشارہ ہے بہ حدیث نبوی جو کہ انس بن مالک صحابی نے روایت کیا ہے

حدیث نبوی:- عن انس بن مالک ...... فلما اراد اللہ ان یبدء الصنعۃ فتق نوری فخلق منہ العرش فنور العرش من نوری ونوری من نور اللہ وانا افضل من العرش۔ ثم فتق نور علی فخلق منہ الملائکۃ فنور الملائکۃ من نور علی ونور علی من نور اللہ وعلی افضل من الملائکۃ۔ ثم فتق نور ابنتی فاطمۃ فخلق منہ السماوات والارض فنور السماوات والارض من نور ابنتی فاطمۃ ونور فاطمۃ من نور اللہ وفاطمۃ افضل من السماوات والارض۔ ثم فتق نور الحسن فخلق منہ الشمس والقمر فنور الشمس والقمر من نور الحسن ونور الحسن من نور اللہ والحسن افضل من الشمس والقمر۔ ثم فتق نور الحسین فخلق منہ الجنۃ والحور العین فنور الجنۃ والحور العین من نور الحسین ونور الحسین من نور اللہ والحسین افضل من الجنۃ والحور العین

ترجمہ حدیث:- انس بن مالک صحابی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ..... پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صنعت کو ظاہر فرمانا چاہا تو میرے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے عرش کو خلق فرمایا۔ پس نورِ عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور خدا کے نور سے ہے اور میں عرش سے افضل ہوں۔

پھر نورِ علی کو شق کیا تو اس سے ملائکہ کو خلق فرمایا۔ پس نورِ ملائکہ نورِ علی سے ہے اور نورِ علی نورِ خدا۔ پس علی تمام ملائکہ سے افضل۔ پھر میری بیٹی فاطمہ کے نور کو شق کیا تو اس سے زمین و آسمان خلق فرمائے۔ پس نورِ زمین و آسمان نورِ فاطمہ سے ہے اور نورِ فاطمہ نورِ اللہ ..... تو فاطمہ زمین و آسمان سے افضل ہے۔

پھر نورِ حسن کو شق کیا۔ اور اس سے شمس و قمر خلق فرمائے۔ پس نورِ آفتاب و ماہتاب نورِ حسن سے ہے اور نورِ حسن نورِ اللہ اور حسن آفتاب و ماہتاب سے افضل ہے۔

پھر نورِ حسین کو شق فرمایا اور نورِ حسین سے جنت و حورِ عین کو خلق فرمایا۔ پس نورِ جنت و حورِ عین نورِ حسین سے ہے اور نورِ حسین نورِ خدا۔ پس حسین جنت و حورِ عین سے افضل ہے۔

(۳) اشارہ ہے بہ حدیث قدسی:- "یا عبدی انت المرید وانت المراد وانت خیرتی من خلقی وعزتی وجلالی لولاک لما خلقت الافلاک" اے میرے بندے اور میرے محبوب تو ہی مرید ہے اور تو ہی مراد ہے اور تو ہی میری برگزیدہ مخلوق۔ اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے۔ اگر تو مقصود نہ ہوتا اور مجھے خلق نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

ﷺ۔ وفدیناہ بذبح عظیم :- (قرآن حکیم) حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبح عظیم سے بچ گئے۔ لیکن خداوند عزوجل دوعالم نے ذبح عظیم کے لئے سبط نبی خاتم امام حسین علیہ السلام و السلام کو انتخاب کیا۔ جب نبوت مقام ختم پر پہنچی۔ اور قرآن حکیم حضرت ختمی مرتبت پر نازل ہوا تو خالق ہستی نے اپنی کتاب میں ذبح عظیم کے نذرانے قبلے کی یاد دلائی۔ رسالتمآب نے اپنے حسین کو محبت بھری پر نم آنکھوں سے دیکھا اس کے گلے کو چوما۔ اور اپنے معبود حقیقی پر واضح کر دیا کہ ذبح عظیم کے لئے میرا نواسہ حسین حاضر ہے۔ وہ خیر الا فرزند ہے اور مجھے اس کی مردانگی اور صبر حسین پر ناز ہے کہ وہ لبیک خاطر مجبور کا اور پیاسے گلے سے کلمات بھی تیرے حضور حاضر ہوگا۔ اقسام صبر میں سے صبر حسین سب سے بالاتر ہوتا ہے۔ حتیٰ صبر جمیل سے بھی۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد۔

ﷺ شعشہ وجہ الٰہی :- اللہ تعالیٰ کے چہرے کے نور کی چمک دمک۔ نبی و امام وجہ اللہ۔ یمین اللہ۔ اذن اللہ۔ ید اللہ عز و جل فی العاشقین ہیں۔ نبی و امام بمنزلہ اعضا و جوارح رب العالمین ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان مظاہر ذات و صفات جمال اور جلال کے ذریعے ہی انصرام امور دنیا میں اپنی قدرت کاملہ کی شان عظمت دکھا رکھی ہے۔ سہ

بزم امکاں میں ید شانہ پروردگار۔ ان کے قبضہ میں مہ و خورشید و چرخ چنبری۔ (اکمل)

ﷺ۔ صبر امام حسین علیہ السلام ملاحظہ ہو۔ کمال الدین بن طلحہ شافعی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ مجھے روز عاشورا کے واقعات سے تعجب نہیں ہے۔ کیونکہ جو تب حقائق اشیاء پر اطلاع رکھتا ہے وہ صبر رکھتا ہے۔ حضرت ایوب کو نعم العبد اسی صبر کی وجہ سے کہا گیا ہے لیکن جب وقت ناموس تک نوبت پہنچی وہ بھی صبر نہیں کر سکے .... لیکن میں نے تمام کتب مقاتل کا مطالعہ و تفحص کیا ہے کسی مقام پر میں نے امام کی شکایت یا رفع مصائب کی دعا نہیں دیکھی۔ حتیٰ کہ جس وقت آپ زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے ہیں اور اہلبیت عصمت و طہارت خیموں سے سر برہنہ نکل پڑے ہیں اور آپ کے قریب آئے ہیں۔ اس وقت بھی آپ نے شکایت نہیں کی۔ حالانکہ یہ مقام ناموس تھا اور حضرت ایوب کے قصہ سے کہیں زیادہ۔ (موعظہ حسنہ علامہ شیخ عبد الحکیم)

سلام :- از سید عباس علی شاہ صاحب لاہور

عابد بیمار تو زنجیر کے قابل نہ تھے — مجرئی اہل حرم تشہیر کے قابل نہ تھے

جب چھدا حلقوم اصغر تو کہا شبیر نے — گودیا نو کے پلے یوں تیر کے قابل نہ تھے

مصحف ناطق پہ کیوں اتنا غضب جور و ستم — شافع روز جزا تعزیر کے قابل نہ تھے

برچھیاں کھا کھا کے کہتے تھے یہی انصار — فاطمہ کے لاڈلے شمشیر کے قابل نہ تھے

رو کے کہتی تھی سکینہ یوں سر دربار عام — شامیو آل نبی تحقیر کے قابل نہ تھے

کربلا کا حال کیونکر ہو رقم عباس سے
دشمنوں کے ظلم کچھ تحریر کے قابل نہ تھے

(مرثیہ)

حرملہ کے تین تیروں کی سرگذشت!

تبرکات حضرت کوثر اعلی اللہ مقامہٗ

مالکِ سلطنتِ کوفہ جو مختار ہوئے — انتقامِ شہدا لینے پہ تیار ہوئے
جتنے قاتل تھے شہِ دیں کے گرفتار ہوئے — مومنوں سے جو لڑے کوفی وہ فی النار ہوئے
اس نے چن چن کے ہر اک باغی شر کو مارا
خولی و شمر و سناں اور عمر کو مارا

ایک دن کوفہ کے بازار میں یہ شور ہوا — ہو گئی حضرت سجادؑ کی مقبول دعا
حرملہ قید ہوا شکر خداوند علا — لائے مختار کے آگے جو تھے اہلِ وفا
پوچھا کیوں عرشِ معلیٰ کو ہلایا ظالم
تیر معصوم کو کیوں تو نے لگایا ظالم

جو ستم تو نے کئے ان کا مجھے حال سنا — جوڑ کر ہاتھ یہ تب اس ستم آرا نے کہا
تیر چھ تھے مرے ترکش میں جو گھر سے میں چلا — تین تیروں سے نہ کی رن میں نشانے سے خطا
یوں مقر آلِ محمد کو رلایا میں نے
تین تیروں کو نشانے پہ لگایا میں نے

ایک تو مشک کو جب لیکے علمدار چلا — صورتِ شیر سوئے سیدِ ابرار چلا
کٹ گئے شانے جو تلوار کا اک وار چلا — مشک کو دانتوں میں پکڑے ہوئے جرار چلا
میری بیداد سے بچوں نے نہ پایا پانی
تیر اک مار کے بس میں نے گرایا پانی

دوسرے تیر کا اب حال میں کرتا ہوں بیاں — لائے اصغرؑ کو جو میداں میں شہِ ہر دو جہاں
اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اینٹھی تھی زباں — اسکو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ کیا شہ نے بیاں
تم کو خوفِ غضبِ خالقِ قہار نہیں
میں خطاوار ہوں بچہ تو خطاوار نہیں

بنتِ احمد کو نہ مدفن میں رلاؤ یارو — چھوڑ غفلت کو رہِ راست پہ آؤ یارو

میرے دکھتے ہوئے دل کو نہ ستاؤ یارو — پانی تھوڑا سا تم اصغر کو پلا دو یارو
پیاسا سب کنبہ کے ہمراہ یہ معصوم بھی ہے
یہ مسافر بھی ہے سیّد بھی ہے مظلوم بھی ہے

متوجہ نہ ہوا کوئی میان لشکر — تب کہا شاہ نے اصغر سے بادیدۂ تر
مجھ کو پانی نہیں دیتا کوئی اے نورِ نظر — گو ہے سن کم پہ ہو تم حجت خالق کے پسر
پیاس کا اپنی یقیں ان کو دلا دو پیارے
تم بھی ننھی سی زباں اپنی ہلا دو پیارے

گر ترس آئیگا ان کو کہ ہو تم تشنہ دہاں — رحم شاید انھیں آ جائے یہ مجھ کو ہے گماں
جس گھڑی شاہ نے بچے سے کیا یہ بیاں — ہم نے دیکھا کہ نکالی علی اصغر نے زباں
جتنے سردار تھے منھ اشکوں سے سب دھونے لگے
فوج میں جتنے سپاہی تھے وہ سب رونے لگے

جب بن سعد نے لشکر میں تلاطم دیکھا — آیا گھبرایا ہوا پاس حرمے اور یہ کہا
جلد کر کام تمام اس کا نہ کر دیر ذرا — میں نے اک تیر سہ پہلو جو ادھر کو چھوڑا
چھٹتے ہی تیر نے دونوں کو برابر توڑا
بازوئے شاہ گلوئے علی اصغر توڑا

جب گلوئے علی اصغر پہ پڑا سہ پر تیر — مرگیا شاہ کے ہاتھوں پہ تڑپ کر وہ صغیر
دیکھ کر چرخ کو تب پاس سے بولے شبیر — اور رو کر کہا حضرت نے کہ اے رب قدیر
نوجوانوں کا تو فدیہ ہو اکبر میرا
شیعوں کے بچوں پہ قرباں ہوا اصغر میرا

اے مسلمانو! پیمبر کے نواسے کو بچاؤ — بانو برباد ہوئی جاتی ہے ایرانیو آؤ
حبشیو فضہ کے شہزادے کو پانی پلواؤ — شامیو رحم کرو اب تو نہ سیّد کو ستاؤ
عہد کرتی ہوں یہاں، پھر نہ کبھی آؤں گی
اپنے ماں جائے کو میں لے کے نکل جاؤں گی

تیسرا تیر جو تھا اس کا سن اب حال امیر — جب گرے گھوڑے سے میداں میں جناب شبیر
کھینچ کر خنجر بیداد بڑھا شمر شریر — نکلی سر ننگے در خیمہ سے شہ کی ہمشیر
رو کے کہتی تھی کہ وہ حق کا فدائی ہے کہاں
کوئی للہ بتا دے مرا بھائی ہے کہاں

دور سے حال یہ سب دیکھ رہا تھا جو عمر   قہر کو رحم نہ آجائے سو اُس کو یہ ڈر
پاس تھا میں تو لگا کہنے یہ وہ خیرہ سر   کسی تدبیر سے اب روک اِسے دیر نہ کر
سن کے یہ تیر کو چلّے سے ملایا میں نے
اور سوئے زینبؑ دلگیر چلایا میں نے

تیر یہ شانۂ زینبؑ پہ پڑا ہائے غضب   منہ کے بل گر پڑی وہ دخترِ سلطانِ عرب
رو کے چلائی کہ بر آیا نہ میرا مطلب   بھائی صاحب نہیں آسکتی وہاں تک زینبؑ
کس طرح آپ تک آئے ہے بہت دور بہن
کس طرح تم کو بچائے کہ ہے مجبور بہن

کر چکا جب ستم اطوار بیاں سارا حال   روئے مختار بہت آنکھوں پہ رکھ کر رومال
قلب سینہ میں تڑپنے لگا صدمہ تھا کمال   اور کہا زندہ جلادو کہ یہ ہے زشت خصال
الغرض نوال کے آتش میں بدن خاک کیا
تھا تو ناپاک مگر قصّۂ تن پاک کیا

کوثر اب طول نہ دے بزم میں ہے شورِ بکا   خوب تصنیف کیا مرثیہ تو نے واللہ
ہوں پریشاں مری کل حاجتیں ہوں جلد روا   دیکھوں پھر جا کے مزارِ خلفِ شیرِ خدا
پہلے تو آکے درِ سبطِ پیمبرؐ پہ پڑھوں
بعد میں روضۂ عباسؑ دلاور پہ پڑھوں

رُباعی

(از سید عباس علی شاہ صاحب عباس)

جب لیتا ہوں میں نام شہِ حیدرؑ کرّار
دل غنچۂ تازہ کی طرح کھلتا ہے ہر بار
یہ نام علیؑ مومنو نسخہ ہے شفا کا
گر دل سے کہے اس کو شفا یاب ہو بیمار



تذکرہ امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

از- حضرت علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی مدظلہ
(صدر ادارہ)

قال عز اسمہ فی کتابہ المجید وفرقان الحمید - اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان اللعین الرجیم - بسم اللہ الرحمن الرحیم - مرج البحرین یلتقیان ٥ بینہما برزخ لا یبغیان ٥ فبای الاء ربکما تکذبان ٥ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان ٥ فبای الاء ربکما تکذبان ٥ (پ ۲۷)

خداوند عالم قرآن مجید فرقان حمید پارہ ۲۷ سورہ رحمن کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے: کہ اس نے دو دریا بہا دئے وہ باہم ملتے ہیں۔ (اور) ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتا۔ پھر تم دونوں (جن اور انسان) اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ جب ان دونوں میں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ پس تم دونوں (جن اور انسان) اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

اس آیہ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ بحرین یعنی دو دریا یا دو سمندر۔ دونوں کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔ دو دریاوں سے مراد علیؑ اور فاطمہؑ ہے۔ یہ دو بحر ملے۔ ان کے درمیان ایک برزخ ہے۔ وہ کون؟۔ ذات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اس سبب سے ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کر سکتے۔ دو سمندروں کے ملنے سے کیا پیدا ہوتا ہے۔ موتی اور مرجان۔ گویا پروردگار آیات قرآن میں ظاہر مضمون اور ادا کرتا ہے، حقیقی مطلب اور ہے۔ بحرین ایران میں ہے۔ وہاں موتی پیدا ہوتے ہیں۔ جب مادی اشیاء سے موتی پیدا ہوتے ہیں۔ تو روحانی دریاؤں کے اتصال سے کیوں نہ ہوں گے۔ تفسیر صافی ص۵۳۶ پر بحوالہ تفسیر قمی امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ علی وفاطمہ بحران عمیقان لا یبغی احدہما علی صاحبہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان قال الحسن والحسین۔
ترجمہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ علیؑ وفاطمہؑ دو عمیق بحر ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک

اپنے دوسرے رفیق پر زیادتی نہیں کرتا۔ اور یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔
تفسیر مجمع البیان میں ہے۔ عن سلمان الفارسی و سعید بن جبیر و سفیان الثوری ان البحرین علیؑ و فاطمہؑ والبرزخ محمدؐ واللؤلؤ والمرجان الحسنؑ والحسینؑ۔ (ترجمہ) حضرت سلمان فارسی، سعید بن جبیر اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ بحرین سے حضرت علیؑ ابن ابیطالب اور جناب فاطمہؑ اور برزخ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ مراد ہیں۔
غور کریں۔ جناب سیّدہ معصومہ کے خون میں یہ تاثیر ہے۔ کہ ہادیوں کا سلسلہ جاری کر دیا۔ پہلے بھی یہ سلسلہ تھا۔ لیکن جناب سیّدہ کو ایسا فخر بخشا کہ قیامت تک جو ہادی ہوں گے ان ہادیوں کے سردار امام حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کے حالات سے تو لوگ واقف ہو گئے ہیں مگر امام حسنؑ کے واقعات سے کماحقہٗ واقف نہیں ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ لوگ اب اس طرف رجوع کر رہے ہیں۔
پروردگار عالم نے رسالتمآب کے دونوں نوروں کو سیادت کبریٰ کے لئے منتخب کیا۔ اور فرمایا۔ الحسنؑ والحسینؑ سیّدا شباب اھل الجنۃ کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ جب جنت کے سردار ہیں تو دنیا کے سردار کیوں نہ ہوں گے۔ لیکن جنھوں نے ان کو سردار نہ مانا۔ ان کا قیامت کے دن ان سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ جنھوں نے دنیا میں انھیں چھوڑ کر اور سردار بنائے قیامت کو بھی وہی ان کے سردار ہوں گے۔
بہشت کے مالک یہ، حوروں کے نکاح خواں یہ، اوائے حمدان کا۔ جب دنیا میں لوگ ان کو اپنا سردار نہیں بناتے، تو قیامت کو بھی وہ ان کے سردار نہیں بنیں گے۔
تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسنؑ کی شکل وشباہت بالکل رسول اللہؐ سے ملتی جلتی تھی۔ علامہ علی متقی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ حسنؑ میں خدا نے میری ہیبت اور سرداری اور حسینؑ میں میری جرات وہمت ودیعت کی ہے (کنز العمال ج ۷، ص ۱۰۷)
امام حسنؑ کی مشابہت رسول اللہ صلعم سے اس حد تک ملتی تھی۔ کہ وفات بھی ایک ہی دن ہوئی یعنی ۲۸ صفر۔ یہ تھا اتحاد روحانی و باطنی۔
آئمہ اطہار چھوٹے اور بڑے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جناب سیّدہ فرماتی ہیں کہ جب حسنؑ پیٹ میں تھے تو مجھے ان کی آواز آتی تھی۔
جلاء العیون میں روایت ہے کہ امام حسنؑ ابھی کمسن ہی تھے۔ عمر صرف ۱۴ ماہ تھی کہ ابوسفیان در دولت پر آیا۔ اسے رسول خدا سے کچھ کام تھا۔ وہ کہنے لگا کہ دروازہ رسولؐ پر کس طرح جاؤں۔ آخر سیّدہ معصومہ کے دروازہ پر آیا۔ اور آواز دی۔ پوچھا۔ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ جواب دیا۔ ابوسفیان۔ جناب سیّدہؑ

نے فضہ کے ذریعے دریافت فرمایا - کیا کام ہے؟ - ابوسفیان نے کہا - کہ اگرچہ میں دشمنِ رسول ہوں لیکن آپ کی معرفت عقدہ کشائی کے لئے آیا ہوں - آپ کے دروازہ سے بہتر کوئی دروازہ نہیں - یہ گفتگو ہو رہی تھی - اور امام حسنؑ اس وقت فضہ کی گود میں تھے - فوراً نیچے اترے - گھٹنیوں سے چلتے باہر نکلے ابوسفیان کے گھٹنے پر کھڑے ہو گئے - داڑھی پکڑ لی اور فرمانے لگے - یا ابا سفیان قل لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اشفع لک عند جدی - کلمہ شہادت زبان پر جاری کرو - میں تمہاری سفارش اپنے جد پاک سے کروں گا - (مناقب آلِ ابی طالب ج ۴ ص ۳)

سبحان اللہ - اہلبیت نے ایسی تبلیغ کی -

ایک شخص صدقہ کی کھجوریں لایا - امام حسنؑ نے ایک دانہ منہ میں ڈال لیا - رسول پاک نے فرمایا:- کخ کخ یا بنی یا حسن اما تعلمان الصدقۃ علینا حرام - تھوکو - تھوکو - اے بیٹا حسن! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پ ۶ ص ۵۲)

علامہ قسطلانی نے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ رسولؐ نے حسنؑ کو کیوں کہا جبکہ وہ معصوم بچے تھے - اما تعلم، کیا تم نہیں جانتے؟ معصوم بچہ سے اس کی توقع نہیں ہو سکتی - پھر وہ خود ہی جواب دیتا ہے - ان حال الحسن غیر الحال غیرہ ان الحسین کان یلاحظ لوح المحفوظ فی الصبا - کہ امام حسنؑ کا حال دوسرے لوگوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا - کیونکہ وہ بچپن میں ہی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے - (احقاق الحق ص ۱۲۷ - چودہ ستارے ص ۱۱۱)

زمین کبھی امامِ وقت سے خالی نہیں رہ سکتی - ایک امام دوسرے امام کے بعد ہوتا ہے - امام حسنؑ کتنے اچھے زمانے پلے - رسول کا زمانہ - سیدہ عالم کا زمانہ - حضرت علی کا زمانہ - ان تینوں زمانوں کے بعد حسنؑ کی باری آئی -

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ:- ایک بڑھیا کا ایک ہی لڑکا تھا - وہ انتقال کر گیا وہ رات دن روتی رہتی تھی - اسی طرح بارہ دن گذر گئے - لوگوں نے کہا - تو روتی کیوں ہے - حسنؑ سے التجا کر - اس بڑھیا نے امام حسنؑ سے التجا کی - آپ کو رحم آگیا - اسی وقت قبر پر تشریف لے گئے - حضرت عیسیٰ کی طرح "قم باذن اللہ" نہیں کہا - بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر قبر پر ٹھوکر ماری - مردہ کفن پہنے باہر نکل آیا - اور کہنے لگا - السلام علیک یا حجۃ اللہ - اس کی ماں نے پوچھا، کیا بات ہوئی - وہ کہنے لگا - کہ میں عالمِ ارواح میں تھا - کہ ایک فرشتہ بھاگا بھاگا آیا - کہ حسن روح مانگتے ہیں - فوراً جسم میں روح داخل کر گیا - (مناقب شہر آشوب بحوالہ سراج منیر - ج ۱ - ص ۳۳۲)

جناب امیر المومنین کے زمانہ میں ایک آدمی امیر شام کی طرف سے سوال کرنے آیا - حضرت علیؑ اس مقام رحبہ میں تھے - اور حسنینؑ بھی وہیں موجود تھے - ناگاہ ایک شخص آکر کہنے لگا - میں آپ کی رعایا اور شہری

(بقیہ باقی صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ ہو)

عبر و بصائر

یہ تاریخی یادگاریں!

از حکیم سید محمود گیلانی مدیر معاون

فلاسفۂ عرب میں ایک فلسفی احمد بن محمد رافی ہو گزرا ہے۔ وہ اپنی معروف کتاب "التقویم التقدیم" میں چند ایسی سطور چھوڑ گیا ہے، جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تحریر کرتا ہے اور کس خوبی سے کہ

"جس مذہب، جس قوم، اور جس ملک کی تاریخ زندہ ہے۔ اس کو بقائے عام اور حیات دوام حاصل ہے۔ وہ قیامت تک کائنات عالم میں زندگی اور ابد کی زندگی کی رعنائیوں سے لطف اندوز ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اُسے نیست و نابود نہیں کر سکتی ـــــ لیکن اس کے برعکس، اگر کسی دین و ملت، کسی قوم و وطن کی تاریخ مٹ چکی ہے، اور اس کی یادگاریں، نقوش فانی بن چکی ہیں، تو ایک وقت وہ بھی آئیگا کہ آئندہ نسلوں کو اس کا نام تک بھی یاد نہ ہوگا۔ اور اس کے پیشواؤں، اس کے راہنماؤں، اور اس کے بزرگوں کے اقوال و اعمال نقش بر آب بن کر ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائیں گے"

(صفحہ ۱۱۸)

آپ از آدم تا ایندم، تمام ادیان و اقوام، تمام دول و ملل کی تقادیم و تواریخ کے ورق الٹیے۔ آپ پر یہ راز فوراً بے نقاب ہو جائیگا، کہ انسان نے اپنے اپنے ادوار و ازمنہ میں نہ صرف اپنے فانی وجود کو بلکہ اپنے گرد و پیش کی ہر ادنیٰ و اعلیٰ چیز کو تاریخی یادگار کے طور پر زندہ رکھنے یا کم از کم محفوظ رکھنے کی سعی و کوشش کی ہے۔ چنانچہ آج بھی دیکھیئے کہ آثار قدیمہ کے ماہرین کوئی حقیر سی شے بھی دیکھ پاتے ہیں تو اس کی تحقیق و تدقیق میں لاکھوں اور کروڑوں روپے صرف کر دیتے ہیں اور تحقیقات کے مراحل طے کر لینے کے بعد وہ بے توقیر چیز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میوزیموں، میسوریوں اور لیباریٹریوں کی زینت بن کر اہل عالم کو دعوت نظارہ دیتی ہے۔

خود صانع حقیقی جل شانہ، نے انسان ضعیف البنیان کو اپنی صنعت و خلقت کی بہترین تاریخی یادگار قرار دیا۔ اور فرمایا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ پھر رسالت اور امامت کی متعدد زبانوں سے یہ منادی کرائی کہ ـــ ہر مسلمان کا فرض ہے، وہ مسلمانوں کی قبر کی حفاظت کرے ان کو نابود نہ ہونے دے، اور ان کو علی قدر مراتب احترام عمل میں لائے ـــ یہ فرمان اس لئے جاری

ہوا، کہ اہل اسلام کو اپنے اسلاف و اکابر کی آخری یادگاروں اور آسودگاہوں سے بے توجہی کرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔

پچھلے دنوں ہمارے صدر محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان امریکہ تشریف لے گئے، وہاں انہیں دیگر اہم مقامات کے علاوہ، وہ زبردست تاریخی یادگار بھی دکھائی گئی جس کو اہل امریکہ، تاریخ کا شاہکار سمجھتے ہیں!

یہ عظیم ترین تاریخی یادگار، امریکہ کے صدر اول جارج واشنگٹن کا وہ رہائشی مکان ہے، جو اس کی وفات کے فوراً بعد سرکاری تحویل میں لے کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔

اس تاریخی مکان میں واشنگٹن کی ایک مسہری ہے، جس پر وہ کبھی آرام کرتا تھا، ایک چارپائی ہے جس پر اس کا بستر بچھا ہوا ہے۔ واشنگٹن اس پر سویا کرتا تھا۔

وہ لباس اور کپڑے بھی محفوظ ہیں، جنہیں واشنگٹن اوڑھا اور پہنا کرتا تھا۔ اس کی ٹوپی اس کا جوتا، اس کی چھتری، اس کی چھڑی، غرض اس کی ایک ایک چھوٹی بڑی چیز محفوظ و سلامت ہے۔ نہ صرف محفوظ و سلامت! ——— بلکہ ہر سال واشنگٹن کے یوم ولادت و وفات پر امریکہ کے لاکھوں باشندے ان چیزوں کی زیارت کے لئے آتے ہیں، اور اس کی یاد میں بقدر مناسب آنسو بھی بہاتے ہیں۔

اسی پر بس نہیں، چونکہ یہ تاریخی مکان ساحل سمندر کے قریب واقع ہے، اس لئے ہر آنے اور جانے والے بحری جہاز کو حکم ہے کہ وہ جونہی واشنگٹن کا مکان اور مقبرہ دیکھے، فوراً ادب و احترام کے لئے اپنے جھنڈے سرنگوں کر دے۔ اور سلامی کے لئے توپوں کے گولے چھوڑ دے۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "نیوما" کراچی اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء)

اور لیجئے! ذرا انگلستان چلے جائیے، وہاں آپ کو شاہی محلات میں سابقہ فرنگی فرمانرواؤں کے محنوط اجسام، اُن کے استعمال کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ قدم قدم پر بڑے لوگوں کے مجسمے نصب ہوں گے، عالیشان مقابر آسمان سے ٹکراتے دکھائی دیں گے۔

یہ ہیں تاریخی یادگاریں، اور اسے کہتے ہیں تاریخ کو زندہ رکھنا۔

مگر ——— کتنے حیف اور تاسف کی بات ہے کہ مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت اپنے اماموں اور معصوم بزرگوں کی یاد میں کوئی تقریب مناتی ہے۔ تعزیہ اور ذوالجناح نکالتی ہے۔ شبیہ عباس کے علم بلند کرتی ہے، صغیر شہید کا پنگھوڑا، جھولا یا پالنا دیکھتی دکھاتی ہے ——— اور کربلائے معلیٰ کی زیارت کے لئے جاتی ہے، تو گردن زدنی، واجب القتل اور لائق ہلاکت۔ محض اس لئے

وہ نفوس خمسۂ قدسیہ کے نام اور کام، قول اور عمل، گفتار اور کردار کو حیات ابدی دینے کے لئے
ان کی یادگاریں قائم کئے ہوئے ہے۔

دور نہ جائیے۔ اپنے پاکستان پر نگاہ ڈالئے۔ یہاں جابجا گوناگوں یادگاریں چپے چپے پر دکھائی دیں گی
ان میں مقدس بھی، ناپاک دشمن بھی — جی ہاں، ناپاک دشمن کے نام پر آپ کا ماتھا ٹھنک گیا۔ ٹھہرئے
ایک واقعہ اس کے متعلق بھی سن لیجئے:-

"گذشتہ دنوں چند غیر ملکی مہمان ٹیکسلا سے راولپنڈی واپس ہو رہے تھے کہ دور سے انھیں ایک سیاہ مجسمہ نظر آیا۔ انھوں نے اپنے میزبانوں سے اس کی وضاحت چاہی، تو انھیں بتایا گیا، کہ یہ برگیڈیئر نکلسن کی یادگار ہے، جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے سینکڑوں وطن دوستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اسی شاندار خدمت کے صلے میں یہ مجسمہ نصب کیا گیا تھا۔ تاکہ یاد رہے اور ہمیشہ کام آئے — یہ وضاحت سن کر ان غیر ملکی مہمانوں نے حکومت پاکستان کے ایک افسر سے مخاطب ہو کر بڑی حیرت سے پوچھا کہ آپ حضرات نے ایسی توہین آمیز یادگاروں کو باقی کیسے رہنے دیا؟"

(ماہنامہ افشاں، کراچی۔ دسمبر ۱۹۷۱ء)

تو: ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی — سیاسیات وطن، اس کے حسن و قبح، اس کے مصالح و مشکلات سے کنارہ کش ہو کر محض مذہبی اور دینی حیثیت سے سوچئے اگر جن مسلمانوں کو بزرگان دین سے خیر الامم مسلمانوں کی غیرت و حمیت ذرا بھی مس نہ ہوتی ہو، جو قوم معاندین اسلام اور اعدائے دین کی یادگاریں تو قائم و دائم رکھ سکتی ہو، مگر کسی محمدی یادگار، کسی مرتضوی یادگار، اور کسی حسینی یادگار کو دیکھ کر صرف برافروختہ ہو جاتی ہو، بلکہ اس کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیتی ہو۔ اس کی ذہنیت کا ماتم ہم کیوں کریں؟ کہ ہمیں مظلوم کربلا پر آنسو بہانے سے فرصت نہیں ہے۔ ہاں: وہ ضرور کریں گے، جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ:-

"یبکی العیون الملائکۃ علی شعورھم ویتاسف الارواح علی عقولھم"
(فرشتوں کی آنکھیں ان کے فہم و شعور پر روتی ہیں۔ اور پاک روحیں ان کی عقلوں پر افسوس کرتی ہیں۔)

جس قوم کی حالت ایسی ہو، اس قوم کا ماتم کون کرے؟

وہاب:- ؎ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

اگر اسلاف کی مقدس روحیں باریابی کی اجازت دیں، تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیجئے کہ کیا آپ بھی دین اور بانیان دین کی کوئی یادگار رہنا یا کرتے، اور تاریخ اسلام کو زندہ رکھنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔؟

ملّا کی شریعت خاموش، فقیہ کی شرع صامت اور وضعی احادیث کا پلندہ ساکت نظر آئیگا۔ مگر تاریخ اسلام کا ایک ایک صفحہ اثبات میں سر ہلائیگا۔ زبان حال سے بول اٹھیگا کہ اسلاف دین نے ہر لحظہ سنت مصطفوی اور طریقت مرتضوی پر عمل کیا ہے۔ اُن کا ایک ایک قدم وہیں پڑتا تھا۔ جہاں محمد مصطفےٰ، علی مرتضیٰ اور جناب حسنینؑ نے قدم رکھے۔ قرآن کہتا ہے، خدا کا پسندیدہ دوست وہ اور صرف وہ ہے جو رسولؐ اور اس کے اقربا سے محبت رکھے اور اُن کے نقش پا پہ چلے، اگر یہ نہیں ہے، تو ہر بڑے سے بڑا عمل رائیگاں جائے گا۔

آئیے دو چار مثالیں دیکھ لیجئے:۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی عبد اللہ ابن عمرؓ ہیں۔ یہ جب بھی مدینے سے مکے کو اور مکے سے مدینہ کو تشریف لے جاتے ہیں، کھجور کے ایک پنجہ شاخہ درخت کے نیچے ضرور بیٹھتے ہیں۔ ایک دفعہ اسی طرح مدینہ سے مکہ جاتے وقت جناب ابن عمر نے اس درخت کے نیچے آرام کیا۔ تو ہمراہیوں نے پوچھا، حضرت! ابھی دو کوس پہ منزل کر کے آئے ہیں اور پھر آرام کیلئے بیٹھ گئے ہیں۔ اٹھئے، وقت تنگ ہے۔

عبد اللہ بن عمر کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، فرمایا، لوگو! تم اس درخت کی فضیلت نہیں جانتے۔ میرے آقا و مولیٰ جناب محمد عربی جب بھی مکہ اور مدینہ کا سفر اختیار کرتے، وہ اس درخت کے سایہ میں ضرور آرام فرماتے۔ اب وہ تو دنیا میں نہیں ہیں۔ اور یہ درخت بھی ان کی فرقت میں سوکھ گیا ہے۔ مگر میں جب بھی اس کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ کی یاد میں بیقرار ہو جاتا ہوں۔ اور حضورؐ کی تقلید میں اس کے نیچے بیٹھ جاتا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا۔ ومن حبنا ساعتی لم یقطع هذه الشجرة ولا یقاطعها بل الی یوم القیامة۔ اگر میرے اختیار میں ہو تو میں اس درخت کو قیامت تک کبھی کٹواؤں نہ سوکھنے دوں بلکہ قیامت تک یہ یادگار قائم رکھوں۔

(کتاب الآثار مؤلفہ نعیم ابن الہیجاء جلد اول مطبوعہ الکریم قاہرہ۔ صفحہ ۲۳۳ - ۲۳۴)

ان کا اسم گرامی موسیٰ بن نفاخر عراقی ہے۔ معروف تابعین میں ان کا شمار ہے۔ یہ دمشق کے بازار سے گذر رہے تھے۔ تو ناگہاں ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دو گھڑی بعد

ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں بازار میں شور مچ جاتا ہے۔ لوگ حیرانگی میں جمع ہو جاتے ہیں۔ کوئی ان کے منہ میں پانی ڈالتا ہے۔ کوئی پنکھا کرتا ہے۔ بعد مشکل ہوش میں آنے پر لوگوں نے غشی کی وجہ پوچھی۔ جناب موسیٰ النخاری نے کہا۔ جس مکان کی دیوار سے میں نے ٹیک لگائی تھی، میں نے اکثر دفعہ دیکھا، کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام اپنے شہزادوں کے ساتھ اس بازار سے گزرتے تو اس دیوار سے پشت لگا کر کھڑے ہو جاتے۔ ایک بار امیر علیہ السلام نے میرے والد سے اسی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر طویل گفتگو فرمائی تھی ۔ حضرات! اگر میرے بس کی بات ہو، تو اس دیوار کو یادگار کے طور پر ہمیشہ محفوظ رکھوں۔ مگر افسوس! کہ یہ میری طاقت اور مقدرت سے باہر ہے۔ (سیرۃ تابعین۔ مؤلفہ علی احمد شوستری۔ صفحہ ۱۲۴۔ طبع دوم سنہ ۱۹۰۹ء)

روئی کا ایک پھاہا گالا قرآن مجید کے ساتھ خوبصورت غلاف میں بند ہے۔ ستر بہتر سال کی ایک ضعیفہ مشکورہ نامی ہر نماز کے بعد کلام اللہ کی تلاوت کرتی ہے۔ مگر جب بھی جلدان سے قرآن نکالتی ہے، پہلے اس روئی کے گالے کو نہایت تعظیم و تکریم سے کئی بار بوسے دیتی ہے، پھر آنکھوں پر پھیرتی ہے اور ماتھے سے لگاتی ہے، اور اس کو دیکھ دیکھ کر زار و قطار رونے لگتی ہے۔

کسی نے اس کو ایسا کرتے دیکھا، تو پوچھا کہ یہ تم کیا کرتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں دیکھ کر تمہارے دل کو کوئی تکلیف ہوتی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ، ضعیفہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس قدر روئی کہ اس کی گھگی بندھ گئی۔ پھر ہچکیاں لیتی، آہیں بھرتی ہوئی بولی:-

بیٹا! کیا پوچھتے ہو؟ بتاتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے ۔ یہ روئی کا گالا بظاہر معمولی سی حقیر اور بوسیدہ چیز ہے۔ مگر میرے نزدیک اس کی حرمت اور عظمت کعبۃ اللہ سے کم نہیں۔ اس لئے کہ اس کو بی بی فاطمۃ جیسی دختر رسول مقبول کے دست اقدس نے چھوا ہے۔ حضرت بی بی صاحبہ ایک دن روئی کات رہی تھیں، کہ روئی کا یہ گالا ان کے ہاتھ سے گر کر ہوا کے ساتھ میرے گھر پہنچ گیا۔ اور میں نے تبرکاً و تیمناً اسے قرآن کے ساتھ رکھ لیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بی بی سلام اللہ علیہا دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اور جب سے روئی کا یہ ٹکڑا یادگار کے طور پر میرے یہاں محفوظ ہے۔ (ماہنامہ النجم لکھنؤ شوال سنہ ۱۳۶۱ھ)

مناسب ہوگا، کہ اس سلسلے میں ایک غیر مسلم کی شہادت بھی پیش کر دی جائے:-

نواحی مدینہ میں سامر بن عامر ایک یہودی کا بہت چرچا تھا، وہ توریت کا بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنا چشم دید قصہ بیان کیا ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی قسم کھا کر کہتا ہے:- کہ میں ایک تاریک رات میں مدینہ جا رہا تھا میرے آگے تھوڑے ہی فاصلہ پہ دو ناصری (عیسائی) بھی مصروف سفر تھے تھوڑی دور جا کر میں ان سے

جا رہا - جب ہم تینوں ایک جگہ پہنچے، تو عجیب قسم کی روشنی کا بقعہ بلند ہوا، جسے دیکھ کر ہمیں حیرت بھی ہوئی اور ہیبت بھی۔ یہ مقام مدینہ کا ایک میدان تھا جونہی ہم روشنی کی طرف متوجہ ہوئے، ایک گرجدار آواز نے ہمارے دل ہلا دئے - پھر تین دفعہ یہ ندا سنی گئی -

مُحْتَرِمُوْہُ ——— اس کی تحریم کرو

مُعَزِّزُوْہُ ——— اس کی عزت کرو

مُکَبِّرُوْہُ ——— اس کی بڑائی کرو

یہ سنکر ہم ٹھٹھک کر رہ گئے - دونوں نصاری میں سے آخر ایک شخص نے جو قریباً اسّی سال کا بوڑھا تھا پھر سکوت توڑی، اس نے کہا معلوم ہے یہ کونسی جگہ ہے؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی، تو اس بڈھے نے کہا یہ وہی پاک مقام ہے، جہاں بچپن میں رسول عرب (محمدؐ) کے نواسے حسنؑ اور حسینؑ کھیلا کرتے تھے۔ اور حسنؑ کی زہر خورانی کے بعد ان کے بھائی حسینؑ کو میں نے کئی بار یہاں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اور اب جبکہ حسینؑ کو شہادت پائے پانچ ماہ گذر چکے ہیں، سارا مدینہ ان کے رنج و الم میں ماتم کدہ بنا ہوا ہے، مگر یزیدیوں کے خوف سے کوئی اونچی آواز نہیں نکالتا تھا -

جب یہ تینوں مدینہ پہنچے تو انھوں نے بعض مسلمانوں سے اس واقعہ کا ذکر کیا - یہ سنتے ہی شیعوں کے چند معتقدین اس مقام کی طرف لپکے اور امامینؑ کے کھیلنے کی جگہ اور امام حسینؑ کے نماز پڑھنے کی جگہ کی نشاندہی کر کے ان دونوں مقدس جگہوں کو گھاس پھونس سے صاف کیا - لیپا، پوچا، ان کے گرد دیواریں کھینچیں اور ان کو عظیم الشان مذہبی و تاریخی یادگاریں قرار دیکر ان کی حفاظت کو فرض سمجھ لیا۔"

(تفصیل کے لئے "تاریخ الحرمین" مصنفہ علی بصیر العابدی مصری مطبوعہ ۱۳۰۲ھ شائع کردہ دار العلوم منصوریہ اسکندریہ مصر - طبع اول کا صفحہ ۳۸۲ - ۳۸۲ ملاحظہ فرمائیں -

---

بہرکیف، اس قسم کے سینکڑوں نہیں، ہزاروں اور لاکھوں آثار و وقائع سے تاریخ اسلام لبریز ہے - اور اس کا ایک ایک ورق ہمیں شانے سے پکڑ کر جھنجوڑ رہا ہے، کہ اگر خود زندہ رہنا ہے، اپنے دین و مذہب، اپنی قوم و ملت اور اپنے رہنماؤں کے قول و عمل کو زندہ رکھنا ہے، تو یادگاروں کو قائم رکھو اور قائم کرو۔ تاکہ ان کی یادیں تمہارے دلوں کو گدگداتی رہیں - اور تم عالمی اسٹیج پر بلند ہو کر فخر سے ایڑیاں اٹھا کر ان کے کردار، ان کے کیریکٹر کو پیش کر سکو۔

تاریخ کے دشمن، آثار کے مخالف، یادگاروں کے حریف، تقریبوں اور تہواروں کے معاند آج ہی نہیں، ساڑھے تیرہ سو سال سے اسلاف کی سنت کو مٹانے اور نفوس قدسیہ کے طرق و مسالک کو تباہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ "یہ قرآن کافی ہے" کی رٹ لگانے والے اگر طاقت اور قدرت رکھتے تو

لائق یادگار اور قابلِ فراموش ہستیاں

کن کی یاد قائم اور باقی رکھی جاتی ہے اور کون فراموش کر دیا جاتا ہے

از قلم جناب محترم حسین بخش صاحب ہمدانی ملتان۔

کتمِ عدم سے تنہا وجود میں آنے والا انسان صلبِ پدر سے رحمِ مادر میں پہنچا۔ شکمِ مادر میں بن ٹھن کر عرصۂ ارض پر وارد ہوا۔ ماں کی آغوش میں پلا۔ باپ کے کاندھوں پر سوار ہوا۔ عزیز و اقربا نے گلے لگایا اور بڑا ہوا۔ دوست و احباب نے اپنایا۔ بڑھتے بڑھتے ساکنانِ محلہ اہلِ شہر باشندگانِ ملک سے رابطہ پیدا ہوا۔ شادی کی۔ اولاد ہوئی۔ نسبی رشتے بڑھے۔

کسی کی حیات عیش و آرام، راحت و سکون میں گزری۔ کسی کی زندگی افکار و آلام، نالہ و شیون میں بسر ہوئی۔ کسی نے اسے آرام یا دکھ پہنچایا۔ کسی کو اس سے آرام یا دکھ ملا۔ جائز یا ناجائز طریقے سے دولت جمع کی۔ جائداد بنائی املاک پر قابض ہوا۔ لیکن اس کی قسمت میں حصہ صرف اتنا ہی تھا جو اس نے اپنے نفس یا ظرفِ نفس کے لئے خرچ کیا۔ کھایا۔ پیا۔ پہنا۔ اوڑھا۔ سوار ہوا۔ خورد و نوش کی لذت زبان تک رہی۔ حلق سے اترتے ہی لذتِ طعام غائب۔ کپڑا تن سے ہٹتے ہی لطفِ پوشاک غائب سواری سے اترا راحت چلتی بنی۔ جب تک سکھ رہا چین رہا۔ درد اس وقت تک رہا جب تک دکھ رہا کسی نے لمحوں زندگی پائی، کسی نے برسوں۔ کوئی جوانی میں چل بسا۔ کسی نے بوڑھا ہو کر کوچ کیا۔ حیاتِ دنیا میں تنہا نہ تھا۔ دکھ اور سکھ، خوشی اور غم میں ساتھ دینے والے موجود تھے۔ ایک

ذریعے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ نہ کوئی اسلامی یادگار نظر آتی۔ نہ دینی آثار۔ مگر انا لہ لحافظون فرمانے والا آپ ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ پس ہر مسلمان کلمہ گو رسول محبِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کا یہ دینی، مذہبی اور قومی فرض ہے کہ وہ کفار و مشرکین کے احوال سے عبرت پکڑے۔ اور اپنے اسلاف کے نام اور کام کو اچھالے۔ آیات اللہ کو اور رسول اللہ اور ان کی اولاد اطہار کی نشانیوں کی حفاظت کرے۔ تاکہ وہ قیامت کو درجاتِ رفیعہ کا مستحق ہو سکے۔ وما علینا الا البلاغ۔

مرتبہ وقت آیا، داعی اجل نے سنبھلنے نہ دیا۔ فقط ایک اشارے سے تمام رشتوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ تمام تانا بانا ٹوٹ گیا۔ دنیا کا عیش و آرام ختم۔ سج دھج رخصت۔ عزیز و اقارب لحد تک پہنچا کر ہٹ گئے۔ دوست و احباب نے پیٹھ دکھائی۔ یہ کیا ہو گیا، زندگی بھر ساتھ دینے والوں نے ایک دم ایسا رخ پھیر لیا، گویا ان میں کا تھا ہی نہیں۔ زمین پر اور ہونے سے پہلے شکم مادر میں اکیلا تھا، اب زمین کے پیٹ میں تنہا ہے، نہیں معلوم کہ اس پر کیا گزر رہی ہے، کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ روز مرہ کا آنکھوں دیکھا حال ہے۔ ابھی ابھی رسم اپنے اپنے رواج، اپنے اپنے لگاؤ کے تحت کچھ عرصہ یاد رکھا گیا۔ فاتحہ خوانی ہوئی۔ قل خوانی کی رسم ادا کی گئی۔ چالیسواں ہوا۔ چند سال برسی بھی منائی گئی۔ پھر ایسا بھلا دیا گیا۔ ایسا فراموش کیا گیا، گویا وہ تھا ہی نہیں۔ دیکھئے: آج سے پچاس سو برس پہلے مر جانے والے کو اب کون یاد کرتا ہے۔ اس کا خاندان اسے بھول گیا، کوئی نام لے تو کیوں؟

کیا ہوا۔ کسی قسمت کے اچھے کو کبھی کسی عزیز کی طرف سے فاتحہ خوانی کی رعایت یا کسی اور عمل خیر کا ثواب مل گیا۔ حالانکہ روح اس کی منتظر رہتی ہے کہ کون اور کب اس کی مدد کرتا ہے۔ بس یہی حال سب کا ہوتا ہے۔ جو اس وقت زندہ ہیں یا آئندہ پیدا ہونے والے ہیں، دوسروں کو سپرد خاک کرنے والے ایک دن خود پیوند خاک کر دئے جائیں گے۔ پس جب سابقین کو بھلا دیا جانا ہمارے سامنے ہے تو لاحقین کو کس نے اور کیوں یاد کرنا ہے۔ آنکھوں دیکھی حقیقت سے ہم کوئی سبق نہ لیں!

جناب امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔ عجبت لمن نسی الموت وھو یری من یموت (ترجمہ) اس پر تعجب ہے جو موت کو بھول جائے اور لوگوں کو مرتے دیکھے۔ کیا ہم اس کی فکر نہ کریں کہ موت کے بعد عالم تنہائی میں ہمارا مونس و مددگار کون ہوگا۔ اگر قوت فکر و تفکر سلب نہیں ہوئی، تو ہمیں ایسا سہارا ضرور تلاش کرنا چاہئے جو تمام منازل عقبیٰ میں ہمارے کام آسکے۔ اگر انسان کی نظر عاقبت پر ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس سفر دنیائے فانی میں نیکی اور بدی کے درمیان تمیز نہ کر سکے اور آخرت کے لئے زاد راہ مہیا نہ کرے۔ بلاشبہ فکر و نظر رکھنے والے انسان کے لئے روحانیت ہی ایسی چیز ہے جو نجات اخروی حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ اور بے فکری بیشک نفسانیت کی پیداوار ہے جو اسے گھاٹا پہنچاتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ آخر وقت میں یہ کہتا دکھائی دیتا ہے۔

"میں راستے کے کنارے کا درخت ہوتا، اونٹ میرے پاس سے گزرتے۔ مجھے چباتے اور ہضم کر کے مینگنیاں پھینک دیتے۔ کاش! میں انسان نہ ہوتا۔"

"کاش! میں بھیڑ کا بچہ ہوتا، میری قوم مجھے موٹا تازہ کرتی، اور مہمانوں کے آنے پر مجھے ذبح کر کے مختلف قسموں سے پکایا جاتا۔" کاش! میں انسان نہ ہوتا۔

یہ کلمات حسرت کس کس کی زبان سے نکلے اور کیسے کیسے مشہور اور بڑے لوگ یہ کہتے ہوئے دکھائی دیئے

یہ تو آپ کو تاریخ الخلفاء سیوطی حصہ دوم مطبوعہ لاہور سے پتہ چلے گا۔ یا مخزن اخلاق میں اقوال بزرگان کی ورق گردانی کرنی پڑے گی۔ غور طلب امر تو یہ ہے کہ یہ کلمات زبان سے کیوں نکالے گئے۔ تاریخ نے ایسے کلمات کو اپنے دامن میں کیوں جگہ دی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس قسم اظہار خیال کرنے والوں کی نگاہوں میں ان کے دنیاوی اعمال وافعال اطمینان بخش ثابت نہیں ہوتے۔ وہ غیر مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں جن کی وجہ سے انھیں اس قسم کی بے اطمینانی کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ تاریخ عالم اٹھا کر دیکھ لیجئے بے فکری ہی نے ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے لڑایا۔ مسلمانوں میں قتال وجدال اسی نے کرایا۔ مسلمانوں اور بالخصوص شیعوں میں آج انتشار اور پارٹی بازی کا باعث یہی بے فکری ہے۔ کیا ہم اپنی گفتار اور رفتار حرکت زبان اور جنبش قلم۔ قول اور فعل غرض ہر حرکت اور سکون سے پہلے یہ نہ سوچ لیا کریں کہ ایسا کرنے سے ہمارے پیشوا اور آئمہ ہم سے خوش ہوں گے یا ناراض۔ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس میں خلوص ہے یا نفسانیت کارفرما ہے۔

کس کی یاد باقی رہتی ہے اور اُسے کون قائم رکھتا ہے

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہزاروں برس گزر جانے کے بعد بھی ایسی جلیل القدر اور عظیم المرتبت ممتاز شخصیتوں کی یاد برابر تازہ ہوتی آرہی ہے۔ جنہیں نہ ہم نے دیکھا نہ ان کا زمانہ پایا۔ کیا وہ ہم جیسے بشر تھے؟ نہیں نہیں! وہ مقدس اور نورانی ہستیاں ایسی حیات طیبہ اور خصائص اعلیٰ کی مالک تھیں جو ان کی یادگاروں کے قیام اور بقا کا سبب بنیں۔

ہم نے دنیا کے اکثر مذاہب واقوام کو اپنے اسلاف کی یادگاریں مناتے دیکھا اور سنا۔ لیکن اسے صرف ان کے معتقد طبقہ انسانی میں محدود پایا۔ یہ شرف صرف خاصان الٰہی، برگزیدگان الٰہی کو ہی حاصل ہوا کہ ان کی یاد کی قیام وبقا کے لئے خود قدرت کے ہاتھوں، اہتمام اور استحکام ہوا۔ ملائکہ بر خدمت کے لئے مامور ہوئے۔ کائنات ارض وسما نے حکم خدا سے پوری خدمات انجام دیں۔ فقط اسی ایک دلیل نے ان کی صداقت وحقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ دنیا میں لاکھوں خونریزیاں ہوئیں بے شمار قتل ہوئے۔ دنیا نے جسے چاہا "شہید" مان لیا۔ مرتبہ شہادت اتنا گر گیا کہ سیاسی ہنگاموں میں ہلاک ہو جانے والا بھی "شہید" اپنی بدعنوانیوں، غلط کاریوں، ناجائز کنبہ پروریوں کے باعث قتل کر دئے جانے والے بھی ان کے حوالیوں کی زبانی "قتیل اعدا" "مکمل مظلوم" اور شہید اعظم کہلائے گئے۔ حالانکہ اسلامی اصولوں کی رُو سے شہادت ان پر منطبق نہ ہوتی تھی، نہ کسی پیغمبر نے ان کی خبر شہادت امت کو دی نہ قتلگاہ کی مٹی کو قبل از واقعہ دکھا کر اس کی یادگار کو رسولؐ نے اپنی زندگی میں قائم فرمایا۔ نہ بوقت قتل

ان کے کسی نے خواب میں رسولؐ کو سر اور ریش مبارک پر بحالت حزن و غم خاک ڈالتے دیکھا۔ نہ ملائکہ نے بوقت قتل ان کے آواز گریہ بلند کی۔ نہ آسمان سے خون برسا نہ پتھروں کے نیچے خون دیکھا گیا، نہ جنات نے نوحہ کیا۔ نہ بعد قتل تلاوت قرآن ان کے سر سے جاری ہوئی، نہ اس کے لئے اظہار غم و حزن کرنے کی کوئی حدیث پیغمبر نے بیان فرمائی۔ سب جانتے ہیں، رسول اسلام نے اپنے بعد ہونے والے جانگداز واقعات جگر خراش سانحات سے اپنی زندگی میں امت کو باخبر فرما دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے۔ اس سے انکار محال ہے۔

المیۂ کربلا

رسولؐ نے اپنی زندگی میں کس کی خبر شہادت دی، کس کے قتلگاہ کی سرخ مٹی کو قبل شہادت دکھا کر اس کی یادگار رسولؐ نے اپنی زندگی میں قائم فرمایا۔ کس کی شہادت کے وقت رسولؐ کو سر اور ریش پر بحالت حزن و ملال خاک ڈالتے دیکھا گیا۔ ملائکہ نے آواز گریہ بلند کی۔ کائنات ارض و سما نے صف ماتم بچھائی۔ آسمان سے خون برسا۔ بیت المقدس کے پتھروں سے خون نکلا۔ جنات نے نوحہ کیا۔ بعد شہادت سر شہید سے تلاوت قرآن جاری ہوئی۔ دامن تاریخ میں تمام واقعات اور حالات محفوظ ہیں۔ صرف شاہ عبدالعزیز عالم اہلسنت والجماعت کی کتاب "سر الشہادتین" کو ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے، جس میں موصوف لکھتے ہیں:۔

"بیہقی نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ حضرت عائشہؓ کے بالاخانہ پر۔ اس وقت جبرئیل آپ کے پاس تھے۔ پھر جبرئیل نے کہا:۔ "آپ کی امت ان کو شہید کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو وہ زمین بھی دکھا دوں جہاں شہید ہوں گے"۔ اور دریائے عراق کے چٹیل میدان (کربلا) کی طرف اشارہ کیا اور کچھ سرخ مٹی آنحضرتؐ کو دکھائی۔ (سر الشہادتین)

حاکم اور بیہقی نے ام الفضل بنت حارث سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی ہیں:۔ کہ میں ایک روز حسینؑ کو آنحضرتؐ کے پاس لے گئی۔ اور ان کو گود میں رکھ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر جو نظر پڑی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے اشکباری کی وجہ دریافت کی تو آپؐ نے فرمایا:۔ کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر خبر دی ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی اور اس کے مقتل کی سرخ مٹی لاکر مجھے دی ہے"۔ (سر الشہادتین)

احمد اور بیہقی نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ "میں نے ایک دن دوپہر کے وقت آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون بھرا ہے۔ میں نے کہا، یا حضرتؐ! یہ کیا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "حسینؑ اور اس کے اصحابؓ کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اس کو اٹھا رہا ہوں"۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے

اس وقت کو یاد رکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ امام حسینؑ اسی دن شہید ہوئے تھے، جس دن یہ خواب دیکھا تھا۔
بیہقی اور ابو نعیم نے نضرہ ازدیہ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا۔ جب امام حسینؑ شہید ہوئے آسمان سے خون برسا۔ جب صبح ہوئی تو ہمارے مٹکے گھڑے اور ہر چیز (یعنی برتن وغیرہ) خون سے بھرے ہوئے تھے۔ بیہقی اور ابو نعیم نے زہری سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے۔ اس روز بیت المقدس کے پتھروں میں سے جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون تازہ پایا جاتا تھا۔ ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے جنات کو امام حسین پر روتے سُنا۔ وہ یہ کہتے تھے۔ س

مسح النبي جبينهٗ فلهٗ بريق في الخدود ؛ ابواه في عليا قريش وجدهٗ خير الجدود

ترجمہ:۔ امام کی پیشانی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوسہ دیا تھا۔ آپ کے رخساروں میں نور چمکتا ہے آپ کے والدین قریش میں نہایت بلند مرتبہ ہیں۔ اور آپ کے جد (نانا) کل اجداد سے بہتر ہیں۔

ابو نعیم نے مزیدہ بن جابر حضرمی اور اس نے اپنی ماں سے روایت کی ہے۔ اُس نے کہا، میں نے جنات کو امام حسین پر روتے سُنا، اور وہ یہ کہتے تھے:۔ ابکي حسيناً هبلاً كان حسيناً جبلاً
ترجمہ:۔ میں حسینؑ پر اس طرح روتا ہوں، جیسے ماں اپنے بچے کے مرنے پر روتی ہے۔ امام حسین صبر و استقلال اور حلم و وقار کے پہاڑ تھے۔

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا:۔ واللہ! میں نے امام حسینؑ کے سر مبارک کو اس وقت دیکھا، جبکہ اس کو نیزہ پر لئے جا رہے تھے اور میں دمشق میں تھا۔ سر مبارک کے آگے آگے ایک سورہ کہف پڑھتا جاتا تھا۔ جب وہ اِس آیت پر پہنچا:۔ ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقيم كانوا من اٰيٰتنا عجبا۔ (کہف) اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک جناب امام حسینؑ کو زبان فصیح گویا کر دیا۔ اس نے کہا:۔ اعجب من اصحاب الكهف قتلي وحملي۔ ترجمہ۔ کہ میرا قتل اور مجھے اٹھائے پھرنا، اصحاب کہف (کے قصہ) سے زیادہ عجیب ہے۔

ابو نعیم نے ابو قبیل سے روایت کی ہے، اُس نے کہا کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے تو سر مبارک کو لے کر جانب شام روانہ ہوئے اور پہلی منزل میں بیٹھ کر شراب پینے لگے۔ اس وقت یکایک ایک آہنی قلم غیب سے نمودار ہوا اور اُس نے خون سے یہ سطر لکھی:۔ اترجوا امةٌ قتلت حسيناً شفاعة جده يوم الحساب (جس امت نے حسینؑ کو قتل کیا ہے وہ قیامت کے دن آپ کے نانا جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی شفاعت کی امید رکھتی ہے) (سر الشہادتین)

ثعلبی نے روایت کی ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد چھ ماہ تک آسمان سرخ رہا۔ اور وہی سرخی ہے جس کا اثر اس وقت تک باقی ہے جو ہر طرف نہیں ہوتا۔ ابن سیرین کہتا ہے کہ ہمیں خبر پہنچی

ہے کہ آسمان پر شفق کی سرخی پہلے نہ تھی۔ شہادت حسینؑ کے بعد ظاہر ہوئی۔ ابن سیرینؒ نے ایک روایت کی ہے کہ بعد شہادت امام حسینؑ آسمان اس روز سرخ ہو گیا تھا۔ آفتاب گہن میں تھا یہاں تک کہ ستارے نظر آنے لگے تھے۔ لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ قیامت قائم ہو گئی۔ (سر الشہادتین)

قدرت کا یہی دستور چلا آ رہا ہے۔ یہی سنت الٰہی ہے کہ اس کے خاص بندوں کی یادگار کا قیام بقائے یاد کا اہتمام و استحکام خدا ہی کے ہاتھ میں رہے اور وہی اس کی حفاظت فرمائے۔ پروردگار نے جن نیک بندوں کی یاد کو اس کے تذکرہ سے باقی رکھنا چاہا، اس کا ذکر پوری خوبیوں کے ساتھ ہی فرما دیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کتے کا فعل بھی پسند آگیا تو اس کی یاد کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں باقی رکھا۔ اصحاب کہف کا وہ وفادار کتا جس نے ان کا ساتھ دیا۔ اس کا تذکرہ ان الفاظ میں خود عالم بیان فرماتا ہے :- وکلبھم باسطٌ ذراعیہ بالوصید۔ (سورہ کہف) - سو پھیلائے دونوں سامنے کے پاؤں بیٹھ کر وہ سگ پاسبان ان کا در غار پر بنا (در صفحہ)

کتب تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۲۳۲ تاریخ روضۃ الصفا صفحہ ۳۴ ۔ اعثم کوفی صفحہ ۱۲۶ ترجمہ فارسی تاریخ اعثم صفحہ $\frac{159}{289}$ مطبوعہ بمبئی اور شرح دیوان ابو العلاء میں اور کتوں کا تذکرہ ان کے کارناموں کے ساتھ پایا جاتا ہے جو ارباب ذوق کے لئے لطف سے خالی نہیں۔ اس کے مطالعہ سے شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔ حق شناس اگر جانور ہے تو وہ بھی قابل مدح ہے۔ باطل پرست اگر انسان بھی ہو تو لائق مذمت۔ شیر ایک درندہ جانور ہے، اس کا لاش امام حسینؑ کی پاسبانی کرنا مقاتل میں مذکور ہے۔

صراط مستقیم کی نشاندہی کے لئے خداوند عالم نے جہاں اپنی محبوب ترین ہستیوں کی نیکیوں کا گن گن کر قابل مدح کے ساتھ بیان فرمایا ہے، وہاں گمراہی سے بچانے کے لئے معتوب ہستیوں کی برائیوں کا ذکر بھی پوری مذمت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ کی تعریف ہے اور فرعون کی مذمت ہے۔ خداوند عالم نے اپنے خاص مقرب بندوں کی یادگار قائم کرنے کے لئے زبانی ذکر سے بڑھ کر فعلی طریقہ بقائے یاد کے لئے پسند فرمایا، جیسا کہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل اور والدہ حضرت اسمٰعیل کی یاد تازہ رکھنے کے لئے حکم فرمایا کہ ہر سال حاجی صاحبان طواف خانہ کعبہ کرتے رہیں۔ حجر اسود (پتھر) کو چومیں، صفا و مروہ کے مابین سات مرتبہ دوڑ لگائیں، منیٰ میں قربانی کریں۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ حج تب صحیح ہوگا، جب حج کرنے والے منیٰ میں تین شیطانوں پر کنکریاں پھینک کر اظہار نفرت کریں گے۔ راقم الحروف نے تو اپنی آنکھوں سے بعض پر جوش حاجیوں کو بڑے شیطان پر جوتے مارتے دیکھا ہے۔ معاً یہ خیال آیا کہ پیغمبر کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں کی بھی پاداش ہوتی ہے۔ اور ان پر پھٹکار پڑتی رہتی ہے۔ فرمانات دین کے احکام حج میں تبرّے کا پر جوش منظر اور سرح پرور منظر واقعی قابل دید ہوتا ہے۔

کائنات عالم میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ بزرگی اور برتری خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کے بعد آل محمد کو بخشی۔ ان طاہرین اور معصومین کی یاد کو مالک حقیقی
نے اس عظمت اور توقیر کے ساتھ فرمایا کہ اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان پیاروں نے میدان
جہاد میں رسول اسلام کے ساتھ کار رسالت میں جو بھی قدم اٹھایا۔ تفاسیر نے اس کی نقشہ کشی کرتے
ہوئے حق مدح خوانی ادا کیا۔ مسکین، یتیم اور اسیر کو دی جانے والی روٹیاں ان کی، خدا کو ایسی پسند
آئیں کہ آیات قرآنی بن کر اتریں۔

شب ہجرت حفاظت پیغمبر کے لئے علیؑ کا اپنے نفس کو بیچ کر بستر رسول پر سو جانا اور اس کے بدلے
رضائے الٰہی خرید کر لینا قدرت کو ایسا پسند آیا کہ قرآن کی آیہ ومن الناس من یشری نفسہ
ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ جناب امیرؑ کی قصیدہ خوانی کرتی اتری۔ جب تک
تلاوت قرآن ہوتی رہے گی۔ ذکر محمد و آل محمد جاری رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کو زینت ہی محمدؐ و آل کے ذکر سے ملی ہے۔ قرآن کا پڑھنا یا سننا تو
مسلمانوں پر موقوف رہا۔ لیکن چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ ڈوبے ہوئے آفتاب کا پلٹ کر آنا۔ دیوار کعبہ کا شق
ہونا۔ ستارے کا گھر میں اترنا۔ جبریلؑ کا جھولا جھلانا۔ فرشتوں کا درزی کی شکل میں حلہ ہائے
بہشت لانا۔ ایسے واقعات بہت ہیں جنھیں دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ وہ صورتیں تھیں جنھیں
خداوند عالم نے اپنے پیارے بندوں کی یاد کو قائم اور دوام رکھنے کے لئے پورے اہتمام و انتظام کے
ساتھ اختیار فرمائیں۔ اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری اپنی ذات پر رکھی اور اپنے بندوں کو ان مقدس
شخصیتوں کی یاد تازہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

دل چاہتا ہے کہ تحفظ الٰہی کی ایک تاریخی مثال بھی عرض کرتا چلوں:۔
متوکل ملعون نے اپنے زمانہ حکومت میں نشان قبر سیدالشہداء مٹانا چاہا۔ ابراہیم دیزج کو حکم دیا
کہ قبر امام کھود کر لاش نکالے اور زمین برابر کرکے زراعت کرے۔ اس پر پانی جاری کرے۔ ابراہیم
کہتا ہے کہ جب میں نے قبر کو کھودا تو دیکھا کہ ایک بوریا ہے تازہ ہے اور اس پر جسد امام حسینؑ
اس طرح خون میں آلودہ رکھا ہے۔ جس سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ میں نے پھر مٹی دے کر قبر
برابر کر دیا۔[1]

جب زراعت کرنے کا حکم دیا تو بیل آگے نہ بڑھتے تھے، قبر کی جگہ چھوڑ کر دائیں بائیں ہو جاتے

---

[1] :۔ فاضل مضمون نگار نے اس واقعہ کا تاریخی حوالہ نہیں دیا۔ مناسب تھا کہ تاریخی حوالہ بھی دیا جاتا۔ تاکہ قارئین پوری
طرح متاثر ہوتے۔ (غیاث الدین)

تھے ۔ جب پہر کاٹ کر پانی سے آئے ۔ وہ پانی ٹھہر گیا ۔ آگے نہ بڑھا ۔ (اس حد کو اب ارض حائر کہا جاتا ہے) حقیقت یہ ہے کہ فرزند رسولؐ نے اپنے خون سے شجر توحید کی ایسی آبیاری کی ، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء رسالت کو یوں نوازا کہ اس کے صلہ میں ذات احدیت نے اپنے اس " توحید پرور " بندے کی یاد کو قوت و دوام قائم رکھنے کی بنیاد خود قائم کی اور جناب سید المرسلین اشرف الانبیاء نے اس " رسالت نواز " نواسے کا حق یوں ادا کیا کہ انھیں " حسینؑ منی وانا من الحسین " کا خطاب دے کر اس مظلوم کی یادگار قبل از شہادت ذکر حسینؑ جن کر اور آنسو بہا کر خود قائم فرمائی ۔

خداوند عالم نے انسان کو فاعل مختار بنایا ہے ، عقل سلیم بھی یہی کہتی ہے کہ انسان ہر کام اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے ۔ اسی میں اس کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا ۔ فرماں بردار ہے یا نافرمان ، حکم مانتا ہے یا سرکشی اختیار کرتا ہے ۔ بہرحال اس نے اپنے لئے سزا یا جزا کا سامان خود پیدا کرنا ہے ۔ مختلف عقائد و افعال کی بنا پر بنی نوع انسان کا تقسیم در تقسیم ہو جانا ، ماضی اور حال روایت اور درایت دونوں سے ظاہر ہے ۔ اپنے اپنے عقیدے و خیال کی جہت سے جسے اپنا ہادی اور رہبر سمجھا گیا ۔ یا خود جسے بنا لیا گیا ۔ اس کی یاد کو قائم اور باقی رکھنا اپنا فرض قرار دیا گیا ۔

آلِ محمدؐ کی یاد

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے ، یہ وہ گنی چنی ممتاز ہستیاں تھیں جن کی یادگار کا اہتمام اور اس کا تحفظ سنت الٰہی بن گیا ۔ ان کے عقیدتمند ، ان کا نام لینے والے اپنے ان محبوب رہنماؤں کے اعلیٰ پر وقار ناموں کی یاد کو ہر وقت تازہ کرنا ایمانی فرض قرار دیتے ہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنا عین سعادت اور فلاح آخرت سمجھتے ہیں ۔

تصویر کے دو رُخ

مسلمانوں میں تصویر کے دونوں رخ دکھائی دیتے ہیں ۔ ایک طرف حسینیت " اپنے حق و باطل آشکار کرتی ہے ، دوسری جانب یزیدیت " اپنا رنگ دکھاتی ہے ۔ تیرہ سو برس کے بعد ایسی شخصیتوں کی یاد منانا اب پھر سوجھا ہے ، جن کا دامن کردار اکثریت کے نزدیک بھی داغدار ہے ۔ بنی امیہ کے طرفدار اب پھر دنیا میں " امتیہ ازم " پھیلانا چاہتے ہیں ، ظلم و جور کرنے والوں کے خونی کردار اور سیاہ کارناموں پر پردہ ڈالنے کے لئے " خلافت معاویہ و یزید " جیسی کتابیں شائع کی جاتی ہیں ۔ حکومت خاموش ہے " یوم معاویہ " منانے کے منصوبے بنا کر مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش اور تدبیریں وضع کی جاتی ہیں ۔

مروان جیسے ملعون و مردود کی بر سر عام مدح کی جانے لگی ہے۔ حالانکہ عقبہ اور مروان وہ مخصوص افراد ہیں جنہیں خود رسالتمآبؐ نے شہر بدر کرا دیا تھا۔ کئی فرسنگ مدینے سے باہر رہنے کا حکم تھا۔ چنانچہ روزنامہ "امروز" ملتان مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۹۳ء کی اشاعت میں سٹاف رپورٹر کے حوالہ سے یوم عثمان "کے جلسہ میں مولانا ابوذر بخاری ابن مولوی عطاء اللہ بخاری کی تقریر کا خلاصہ مروان کی تعریف میں بایں الفاظ درج کیا گیا ہے۔

مولانا ابوذر بخاری نے اپنی تقریر میں مروان ابن حکم کے مناقب اور فضیلت بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ جناب مروان پر بہتان طرازی نہ کریں۔ آپ نے کہا کہ مروان بن حکم بڑے جری اور درشت مزاج تھے۔ ان سے سیاسی لغزشیں بھی ہوئی ہیں۔ لیکن امام بخاری نے ان سے حدیث روایت بیان کی ہے۔ لہذا یہ بھی صحابہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ ناپسندیدہ بات ہے کہ ان کی شان میں گستاخی کی جائے۔"

کاش: مجلس خدام صحابہ کے سرپرست ابن "امیر شریعت" مولانا ابوذر بخاری اپنے نام کی لاج رکھتے ہوئے رسولؐ کے مقبول صحابی حضرت ابوذر غفاری کے حالات بیان فرماتے کہ ان پر کیا کیا گذری، انہوں نے تو مروان کے فضائل گھڑ لئے جس کے متعلق کتب اسلامیہ میں سنگین الزام پائے جاتے ہیں اگرچہ اہل اسلام کے مسلمہ تاریخ داں متبحر عالم معصوم حضرت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی تصنیف "محرم نامہ" میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت عثمان نے مروان نامی ایک شخص کو اپنا سکرٹری بنا لیا تھا۔ مروان بن حکم بنی امیہ میں بہت ہی خود غرض اور شریر آدمی تھا۔ یہی حضرت عثمان کے قتل کا باعث ہوا۔ اور اسی نے حضرت عثمان کو دوسرے صحابہ کی اچھی نصیحتوں پر عمل نہ کرنے دیا۔" (محرم نامہ ص۲۴)

حضرت عثمان کو ان کی زندگی کے آخری ایام میں حضرت علیؑ نے مخاطب کر کے فرمایا:۔

"آپ کو یہ کیا ہو گیا ہے، ہم بار بار فتنوں کو دباتے ہیں اور آپ پھر ان کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں۔ یہ آپ کی آبرو اور جان کو کم کر رہے گا۔ ایک طرف آپ نے عبداللہ بن سعد مرتد کو آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔ دوسری طرف مروان جیسے راندۂ درگاہ رسول کو اپنا نفس ناطقہ بنا رکھا ہے۔ تیسری طرف معاویہ کو مجھ پر مشیر دانی ہے" (محرم نامہ ص۲۸)

حضرت علیؑ نے حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"میں نے اتنا سمجھایا کہ مروان آپ کو کنوئیں میں پھینک کر رہے گا۔ مگر آپ ایک نہیں مانتے بس لیجئے! یہ میرا آخری سلام ہے، آپ جانیں اور آپ کا کام" (محرم نامہ ص۳۰)

حضرت عثمان خود حضرت علیؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:۔

"اے ابوالحسن! مجھ کو اکیلا دشمنوں میں نہ چھوڑو۔ میں آپ کے دامن تلے پناہ لینے آیا ہوں۔"
حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا:۔
"آپ مروان کے کہنے پر چلتے ہیں۔ آپ کو یہ گوارا نہیں کہ مروان کو اپنے سے الگ کر دیں۔ ایسی حالت میں میرا دخل دینا عبث ہے۔" (محرم نامہ ص۴۳)

ایک دن حضرت عثمان باہر جا رہے تھے اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ باتیں کرتے جاتے تھے۔ ایک جماعت کے پاس سے گزرے۔ آپ نے ان کو سلام کیا، اُن میں سے ایک شخص نے کہا: "آپ شریر آدمیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔" (محرم نامہ ص۴۳)

سید امیر علی معتزلی اپنی انگریزی کتاب تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں:۔
"مروان بنی امیہ میں سخت بد طینت تھا۔ وہ پیماں شکنی کے جرم میں رسول خدا کے حکم سے جلاوطن ہو چکا تھا۔ اس لئے طرید کہلاتا تھا۔"

مروان حکم کا بیٹا اور حضرت عثمان کا داماد یعنی ام ابان کا شوہر تھا۔ اور ان کا ابن عم (چچازاد بھائی) بھی تھا۔ میں راقم الحروف، سوچ رہا تھا کہ "خلافت معاویہ و یزید" کا لٹریچر، "یوم معاویہ" کا منصوبہ اور مروان کی منقبت آخر کیوں؟ کتب فریقین نے میری رہنمائی کی اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ایسا اس لئے ہو رہا ہے کہ ظہور سرکار قائم آل محمد علیہ السلام سے قبل "سفیانی" کا خروج ہوتا ہے اور وہ سفیانی باتفاق کتب فریقین اولادِ ابوسفیان سے ہوگا۔ اس وقت "رسالہ حضرت امام مہدی" جو محمد فیروزالدین سنی المذہب کا تحریر کردہ ہے اور نو بہار بک ڈپو لاہور کا شائع کردہ میرے پیش نظر ہے، اس کے صفحہ پر لکھا ہے:۔

"حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے ملک شام کی حکومت کے اختیارات ایک شخص کے پاس ہوں گے جو ابوسفیان کی اولاد سے ہی ہوگا۔ ابوسفیان امیر معاویہ کے والد کا نام ہے اور معاویہ یزید کے باپ کا نام تھا۔"

یزید ملعون کے ہاتھ سے حضرت امام حسینؑ اور آل محمد مصطفےٰ کربلا کے میدان میں شہید کئے گئے۔ اس سفیانی کی بہت سی خصلتیں یزید سے مشابہ ہونگی۔

کتاب علائم الظہور مطبوعہ حیدر آباد دکن میں لکھا ہے:۔ "حضرتؑ کے ظہور کے قریب کی علامتوں میں سے ایک سفیانی کا خروج ہے۔ اس کا نام عثمان ہوگا۔ اس کا باپ عتبہ یا عشبہ ہوگا۔ وہ ابوسفیان بن حرب جس کو سفیان بن قیس بھی کہتے ہیں، کی اولاد میں سے ہوگا۔ سفیانی کی سلطنت آٹھ ماہ تک رہیگی انجام یہ ہوگا کہ حضرت قائمؑ کے ہاتھ سے مارا جائیگا یا زمین نگل جائیگی۔" (علائم الظہور ص۲۵)

اس سے یہ نتیجہ نکالنا ان حالات میں آسان ہے کہ عقیدتمندانِ اولادِ ابوسفیان طرفداران معاویہ اور یزید

غالباً اس سہانی کے استقبال کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اس مقالہ میں علامات ظہور حضرت قائم آل محمد کا ذکر آگیا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس کے ضمن میں ایک آدھ اور ایسی علامتوں کا ذکر بھی آجائے جو اس وقت ہمارے سامنے رونما ہیں۔ اخبارات عالم سے پتہ چل رہا ہے کہ متعدد ممالک میں ٹڈیوں سے حال ہی میں زراعت کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ یہ بھی علامات ظہور میں سے ایک علامت ہے۔ کتاب علائم الظہور ص۱۴۳ پر لکھا ہے:۔ "حضرت کے ظہور کی علامتیں تمام کتابوں میں بہت ہیں۔ منجملہ اُن کے جو نورالانوار میں درج ہیں، یہ ہے کہ کثرت سے ٹڈے نمودار ہوں گے"۔ لیکن اس کے ساتھ مجھے یہ کہنے دیجئے کہ یہ ٹڈیاں یا ٹڈے جو کسی ملک میں باہر سے داخل ہو کر نباتات کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ مگر بڑے بڑے شہروں کے اندر انسانی لباس والے ٹڈے پیدا ہو رہے ہیں جن کو عام زبان میں "ٹیڈی گرلز" اور "ٹیڈی بوائز" کا نام دیا گیا ہے۔ ان کا رخ زراعت کی طرف نہیں، بلکہ انسانیت کی طرف ہے۔ ان کا فعل انسانی غیرت و عصمت اور شرم و حیا کا صفایا کرنا ہے۔ جنکا ذکر علائم الظہور میں بایں الفاظ پایا جاتا ہے:۔

"عورتیں غیر مردوں پر رغبت کریں گی۔ ان کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ اپنے سروں کو اس طرح سربند سے باندھیں گی کہ مثل اونٹ کے کوہان کے نظر آئیں گے۔ امراء معصیت میں، وزراء کھلی بدکاری میں۔ صاحبان امانت و دیانت خیانت میں مبتلا ہوں گے"۔
علائم الظہور ص۱۴۲

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام علامات ظہور حضرت قائم علیہ التحیۃ والثنا میں فرماتے ہیں:۔
"تو دیکھے گا کہ بہت سے لوگ بہترین گھرانوں کی عورات کو بدکاری میں مدد دیں گے۔ ان کو برائی سے نہ روکیں گے"۔ ص۱۱۰

حضرت امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے:۔ کیا تمہیں حیا نہیں آتی۔ تمہاری غیرتیں کہاں گئیں کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں پھرتی ہیں۔ (علائم الظہور ص۱۱۱)

کتاب مکارم الاخلاق اور لمعان الانوار حاجی شیخ ابوالحسن تختی اور صراوق میں لکھا ہے کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں جو بدترین زمانہ ہوگا۔ عورتیں بناؤ سنگار کرکے بے پردہ ہو کر اجنبی مردوں کو نمائش کرائیں گی۔ یہ دین سے بے بہرہ، فتنوں میں ڈوبی ہوئی خواہشات کی دلدادہ، لذتوں کی طرف لپکنے والی ہوں گی۔ گانے والی، لہو و لعب کرنے والی عورتیں ظاہر ہوں گی، عورتوں سے شرم و حیا اٹھ جائے گی"۔

الغرض

عنوان بحث یہ تھا کہ کسے فراموش کر دیا جاتا ہے، اور کس کی یاد قائم اور باقی رکھی جاتی ہے۔ اس تمام گفتگو کا ماحصل یہی ہے کہ خاص برگزیدگان و مقربان حق تعالیٰ کی یاد اور ان کی وہ مخصوص یادگاریں

پورے احترام و احتشام کے ساتھ قائم اور باقی رہیں گی۔ جن کی بنیاد خود خالق کائنات نے رکھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنھیں قائم فرمایا۔ ملائکہ اور تمام کائنات ارض و سما نے جن کے لئے دوش بدوش خراج عقیدت پیش کیا۔ سید الشہداء شہید نینوا فرزند مصطفےٰ دلبند مرتضیٰ ؑ زہراؑ کے لعل ان سب میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں۔ اس لئے محبان آل عبا نے ان کی یادگار کو ہمیشہ ہر حیثیت سے باقی رکھنا سنت الٰہی و اسوہ محمدی سمجھا۔ فریضہ مذہبی و مقصد زندگی قرار دیا ہے جسے کوئی مخالف طاقت نہیں دبا سکتی۔

مظلوم کربلا، مذبوح قفا کی شہادت کے چالیس دن بعد اربعین کی یادگار منائی جاتی ہے۔ روایت بتاتی ہیں کہ ۱۹ ماہ صفر کو ابن زیاد ملعون نے اسیران آل محمدؑ مع سرہائے شہداء کوفہ سے دمشق کی جانب روانہ کئے۔ اہلبیت کا لٹا ہوا یہ قافلہ کربلا کی راہ سے روانہ ہوا۔ بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں، برہنہ پشت اونٹوں پر تباہ حال سیدانیاں سوار۔ بیسویں صفر کو یہ منزل کربلا میں ہوئی۔ یعنی پہلا چہلم اہلبیت رسولؐ نے کربلا میں ہی کیا۔ اسی طرح جابرؓ بن عبد اللہ انصاری بھی امام مظلوم کی زیارت کو کربلا میں آئے ہوئے تھے۔ جب یہ قافلہ یہاں اترا تو جابرؓ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لپٹ کر بہت روئے اور ایک ایک شہید کا پرسہ دیا۔ دن بھر ماتم کرتے رہے۔ دو دن کربلا میں ان کا قیام رہا۔ ازاں بعد دمشق کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ ایلیا پر "ایک طائرانہ نظر" کا تجزیہ

محترم عنایت اللہ صاحب ہومیو پیتھ منٹگمری کے مضمون پر مدیر معارف اسلام کا تبصرہ

(استمداد از غیر اللہ اور رسالہ ایلیا پر ایک مختصر نوٹ)

"اخبار اہلحدیث" سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کی اشاعت ۱۵ رجون یکم جولائی سنہ ۱۹۶۳ء میں رسالہ ایلیا پر ایک طائرانہ نظر کے زیر عنوان عنایت اللہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جسمیں تبصرہ کے بجائے جگہ جگہ مایوسی کا اظہار ٹپک رہا ہے۔ کیونکہ رسالہ "ایلیا۔ ایمان عالم کا مرکز نجات" میں جناب محقق دوراں حکیم سید محمود گیلانی مدظلہ (سابق ایڈیٹر اہلحدیث) نے جو تحقیقات جمع فرمادی ہیں اور دلائل و حوالہ جات اس قدر مستحکم ہیں کہ ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہومیو پیتھ صاحب نے کسی ایک حوالہ یا مندرجات سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ بجائے رسالہ پر تبصرہ کرنے کے مسائل میں الجھ گئے ہیں۔ اور مسئلہ وسیلہ" جو کہ شیعہ سنی مسلمانوں کا قریبا مشترکہ عقیدہ ہے اس پر بحث شروع کر دی ہے۔ بعض مقامات پر حکیم صاحب مدظلہ سے مخاطب ہو کر الجھنا شروع کر دیا ہے جو شان تبصرہ سے بعید ہے البتہ شان مناظرہ سے قریب ہے۔ بہرحال ہم محترم عنایت اللہ صاحب کے مضمون کا تجزیہ کرنے سے پیشتر اہلحدیث کو کچھ حدیث کی باتیں بتانا چاہتے ہیں کہ اہلحدیث پر حجت تمام ہو — حدیث میں شان امیر المومنین علی علیہ السلام کا مقام سب سے بلند ہے۔ پیغمبر اکرم نے جسقدر فضائل امیر المومنین کے ارشاد فرمائے ہیں ان کا عشر عشیر بھی اسلام میں کسی اور بزرگ کے متعلق نہیں فرمایا۔ یہ اسلام میں صرف شیعوں ہی کا مسلک نہیں بلکہ اہلسنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ خود صحابہ کرام اور امہات المومنین نے بھی صاف صاف الفاظ میں اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ اہلسنت والجماعت کے حضرات صوفیاء اور تفضیلیہ تو ببانگ دہل اس عقیدے کا اظہار کرتے ہیں اور بقایا اہلسنت بھی اپنے عقیدے کی رو سے حضرات ثلاثہ کو درجہ بدرجہ خلیفہ رسول سمجھتے ہیں۔ مگر امیر المومنین علی المرتضیٰ

کو بزرگی و شرف میں سب پر فوقیت دیتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ایک نہیں سینکڑوں حوالے دئیے جا چکے ہیں ــــ مگر ــــ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین کا ذکر فضائل سنکر بعض طبیعتوں پر اس قدر گراں گذرتا ہے کہ ماتھوں پر سلوٹ پڑ جاتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ ناگواری ان کا جزو طبیعت بن گئی ہے۔ اب جب کہ یہ احادیث رسول موجود ہیں تو اس مخالفت کا کیا علاج ہے۔

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من حسد علیاً فقد حسدنی ومن حسدنی فقد کفر (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا:۔ جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

(۲) عن ابی رافع مولی لعائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ عادا اللہ من علیاً (اخرجہ ابن ابی رافع) ابی رافع جناب ام المومنین حضرت عائشہؓ کا غلام روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدا دشمنی کرتا ہے اس شخص سے جو علیؑ سے دشمنی کرتا ہے۔

(۳) عن ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لعلی لا یحبک الا المومن ولا یبغضک الا منافق (اخرجہ النسائی) جناب ام المومنین ام سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ حضرت علیؑ سے فرماتے تھے۔ تجھے دوست نہیں رکھیگا مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھیگا۔ مگر منافق۔

(۴) عن ابن عباس قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی علی فقال لہ انت سید فی الدنیا والآخرۃ من احبک فقد احبنی وحبیبک حبیب اللہ وعدوک عدو اللہ ویل لمن ابغضک (اخرجہ احمد)۔ حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے مجھے جناب امیرؑ کے بلانے کو بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا۔ یا علیؑ تو دنیا و آخرت کا سردار ہے۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ تیرا دوست میرا دوست ہے۔ تیرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ افسوس ہے اس کے لئے جو تجھ سے بغض رکھے۔

ان واضح احادیث کی موجودگی میں کوئی بہت ہی بد قسمت ہوگا جو علی المرتضیٰ سے بغض رکھے۔ رسالہ ایلیا ــــ ادیان عالم کا مرکز نجات۔ ریسرچ یعنی تحقیقات پر مبنی ہے۔ محقق نے کھلے بندوں حوالے دیکر اپنی تحقیقات کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا ہے۔ ماخذ موجود ہیں۔ دنیا کے لئے راستہ کھلا ہے۔ بعض ماخذ کے فوٹو بلاک چھپوا کر رسالہ سے پیوستہ ہیں۔ جب یہ سب حوالہ جات درست اور موجود ہیں تو ان کو تسلیم کر کے صراط مستقیم پر چلنا ہر عقلمند کا فرض ہے۔ کنارہ کشی کرنے والا اپنے

ں کا خود ذمہ دار ہے۔ مسائل میں الجھنا کہ "غیر اللہ سے مدد نہ مانگو" رسالہ ایلیا پر تبصرہ نہیں بلکہ یہ ایک علیحدہ مضمون

استمداد از غیر اللہ کا مغالطہ

"فاضلانہ نظر" تقریر میں سب سے اول غیر خدا سے استمداد سے متعلق گوہر افشانی فرمائی گئی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ جب خود خداوند تعالیٰ قرآن میں ایک انسان کو دوسرے انسان کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے تو یہ شرک کیسے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مدد درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ مگر وہ کسی ذریعہ سے ہی ہوتی ہے۔ انسان ایک دوسرے کی مدد کرنے سے العوذ باللہ مشرک نہیں بنجاتا۔ اور جو کسی کے مدد مانگنے یا مدد دینے سے شرکت فی ربوبیت یا شرکت فی التوحید کا قائل ہے وہ جاہل مطلق ہے۔ دنیا میں تمام امداد باہمی کے ادارے توڑ ڈالئے اور انسانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کے سنہری اصول کو ملیا میٹ کر کے خلاف فطرت اصولوں پر کاربند ہو جائیے۔ ڈوبنے والے کو دریا میں ڈوبنے دیجئے اور اسے سمجھئے کہ کسی کو امداد کے لئے نہ پکارے۔ جب گاڑیوں کی ٹکریں ہو جاتی ہیں۔ جب سیلاب زدہ مخلوق اپنے جان و مال سے ہاتھ دھو رہی ہو۔ جب مکانوں کو آگ لگ رہی ہو یا مکانات گرنے سے لوگ نیچے دبے ہوں تو انھیں دینی اصول کے تحت نہ انھیں غیر اللہ سے مدد مانگنی چاہیئے۔ اور نہ انھیں ان کی مدد کے لئے جانا چاہیئے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔ کدھر بہکے جاتے ہو۔ کیا ایک دوسرے کی مدد کرنا اخلاقی مسئلہ نہیں ہے؟ کیا اسلام خلاف عقل اور خلاف اخلاق مذہب ہے۔ پھر یہ غیر اللہ سے مدد کا مسئلہ ایجاد کر کے آپ نے کونسی دین کی خدمت فرمائی۔ بروئے قرآن خود ذاتِ احدیت مدد کی طلبگار ہے۔ اور مخلوق خدا کی مدد کرنا ہی خدا کی مدد کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ (پ ۱۷، رکوع ۱۳۔ الحج) (ترجمہ) "اور اگر خدا انسانوں کے ذریعہ سے دوسرے کو دفع نہ کرتا تو عبادت خانے اور گرجا اور کلیسے اور مسجدیں جنہیں خدا کا نام زیادہ لیا جاتا ہے۔ سب گرا دیئے جاتے۔ اور اللہ اس کی مدد ضرور کریگا جو خود اللہ کی مدد کرتا ہے"۔

خداوند تعالیٰ نے آدمیوں ہی سے آدمیوں کی مدد کرائی۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔ پس امیر المومنین نے جب عالم الست میں بھی انبیاء و اوصیاء کی مدد فرمائی تو اس سے حضرت کی الوہیت کیونکر ثابت ہو گئی جس طرح حیات بعد الموت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسیطرح اس دنیا میں پیدائش کے پیشتر کے عالم سے بروئے قرآن انکار محال ہے۔ ارشاد خداوندی :۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ (پ ۹، ع ۱۲۔ الاعراف)۔ ترجمہ :۔ اور اے رسول اس وقت کو یاد کرو تمہارے پروردگار نے اولاد آدم سے ان کی پشت در پشت اولاد کو لیا۔ اور ان کو ان کی اپنی اپنی ذات کا گواہ قرار دیا۔ (اور اس نے یہ سوال کیا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے عرض کیا۔ بیشک ہے۔

ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے اقرار یہ اقرار ہم نے اس لئے جتلا دیا کہ قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے"

پس جب اس عالم قبل از حیات الدنیا سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو اس میں امیرالمومنین کا اللہ تعالیٰ کی ودیعت فرمودہ طاقت سے دوسروں کی مدد کرنے سے گریز کیوں؟ جب اُس عالم الست میں انبیاء سے رسول آخرالزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد کرنے کا اقرار بھی لیا جا چکا ہو۔ تو اس کو غیر اللہ کی مدد کیونکر تصور کیا جا سکتا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:- وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ..... الخ (پ ۳ ع آل عمران) - (ترجمہ) اور جس وقت خدا نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا کہ میں تم کو کتاب اور حکمت دوں گا۔ پھر (سب سے بعد) ایک رسول تمہارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرتا ہوا آئیگا تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا اور کیا تم نے میرا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ تو سب نے کہا۔ ہم نے اقرار کیا۔ (خدا نے) فرمایا۔ تم سب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دینے والا ہوں"

لیجئے! جملہ انبیاء کو رسول خاتم کی مدد کرنے کا حکم خود خدا کی طرف سے موجود ہے۔ تو خلیفہ رسول نے اگر ان کی مدد کی تو اس سے انکار کیوں۔ اور یہ تو انبیاء اور جانشین نبی اعظم کا معاملہ ہے۔ خدا تو خود عام آدمیوں کے اعمال نیک کو خدا کی مدد کرنا تسلیم کرنا فرمایا ہے:- وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (پ ۲۸ ع ۲) اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کئے جاتے ہیں، وہی تو سچے ہیں الخ۔ کیا یہ غیر نبی کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ محترم عنایت اللہ صاحب اپنا ہومیو پیتھک کا سارا کام بغیر کسی غیر اللہ کی مدد کے چلاتے ہیں۔ نہ کسی کی مدد کرتے ہیں اور نہ کسی سے مدد لیتے ہیں۔ نہ معلوم اول سے آخر تک ان کے سارے کام بیٹھے بٹھائے ہی خود بخود کیونکر انجام پا جاتا ہے۔ اور نہ معلوم "اہلحدیث" رسالہ بغیر کسی مدد کے بے شمار مراحل طے کر کے خود بخود کیونکر شائع ہو جاتا ہے۔ جبکہ دنیا کے تمام امور ازل سے ابد تک ایک دوسرے کی مدد سے ہی طے ہوتے ہیں۔

اگر ان حضرات کا اہلحدیث ہو کر حدیث ثقلین پر عمل نہیں تو اس کا ذمہ ہم پر تو نہیں۔ مگر قرآن کو (نعوذ باللہ) کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے جبکہ انبیائے ماسبق تو درکنار خود سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے لئے ایک مددگار طلب کرتے ہیں اور دین اللہ کی امداد کے لئے مجاہدین کو غزوات میں بھیجتے ہیں۔ مجاہد کا رتبہ بھی اس لئے بلند ہے کہ اس نے دین اللہ کی مدد کی۔ مجاہد "اللہ" تو نہیں بن گئے۔ اس کے علاوہ جب غیر اللہ رسول اللہ کی مدد کرتے ہیں تو خدا ان کے امداد کرنے کے فعل کو اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:- اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (پ ۳۰ ع ۱۸۔ الضحیٰ) اے میرے حبیب! کیا تم کو یتیم نہیں پایا

پھر پناہ دی"۔ ظاہر ہے کہ یہ پناہ حضرت ابوطالبؑ ہی نے پناہ دی تھی۔ جسے خداوند تعالیٰ نے اپنا پناہ دینا ارشاد فرمایا۔ اسیطرح جناب خدیجۃ الکبریٰ کے متعلق ارشاد ہے :۔ ووجدک عائلاً فاغنیٰ (پ ۳۰ الضحیٰ) "اور تم کو محتاج پایا، پھر غنی کر دیا" کیا یہ جناب خدیجہؑ کی بے پناہ دولت نہ تھی جو انھوں نے اپنے سرتاج کے قدموں پر نثار کرکے مدد کی؟ کیا جناب ابوطالبؑ اور خدیجۃ الکبریٰ غیر اللہ نہیں تھے۔

دراصل "استمداد از غیر اللہ" کا مسئلہ محض مغالطہ میں ڈالنے کے لئے ایجاد کیا گیا کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ "ہم لوگ خدا کو بہت مانتے ہیں" حالانکہ بعض ایسی ایسی ہستیاں بھی (جنکا ان حضرات سے کوئی تعلق نہیں) خدا کو بہت زیادہ مانتی تھیں، جو محض غیر اللہ سے انکار کرنے پر ہی راندۂ درگاہ الٰہی ہوگئیں۔ تمام دنیا جانتی ہیں کہ کسی سے مدد مانگنے یا مدد کے لئے کسی کو پکارنے یا کسی کے کسی دوسرے کی مدد کرنے سے خدا نہیں بن جاتے، نہ اسے خدا تسلیم کیا جاتا ہے، نہ اس کی پرستش ہوتی ہے۔ کسی کی مدد کرنا بین الاقوامی، اسلامی اور عقلی اصول ہے۔ مدد کے لئے پکارنے پر ہی مدد کی جاتی ہے۔ کیا اہل کشمیر پاکستان کو مدد کے لئے نہیں پکار رہے ہے؟ کیا شہنشاہ ہمایوں نے شاہ طہماسپ صفوی کو یہ الفاظ نہیں پکارا تھا:

التماس از شاہ ایں دارم کہ با من آں کند — ہر کہ با شمسائی علی در دوشت ارژن کردہ است (ہمایوں)

اگر جناب عنایت اللہ صاحب یا سیوھیچے مضمون نگار اخبار "اہلحدیث" ہی کا خیال درست تسلیم کر لیا جائے تو اہالیانِ کشمیر کو ہندوستانی سنگینوں اور گولیوں کو خاموشی سے اپنے سینوں پر لے لینا چاہیے۔ نہ مدد کے لئے پکارنا چاہیے، نہ پاکستان کو کشمیریوں کی مدد کرنا چاہیے نہ کسی دوسرے ملک کو۔ نہ مجلس اقوام متحدہ کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہیے، نہ اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے۔ نہ دیگر ممالک کو آپس میں رابطے قائم کرنے چاہئیں نہ "اہلحدیث" اخبار کو مدد کے لئے حکومت کو پکارنا چاہیے کہ فلاں فرقہ کا قلع قمع کر دو۔ — کوئی تو عقل کی بات ہونا چاہیے۔

نواسہ رسولؐ حضرت سید الشہداء نے میدان کربلا میں آخری وقت میدان کربلا میں اتمام حجت کے لئے استغاثہ بلند فرمایا تاکہ بروز قیامت بازپرس پر اشقیاء یہ نہ کہنے لگیں کہ ہم نے پہچانا نہیں تھا یا ہمیں مدد کے لئے پکارا نہیں تھا۔ امام علیہ السلام نے علی الاعلان پکارا :۔ ھل من ناصر ینصر الذریۃ الاطہار "ہے کوئی ایسا مدد کنندہ جو آنحضرتؐ کی ذریت اطہار کی مدد کرے؟" ..... اگر عنایت اللہ صاحب ہی کا موقف درست ہے تو سید الشہداء جو بموجب احادیث صحیحہ سید الشباب اہل الجنۃ ہیں، غیر خدا سے مدد مانگنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) شرک میں مبتلا ہو گئے ..... الغرض اس مسئلہ کی کس کس بات کا رونا رویا جائے

محترم عنایت اللہ صاحب کے گرانقدر مضمون کی چند اور ستم ظریفیاں بھی قابل غور ہیں :۔

(۲) فرماتے ہیں :۔ "مگر حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے آیلی۔ ایلیا اور علی وغیرہ کی صوتی مشابہت سے بہت زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے" ..... دراںحالیکہ رسالہ ایلیا میں کسی ایک جگہ بھی

اس صوتی مشابہت پر بطور استدلال نہ وہ زور نہیں دیا گیا۔ بلکہ جو امت کے پیشواؤں اور سنسکرت کے دستور کی کتب کے حوالے دیگر اس تحقیق میں مدد لی گئی ہے۔ جب یہ حوالہ جات موجود ہیں تو نہ معلوم کس جذبہ کے تحت یہ استناد محترم عنایت کو نظر نہیں آئے ..... مگر ہاں! یاد آگیا کہ آپ نے "رسالہ ایلیا پر طائرانہ نظر" لکھا ہے اور طائر بہر حال ایک حیوان ہے "انسان اور پھر محقق انسان نہیں۔ چونکہ طائرانہ نظر میں اصلیت نظر نہیں آیا کرتی، بلکہ طائر چشم زدن میں اڑتے اڑتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اور راستہ کی چیزیں اس کی آنکھوں میں ایک لمبی سی لکیر بن جاتی ہیں، لہذا رسالہ ایلیا کی عظیم تحقیق میں کوئی استناد نظر آئے، نہ حوالہ جات کتب دکھائی دئے۔ نہ ادیان عالم کے پیشواؤں کے بیانات آنکھوں کے سامنے آئے۔ نہ سنسکرت اور دیگر زبانوں کے ماہرین کی تحریریں دکھائی دیں۔ بس ایک صوتی مشابہت کی لکیر طائر کی آنکھوں کی پتلی میں ابھر گئی، جس کو محقق گیلانی نے رسالہ میں ایک جگہ بھی بطور استدلال پیش نہیں کیا۔

(۲) نیز یہ بھی ارقام فرماتے ہیں کہ:- "اسمائے پنجتن کے ساتھ اگر غیر اللہ سے مشکل کشائی لازمی تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی کیا کم تھا" ..... محترم عنایت اللہ صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنے طائر فکر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان احادیث صحیحہ کا مطالعہ کرادیں جو اس تجزیہ کے ابتدا میں حضرت امیر کے متعلق زیب سطور کی گئی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ علی سے بغض رکھنے والے کا کیا مقام ہے۔ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جب خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی علیؑ کا نام بلند کریں تو آپ کو غصہ کیوں آئے۔ اور عنایت صاحب کو یہ بھی چاہیے کہ جملہ علمائے اہلحدیث سے یہ فتویٰ بھی جاری کرادیں کہ نماز میں جو درود پڑھنے کا حکم ہے اور جملہ اہل اسلام پڑھتے ہیں اس سے آل محمد کا نام نکال دیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی کیا کم ہے!" کہ آل محمد کو بھی شریک کیا گیا۔ اس ضمن میں ہم اور کیا زیادہ کہ لکھیں۔ کیونکہ یہ خود اہلحدیث ہو کر حدیث کے گھروندے ہی کو مسمار کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہلحدیث کو ایسے نادان دوستوں سے بچائے۔ ع۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

(۳) یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ:- "پنجتن پاک کو الوہیت کا درجہ اگر ذاتی یا حلولی طور پر حاصل نہیں تو عطائی طور پر تو ضرور حاصل ہے" ..... گو اس بیان کا رسالہ ایلیا سے کوئی تعلق نہیں تاہم چلتے دل کے پھپھولے ہیں۔ باوجود اس کے الوہیت کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ان کے مسلک میں شاید قرین عقل ہو۔ ورنہ فی الحقیقت عقلی اور ذہنی طور پر تو الوہیت صرف اپنی ذات ہی سے ہے۔ یہ عطائی ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر عطائی ہوئی تو وہ "الوہیت" نہ رہی۔ جب انہوں نے خود تسلیم کر لیا کہ نہ ذاتی ہے نہ حلولی تو پھر جانے کہ رسالہ ایلیا میں حضرت امیر المومنین کی الوہیت کا کیا کہنا۔ ایک بہتان اور کم عقلی کے سوا اور کچھ نہیں دراصل یہ ان کی سمجھ کا پھیر ہے۔ یہ اتنا نہیں سمجھے کہ ایک آقا اپنے غلام کو دوسروں کا آقا بنا سکتا ہے دوسروں کا آقا بن جانے سے وہ پھر بھی وہ نہیں بن سکتا۔ البتہ وہ اپنے آقا کا مختار بن سکتا ہے۔ دیکھیے

خود حضور پیغمبر اسلام نے اپنی وفات سے فوراً قبل اپنے غلام حضرت اسامہ کو ایک عظیم لشکر کا سردار بنا کر بڑے بڑے مشہور صحابہ کا آقا بنا کر بلاد شام کی طرف برائے جہاد روانہ کر دیا تھا۔ جیش اسامہ میں بڑے بڑے مشہور صحابہ مثلاً حضرت عمرؓ ابن خطاب و حضرت ابوبکرؓ ابن قحافہ بھی شامل تھے۔ اپنے غلام کو آقا بنا دینے سے کیا غلام مقام رسول پر پہنچ گیا۔ اسیطرح اگر خداوند تعالیٰ نے اپنی طاقتیں امیر المومنین کے سپرد کر دیں تو کیا تو کیا امیر المومنین (معاذ اللہ) خدا بن گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ قرآن حکیم میں شب ہجرت کے واقعات میں "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ط واللہ رءوف بالعباد" (پ ۲ ع ۹ البقرۃ) "اور آدمیوں میں سے ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو فروخت کر دیتا ہے۔ اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے" فرما کر قدرت نے امیر المومنین کو "مرضات اللہ" کا مختار بنا دیا ہے۔ کیا اس اختیار سے امیر المومنین علیہ السلام خدائی کے مقام پر پہنچ گئے۔ خدائی کا اتنا کچا تصور مسلک محمد و آل محمد میں درست نہیں۔ عنایت اللہ صاحب کے نزدیک خدائی اس قدر کمزور ہوگی۔ کون ایسا مسلم یا غیر مسلم مورخ ہوگا۔ جو اس بات سے انکار کر دیگا کہ شب ہجرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی جان بیچ کر جناب رسول مقبول کی مدد نہیں فرمائی تھی۔ گویا کہ خدا کی راہ میں حضور پر سے اپنی جان قربان کر کے "مرضات" کے مالک و مختار ہو گئے۔ اور گویا تاریخی طور پر تمام ابتدائی اسلامی غزوات علی المرتضیٰ کے سوا کسی اور نے فتح کر لئے تھے۔ کیا ان عظیم غزوات کی امداد نہ تصور کیا جائے۔

(۵) عنایت صاحب نے اپنی طائرانہ تبصرے کے پیرے ۵ کے تحت محقق گیلانی کا موقف اپنی سمجھ کے مطابق بیان کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ "گوتم بدھ نے تین مرتبہ علیؑ کا نعرہ لگایا (خدا کا نہیں، رسول کا نہیں"۔ کوئی ان سے پوچھے کہ بے دین یعنی لادین پنڈت جواہر لال صاحب نہرو جب اہلحدیث کے سرپرست شاہ سعود صاحب کے پاس ان کے ملک میں گئے تو شاہ سعود نے "سیدنا نہرو" کا نعرہ لگایا تھا۔ نعرہ تکبیر (اللہ اکبر) کیوں نہ لگایا۔ نعرہ تو اس کا لگے گا جو آئیگا۔ جسکی عزت و طاقت کا اعتراف ہوگا گوتم کے خواب میں امیر المومنین آئے۔ اس نے ان کے نام کا نعرہ لگایا اور اسلام کی عظمت کا اقرار کر لیا۔ کیا خدا تعالیٰ بھی خواب میں آیا کرتا ہے۔ خدائی کے ایسے تصور سے ناقص الایمانی کا اظہار ہوتا ہے۔ رسالہ المیا میں بدھ مت کی تحقیقات کے مطابق "دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ اور اس کا کالا پتھر" وغیرہ جو مقامات آئے ہیں ان کا ذکر کرنا عنایت اللہ صاحب نے مناسب نہیں سمجھا۔ کیونکہ ان سے سوائے خانہ کعبہ اور حجر اسود کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

(۶) حضرت سلیمان کی تعریفی لوح جو برآمد ہوئی اس کا ذکر کرنے کے بعد محترم عنایت اللہ صاحب نے کشتی نوح کی چوبی تختی جو روسی ماہرین نے کوہ جودی پر سے دستیاب ہوئی اس کا ذکر کیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ:۔

عیسائی پوپ نے سلیمانی لوح کو عیسائی دنیا کے مسلمان ہو جانے کے خوف سے خفیہ گروہ میں پوشیدہ کر دیا مگر نوح کی چوبی تختی جو روس کے عجائب گھر میں برسرِ عام (بقول مصنف) رکھی ہوئی ہے۔ اس سے عیسائی دنیا کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ بلکہ اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ اس دس سال کے عرصہ میں لاکھوں ہی مسلمان عیسائی ہو گئے۔ اچھی مسلمانوں کی مشکل کشائی ہوئی ہے۔ بے بنیاد چیزوں سے ایسے ہی نقصان پہنچتے ہیں۔ ـــــ دروغ گو را حافظہ نباشد والا معاملہ نظر آتا ہے اور مضمون نگار کو اتنا یاد نہیں رہا کہ جس ملک میں وہ بیٹھا ہے روس نہیں ہے بلکہ پاکستان ہے۔ یہاں کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ دس سال میں لاکھوں مسلمان عیسائی بن گئے۔ نہ کہ روس میں۔

مضمون نگار کا مبلغ علم یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ روس میں عیسائی آباد نہیں لہٰذا نوح کی کشتی دیکھ کر انہیں نقصان پہنچنا چاہیے تھا۔ درآنحالیکہ روس میں کمیونسٹ آباد ہیں عیسائی نہیں۔ غالباً مضمون نگار کو اتنا بھی علم نہیں کہ روس میں جو کروڑوں آدمی آباد ہیں، ان میں سوائے چند ایک ماہرین کے (جن میں سے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں)۔ حضرت نوح کے زمانہ کی زبان اور رسم الخط سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا تختی اگر برسرِ عام بھی رکھ دی جائے تو اسے کون سمجھے گا۔ چونکہ مخالفت پیش نظر ہے۔ لہٰذا بے بنیاد اعتراضات کرنے کے سوا چارہ نہیں۔

(۷) محترم عنایت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارے پاس کلام اللہ موجود ہے ...... اس کتاب ربانی میں بڑے بڑے اولوالعزم انبیائے کرام کی ادعیہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ وہ دعائیں نہیں جو ان پاک ارواح نے مشکلات کے وقت مانگی تھیں۔ اب اگر یہ دعائیں برآمد شدہ لوحوں تختیوں والی ہیں یا کم از کم ان حضرات کے دعا مانگنے کا طریقہ وہ ہے جو ان لوحوں پر مسطور ہے تو ان برآمد شدہ تختیوں لوحوں یا اسی قسم کی دیگر اشیاء کو صحیح مان لینے میں کسی کو تامل نہیں اب ایک طرف قرآن حکیم سچی الہامی کتاب اور دوسری طرف مصنف (ایلیا) کی کھینچ تان کر گھڑی ہوئی تختیاں اور حوالہ جات جس کو چاہیں تسلیم کر لیں" ...... اس تحریر کے بعد عنایت صاحب نے قرآن حکیم سے حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت سلیمان کی تین دعائیں نقل فرمائی ۱- حضرت آدم کی دعا اپنی بخشش کے لئے (۲) حضرت نوح کی دعا اللہ سے مدد مانگنے اور کفار کی ہلاکت کے لئے (۳) حضرت سلیمان کی دعا اپنی بادشاہت کے لئے ـــــ خاص مضمون نگار قرآن حکیم کو دعاؤں کی کتاب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور چند دعائیں اس میں بطور واقعات و امثال ارشاد فرمائی ہیں۔ ورنہ عنایت صاحب کا فرض تھا کہ ثابت کرتے کہ ان انبیاء نے سوائے ان دعاؤں کے جو قرآن میں درج ہیں جو انھوں نے پیش کی ہیں اپنی تمام عمر میں کوئی دعا نہیں مانگی۔ حالانکہ یہ سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ مستند کتب تاریخ اور سیر و حدیث

ہیں جیسیوں دعائیں انبیائے ماسلف کی موجود ہیں۔ اگر معیار صرف قال اللہ ہی ہے تو پرویز صاحب سچے ہیں جو کہتے ہیں ... کا فتویٰ اہلحدیث کی اسی اشاعت میں درج ہے۔ وہ غریب بھی تو یہی کہہ رہا ہے۔ حالانکہ بغیر حدیث کے قرآن کی تفسیر محال ہے۔ لہٰذا ان کا یہ فرمانا کہ برآمد شدہ الواح کی دعائیں قرآن والی کیوں نہیں غلط اعتراض ہے۔ جو اہلحدیث ہیں۔ ہزاروں لاکھوں حدیثوں کو مانتے ہیں۔ تو پھر کوئی ایک ہی حدیث قرآن میں دکھا دیجئے بلکہ ان کے اس معیار کے مطابق تو تمام صحیح احادیث کا قرآن میں ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ خود حضورؐ کے کئی اقوال قرآن سے یعنی بطور وحی خدا تعالےٰ قال اللہ کی صورت میں پیش کئے جا سکتے ہیں مگر حدیث کوئی نہیں لہٰذا کیا ان کے مقرر کردہ معیار کی رو سے تمام احادیث سے انکار کر دیا جائے۔ بغض علی کیا کیا گل کھلاتا ہے۔ کم از کم اتنا تو یاد رکھا جاتا کہ آیات قرآنی کی تفسیر احادیث سے ہوتی ہے۔ کشتی نوح چالیس دن طوفان میں رہی۔ مگر آپ کی جو دعا نقل کی گئی ہے وہ تقریباً دس سکنڈ میں ختم ہو جاتی ہے۔ کیا عنایت اللہ صاحب یہ ثابت کر سکیں گے کہ چالیس دن سوائے اس کے حضرت نے اور کوئی دعا نہ فرمائی ہو گی۔ تو پھر کیونکر کشتی نوح پر کندہ دعا مندرجہ رسالہ ایلیا سے انکار کیا جا سکتا ہے درآنحالیکہ کتب معتبرہ اسلامیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جناب نوحؑ نے حضرت رسولخدا امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ اور حسنینؑ و دیگر آئمہ طاہرین کے انوار مقدسہ کا توسل اختیار کیا اور ان کو شفیع قرار دیا۔ اسی طرح حضرت سلیمان کی جو دعا قرآن سے پیش کی گئی ہے وہ بھی صرف آپ کی بادشاہت کے متعلق ہے۔ کیا تمام عمر میں کسی امر کے لئے آپ نے دعا نہیں مانگی ـــ مگر عنایت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم تو اس دعا کو مانیں گے جو قرآن میں ہے۔ جو قرآن میں نہیں ہم اس کو نہ مانیں گے۔ اور بیسیوں دعائیں، مضامین خطبات احادیث جو قرآن میں نہیں ہیں تسلیم کرتے ہیں اور بعض کو نماز تک میں شامل کر رکھا ہے۔ مگر انبیاء کی وہ دعائیں جن میں اہلبیت طاہرین کو وسیلہ بنایا گیا ہے تسلیم نہیں کرتے محض اس لئے کہ وسیلہ بنانا ان کے مسلک کے خلاف ہے۔ اگر ان دعاؤں میں پنجتن پاک (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو وسیلہ نہ بنایا جاتا تو تسلیم کر لیتے گویا کہ یہ ہے تو صرف محمدؐ و آل محمدؐ کے وسیلہ سے درآنحالیکہ خود انہیں کے وسیلہ سے مسلمان ہیں۔ براہ راست خدا نے ان کو مسلمان ہونے کے لئے وحی نہیں فرمائی۔ تمام زور قلم محض اسی مسئلہ وسیلہ پر صرف کیا گیا ہے۔ ورنہ مندرجات رسالہ "ایلیا ــ ادیان عالم کا مرکز نجات" کے ایک گوشہ کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکے ـــ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے۔

بقیہ تذکرہ امام حسنؑ علیہ السلام:- ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرا شہری ہے۔ بلکہ تو بادشاہ روم کا فرستادہ ہے۔ تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لئے بھیجا ہے اور اس نے تجھے میرے

پس بھیج دیا ہے۔ اس نے کہا۔ یا حضرت! آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے۔ مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ مگر آپ یہ بہ علم امامت جان گئے۔ آپ نے فرمایا۔ اب ان مسائل کے جواب ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے۔ وہ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہو کر چاہتا تھا کہ سوال کرے کہ امام حسنؑ نے فرمایا:- اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے۔ کہ (۱) حق و باطل میں کتنا فاصلہ ہے (۲) زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے (۳) مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے (۴) قوس قزح کیا چیز ہے (۵) مخنث کس کو کہتے ہیں (۶) وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خدا نے دوسرے پر سخت اور فائق کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:- حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے (۲) زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔ (۳) مشرق اور مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے (۴) قوس قزح اصل میں قوس خدا ہے۔ کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے (۵) مخنث وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء ہوں۔ (۶) وہ دس چیزیں یہ ہیں:- خدا نے سب سے سخت پتھر کو پیدا کیا ہے۔ مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے کہ پتھر کو کاٹ دیتا ہے۔ اس سے زائد سخت آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے۔ آگ سے سخت پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور اس سے سخت ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتا ہے اور اس سے قوی ہوا ہے، جو ابر کو اڑائے پھرتی ہے۔ ہوا سے سخت وہ فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے۔ اور اس سے زائد سخت ملک الموت ہے۔ جو فرشتہ ہوا کی بھی روح قبض کریگا۔ اور ملک الموت سے بھی زائد سخت موت ہے۔ جو ملک الموت کو بھی مار ڈالے گی۔ اور موت سے سخت حکم خدا ہے۔ جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ امام حسنؑ سے یہ جوابات سنکر سائل پھڑک اٹھا۔

برسر حکومت ہو کر غصہ کو فرو کرنا بڑی بات ہے۔ سہ گر بدولت برسی پست نگردی مردی

حلم میں حضرت امام حسنؑ نمونہ رسولؐ تھے۔ رسول کے بارے میں ارشاد ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ج ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک (پ۴ ع۷ آل عمران) ترجمہ:- پھر اے رسول اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت کے سبب سے تم نے ان سے نرمی برتی۔ اور اگر تم درشت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔ (متفرق ہو جاتے)

رسولؐ اتنے نرم کہ ایک دفعہ ایک انصاری لونڈی آئی۔ اس نے آپ کی عبا پر ہاتھ رکھا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ پھر چھوڑ دیا۔ آپ بیٹھ گئے۔ سات بار ایسا ہی ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب یہ عورت میرے عبا پر ہاتھ رکھتی تھی تو میں سمجھتا تھا کہ اسے کچھ حاجت ہے لئے میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ عورت نے کہا:- میری مالکہ کا گھر کا بیمار ہے، عبا کا دھاگا لینے آئی تھی۔

ویدبناؤں لیکن آپ بار بار کھڑے ہو جاتے تھے۔

سبحان اللہ رحمت الٰہی کی وجہ سے خدا نے رسولؐ کو نرم کر دیا۔ اور اچھے اخلاق والا بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا۔ "وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ" (پ ۱۷ ع ۷۔ انبیاء) "اے رسولؐ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ نیز ارشاد ہے۔ "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" اے رسولؐ یقیناً آپ کا خلق بہت بڑھا ہوا ہے۔

اسی حلم کا نمونہ امام حسنؑ میں بھی تھا۔ ایک دفعہ امام حسنؑ گھوڑے پر سوار تھے۔ راستہ میں بازار میں ایک شامی مقابل ہوا اور بے نقط گالیاں دینے لگا۔ حضرت محمد حنفیہ پاس تھے، وہ غصہ ہونے لگے آپ نے فرمایا۔ آپ خاموش رہیں، وہ مجھے گالیاں دے رہا ہے۔ جب وہ شامی اپنے دل کی بھڑاس نکال چکا۔ تو اس سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ کہ اے شامی! اگر تجھے کھانے کی ضرورت ہو تو میرے گھر چل، میں تجھے اچھی روٹی کھلاؤں گا۔ کپڑے کی ضرورت ہے تو کپڑا دوں گا۔ نکاح کی خواہش ہے کسی خوبصورت سے نکاح پڑھ دوں گا۔ اگر مکان نہیں رکھتا، تو تیری رہائش کے لئے میرا مکان حاضر ہے۔

آپ کا یہ فرمانا تھا کہ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور معافی چاہی۔ کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ محمدؐ کی ذریت ایسے اسے موتی ہیں۔ (مناقب شہر آشوب ج ۴، ص ۵۲)

مروان کا واقعہ سب کو یاد ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ کہ سنان کا زخم بھر آتا ہے لیکن زبان کے زخم کا کوئی مرہم نہیں۔ جس مجلس میں امام حسنؑ ہوتے تھا۔ مروان جناب علیؑ و فاطمہؑ کو گالیاں دیا کرتا تھا امام حسنؑ خاموش رہتے تھے۔ جو منبر تبلیغ اسلام کے لئے بنا وہ گالیوں کا منبر بن گیا۔ جیدنا مہ تھا کہ جس مجلس میں ہوں۔ گالی نہ دی جائے۔ لیکن مروان اس معاہدے کے خلاف ہمیشہ گالیاں دیا کرتا تھا۔ جو نامہ تھا۔ کہ امیر شام مر جائے تو حکومت حسنؑ کو ملے۔ امیر شام چاہتا تھا کہ حسنؑ مر جائیں تو حکومت یزید کو دے سکتا ہوں۔ اس لئے ستر بار زہر دیا گیا۔ آپ نانا کی قبر پر جاتے اشکم مبارک مس کرتے۔ کبھی جنت البقیع جناب سیدہ کی قبر سے مس کرتے۔ زہر کا اثر باطل ہو جاتا۔ آخر ستر مرتبہ زہر دیا۔ آخری بار اثر ہو گیا۔ جب ۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ کو آپ شہید ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

امام حسین علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین کی، اور بعد نماز جنازہ امام حسنؑ کی وصیت کے مطابق انھیں نانا کی زیارت کے پہلو میں دفن کرنے کے لئے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے چلے۔ ابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خاص مروان وغیرہ نے آگے بڑھ کر انھیں پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے سے روکا۔ حضرت عائشہ بھی ایک خچر پر سوار ہو کر پہنچیں اور پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے سے مانع ہوئیں۔ (تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۸۳ روضۃ الصفا ج ۳ ص ۱۳) آپ کے بدخواہوں نے تیر باری کی۔ کئی تیر امام حسنؑ کے تابوت میں پیوست ہو گئے۔ (روضۃ الصفا ج ۳ ص ۷)۔ کتاب ذکر العباس صفحہ ۵۸ میں ہے کہ ستر تیر تابوت میں پیوست ہو گئے۔ تاریخ اسلام حصہ ۱ ص ۳۸ میں ہے کہ جنازہ نعش مبارک کو جنت البقیع میں لا کر دفن کیا گیا۔ (تاریخ کامل ج ۳، صفحہ ۱۸۲)۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

اطلاعات و اعلانات

(از ادارہ)

آئندہ شمارہ رسول نمبر:- آئندہ شمارہ ماہ ربیع الاول میں شائع ہوگا جو حسب معمول معارف اسلام کا روایتی چوتھا رسول نمبر ہوگا۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ملت جعفریہ صرف علیؑ و اولاد علیؑ کی ہی مدح و ثنا کرتی ہے اور حضرت رسول اکرمؐ کے متعلق بہت ہی کم توجہ دیتی ہے۔ حالانکہ جو منزلت و مقام رسول اللہ تعلیمات عترت اطہار کی رو سے ہے اس کا عشر عشیر بھی غیر اہلبیت کے زاویہ نگاہ میں نہیں ہے اسی لئے عوام الناس کو حقائق سے آگاہ کرنے کے لئے ادارہ معارف اسلام گذشتہ چار سال سے "رسول نمبر" نکال رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی انشاء اللہ حسب معمول رسول نمبر نکلے گا۔ علماء کرام اور ذی علم مضمون نگار حضرات اپنی اپنی گرانقدر و بلند تحقیقات جلد از جلد حسب معمول مدیر اعزازی کو بھیج کر مشکور فرمادیں۔

اور آگ جل اٹھی:- یہ پُراثر اور تاریخی مقالہ جو معارف اسلام میں مسلسل چھپ رہا ہے۔ اس مرتبہ نئی قسط حضرت انجم راجی مدظلہ کی جانب سے ابھی تک موصول نہیں ہوئی۔ آئندہ اشاعت میں درج ہوگی۔ اگر قارئین کرام خواہش فرمائیں تو اسے یکمشت کتاب کی صورت میں مستقل طور پر شائع کر دیا جائے۔ تاکہ پڑھنے والے محظوظ ہوں!

جبکہ ایک ایک ماہ کے وقفہ کے بعد چھپنے کی وجہ سے تشنہ رہ جائیں۔ بہرحال قارئین کرام اپنی اپنی گرانقدر تجاویز سے بواپسی مطلع فرمائیں۔

معارف اسلام انگلش پبلیکیشن فنڈ کی رفتار ترقی

سابقہ میزان	۵۰۰۴-۲۵ روپے
آمد از محترم شیخ فیروز الدین صاحب چائنہ ہاؤس	۱۰۰ "
آمد از محترم شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب لاہور	۲۰۰ "
آمد از محترم ایس محمد الیاس اینڈ سنز دی مال لاہور	۲۰۰ "
آمد از کراؤن پیپر مارٹ لاہور	۱۰۰ "
آمد از محترم شیخ محمد اخلاق صاحب لائلپور	۱۰۰ "
کل میزان	۵۷۰۴-۲۵

رفتار ترقی بہت سست ہے۔ آپ کا نام ابھی تک فہرست میں کب آئیگا۔ جب آپ جانتے ہیں کہ ضرورت زمانہ کی مناسبت سے انگریزی سلسلۂ اشاعت اور انگریزی ماہنامہ کی اشد ترین ضرورت ہے۔ آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ فوراً حسب استطاعت اپنے عطیہ سے جلد از جلد اس فنڈ کو مکمل فرمادیں۔ یہ قومی ملکیت باضابطہ ادارہ ہے۔ فوراً توجہ فرمایئے۔

نئی کتابوں پر تبصرے

دفتر معارف اسلام کو مندرجہ ذیل کتب برائے تبصرہ وصول ہوئی ہیں۔ جن پر آئندہ شمارہ میں سیر حاصل تبصرہ کیا جائے گا۔ اس مرتبہ عدم گنجائش کے باعث تبصرہ نہیں ہو سکا۔

توحید اور عدل :- مصنفہ جناب مولانا محمد مصطفےٰ صاحب قبلہ مجتہد۔ شائع کردہ امین الاقوامی مجلس المسلمین کراچی۔

آخری دور خلافت :- از مولانا محمد باقر صاحب پر اصلاح "کھجوہ (بہار)" شائع کردہ دائرہ تحقیق۔ کراچی

اسرار اعداد و حساب خفیہ وزیر :- مصنفہ سید فیض الحسن موسوی انبالوی شائع کردہ سید اظہر رضا و اکبر رضا کاظمی۔ دربار حسین لاہور

چودہ مسئلے :- از عبد الکریم صاحب مشتاق ادیب فاضل شائع کردہ مصنف۔

سادات کے لئے لمحہ فکریہ :- از سید نذیر حسین نقوی شائع کردہ مکتبہ باقریہ لاہور

ذکر الرسولؐ (انگریزی) REMEMBRENCE OF THE PROPHET. شائع کردہ سید فرزند رضا رضوی۔ مجلس المسلمین کراچی

آئندہ شمارہ میں ان عمدہ کتب پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اشتہار

ایک ریٹائرشدہ گریجویٹ جو محنتی دیانتدار محنتی پابند صوم و صلواۃ اور سرکاری ملازمت کا وسیع تجربہ رکھنے کے علاوہ ایک بلند پایہ اردو شاعر اعلیٰ درجہ کا سوز خواں اور عمدہ مقرر ہے اور گذشتہ کئی سال سے مجالس عزا میں مومنین کی بے لوث خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس وقت حالات سے مجبور ہو کر معقول روزگار کا متلاشی ہے۔ قوم کے والیان ریاست کامیاب تاجران سے بالخصوص اور صاحب استطاعت حضرات سے بالعموم درخواست ہے کہ اس قسم کے مستحق شخص کے لئے معقول ذریعہ بہم پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ اس کے متعلق خط و کتابت معرفت ادارہ معارف اسلام ۹۔ بی۔ شاہ عالمی گیٹ لاہور سے کریں۔

مبلغ اسلام حکیم سید سرفراز حسین صاحب کا نیا پتہ

تین ماہ سے چند احباب کے اصرار پر حکیم صاحب لاہور چھوڑ کر کمالیہ ضلع میانوالی میں قیام فرما ہیں۔ نوٹ فرمائیں

بیت الحکمت :- کمالیہ ضلع لائلپور

ہر قسم کی۔ مذہبی، دینی، تاریخی، ادبی، اخلاقی کتب اور کلام مجید مختلف مطابع و اداروں کے شائع شدہ ہم سے طلب فرمادیں :- دفتر ادارہ معارف اسلام ۹۔ بی شاہ عالمی گیٹ لاہور

ادارۂ معارف اسلام کی چند

مخصوص مطبوعات

(۱) موا خطِ حسنہ (از علامہ شیخ عبدالعلی ہروی) قیمت پانچ روپے

(۲) فتنۂ تفسیر بالرائے ۔ } از علامہ سید امداد حسین کاظمی و علامہ الحاج مرزا احمد علی مجتہد قیمت مجلد ۵ روپے ۵۰ پیسے غیر مجلد ۵۰ء۴
مع معارف الفرقان

(۳) الجمہوریت والامامت (از مدیر معارف اسلام ۔ قیمت مجلد ۲۵ء۵ روپے
غیر مجلد ۰۰ء۴ روپے ۔

(۴) اخلاق المعصومین ۔ (از علامہ سید امداد حسین کاظمی) ۔ قیمت دو روپے چار آنے

(۵) بازار کوفہ ۔ از ڈاکٹر سید محمود عباس بخاری ۔ قیمت ایک روپیہ

(۶) عہد ناموں کی تعلیمات (عیسائیات) از علامہ نذر حسین گوپالپوری ۔ قیمت ایک روپیہ -/1

ایلیا کے بعد

ایک اور تحقیقی اور حیرت انگیز مقالہ

ذکر خلیلؑ

از حکیم سید محمود گیلانی مدظلہ

گزشتہ شمارے میں مفت ارسال کرنا غلطی سے لکھا گیا ۔ یہ قیمتاً ارسال ہوگا ۔

شیخ غیاث الدین پرنٹر و پبلشر نے نقیمی پریس بیرون اکبری گیٹ لاہور سے چھپوا کر دفتر معارف اسلام ۹۔ بی شاہ عالمی لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

(القرآن پ ۴)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۳۵

ماہنامہ

معارف اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

چندہ سالانہ للعہ | لاہور | قیمت فی پرچہ ۸

غیاث الدین (سیکرٹری ادارہ معارف اسلام) پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس سرکلر روڈ لاہور میں چھپوا کر
دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالمی گیٹ شیخ منظور سے شائع کیا

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمدنی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی

فتنۂ تفسیر بالرائے مجلد ۱۲ روپیہ
〃 غیر مجلد ۱۲ آنے
مذہب اور سائنس ۱۰ر
حکومت ربانی ۸ر
محرم و آداب عزا ۸ر
نوائے اقبال (در مدح اہلبیت) ۸ر
موازنۂ حق و باطل ۶ر
دلیل عزا ۲ر قوانین شرعیہ ۵ر
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج ۳ر
رجسٹرڈ (انگریزی) ۴ر
اقتصادی مشکلات کا حل ۴ر
مہدیٔ موعود ۴ر
عصمت انبیاء ۴ر
ذکر بہا ۲ر اسوۂ صوفیا ۲ر
آل محمدؐ ۲ر ضرورتِ اتحاد ۲ر
رحمۃ اللعالمین (اسلام اور اقلیت) ۳ر
شہید وحدانیت ۲ر
حدیقۂ غم (یوم عاشورہ کی تاریخ منظوم) ۸ر

نہج البلاغہ ہر سہ حصہ ۲۵ روپیہ
(مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب) ۸ر
فلسفۂ اسلام (آغا محمد سلطان مرزا) ۱۲ آنے
اسلامی سیاسیات کا ابتدائی مطالعہ ۶
قرآن اور جغرافیائی مسائل ۸ر
مسلمانوں کے مذہب پر تحقیقات
غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات } عشر
دلیل العرفان ۴ر
سیرۃ الاولین تاریخ بنو امیہ ۱۰ر
معلم اسلام (علامہ کاظمی) ۳ر
اعمال واجبیہ (〃) ۳ر
دلیل الزائرین ۲ر
زینت النساء (حالات سیدۂ کونین) ۵ر
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان
(علامہ کامونپوری) ۸ر
مناظرۂ کشمیری فتح حیدری ۴ر
تصویر درد ۴ر
استیصال البدعۃ ۳ر

ظفر المبین ۴ر حقیقۃ الفقہ ۲ر
عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی) ۲ر
حضرت یوشع بن نون ۴ر
انوار حکمت ۵ر
رموز حکمت ۳ر منتظر اتحاد ۴ر
امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا)
فصل الباری تنقید صحیح البخاری (اصلاح)
سوانح حضرت ابوبکرؓ ۱ روپیہ
الوثنی (〃) ۴ر ما خدیدا (〃)
رسالہ تقیہ (اصلاح کھجوا) ۱ر
مسئلہ خلافت امامت زیدیہ مذہب امام
انتصار در حرمت ادبار (اصلاح کھجوا)
اصل و اصول شیعہ (آل کاشف الغطاء)
اسلام و مسلمانوں کی تاریخ حصہ اول
(عہد نبوی)
اسلامی معاشرہ (تعلیمات اہلبیتؑ)
مجلد ۶ر بغیر جلد ۴ر
اسلامی عقاید بر تعلیمات اہلبیتؑ ۴ر
(خرچہ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار۔ لاہور

خط و کتابت بنام :- مہتمم دفتر ادارۂ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/B شیخ منزل شاہ عالم گیٹ لاہور

"راستی و درستی بہترینِ سیاست است"

ماہنامہ معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۳	ماہ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۷ء	شمارہ ۷

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ہا

گیمبر کا المناک حادثہ

اخبارات مثل پاکستان ٹائمز وغیرہ میں یہ پڑھ کر ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ گیمبر کے ریلوائی حادثہ میں مشینری کا کوئی نقص نہ تھا۔ بلکہ انسانی کوتاہی کا نتیجہ تھا۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ یہ انسانی کوتاہی کیوں ہوئی۔ اور کون اس کوتاہی کا ذمہ وار ہے۔ جس سے سینکڑوں قیمتی جانیں موت کی آغوش میں سو گئیں۔ چونکہ اس حادثے کی تحقیقات کیلئے گورنمنٹ کی طرف سے تحقیقاتی آفیسر مقرر ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ہم اصل وجوہات اور صحیح واقعات کے متعلق تحقیقاتی رپورٹ سے پیشتر ایک لفظ بھی نہ لکھیں گے۔ مگر عوام کے مفاد واقفیت اور عبرت کیلئے توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

ریلوے کے انٹرلاکنگ نظام میں ایک خرابی بھی ہے۔ ورنہ یہ حادثات بہت کم رونما ہوتے۔ انٹرلاکنگ نظام کے تحت گاڑی کو ایک لائن سے دوسری لائن پر تبدیل کرنے کیلئے اسٹیشن سے کچھ فاصلہ پر ایک کیبن (CABIN) تعمیر کی جاتی ہے۔ جس میں کانٹے بدلنے کے آلات نصب ہوتے ہیں۔ کانٹا کئی فرلانگ پر ہوتا ہے۔ اور بوقت ضرورت کیبن مین (CABIN MAN) یا کانٹے والا اسٹیشن ماسٹر کا اشارہ پاتے ہی ایک ہینڈل گھماتا ہے۔ جس کے اثر سے کئی فرلانگ دور ریلوے لائن کا کانٹا تبدیل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ بوجہ دوری اور بعد مسافت کے کانٹا بدلنے والا کیبن مین (CABIN MAN) یہ تسلی نہیں کر سکتا۔ کہ واقعی کانٹا بدلا بھی گیا ہے یا نہیں؟ وہ صرف ہینڈل گھما کر مطمئن ہو جاتا ہے کہ کانٹا ضرور بدلا گیا ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ ہینڈل تو گھوم گیا ہو۔ مگر اندرونی نظام میں کوئی خرابی واقع ہو جائے یا کسی پیچ یا کیل وغیرہ کے ڈھیلے ہو جانے یا کسی ضروری پرزہ کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اصل کانٹا جوں کا توں رہ جائے اور بدلا نہ جا سکے۔ چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مشینری چلانے والا اگرچہ باقاعدہ چلاتا ہے۔ لیکن اس کے اثرات سے بے خبر رہتا ہے۔ بجلی کی کیفیت دیکھئے۔ گھروں میں (SWITCH) سوئچ لگے ہیں۔ آپ نے سوئچ دبایا لیکن روشنی نہیں ہوئی۔ کیوں اس لئے کہ اگرچہ (SWITCH) سوئچ ٹھیک معلوم دیتا ہے۔ مگر روشنی دینے کیلئے

جن دو تاروں منفی اور مثبت کا اتصال ضروری ہے۔ ان میں کوئی ایسی خفیف سی خرابی آچکی ہوتی ہے۔ کہ اتصال نہیں ہوتا۔ سوئچ (SWITCH) دبانے والا سمجھتا ہے۔ کہ اس کا سوئچ (SWITCH) ٹھیک عمل کر رہا ہے۔ لیکن مشینری آگے جا کر خراب ہو جاتی ہے۔ اس طرح ہمیں اکثر بار تجربہ ہوا ہے۔ کہ ہم نے کسی ضروری کام کے لئے ٹیلیفون کیا۔ ڈائیل کے ہینڈل سے بڑی احتیاط سے گھما گھما کر نمبر ملایا۔ اور جواب کے انتظار میں گھنٹی کے بجنے کی آواز سنتے رہے۔ لیکن دوسری جانب سے کسی نے ریسیور (RECEIVER) اٹھانے کی کوشش نہ کی۔ ہم نے سمجھا۔ کہ گھنٹی تو باقاعدہ جا رہی ہے۔ لیکن شاید دوسری طرف کوئی موجود نہیں۔ تعلق (CONNECTION) توڑ کر پھر دوسری بار (RING) رنگ کیا۔ پھر وہی خاموشی آخر جب کسی دوسرے وقت نمبر مطلوبہ دستیاب ہو گیا۔ اور اس سے ریسیور (RECEIVER) نہ اٹھانے اور عدم توجہی کا گلہ کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اگرچہ گھنٹی جاتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن در حقیقت دوسری جانب گھنٹی بالکل نہیں بجی تھی۔ اس لئے وہ ملتفت نہ ہو سکے۔ یہی طرح کانٹے کی حقیقت ہے۔ اس کا علاج یوں ہو سکتا ہے۔ کہ جہاں دو لائنوں کے اتصال پر کانٹا بدلتا ہے۔ وہاں کوئی نگران ہونا چاہیئے جو یہ دیکھ کر تسلی اور اطمینان کرے کہ کیبن مین (CABIN MAN) نے کانٹا بدلنے کے لئے جو ہینڈل گھمایا ہے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا ہے۔ اور کانٹا بدلا گیا ہے۔ محض کئی فرلانگ دور ایک ہینڈل گھما کر آرام سے بیٹھ رہنا اکثر ہزاروں جانوں کے اتلاف کا باعث ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے۔

دوسری خرابی یہ ہے۔ کہ اسٹیشن ماسٹر جو ایک فاصلہ پر بیٹھ کر بذریعہ ٹیلیفون جو ایک بے جان اور ناقابل اعتبار انسانی ایجاد ہے۔ کیبن مین (CABIN MAN) کو کانٹا بدلنے کا حکم دیتا ہے۔ اس حکم دینے والے کی حیثیت۔ درجہ اور تنخواہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن کانٹے والا جس کے ہاتھ میں ہزاروں انسانوں کی جانوں کا دارومدار ہوتا ہے۔ نہایت کم حیثیت کم درجہ کا ملازم اور کم تنخواہ دار ہوتا ہے۔ اسے اگرچہ نیلے رنگ کی سرکاری وردی ملتی ہے۔ لیکن نہایت گھٹیا قسم کی اس کی اس کم مائگی کی وجہ اس کی کمی تعلیم ہوتی ہے۔ وہ بہت کم پڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اسے صرف اسقدر تعلیم ہوتی ہے۔ کہ ہینڈل نمبر ایک گھماؤ گے تو فلاں کانٹا بدل جائے گا۔ نمبر دو گھماؤ گے۔ تو فلاں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور بس۔

ہمارے خیال میں یہ نہایت سخت غلطی ہے۔ چونکہ کانٹے والے کے ہاتھ میں ہزاروں لوگوں کی موت اور زیست کا انحصار ہوتا ہے۔ اس لئے یہ ڈیوٹی ایسے انجینئر کے سپرد کرنی چاہیئے۔ جو تعلیمی لحاظ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور کانٹے کی انجینئری سے پورا پورا ماہر ہو۔ اور اسے اس کی اہمیت اور کام کے لحاظ

سے تنخواہ بھی معقول ملنی چاہیئے۔ لیکن یہ مرض تو عام ہے۔ موٹر اور لاری ڈرائیوروں کو دیکھ لیں۔ بالکل ان پڑھ اور سخت اجڈ ہوتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ انہیں موٹر لاری چلانے کا لائسنس دے کر سینکڑوں انسانوں کی جانیں ان کے سپرد کر دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آئے دن تصادم اور حادثات ہو کر بے شمار انسان موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ قانون کے نزدیک ایسے ڈرائیور یا تو اکثر بچ جاتے ہیں۔ یا لاری وغیرہ تیز یا بے احتیاطی سے چلانے کے جرم میں نہایت معمولی سزا پاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ بھی باقاعدہ تعلیم یافتہ ہوں۔ اور موٹر کی جملہ مشینری کے سند یافتہ انجینئر۔ تنخواہ بھی معقول لیں۔ تو حادثات میں ایک معتدبہ کمی واقع ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کوئی انسان جس قدر زیادہ تعلیم یافتہ ہو گا۔ اتنا ہی اسے ذمہ داری کا احساس ہو گا۔

ہم ریلوے کے حکام اعلیٰ سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مہربانی فرما کر اس خرابی کی طرف اپنی توجہ جلدی مبذول فرمائیں۔ اور مخلوق خدا کو ایسے جاہل ملازموں کے دست تظلم سے بچائیں۔

ریلوے کے انتظام سے خالق ارض وسماء کا نظام یاد آتا ہے۔ ریلوے میں کہیں اسٹیشن ماسٹر ہے۔ کہیں کنٹرولر۔ کہیں گارڈ۔ کہیں ڈرائیور۔ کہیں کانٹا بدلنے والے اور کہیں سگنل دینے والے سینکڑوں آدمی مختلف فرائض ادا کر رہے ہیں لیکن گاڑیوں میں آئے دن تصادم ہوتا رہتا ہے۔ جانیں ہلاک ہوتی ہیں۔ ذرا خداوند تعالیٰ کے نظام ربوبیت پر غور کریں۔ کروڑوں عظیم الشان کرے کھلی فضا میں بجلی کی رفتار سے گھوم رہے ہیں۔ کوئی اسٹیشن ماسٹر نہیں۔ کنٹرولر نہیں۔ سگنل دینے والا نہیں۔ (CABIN MAN) کانٹے بدلنے والا نہیں۔ کوئی لائن کلیئر نہیں دیتا۔ لیکن پھر بھی یہ نظام نہایت صحت واعتدال اور عظمت وشان سے چل رہا ہے۔ مجال ہے۔ جو کہیں غلطی ہو کر تصادم ہو جائے کہیں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ تصادم نہیں۔ بدنظمی نہیں گھپلی نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ٥ (پ ۲۳ یٰسین)

ترجمہ:۔ نہ تو سورج چاند کی رفتار میں رکاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی رات دن کے سلسلہ میں کہیں بدنظمی موجود ہے۔ یہ تمام شموس واقمار نہایت باقاعدگی کے ساتھ فضا میں تیر رہے ہیں۔

نیز فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه (پ ۱۷ حج)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو یوں تھام رکھا ہے۔ کہ وہ زمین پر بلا حکم نہیں گر سکتا یہ نظام کیوں اس قدر باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ اس لیئے کہ ایک ایسی آنکھ اسے دیکھ رہی ہے۔ جو کبھی غلطی نہیں کرتی۔ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ٥

نیز غور طلب امر یہ ہے۔ کہ جب عام انسانی دماغ کا یہ حال ہے کہ اس کی بھول سے سینکڑوں جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ اور بے شمار مال و دولت تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ تو وہ دماغ جو انسانی اصلاح کے لیئے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر اُن میں ذرا بھی بھول چوک کا شائبہ ہو تو کسقدر نقصانِ عظیم ہو گا۔ ظاہر ہے کہ نبی یا امام میں اگر یہ احتمال تسلیم کر لیا جائے۔ تو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں بلکہ کروڑوں زندگیوں کا گمراہ ہو جانا بالکل یقینی ہے۔ لہٰذا نبی یا جانشین نبی کا پیدائش سے موت تک معصوم عن الخطا ہونا بالکل لازم اور یقینی ہے۔

اسلامی معاشرہ کی راہ میں رکاوٹیں

اسلامی معاشرہ کا مطالبہ مسلم جماعتیں مدت سے کر رہی ہیں۔ مگر ہماری معاشرت بجائے منازلِ نور کی طرف گامزن ہونے کے روز بروز ظلمت کے عمیق غاروں سے نزدیک تر ہو رہی ہے کسی روزنامے کو اُٹھا کر دیکھ لیجیے۔ ظلم و جور۔ فسق و فجور اور فتنہ و فساد کی خبروں سے اٹا ہوا نظر آئے گا۔ یہ سب کچھ کرنے والا کون ہے؟ ہم مسلمان۔ مگر ہم اس کے لیئے مجبور نہیں کیئے جاتے بلکہ خود کرتے ہیں۔ لا اکراہ فی الدین اسلامی اصول مُسلم کو جبر کرنے سے روکتا ہے۔ جب ہم دوسروں پر جبر نہیں کر سکتے تو اعمالِ بد کرنے کے لیئے اپنی ذات پر کیونکر جبر کر سکتے ہیں۔ صحیح اسلامی معاشرت اختیار کرنے کے لئے بظاہر ہمارے لیئے کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ ہی ہم بد اخلاقی و بد کرداری اختیار کرنے کے لیئے مجبور رہیں۔ اصول موجود ہیں اُن پر عمل کرنا ہمارا اپنا کام ہے۔ مگر بعض امور ایسے ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے ہم اپنی روحانی یا ایمانی کمزوریوں کی بنا پر ناجائز فعل اختیار کر لیتے ہیں یہیں سے ہماری معاشرت تنزل کی طرح رُخ پھیرتی ہے۔ مثلاً ایک تعلیم یافتہ نوجوان کو ملازمت نہیں ملتی۔ اور جب وہ اپنے اہل و عیال کے لیئے معیشت پیدا کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو زندہ رہنے پر خودکشی کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اور یا چوری کرتا ہے۔ یا ڈاکہ ڈال کر کسی کا مال لوٹتا ہے اس واقعہ میں روحانی یا ایمانی کمزوری یہ ہے کہ اُس نے ہلکے کاموں مثلاً مزدوری کرنا۔ بوجھ اُٹھانا یا ایسے ہی کسی نچلے درجے کے کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ بے عزتی سمجھ کر اُسے اختیار نہ کیا۔ یا غذائیت کے معاملہ میں اُس نے کم از کم معیار کو اختیار کرنے سے گریز کیا اپنے غلط عادات کی وجہ سے معاملہ اُس کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ اور بالآخر وہ غلط اقدام کے لیئے تیار ہو گیا۔ ایسی ہی اور کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ جبکہ ہم اپنی طبیعت کے

بالقوں مجبور ہو کر قتل۔ حرام خوری بداخلاقی اور دیگر قبیح اعمال اختیار کرتے ہیں۔ ثابت ہُوا کہ نہ صرف عامۃ المسلمین بلکہ عامۃ الناس کے اعمال و اقوال اور اُن کا تخیل بھی اُن کی طبع کے زیرِ اثر پیدا ہوتے ہیں۔ اور طبیعت ماحول کے مطابق ڈھلی ہے۔ لہٰذا اسلامی معاشرہ اختیار کرنے میں سب سے بڑی رُکاوٹ ماحول کی خرابی ہے۔ اور اِس رُکاوٹ کو دُور کرنا وقت کی سب سے اہم اور بڑی ضرورت ہے۔ یعنی ماحول کی اصلاح کی جائے۔ اور اِسے اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے مگر اِس بڑی رُکاوٹ کو دُور کرنے کے لیئے بھی کئی رُکاوٹیں درمیان میں ہیں۔ حقیقت میں "اسلامی معاشرہ" ایک سرسبز شجر ہے جو شیریں ثمر دیتا ہے یا شاداب پودا ہے۔ جس میں رنگا رنگ کے خوشبودار پھول اُگتے ہیں بشرطیکہ اُسے بارانِ رحمت یا آبِ مُصفا سے سینچا جائے۔ مگر موجودہ معاشرے کا درخت تو چند مختلف گندی نالیوں سے سینچا جا رہا ہے۔ اور یہی رُکاوٹیں ہیں:

(۱) سب سے پہلی رُکاوٹ ہم "تعصب" کو محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ تعصب تخیل کی پاکیزگی کی راہ میں سب سے بڑا دشمن ہے۔ جس کی وجہ سے ہم نہ صرف انسانی ہمدردی بلکہ اسلامی ہمدردی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اور پارٹی بازی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایکدوسرے میں مدغم ہونے کی بجائے ہم ایکدوسرے سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور علیحدہ علیحدہ حلقے بنا لیتے ہیں۔ تعصب کئی مقامات پر گُل کھلاتا ہے۔ غریبوں اور دولتمندوں میں زاہدوں اور گنہگاروں میں اسلامی فرقوں میں۔ مالکان و ملازمین میں۔ افسروں اور ماتحتوں میں وغیرہ وغیرہ۔ اگر تعصب کا خاتمہ ہو جائے۔ تو کوئی اپنے کو دوسرے سے برتر نہ سمجھے۔ ہر ایک دوسرے کو اپنے ہی جیسا انسان اور اپنے ہی جیسا مسلمان سمجھے۔ اپنے اپنے فرائض اپنے اپنے مقام پر بحسن و خوبی انجام دیویں۔ مگر نہ ہی کسی سے دب کر اور نہ ہی کسی کو دبا کر۔ فرقوں کو اپنے مذہبی امور کی انجام دہی میں پوری آزادی ہو۔ جس طرح اپنے پسندیدہ اعمال کی انجام دہی ضروری سمجھتے ہیں وہی کیفیت دوسروں کے لیئے بھی محسوس کی۔

(۲) اسلامی معاشرہ کی راہ میں حُبِ اقتدار بھی ایک اہم رکاوٹ ہے ایک شخص قمار بازی یا کسی دوسری بداخلاقی میں پکڑا جاتا ہے۔ تو اُس علاقے کے ممبرانِ اسمبلی جا کر ضمانت دے کر یا اپنے اثر و رسوخ سے اُسے چھڑا لاتے ہیں تا کہ بوقت ضرورت (مثلاً ووٹنگ کے وقت) کام آئے۔ اقتدار حاصل کرنے کے لیئے خونریزی اور فریب دہی تو ایک عام مشغلہ بن گیا ہے۔ جماعتیں اور افراد دوسرے کو شکست دینے کے لئے قسم قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ چور بازاری بھی اِسی کا نتیجہ ہے۔ اگر آج عوام میں

خواہشِ اقتدار کی بجائے خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ تو خوشگوار نتائج پیدا ہوں۔

(۳) غلط معیارِ زندگی بھی اسلامی معاشرہ کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ معیارِ زندگی (STANDARD OF LIVING) کو بلند کرو۔ مگر یہ بلندی محض عیش و آرام اور امیرانہ زندگی ہی میں ضروری سمجھی گئی ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری میں نہیں حالانکہ یہ بالکل عیاں ہے۔ کہ عیش و آرام میں جسقدر بلندی بڑھتی جائے گی۔ ہماری ضروریاتِ زندگی بھی بڑھتی جائیں گی۔ اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہمیں حصولِ دولت کے مختلف طریقے ایجاد کرنے پڑیں گے۔ عیش و آرام کی عادات میں پختگی کے بعد ہم مجبور رہیں گے بلکہ مجبور ہو چکے ہیں۔ کہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھا کریں۔ جس کی وجہ سے مہنگائی اور بد امنی زوروں پر ہے۔

مندرجہ بالا ہر سہ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیئے سب سے پہلا قدم نظامِ تعلیم کو تبدیل کرنا ہے۔ جس نظامِ تعلیم کی بنیاد لارڈ کلائیو (ایسٹ انڈیا کمپنی) نے رکھی ہو۔ وہ سوائے ملازمین پیدا کرنے کے اور کچھ پیدا نہیں کر سکتا۔ تعلیمی زندگی میں شروع سے آخر تک دماغ یعنی طبیعت اور تخیل کی نشو و نما ہوتی ہے۔ زیورِ تعلیم سے سج کر جب انسان درسگاہ سے باہر نکلتا ہے۔ تو اُس کا دل و دماغ ایسے سانچے میں ڈھلا ہونا چاہیئے کہ جس میں مندرجہ بالا ہر سہ رکاوٹوں کا نام و نشان تک نہ ہو۔ نہ اُس میں تعصب ہو۔ نہ حبِ اقتدار ہو۔ جذبہ خدمتِ خلق ہو۔ اور معیارِ زندگی ایسا ہو کہ آسانی سے معیشت پیدا کر سکیں۔ دماغ اخلاق و پاکیزہ خیالی سے دُھلے ہوئے ہوں۔

(۴) تعلیماتِ اہلبیتؑ سے کنارہ کشی ایسی رکاوٹ ہے۔ جس کو ہٹائے بغیر ہم اپنے کسی بھی نیک امر میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ علمائے دین شوق سے اسمبلیوں میں چلے جائیں۔ اور وزارت کی کرسیوں پر بھی اگر بیٹھ جائیں تو بھی موجودہ صورت میں نہ معاشرہ درست ہو سکتا ہے۔ نہ ہی معیشت آسان ہو سکتی ہے۔ بلکہ بد امنی میں زیادتی ہی پیدا ہوتی جائے گی۔ حال ہی میں جبکہ لاء کمشن کے ممبر علماء کا اعلان حکومت کی جانب سے ہوا تو بعض علماء کی شمولیت اور بعض کی عدم شمولیت پر اختلافات کی آواز بلند ہوئی اور ہو رہی ہے۔ اسی طرح ان سب کو اگر اسمبلیوں میں بھیج دیا جائے تو اسمبلی موجودہ اختلافات سے کہیں زیادہ اختلافات کا اکھاڑہ بن کر رہ جائے گی۔ اور معاشرہ اور معیشت سُدھرنے کی بجائے زیادہ بگڑیں گے۔ تا وقتیکہ ایسے مقدسین کی زندگیوں کو نہ اپنایا جائے جن میں نہ خواہشِ اقتدار تھی نہ ہی تعصب تھا۔ جن کی نگاہوں میں اپنے اور بیگانے یکساں تھے۔ جن کے دلوں میں انسانی ہمدردی اسقدر تھی کہ انہوں نے مدد کرنے میں کسی کے لئے تخصیص

نہیں فرمائی۔ ہر ایک کو فیض پہنچایا۔ ہر ایک کی اُسے انسان سمجھ کر مدد کی۔ اہلبیتؑ الطاہرین اخلاقیات کے سردار ہیں۔ جو ہمیشہ اقتدارِ مُلکی سے علیحدہ رہے اور حفاظت اسلام و حفاظت اُمتِ مسلمہ کرتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عہدِ رسالت پناہی میں اِن کی زندگیاں بروئے قرآن اور بروئے احادیث مسلمانوں کے لیئے علم و عمل کی مثالیں تھیں۔ اور وفات رسولؐ کے بعد بھی اِنہوں نے ملکی اقتدار حاصل کرنے پر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ اسلام کو مقدم سمجھا۔ امیر المومنین علیہ السلام کو جب زبردستی اقتدار ملک سونپا گیا اُس وقت حالات اسقدر بگڑ چکے تھے۔ کہ کوئی بھی اُس وقت عنانِ حکومت تھامنے کو تیار نہ تھا۔ نہ ہی کسی نے دعویٰ کیا۔ دورانِ حکومت حضرتؑ کے خلاف مخالفین کی کوشش جاری رہیں یہی حالات امام دوم حضرت حسن علیہ السلام کے وقت رہے۔ اور بالآخر حضرتؑ نے کرسی حکومت پر جمے رہنا اپنے لئے مناسب نہ سمجھا۔ بقایا آئمہؑ ہمیشہ کرسی حکومت سے علیحدہ رہ کر فرائض امامت انجام دیتے رہے۔ تمام کی زندگی بے داغ اور قابلِ تقلید اور احکام واجب الاتباع ہیں۔ مگر یہ ہماری سب سے بڑی بد قسمتی ہے۔ کہ ہمارے معاشرہ میں اصولاً ان کی تعلیمات کو بہت ہی کم پیش کیا گیا ہے۔ بیسیوں روزنامے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں رسائل نکلتے ہیں۔ اور اسلامی جماعتیں قائم ہیں۔ مگر تعلیمات اہلبیتؑ کو اسقدر کم پیش کیا جاتا ہے۔ جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ روزناموں ہفتہ وار اور ماہوار رسالوں کے فائل اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ اہلبیتؑ کی تعلیمات آپ کو شاذ و نادر ہی نظر پڑیں گی۔ اسلامی معاشرہ پر ہرگز عملدرآمد نہیں ہو سکتا جب تک محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیمات کو بنیادی اصول نہ بنایا جائے۔ کیونکہ صرف یہی وہ مقدسین ہیں جن کی بزرگی و برتری تمام اسلامی فرقوں میں مسلّم ہے۔ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے سوا تمام افراد اور تمام جماعتیں اختلافی ہیں۔ (ادارہ)

ضروری اعلان: کتاب مستطاب مواعظ حسنہ ایڈیشن چہارم چھپ کر تیار ہو چکی ہے اور جن جن حضرات کی فرمائشات آ چکی ہیں۔ اُن کی خدمت میں ارسال کی جا رہی ہے۔ اہلِ علم حضرات بخوبی واقف ہیں کہ یہ کتاب سرکار علامہ شیخ عبد العلی الہروی الطہرانی اعلی اللہ مقامہ کے اُن معرکۃ الآرا مواعظ فصیحہ و بلیغہ کا مجموعہ ہے جو حضرت علامہ فہامہ سید محمد سبطین صاحب سرسوی اعلی اللہ مقامہ نے ترجمہ فرما کر مرتب فرمایا۔ اسی علمی خزانہ سے لاکھوں انسانوں نے فائدہ اٹھایا اور ابھی لاکھوں اور اٹھائینگے۔ اسوقت جبکہ مادیت اور لادینی کا سیلاب موجزن ہے یہ کتاب نسخہ کیمیا ہے۔ ہر چہار حصص ۱۸ مواعظ پُر تاثیر اور ۱۰ مجالس دلپذیر پر مشتمل ہے۔ قیمت پانچ روپے علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ
(۱) مینیجر دفتر ادارہ معارف اسلام ۹/B شاہ عالمی گیٹ لاہور
(۲) مینیجر البرہان بکڈپو نمبر ۲۰ - ریلوے روڈ - لاہور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی مقدس زندگی

بزبان امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام

(حضرتؑ کے خطبات کے چند حصے)

واشھد انه عدلٌ عدلَ وحکمٌ فصل واشھد انّ محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ وسیّد عبادہٖ کلّما نسخ اللّٰہ الخلق فرقتین جعلہ فی خیرھما۔ لم یُسھم فیه عاھرٌ ولاضرب فیه فاجرٌ

خاندانی شرافت

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی راہ اختیار کی ہے اور ایسا حاکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرتا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول اور بندوں کے سیّد و سردار ہیں۔ شروع سے انسانی نسل میں جہاں جہاں پر شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاخ جس میں اللہ نے آپؐ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپ کے (نسب) میں کسی بدکاری کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

ارسلهٗ علی حین فترۃٍ من الرّسل وتنازعٍ من الالسن، فقفّی به الرّسل، وختم به الوحی، فجاھد فی اللّٰہ المدبرین عنه والعادلین به

بعثت وختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا پڑا تھا۔ اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں چنانچہ آپ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپ نے اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جہاد کیا۔ جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔

ونشھد انّ محمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ خاض الی رضوانِ اللّٰہ کلّ غمرۃٍ وتجرّع فیه کلّ غصّۃٍ وقد تلوّن لهُ الادنون، وتألّب علیه

قبائل عرب کی بغاوت

اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کیلئے غم و غصہ کے گھونٹ پیئے۔ جن

الاقصون وخلعت اليه العرب اعنتها وضربت لمحاربته بطون رواحلها، حتى انزلت بساحته عداوتها من ابعد الدار واسحق المزار۔

کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دُور والوں نے بھی اُن کی دشمنی پر ایکا کر لیا۔ اور عرب والے بھی اُن کے خلاف چڑھ دوڑے اور دُور دراز جگہوں اور دور افتادہ سرحدوں سے سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپ سے لڑنے کیلئے جمع ہو گئے اور عداوتوں (کے پشتارے) آپ کے صحن میں لا کر

بعثه والناس ضلال في حيرة وخابطون في فتنة قد استهوتهم الاهواء واستزلتهم الكبرياء واستخفتهم الجاهلية الجهلاء۔ حيارى في زلزال من الامر وبلاء من الجهل۔ فبالغ صلى الله عليه وآله في النصيحة ومضى على الطريقة ودعا الى الحكمة والموعظة الحسنة

تبلیغ رسالت

(اللہ تعالے نے) پیغمبر کو اس وقت بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے۔ اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ نفسانی خواہشوں نے اُنہیں بھٹکا دیا تھا۔ اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی۔ اور بھرپور جاہلیت نے ان کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کی وجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا خود سیدھے راستہ پر جمے رہے۔ اور حکمت اور دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔

حتى بعث الله محمداً صلى الله عليه وآله شهيداً وبشيراً ونذيراً۔ خير البرية طفلاً، وانجبها كهلاً۔ اطهر المطهرين شيمة۔ واجود المستمطرين ديمة

اوصاف

آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ کو بھیجا در آنحالیکہ وہ گواہی دینے والے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تھے جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی اشرف کائنات تھے۔ اور پاک لوگوں میں خو و خصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود و سخا میں ابر صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔

ولقد قبض رسول الله صلى الله عليه وآله وان راسه لعلى صدري ولقد سالت نفسه في كفي فامررتها على وجهي۔ ولقد وليت غسله صلى الله عليه وآله والملائكة اعواني،

وفات و تجہیز و تکفین

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے رحلت فرمائی تو ان کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں اُن کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے میں نے آپکے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ

(بقایا صفحہ ۱۱ پر)

نعت

(از نتیجۂ فکر نوابزادہ سید محمد حسنین زیدی جلالوی (علیگڈھ) صدر انجمن سادات حافظ آباد)

دولتِ اخلاق سے راحت بداماں ہو گیا
آپؐ کی خدمت میں جو آیا سلیماں ہو گیا
نور تھا یا حسن تھا جس کی نہیں کوئی مثال
چہرۂ انور کی ضو سے ماہ تاباں ہو گیا
اللہ اللہ آپؐ کے جود و سخا لطف و کرم
جو پریشان حال بھی آیا وہ شاداں ہو گیا
کفر و بدعت کی جو تاریکی تھی وہ جاتی رہی
آپؐ کی آمد سے عالم میں چراغاں ہو گیا
خدمتِ احمدؐ میں جو آیا وہ شیدا بن گیا
آپؐ کے اخلاق سے دشمن بھی حیراں ہو گیا
اُلفت حیدرؑ سے مجھ کو دولت عقبیٰ ملی
جام کوثر مل گیا جنت کا ساماں ہو گیا
دین و دنیا آپؐ نے حسنینؔ کو کر دی عطا
بخششِ اُمت کا مولا خوب ساماں ہو گیا

(بقیہ صفحہ [illegible])

فضجّت الدارُ والافنیۃ ملأٌ
یھبط وملأٌ یعرُج وما فارقت
سمعی ھینمۃٌ منھم یصلّون علیہ
حتی واریناہٗ فی ضریحہٖ

(نہج البلاغہ)

بتا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اُس کے اطراف و جوانب۔ نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اُترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ حضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے اور اُن کی دھیمی آواز میں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر (مبارک) میں چھپا دیا +

(از ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر)

سیدُ السّاجدینؑ

(از حضرت تحسین جعفری مدظلہٗ ناظم شعبۂ نشر و اشاعت پاکستان حسینی مشن راولپنڈی)

فخرِ یعقوب! علیؑ ابنِ حسینؑ ابنِ علیؑ
مخزنِ صبر و رضا، حامیٔ دیں، عرشِ وقار
زینتِ محفلِ اربابِ وفا ہے ترا نام
مرحبا! قافلۂ صدق و صفا کے سالار

تیرا ہر نقشِ قدم منزلِ ہستی کا چراغ
حُریّت — منبعِ قوت ہے فقط تیرے طفیل
جُھک نہیں سکتے یزیدانہ تشدد سے کبھی
اپنے دامن میں یہ دولت ہے، فقط تیرے طفیل

پائے حق میں تمہیں ڈالی جو گئیں زنجیریں
اُن کی جھنکار سے آزادی کے نغمے پھوٹے
اُنہیں نغمات سے بیدار ہوئی روحِ عمل
حق پرست آگے بڑھے — طوق و سلاسل ٹوٹے

اہلِ حق، حق کے لئے جان لڑا دیتے ہیں
پیشِ باطل نہیں ہوتے سپر انداز کبھی
یہ سبق تو نے دیا، تیرے ابِ جد نے دیا
سرکٹا کر بھی نہیں جھکتے سرافراز کبھی

تا ابد یاد رہے گا سفرِ شام ترا
پاؤں میں آبلے اور آبلوں میں سو سو خار
مگر اس پر بھی وہ بے مثل تحمل، وہ ضبط
کب چلا ہو گا کبھی اس طرح کوئی بیمار

راہ پُر خار، بہر گام شدائد کا ہجوم
حد مقرر نہیں ہو سکتی مصائب کی ترے
مگر اللہ رے وہ ضبط و تحمل تیرا!
جادۂ ظلم و تشدد کیا طے ہنس ہنس کے

ہمہ پیغامِ عمل تیرا وجودِ ذیجُود
وجہِ آزادیٔ افکار اسیری تیری
حاصلِ جراُتِ اظہار ترا اک اک لفظ
تجھ سے قربانیٔ شبیرؑ کی تکمیل ہوئی

صبر سے ظلم کی بنیاد ہلا کر رکھ دی
جانِ تحسینؔ فدا تجھ پہ مرے قیدی امام
آستانہ ہے ترا اہلِ وفا کا مسجود
توڑ ڈالے تری ہمت نے یزیدی اصنام

(اخلاقیات)

کربلا کے اخلاقی اور تمدنی تعلیمات

(حریت ۔ استقلال اور جماعتی تنظیم)

(از حضرت علامہ سید علی نقی النقوی مجتہد العصر والزمان مدظلہ)

کربلا کا واقعہ مرقع مصائب ہونے کے ساتھ صرف دعوت آہ و نالہ اور تحریک اشک افشانی کا سرمایہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ وہ ایک درسگاہ تعلیم و تربیت بھی ہے جس سے انسانی رفعت کی شاہراہیں سامنے آتی ہیں۔

حالانکہ عام طور پر کسی عمل میں کوئی ایک پہلو ہوتا ہے تعلیم کا مگر واقعہ کربلا باوجود اپنی مختصر مدت وقوع کے تمام اہم تعلیمات کا مرکز ہے۔ ذیل میں کچھ عناوین کو درج کر کے واقعات کا حوالہ دیا جاتا ہے جس سے کسی حد تک واقعہ کربلا کی ہمہ گیری کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(۱) حریت

حریت کے معنی خواہش کے مطابق مطلق العنانی کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے ضمیر کے فیصلوں پر بغیر کسی رکاوٹ کے عمل پیرا ہو سکے۔ ان رکاوٹوں میں سب سے بڑھ کر خود اپنے لذائذ اور ان چیزوں سے محبت ہے جو اس کے ضمیر کی آواز پر عمل کرنے سے خطرہ میں پڑتی ہیں۔ اگر انسان اپنی خواہشوں اور نفس کے تقاضوں سے آزاد ہو گیا تو دنیا کا کوئی ظالم اسے غلام نہیں بنا سکتا۔

حضرت امام حسینؑ کے سامنے ہر وہ چیز خطرہ میں تھی جو کسی انسان کو عزیز ہوتی ہے لیکن آپ نے اپنے ضمیر کے فیصلہ کے مطابق عمل کر کے ایسے ہنگام میں حریت نفس کا ثبوت دیا جس کی شدتوں کا تصور بھی عام طور پر انسان کے لرزہ براندام بنانے کے لیے کافی ہے۔ یہی حریت کے وہ معنی ہیں جن کے اعتبار سے آپ نے حر بن یزید ریاحی کو جو فوج باطل کا ساتھ چھوڑ کر حق کی طرف آ گئے حریت کی سند دیتے ہوئے فرمایا انت کما سمتک امک "تم بے شک اسم بامسمی ہو۔" انت حر فی الدنیا والاخرۃ "تم دنیا میں بھی حر ہو اور آخرت میں بھی"۔ یہ حریت آزادی اور غلامی کے اس مفہوم سے بالکل الگ ہے جو آج سیاسی دنیا میں رائج ہے۔

کسی آزاد ملک کے افراد بھی حقیقت میں غلام ہیں جب وہ گنگا جمنی توقعات کی بنا پر غلط مفادات کی راہ اختیار کیے ہوئے ہوں اور کسی غلام ملک کے بھی افراد آزاد ہیں اگر وہ باوجود

جبر و تشدد کے شکنجہ کے اپنے فرائض حق پرستی سے غافل نہ ہوں۔

(۲) استقلال سخت اور دشوار گزار منزلوں کے سامنے آنے پر قدم میں لغزش نہ ہونا ثبات و استقلال ہے اور اس امتحان میں کربلا کے مجاہدین کا نمبر سب سے اوّل ہے کون نہیں جانتا کہ گفتار اور کردار دو مختلف چیزیں ہیں۔ کہنا آسان ہے لیکن عمل کرنا مشکل ہے۔

ماضی قریب کی عظیم جنگوں میں بہت سی قوموں کی آزادی سلب ہوئی ہے۔ اُن میں سے کون وہ قوم تھی جس نے جنگ شروع کرتے وقت یہ اعلان نہ کیا ہو کہ ہم آخری قطرۂ خون گرنے تک دشمن کی غلامی قبول نہیں کریں گے مگر وہ ملک فتح ہو گئے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس وقت ان میں کوئی فرد بھی قابل جنگ باقی نہ رہ گئی تھی۔ ہوتا یہی ہے کہ ان میں بہت بڑی جماعت ایسی باقی رہتی ہے جو جنگ کرنے کے قابل سمجھی جا سکے مگر مشکلات کے سامنے وہ سپر انداختہ ہو جاتی ہے۔

اس کے برخلاف اگر کربلا والوں پر نظر ڈالیئے تو آپ کو وہاں کا بچہ بچہ اپنے قول کی کسوٹی پر پورا اترتا ہُوا دکھائی دے گا اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس فوج کے سردار اور اس کے ساتھیوں نے جو کہا اُس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

حضرت امام حسینؑ نے جب یہ فرمایا کہ "بیعت نہیں کروں گا" تو اُس وقت اس کا صحیح مفہوم دنیا کو معلوم نہ تھا کیونکہ انسانی تخیل کے حدود اُن امکانات کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے جہاں تک واقعات کی رفتار بعد کو پہنچ گئی۔

دنیا نہیں سمجھ سکتی کہ اس "نہیں" میں کتنے مشکلات کے مقابلہ کا عزم مضمر ہے لیکن حسینؑ جس وقت "نہیں" کی آواز بلند کر رہے تھے تو دل کی گہرائیوں میں اپنی قوت ارادی کا جائزہ لے اور موقع کی نزاکت پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ شدائد اپنے امکانات کی آخری حد تک پہنچ جائیں گے لیکن میرے عزم کو نہ بدل سکیں گے چنانچہ نتیجہ نے ظاہر کر دیا کہ اس "نہیں" میں کتنا وزن تھا۔ راستے میں جب حر کہتا ہُوا جا رہا تھا کہ اپنے اوپر رحم کیجئے میں دیکھتا ہوں کہ آپ قتل ہو جائیں گے تو آپ نے فرمایا تھا کہ کیا اس کے آگے بھی کچھ ہے؟ جب انسان حق پر قائم ہے تو موت کے آنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

آپ کے فرزند علی اکبرؑ نے بھی یہی کہا تھا کہ جب ہم حق پر قائم ہیں تو موت کی کوئی پرواہ نہیں آپ کی اس قوت عزم کا اندازہ دشمن کو بھی تھا چنانچہ اُس وقت جب شمر ابن زیاد کا خط لے کر نویں تاریخ محرم کو آیا تھا کہ حسینؑ سے غیر مشروط طور پر بیعت کا اقرار لو یا جنگ کرو

اور عمر سعد نے خط دیکھا تو بجائے اس کے کہ امام حسینؑ کے پاس جاتا اور آپ کو مضمون خط سے اطلاع دیتا اُس نے اپنی جگہ پر کہہ دیا کہ حسینؑ اس طرح پر تو اطاعت نہ کریں گے۔ وہ اپنے باپ کا دل اپنے سینہ میں رکھتے ہیں۔ نتیجہ میں سب نے دیکھ لیا کہ میدان جنگ میں ہزاروں مصائب کے سیلاب تھے جو آتے تھے اور اُس کوہ عزم و استقلال سے ٹکرا کر واپس چلے جاتے تھے۔ گویا ان تمام مصائب کے ہجوم میں حسینؑ کی زبان پر یہ شعر جاری تھا کہ :-

ان کان دین محمدٌ لم یستقیم ٭ الا بقتلی یا سیوف خذینی

" اگر میرے نانا کا دین اُس وقت تک برقرار نہیں رہ سکتا جب تک کہ میری رگ حیات قطع نہ ہو جائے تو اے خون آشام تلوارو! آؤ یہ جسم حاضر ہے"

یہاں تک کہ اُس وقت بھی کہ جب آپ کے پاس کوئی موجود نہ رہا تھا۔ اصحاب و انصار سب شہید ہو چکے تھے خود اُن پر حملے ہو رہے تھے اور زخموں سے چُور چُور تھے۔ اُس وقت بھی آپ کی ابرو پر شکن نہ تھی۔

خود فوج عمر سعد کا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ " خدا کی قسم میں نے کوئی دل شکستہ و زخم رسیدہ آدمی جس کے اولاد، بھائی، اعزاء و انصار سب قتل ہو گئے ہوں۔ ایسا نہیں دیکھا جو حسینؑ سے زیادہ مطمئن، مستقل مزاج، ثابت قدم اور باہمت ہو۔ خدا کی قسم اُن سے زیادہ کیا، میں نے اُن کے قبل اور اُن کے بعد ان کے مثل بھی کوئی نہیں دیکھا "

(۳) جماعتی تنظیم تنظیم اجتماعی ایک جمعیت کے وحدت خیال، وحدت قصد اور وحدت عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک شخص اگر تنہا ایک خیال پر قائم بھی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ اُسے ساتھی بھی ایسے مل جائیں جو بلا استثناء سب آخر تک اُس کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں۔ پیرووں کا ثبات و استقلال ایک علیحدہ چیز ہے جو کسی انسان کی انتہائی عظمت کے بعد بھی ضروری نہیں ہے کہ حاصل ہی ہو جائے۔ ہمارے سامنے ہیں انبیاء و مرسلین کے حالات۔ ہمیں معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے بنی اسرائیل پر کتنے احسانات تھے، اُن کو مظالم سے چھڑایا، مصر کے ملک سے بچا کر نکال لے گئے بیت المقدس کے فتح کرنے کے لیے تیار کیا مگر جب یہ لوگ عمل کی منزل سے دوچار ہوئے اور فلسطین کے تنومند آدمی دکھائی دیئے تو اُنہوں نے موسیٰؑ سے صاف کہہ دیا کہ " وہاں تو بڑے بڑے زبردست لوگ موجود ہیں۔ ہم ہرگز نہیں جائیں گے جب تک کہ وہ خارج نہ ہو جائیں۔ ہاں جب وہ نکل جائیں گے تو پھر ہم اندر داخل ہوں گے۔ اس بڑے مجمع میں جو موسیٰؑ کے ساتھ تھا قرآن نے شمار کر کے بتایا ہے کہ کتنے آدمی تھے جو اپنی بات پر قائم رہے۔ صرف دو مخصوص آدمی وہ تھے جنہوں نے کہا کہ دروازہ میں داخل

ہو۔ جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تمہیں فتح حاصل ہو گی اور خدا پر بھروسہ کرو اگر ایمان رکھتے ہو مگر ان سب لوگوں نے کوئی اثر نہیں لیا اور نہایت دل شکن الفاظ میں کہا "ہم ہرگز داخل نہیں ہوں گے، جب تک یہ اس میں موجود ہیں۔ ایسا ہی ہے تو آپ جائیے اور آپ کا پروردگار اور آپ دونوں مل کر جنگ کر لیجیے۔ ہم یہاں بیٹھ کر تماشا دیکھیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں کا تذکرہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ تھوڑے سے تو وہ لوگ ہی تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ ان میں بھی یہ عالم تھا کہ شاگردوں ہی میں سے ایک تھا جس نے اُن کے خلاف خبر رسانی کی اور اُن کو گرفتار کرا دیا۔

انجیل بتا رہی ہے کہ یسوع مسیح نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم ہی سے کوئی ایسا نہ ہو گا جو میرے بارے میں ٹھوکر نہ کھائے۔ ایک بڑے شاگرد پطرس نے کہا کہ اے میرے رب سب ٹھوکر کھائیں میں نہیں کھاؤں گا۔ یسوع نے فرمایا کہ (صبح کو) مرغ کے اذان دینے سے پہلے تو تین مرتبہ میرا انکار کرے گا۔ انجام یہی ہوا کہ جب حضرت مسیح کو گرفتار کر کے لے چلے تو یہ شخص پیچھے پیچھے حالات دیکھنے کے لیے گیا۔ مخالف جماعت کو شک ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا آدمی ہے۔ پوچھا تم ان کے طرفداروں میں ہو؟ کہا نہیں میں ان کو نہیں جانتا۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور تیسری مرتبہ اس کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کلمات نازیبا بھی استعمال کیے۔ اس وقت مرغ کی اذان کی آواز آئی اور اس طرح مسیح کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اسی طرح دوسرے ساتھیوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی کوئی نصرت و حمایت نہیں کی اور راہِ حق پر ثابت قدم نہ رہ سکے۔

ہمارے پیغمبرؐ کی تاریخ زندگی بھی اس طرح کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ بہت سے اس طرح کے مواقع کا تذکرہ قرآن کریم کے اندر موجود ہے۔ ایک معمولی سا واقعہ یہ ہے کہ ایک افسر کی ماتحتی میں جس کا نام عبداللہ بن جبیر تھا پچاس آدمیوں کو درۂ کوہ احد پر کھڑا کر دیا گیا تھا کہ چاہے ہمیں شکست ہو، چاہے فتح۔ تم اس جگہ سے نہ ہٹنا مگر جب جنگ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی تو باوجودیکہ افسر روکتا رہا مگر سوائے چند آدمیوں کے وہاں کوئی نہ رہا اور سب مال غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فتح شکست کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور مسلمانوں کی اکثریت صبر و استقلال سے عاری ثابت ہوئی۔

ایسے نمونے تاریخ میں بے شمار ہیں لیکن کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جو لوگ تھے اُن میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس کے قول و عمل میں اختلاف کی جھلک بھی نظر آ سکے۔ اسی وجہ سے امام حسینؑ فخر کرتے تھے کہ جیسے وفادار اور جان نثار میرے ساتھی ہیں، ایسے کسی کے نہ تھے۔

(فضائل قرآن)

متکلم بالقرآن

از علامہ سید امداد حسین کاظمی
صدر ادارہ معارف اسلام

گذشتہ اوراق میں قرآن مجید کے جامع جمیع علوم و فنون اور ما یحتاج الیہ الخلق الی یوم القیامۃ ہونے کے متعلق بہت کچھ خامہ فرسائی کی جا چکی ہے۔ اہلبیتؑ رسول صلعم کے علاوہ ان لوگوں نے بھی قرآن مجید کو اپنا ہادی و مہدی بنایا جو ان کے شاگرد کہلائے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لو ضاع لی عقال البعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ کہ اگر میرے اونٹ کی عقال (نکیل کی رسی) صحرا میں گم ہو جائے۔ تو میں اہلبیت علیہم السلام کے طفیل اسے بھی قرآن ہی سے پیدا کر لونگا۔ کیونکہ میں نے ایسے وجود مقدس سے علم قرآن حاصل کیا ہے۔ جس کے گھر میں قرآن نازل ہوا۔ میں نے علم قرآن باب مدینۃ العلم سے حاصل کیا ہے۔

بد نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے قرآن کریم کو پس پشت ڈالا۔ اور اس کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی شکایت فردا بروز قیامت آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم درگاہ کبریا میں کرینگے۔ جس کی طرف خود قرآن مجید بایں الفاظ مشیر ہے۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا (پ ۱۹ فرقان ع ۳) ترجمہ۔ اور رسولؐ اس وقت یہ فرمائیں گے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ دیا۔

اور خوشحال ان مومنین موقنین کا جنہوں نے قرآن مجید کا یہاں تک اتباع کیا۔ کہ اس کی ایک ایک آیت کثرت عمل اور مداومت سے ان کا روزمرہ بن گئی مجھے یاد ہے۔ کہ ۱۹۳۲ء میں مجھے تبلیغی سلسلہ میں ریاست پونچھ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرا قیام کوئی تین ماہ رہا میں وہاں شاہی مہمان تھا اور میری چند تقریریں دربار پونچھ میں ہوئیں۔ جن سے متاثر ہو کر مجھے دربار کی طرف سے "ابوالفضل ثانی" کا خطاب اور ایک بیش بہا خلعت ملی[1]۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ ریاست پونچھ کا مالک راجہ جگت دیو سنگھ تھا۔ اور وزیر اعظم پنڈت رام رتن ایم اے تھا۔ انہی ایام میں مجھے پونچھ کے ایک قریبی قریہ "منڈی" میں جانا پڑا۔ وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو کریانہ کا ایک معمولی دوکاندار تھا۔ میں نے اس

[1] میرے دورہ پونچھ میں شاہی مہمان رہنے اور خلعت وغیرہ حاصل کرنے کی تفصیل جملہ اخبارات میں شائع ہو چکی تھی۔ ملاحظہ ہو اخبار رفیق لاہور بابت ۱۹ر جون ۱۹۳۲ء و دیگر اخبارات۔

سے جب بھی کوئی بات کی وہ اس کے جواب میں کسی قرآنی آیت کا ٹکڑا پڑھ دیتا تھا جس کے مفہوم میں میرا جواب مضمر ہوتا تھا۔ حالانکہ یہ شخص جس کا میں اب نام بھول چکا ہوں نہ حافظ قرآن تھا۔ نہ دینی عالم۔ صرف مداومت اور روزانہ تلاوت کلام مجید سے اس میں یہ ملکہ پیدا ہو چکا تھا۔

اسی طرح ایک بی بی کا واقعہ مختلف کتابوں میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ مثلاً مستطرف فی فن کل مستظرف مطبوعہ مصر صفحہ ۶۵ جلد اول اور ثمرات اوراق صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵ نیز مواعظ حسنہ علامہ شبری الطرانی واعلام الورٰی برحاشیہ اخبار، ماتم بعض اس معظمہ خاتون کا نام نہیں بتاتے مستطرف میں جو روایت ہے۔ اس میں کسی بی بی کا نام نہیں۔ علامہ ابوالقاسم قشیری نے جو روایت بیان کی ہے۔ اس میں اس واقعہ کو فضہ کنیز جناب سیدۃ النساء العالمین کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ عبداللہ بن مبارک کی روایت میں بھی جناب فضہ ہی سے یہ واقعہ منسوب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس معظمہ نے اپنی زندگی کے غالباً آخری بیس۲۰ یا پچیس۲۵ اور بقولے چالیس۴۰ سال صرف قرآن مجید ہی کی آیات سے کلام کیا۔ چنانچہ ان روایات کا ماحصل یہ ہے۔ کہ عبداللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال حج کرنے کے لئے گیا۔ پس راستہ میں قافلہ سے الگ ہو گیا۔ میں نے ایک ضعیفہ کو دیکھا کہ صحرا میں اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے دریافت حالات کیلئے اس سے باتیں کرنا چاہیں۔ چنانچہ میرے اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ذیل میں درج ہے۔ میرے ہر سوال کے جواب میں اس معظمہ نے ایک آیت قرآنی تلاوت فرما دی جس سے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔

عبداللہ۔ تم کون ہو؟

معظمہ:[1] قل سلام فسوف یعلمون (سلام کہو۔ تو وہ جلدی جان لیں گے)

عبداللہ نے سلام کیا۔ تو بی بی نے کہا۔

معظمہ:[2] سلامٌ قولاً من رب الرحیم (مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کا پیغام آئیگا)

گویا اس معظمہ نے عبداللہ کے سلام کا جواب دیا۔

عبداللہ تو جنّی ہے یا انسان؟

معظمہ:[3] ولقد کرمنا بنی آدم (ہم نے بنی نوع انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔)

عبداللہ نے سمجھ لیا کہ انسان ہے۔

---

[1] پ۲۵ زخرف ع۷ ، [2] پ۲۳ یٰسین ع۴ ، [3] پ۱۵ اسرائیل ع۷

عبداللہ - یہاں کس طرح بیٹھی ہو؟

معظمہ - [1] ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ (جسے خدا راستہ بھلا دے۔ اس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہوتا)

عبداللہ نے سمجھ لیا۔ کہ راستہ بھول گئی ہے۔

عبداللہ - کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

معظمہ - [2] وللہ علی الناس حج البیت (اللہ تعالیٰ کیلئے لوگوں پر حج مقرر ہے)

عبداللہ نے سمجھ لیا کہ حج کیلئے آئی ہے۔

عبداللہ - کہاں سے تشریف لائی ہو؟

معظمہ - [3] سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک لے لیا۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا۔ کہ بیت المقدس سے آرہی ہیں

عبداللہ - آپ کب سے اس مقام پر ہیں؟

معظمہ - [4] ثلاث لیال سویا (برابر تین راتوں سے)

عبداللہ - کیا آپ کو کھانے کی حاجت ہے۔ تو کھانا پیش کروں؟

معظمہ - [5] وما جعلنٰھم جسداً لا یاکلون الطعام - اور ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا کہ کھانا ہی نہ کھاتے ہوں۔

عبداللہ نے سمجھ لیا۔ کہ بھوکی ہے۔ پس کھانا پیش کیا۔

ایک دوسری روایت میں یہ ہے۔ کہ جب عبداللہ بن مبارک نے کھانا پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ تو مخدومہ نے کہا۔

معظمہ - [6] ثم اتموا الصیام الی اللیل (پھر رات تک روزہ پورا کرو)

عبداللہ نے سمجھا۔ کہ معظمہ روزہ سے ہیں۔ پھر سوال کیا۔

عبداللہ - یہ ماہ رمضان تو نہیں ہے۔ جو روزے فرض ہیں۔

معظمہ - [7] ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم (اور جو شخص خوش خوش نیک کام کرے تو پھر خدا بھی قدردان اور واقف ہے) معلوم ہوا۔ کہ معظمہ سنتی روزہ سے ہے۔

[1] پ ۹ اعراف ع ۲۳ - [2] پ ۴ عمران ع ۳ - [3] پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱ - [4] پ ۱۶ مریم ع ۱

[5] پ ۱۷ انبیاء ع ۱ - [6] پ ۲ بقرع ع ۲۳ - [7] پ ۲ بقر ع ۱۹

عبداللہ۔ بحالت سفر دن کے وقت روزہ افطار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

معظمہ۔ [۱] وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون (اگر تم سمجھو تو تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے)

عبداللہ۔ آپ تمام باتوں کا جواب قرآن سے دیتی ہیں۔ اپنی زبان سے گفتگو کیوں نہیں کرتیں؟

معظمہ۔ [۲] ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (اس کی زبان پر کوئی بات نہیں آتی مگر یہ کہ ایک نگہبان اس کے پاس رہتا ہے)

عبداللہ۔ آپ کس قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں؟

معظمہ۔ [۳] ولا تقف ما لیس لك بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئك کان عنہ مسئولا (اور جس چیز کا تم کو علم نہ ہو۔ اس کے پیچھے نہ پڑا کرو۔ بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے باز پرس ہوگی۔

عبداللہ۔ مجھ سے خطا ہوئی۔ معاف فرمائیے۔

معظمہ۔ [۴] لا تثریب علیکم الیوم۔ یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین (آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ خدا تمہارے گناہ معاف فرمائے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے)

عبداللہ۔ میں آپ کو اپنی اونٹنی پر بٹھا کر قافلہ تک پہنچا دوں؟

معظمہ۔ [۵] وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ (اور تم جو نیکی بھی کرو خدا اس کو جان جاتا ہے)

عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ جب میں نے اونٹنی سوار کرنے کے واسطے بٹھائی۔ تو مخدومہ نے فرمایا۔

معظمہ۔ [۶] قل للمومنین یغضوا من ابصارھم (ایمان والوں سے کہدو۔ کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں)۔

عبداللہ نے آنکھیں بند کر لیں اور کہا سوار ہو جائیے۔ عبداللہ نے اونٹنی کی نکیل چھوڑ دی جس سے اونٹنی بھڑکی اور ان کے کپڑے پھٹ گئے۔ اس وقت معظمہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

معظمہ۔ [۷] وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم (اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے۔ وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوت سے)

---

[۱] پ ۲ بقرع ۲۳ ؛ [۲] پ ۲۶ ق ع ۲ ؛ [۳] پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۴ ؛ [۴] پ ۱۳ یوسف ع ۲
[۵] پ ۲ بقرع ۲۴ ؛ [۶] پ ۱۸ النور ع ۴ ؛ [۷] پ ۲۵ شوریٰ ع ۴

عبداللہ۔ آپ میری اونٹنی پر سوار ہو جائیں۔
معظمہ۔ [۱] لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (اگر زمین اور آسمان میں خدائے وحدہ لاشریک سے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہوتا تو یہ دونوں (کبھی کہ) تباہ و برباد ہو گئے ہوتے)
عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے سمجھ لیا۔ کہ مجھ نامحرم کے ساتھ یہ سوار نہ ہوں گی۔ پس میں نے اونٹنی کی مہار باندھ دی۔ اور اپنا زانو ٹیک کر عرض کی۔
عبداللہ۔ آپ میرے زانو پر پاؤں رکھ کر اس اونٹنی پر سوار ہو جائیں۔ میں پیادہ چلونگا۔
معظمہ۔ [۲] والذین ھم لفروجھم حافظون ہ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ہ (بے شک ان دونوں نے فلاح پائی ..... جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) کے کہ اس صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں
عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ بی بی میرے زانو پر پاؤں رکھ کر چڑھنا نہیں چاہتی۔ پس میں حیران ہو کر دور جا کھڑا ہوا۔ وہ بی بی سوار ہو گئی۔ اور یہ آیت پڑھی
معظمہ [۳] سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین (پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارا مطیع بنایا۔ حالانکہ ہم تو ایسے نہ تھے۔ کہ اس پر قابو پاتے)
عبداللہ نے ناقہ کی مہار پکڑ لی۔ اور تیز تیز پیدل چلنا شروع کیا ساتھ ساتھ بلند آواز سے حدی پڑھنے لگا۔ تاکہ جلدی قافلہ تک پہونچ جائیں۔ بی بی بولی
معظمہ۔ [۴] واقصد فی مشیک واغضض من صوتک ان انکر الا (اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔ اور اپنی آواز دھیمی رکھو۔ تحقیق سب آوازوں سے مکروہ گدھے کی آواز ہے) عبداللہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اور سمجھا کہ شاید یہ بی بی مجھے آہستہ چلنے اور دھیمی آواز سے حدی پڑھنے کو کہتی ہے۔ پس عبداللہ جانکاہ حدی گنگنانے لگا۔ اس پر معظمہ پھر بولی۔
معظمہ۔ [۵] فاقرءوا ما تیسر من القرآن (جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو) یعنی جب قرآن خدا کا کلام موجود ہے۔ تو اشعار عرب کی کیا ضرورت ہے؟

---

[۱] پ ۱۷ الانبیاء ع ۲ ؛ [۲] پ ۱۸ المومنون ع ۱ ؛ [۳] پ ۲۵ زخرف ع ۱ ؛ [۴] پ ۲۱ لقمان ع ۲
[۵] پ ۲۹ مزمل ع ۲

عبداللہ۔ آپ میں بڑی خوبیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں۔

معظمہ۔ [۱] وما یذکر الا اولوا الالباب (اور عقلمندوں کے سوا کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا)۔

عبداللہ۔ کیا آپ کے شوہر زندہ ہیں؟

معظمہ۔ [۲] لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (تم ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کیا کرو۔ جو اگر تم کو معلوم ہوجائیں تو بری لگیں) جب عبداللہ قافلے جا ملے تو پوچھنے لگے

عبداللہ۔ کیا اس قافلہ میں آپ کا کوئی عزیز ہے؟

معظمہ۔ [۳] المال والبنون زینة الحیوٰة الدنیا (مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہیں)۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ لڑکے ہیں۔

عبداللہ۔ آپ کے لڑکوں کے نام کیا ہیں؟

معظمہ۔ [۴] یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض۔ [۵] یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة [۶] یا موسیٰ انی انا ربک۔ [۷] وما محمد الا رسول

عبداللہ نے سمجھ لیا۔ کہ اس معظمہ کے چار بیٹے ہیں۔ جن کے نام داؤد۔ یحییٰ موسیٰ اور محمد ہیں۔

عبداللہ۔ قافلہ میں ان کے کیا فرائض ہیں۔ اور کن کن علامتوں سے لے جائے جاتے ہیں

معظمہ۔ [۸] وعلامات وبالنجم هم یهتدون (بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور لوگ ستارہ سے بھی راستہ معلوم کرتے ہیں)۔

عبداللہ نے سمجھ لیا۔ کہ اس معظمہ کے بیٹے قافلہ کے رہبر ہیں۔ پس اس نے یہ نام لے کر پکارا۔ تو قافلہ میں سے چار جوان آئے اور اس بی بی کو اونٹنی سے اتارا۔ ان لڑکوں کے چہرے شب ماہتاب کی مانند درخشاں تھے۔ جب چاروں بیٹھ گئے تو معظمہ نے کہا۔

معظمہ۔ [۹] فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدینة فلینظر ایها ازکی

---

۱ پ۱۵ کہف ع۷ ؛ ۲ پ۷ مائدہ ع۱۴ ؛ ۳ پ۱۵ الکہف ع۶ ؛ ۴ پ۲۳ ص ع۲ ؛ ۵ پ۱۶ مریم ع۱ ؛ ۶ پ۱۶ طہٰ ع۱ ؛ ۷ پ۴ عمران ع۱۵ ؛ ۸ پ۱۴ نحل ع۲ ؛ ۹ پ۱۵ کہف ع۲

طعاماً فلیأتکم برزق منه (اب اپنے میں سے کسی کو یہ ایک روپیہ دے کر شہر کی طرف بھیجو کہ وہ جا کر دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے۔ پس اس میں سے تمہارے لئے کچھ کھانا لائے)

عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک لڑکا بازار سے کھانا لے آیا۔ اور میرے سامنے پیش کیا پھر معظمہ نے فرمایا۔

معظمہ [۱] کلوا واشربوا ھنیاً بما اسلفتم فی الایام الخالیہ (تم گذشتہ زمانہ میں جو کارگزاریاں کر چکے ہو اس کے صلہ میں مزے سے کھاؤ پیئو)

عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ جب میں کھانا کھا چکا۔ تو معظمہ نے پھر لڑکوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

معظمہ [۲] یا ابت استاجرہ انہ خیر من استاجرت القوی الامین (ان کو اجرت پر رکھ لیجئے۔ ان میں وہی بہتر ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی) اس آیہ مجیدہ سے سمجھ لیا۔ کہ معظمہ فرماتی ہیں۔ کہ اس شخص کو اجرت دیدو۔ پس وہ جوان میرے لئے کچھ مال ومتاع اور خرچے لائے بی بی نے دیکھ کر ایک اور آیت تلاوت فرمائی۔

معظمہ۔ [۳] واللہ یضاعف لمن یشاء (اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے زیادہ کر دیتا ہے) پس ان لڑکوں نے کچھ اور مال مجھے دیا۔

عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے متعجب ہو کر ان جوانوں سے دریافت کیا۔ کہ یہ بی بی کون ہے جو سوائے آیات قرآنی کے اور کچھ بولتی ہی نہیں۔ تو وہ بولے۔ ھذہ امنا فضہ جاریۃ الزھراء ما تکلمت منذ اربعین سنۃ الا بالقرآن۔ یہ جناب فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء العالمین کی کنیز فضہ ہماری والدہ ماجدہ ہے۔ چالیس سال گذر چکے ہیں۔ انہوں نے سوائے قرآن کے کوئی بات نہیں کی۔ علامہ ابو القاسم قشیری کی کتاب میں بمدت بیس سال لکھی ہے۔

سبحان اللہ۔ یہ اس مقدس گھرانے کی لونڈیوں کا ذکر ہے جس پر قرآن نازل ہوا۔ چنانچہ خدا اس گھرانے کو "نور" سے تعبیر کر کے یوں تعریف فرماتا ہے:۔

[۴] اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ۰ المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار ط نور علی نور ط یہدی اللہ لنورہ من یشاء

---

[۱] پ ۲۹ الحاقۃ ع ۱ ۔ [۲] پ ۲۰ قصص ع ۳ ۔ [۳] پ ۳ بقرہ ع ۳۶ ۔ [۴] پ ۱۸ نور ع ۵

ویضرب اللہ الامثال للناس ؕ واللہ بکل شیء علیم ۙ فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ ۙ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال ۙ رجال ۙ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ ۙ یخافون یوما تتقلب فیہ القلوب والابصار ہ ترجمہ اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور دینے والا ہے اس کے نور کی مثال اس مشکوٰۃ کی سی ہے۔ جس میں ایک روشن چراغ ہو۔ وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو اور وہ قندیل ایسی ہو۔ جیسے ایک چمکتا ہوا تارا اور زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہو جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس کو آگ بالکل نہ چھوئے۔ وہ نورٌ علیٰ نور (نور کے اوپر اوپر) ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت کر دیتا ہے۔ اور اللہ آدمیوں کیلئے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا جاننے والا ہے (یہ نور کہاں ہے؟) یہ نور ایسے گھرانہ میں ہے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دے رکھا ہے۔ کہ ان کی تعظیم کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ان میں لیا جائے۔ وہ ایسے گھر ہیں۔ کہ ان میں رات دن اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان ہوتی رہتی ہے۔ (یہ کون ہیں؟) یہ خاص ہستیاں ہیں جنہیں یاد خدا۔ نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت ہی روک سکتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت یہ وہ بزرگ ہیں جو اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائینگی۔

یہ آیت پوری کی پوری خاندان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان کرتی ہے۔ اس کی مفصل تشریح انشاء اللہ تعالیٰ کسی اور موقعہ پر بیان کی جائے گی۔ اور ظاہری آنکھوں سے پردہ اٹھا کر حقیقت واضح کر دی جائے گی۔ مضمون بالا سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی لونڈیوں کو کس حد تک قرآن کا علم حاصل تھا۔ کہ جناب فضہ جو آپ کی کنیز تھی بعد وفات صدیقہ کبریٰ کے جب تک زندہ رہیں۔ سوائے آیات قرآن کے کوئی اور بات منہ سے نہیں نکالی اپنے مافی الضمیر کو محض آیات قرآن میں سے ظاہر فرماتی رہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ اپنی زندگی میں سوائے قرآن کے اور کسی کو نہ اپنائیں اسی کو حفظ کریں۔ اور اسے ہی مشعل راہ بنائیں۔ (امداد حسین کاظمی)

ممبران ادارہ! کیا آپ نے اپنا سالانہ زر رکنیت ادا فرما دیا ہے؟ اگر نہیں تو فوراً ارسال فرمادیں۔ تاکہ اس پاکیزہ و مفید مشن میں رکاوٹ پیدا نہ ہو سکے۔ (ادارہ)

(تحقیقات) (قسط اول)

اسماء وصفات باری تعالیٰ

توحید

(از سید علی احمد شاہ صاحب میرپوری سابق صدر حکومت آزاد کشمیر و رکن مجلس نظامت ادارہ معارف اسلام)

اسلام میں اصول دین میں سب سے پہلا اصول توحید باری تعالیٰ کو ماننا ہے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات رسول اللہ کو وحی کیے گئے ہیں اور احادیث نبوی میں بھی رسول اللہ نے بتائے ہیں۔ چونکہ ان دنوں بعض اسماء صفات اللہ میں اسلامی فرقوں میں بے علمی کی وجہ سے اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اسماء وصفات اللہ تعالیٰ قرآن و احادیث رسول اللہ کے حوالجات دے کر عربی معہ ترجمہ اردو میں مندرجہ ذیل درج کئے جاتے ہیں تاکہ عوام کو معلوم ہو جائیں اور ان کا ذکر خیر کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

(۱) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (سورۃ ۲۰ / آیت ۸) اللہ وہ معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اچھے اسی کے نام ہیں ۱۷/۱۰۱ ، ۵۹/۲۴

(۲) وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ص وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ (سورۃ ۷ / آیت ۱۸۰) اچھے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انہیں ناموں سے پکارو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد (کفر) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔ وہ بہت جلد اپنے اپنے عملوں کی سزا پائیں گے۔

سات اسماء باری تعالیٰ پر سورتیں قرآن کی ہیں۔ جو نام اللہ یہ ہیں (۱) النور ۲۴/۳۵ (۲) فاطر ۳۵/۱ (۳) المومن ۵۹/۲۳ و سورۃ ۴۰ (۴) الملک ۶۷/۱ (۵) الاعلیٰ ۸۷/۱ (۶) الاخلاص ۱۱۲/۱ احد (۷) الرحمٰن ۵۵/۱

باقی اسماء آیات قرآن و احادیث میں موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل درج ہیں:-

نمبر شمار	اسم وصفت	اردو ترجمہ	حوالہ سورۃ / آیت
۱	رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ عَرْش الْفَلَق۔ النَّاس	پروردگار عالموں۔ عرش۔ آسمان۔ انسانوں کا	۱/۲ ، ۹/۱۲۹ ، ۱۱۳/۱ ، ۱۱۴/۱ ، ۵۹/۲۲
۲	اَلرَّحْمٰنُ۔ حَفِیًّا	بڑا مہربان	۱/۳ ، ۱۹/۴۷ ، ۵۹/۲۲

نمبر شمار	اسم وصفت	اردو ترجمہ	حوالہ سورۃ/آیت
۳	الرَّحِیْمُ ذوالرحمۃ	نہایت رحم والا	۱/۳ ، ۶/۱۳۴
۴	اَلْمَلِكُ ۔ مَالِكُ	بادشاہ ۔ حاکم	۴۷/۱ ، ۱/۴ ، ۳/۲۶ ، ۱۱۴/۳ ، ۵۹/۲۳ ، ۳۹/۲
۵	اَلْقُدُّوس سُبْحَان	ہر نقصان سے پاک	۶۲/۱ ، ۱۷/۱۰۸ ، ۵۹/۲۳
۶	السَّلَام	عیب سے سلامت	۵۹/۲۳
۷	اَلْمُؤْمِنُ	امن دینے والا	۵۹/۲۳
۸	اَلْمُهَیْمِنُ	نگہبان	۵۹/۲۳
۹	اَلْعَزِیْزُ	غالب	۵۹/۲۳
۱۰	اللہ	مستحق عبادت	۱/۱-۲ ، ۵۹/۲۳
۱۱	اَلْجَبَّارُ	سب سے زیادہ زبردست زورآور	۵۹/۲۳
۱۲	اَلْمُتَکَبِّرُ	بڑائی کرنے والا	۵۹/۲۳
۱۳	اَلْخَالِقُ ۔ خالق اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن	پیدا کرنے والا سب بنانے والوں سے بہتر	۵۹/۲۴ ، ۶/۹۵ ، ۲۳/۱۴
۱۴	اَلْبَارِی	موجد۔ ہستی والا	۵۹/۲۴
۱۵	اَلْمُصَوِّرُ	صورت بنانے والا	۵۹/۲۴
۱۶	اَلْغَفَّارُ ۔ خَیْرُ الْغَافِرِیْن	بہت گناہ بخشنے والا ۔ بخشنے والوں سے بہتر	۳۹/۵ ، ۷/۱۵۵
۱۷	اَلْوَاحِدُ الْقَهَّارُ القاہر فوق عباد	یکتا بڑا زبردست ۔ ہر چیز پر قادر بندوں پر غالب	۴۰/۱۶ ، ۶/۱۸
۱۸	اَلْعَزِیْزُ الْوَهَّاب	بڑا سب کچھ دینے والا فیاض	۳۸/۹
۱۹	الرَّزَّاق ۔ خَیْرُ الرَّازِقِیْن	روزی دینے والا ۔ سب سے بہتر روزی دینے والا	۲/۲۱۲
۲۰	خَیْرُ الْمُنْزِلِیْن	سب اتارنے والوں سے بہتر مہمان	۲۳/۲۹
۲۱	اَلْفَتَّاح	کھولنے والا	۳۴/۲۶
۲۲	اَلسَّمِیْعُ الدُّعَا علیم	علم جاننے والا ، عالم بڑھا ہوا جاننے والا	۲/۳۲ ، ۲/۲۳ ، ۳۳/۵۱ ، ۴۰/۳۷

نمبر شمار	اسم وصفت	اردو ترجمہ	حوالہ سورۃ/آیت
۲۳	العلیم والعلم	علم جاننے والا عالم ، پڑھا ہوا	۲/۳۳ ، ۲/۳۲ ، ۳۳/۳۲
۲۴	البصیر	(بغیر آنکھ کے) دیکھنے والا	۱۷/۱
۲۵	الحکم	حکم کرنے والا	۶/۵۷
	خیر الفاصلین	تمام فیصلہ کرنے والوں سے بہتر جیشس	
۲۶	بامرنا لعدل	چیف جسٹس ۔ عدل کرنے والا	۷/۱۱۶ - ۱۶/۹۰
۲۷	اللطیف	بھید (باریک) جاننے والا	۶/۱۰۴
۲۸	الخبیر	ہر چیز کی خبر رکھنے والا	۶/۱۰۴
۲۹	الحکیم	بردبار	۲/۲۶۳
۳۰	العظیم	صفات ذات میں سب سے بڑا	۲/۲۵۵
۳۱	الغفور	گناہ بخشنے والا	۲۴/۵
۳۲	الشکور۔ الشاکر	قدردان	۲/۱۵۸ ، ۳۵/۳۰ و ۳۴
۳۳	العلیّ العظیم	بلند مرتبہ	۲/۲۵۵
۳۴	الکبیر	بڑی شان والا	۳۴/۲۳ ، ۱۳/۹
۳۵	الحفیظ	نقصان سے بچانے والا محافظ	۴۲/۶
۳۶	رقیبا ۔ الرقیب	نگران ۔ نگاہ رکھنے والا	۴/۱۰ ، ۵/۱۰۷ ، ۴/۱
۳۷	کلیم اللہ	(رسولوں سے) کلام کرنے والا	۶/۳۴
۳۸	الکریم	سخی ۔ حاجت روا	۲۷/۴۰
۳۹	الواسع	کشائش کرنے والا	۲/۲۶۱ ، ۴۰/۳۹
۴۰	الحکیم	دانا ۔ حکمت والا	۳۵/۱
۴۱	الودود	محبت کرنے والا	۸۵/۱۴
۴۲	المجید	ذات و کاموں میں معزز	۸۵/۱۵
۴۳	الشہید ۔ شاہد	حاضر ۔ موجود	۵۸/۶،۷ ، ۱۶/۸۴
۴۴	وعدہ الحق	سچے وعدے والا ۔ ثابت فیصلہ	۲۰/۱۱۴ ، ۴/۱۲۲
	قضا الحق الملک	حق میں	

نمبر شمار	اسم وصفت	اردو ترجمہ	حوالہ	سورۃ / آیت
۴۵	الوکیل	کام بنانے والا	۶/۱۰۳	
۴۶	القَوِیُّ	زور آور	۴۰/۲۲	
۴۷	الوَالِیُّ	حمایت (جانب) کرنے والا	۲/۲۵۷	
۴۸	الحَمِیدُ	خوبیوں والا	۲۲/۶۴	
۴۹	المُبدِئ	پہلی بار پیدا کرنے والا	۸۵/۱۳	
۵۰	المعید	دوسری بار (پھر) پیدا کرنے والا	۸۵/۱۳	
۵۱	المحیی - المحی	زندہ کرنے والا	۳/۲	
۵۲	الممیت	مارنے (موت دینے) والا	۲/۲۸۵	۲۲/۶
۵۳	الحی	ہمیشہ (خود) زندہ رہنے والا	۲/۲۵۵	۳/۲ ، ۴۰/۶۵
۵۴	القیوم	سب کا تھامنے والا	۳/۲	
۵۵	الواحِدُ	اکیلا - لاشریک	۲/۱۶۳	
۵۶	الصَّمَدُ	بے نیاز	۱۱۲/۲	
۵۷	القَادِرُ، القَدِیرُ	قدرت والا۔ قدرت رکھنے والا	۱۶/۷۰	۲/۲۸۴
۵۸	الاَوَّلُ	سب سے پہلے	۵۷/۳	
۵۹	المُقتَدِرُ	ہر چیز کر سکنے والا	۵۷/۳	
۶۰	الآخِرُ	سب سے اخیر	۵۷/۳	
۶۱	الظاہِرُ	ظاہر۔ آشکارا	۵۷/۳	
۶۲	البَاطِنُ	پنہاں - پوشیدہ	۵۷/۳	
۶۳	الوَالِیُ	سب کا مالک	۱۳/۹	
۶۴	المُتَعَالِیُ - المتعال	مخلوق کے صفات سے برتر	۱۳/۹	
۶۵	قَابِلِ التَّواب	رحمت کا عود کرنیوالا۔ توبہ قبول کرنے والا	۲/۵۴	۴۰/۳
۶۶	المُنتَقِمُ	انتقام (بدلہ) لینے والا	۳۲/۲۲	
۶۷	العَفُوُّ	درگذر کرنے والا	۲۲/۶۰	۵۸/۲
۶۸	مَلِیکٍ	بادشاہ قدرت والا	۵۴/۵۵	

نمبر شمار	اسم یا صفت	اردو ترجمہ	حوالہ سورۃ/آیت
۶۹	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام	بزرگی و تعظیم والا	۵۵/۲۶-۲۷
۷۰	اَلْمُقْسِطُ	مساوی عدل کرنے والا	۳/۱۸ ، ۱۰/۴
۷۱	اَلْغَنِی ۔ اَلْمُغْنِی	بے پرواہ	۲/۲۶۳ ، ۳۱/۲۶
۷۲	اَلْوَارِثُ ۔ خَیْرُالْوَارِثِیْن	سب کا وارث ۔ سب وارثوں سے بہتر	۹/۷۰ ، ۲۱/۸۹
۷۳	اَلْقَرِیْب مُجِیْب	ہر شخص کے قریب دعا سننے والا	۱۱/۶۱ ، ۲/۱۸۶
	اَقْرَب مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد اَقْرَب اِلَیْہِ مِنْکُمْ	حاضر شہ رگ سے بھی نزدیک ۔ ناظر تمہارے نزدیک حاضر ۔ نظر نہیں آتا	۵۰/۱۶ ، ۵۶/۸۵
۷۴	اَلْمَوْلٰی ۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی	مالک ۔ متصرف	۲/۲۸۶
۷۵	اَلنَّصِیْر ۔ خَیْرُالنَّاصِرِیْن	مددگار ۔ سب سے اچھا مددگار	۲/۲۸۵ ، ۲۲/۷
۷۶	اَلْمُحِیْط ۔ اَحَاطَ بِالنَّاس	گھیرے ہوئے ۔ لوگوں کو گھیرے ہوئے	۴۱/۵۸ ، ۱۷/۶۰
۷۷	اَلْفَاطِر	پیدا کرنے والا	۳۵/۱
۷۸	ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم	بہت بڑے فضل والا	۶۲/۴
۷۹	عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃ	پوشیدہ و ظاہر کا عالم	۵/۱۰۹
۸۰	عَلَّامُ الْغُیُوْب	(مطلق) غیب کا عالم و جاننے والا	۳۴/۴۸
	الغیب وَلٰکِنَّ اللہ یجتبی مِن رُسُلِہ	لیکن رسولوں سے غیب بتانے کے لئے چن لیتا ہے	۳/۱۷۹
	اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِن رَسُولٍ	مگر جس رسول کو پسند فرماوے غیب (جزوی) ظاہر کرتا ہے	۷۲/۲۶-۲۷
	ماھو علی الغیب بضنین صاحبکم	تمہارا صاحب (رسول اللہ) غیب (اللہ سے حاصل کردہ) باتیں (جزوی) ظاہر کرنے میں بخیل نہیں ۔	۸۱/۲۴
۸۱	بِذَاتِ الصُّدُوْر	بھید دلوں کے جاننے والا	۵/۷
۸۲	رَفِیْعُ الدَّرَجٰت	بلند مرتبوں والا	۴۰/۱۵

نمبر شمار	اسم یا صفات	اردو ترجمہ	حوالہ سورۃ/آیت
۸۳	ذوالعرش	بلند ترین مقام تخت کا مالک	۲۷/۲۶
۸۴	شدید العذاب	سخت عذاب لینے والا	۴۰/۳
۸۵	قوی شدید العقاب	سخت عذاب دینے والا	۲/۱۹۲
۸۶	سریع الحساب	جلد حساب لینے والا	۲/۲۰۲ ، ۳/۱۸۰ ، ۳/۱۹۸
۸۷	اسرع الحاسبین	سب سے زیادہ حساب لینے والا	۶/۶۲
۸۸	ذی الطول	مقدار والا	۴۰/۳
۸۹	مولا الحق	سچائی کا مالک	۶/۶۲
۹۰	خیر الحاکمین	سب سے بہتر حاکم	۷/۸۷
۹۱	الحکم (حکم) الحاکمین	تمام حکام کا حاکم اعلیٰ	۶/۶۲ ، ۹۵/۸
۹۲	خیر الفاتحین	سب سے بہتر فتوے دینے والا	۷/۸۹
	خیر الفاصلین	سب سے بہتر فیصلہ دینے والا	۶/۵۷
۹۳	غالب علیٰ امرہٖ	غالب ہر امر پر	۱۲/۲۱
۹۴	الاعلیٰ	سب سے بلند مرتبہ	۸۷/۰ ، ۴۰/۱۲
۹۵	رفیع الدرجات	اونچے درجہ والا	۱۲/۴۷
۹۶	رفع السمٰوٰت	آسمانوں کو بلند کرنے والا	۱۳/۲
۹۷	خالق السمٰوٰت و الارض (بدیع الفاظ)	آسمانوں وزمین کو پیدا کرنے والا۔	۲/۲۹ ، ۲/۱۱۷ ، ۳۷/۱۲۵
۹۸	شدید المحال	سخت قوت والا	۱۳/۱۳
۹۹	ربُ العزت	سب سے زیادہ عزت والا پروردگار	۳۷/۱۸۰
۱۰۰	لہ (لا) شریک فی الملک	اس کی مملکت بادشاہت سلطنت میں کوئی شریک نہیں (ہمسر نہیں)	۱۸/۲۶ ، ۱۷/۱۱۱ ، ۱۱۲/۴

ماہنامہ معارفِ اسلام کی خریداری اور ادارہ معارف اسلام کی رکنیت قبول فرما کر دین حق کی مدد کیجیے

اطلاعات واعلانات

(۱) کتب "عہدناموں کی تعلیمات" اور "جمہوریت اور امامت"

بعض ہمدرد حضرات نے تجویز پیش فرمائی ہے کہ ماہنامہ میں جو دو کتب مسلسل صفحات کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔ ان کے آٹھ آٹھ صفحات بالاقساط شائع کرنے میں دونوں کے ختم ہونے میں کافی وقت صرف ہوگا لہٰذا ایک ہی کتاب شائع ہونی چاہئے تاکہ سولہ صفحات شائع ہونے کی وجہ سے جلد ختم ہو سکے ایک کتاب کے ختم ہونے کے بعد دوسری کتاب شروع کی جائے۔

ان حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ اب دونوں کتابیں شروع ہو چکی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ایک کا بند کرنا مناسب نہیں۔ اس کے علاوہ "عہدناموں کی تعلیمات" چونکہ زیادہ سے زیادہ [illegible] صفحات پر مشتمل ہوگی۔ لہٰذا اس کی آخری قسط آئندہ شمارہ میں شائع ہو کر کتاب ختم ہو جائیگی۔ اس کے بعد شمارہ دسمبر سے صرف "جمہوریت اور امامت" کے سولہ صفحات شائع ہوا کرینگے جس سے قارئین کی خواہش بھی پوری ہو جائیگی۔

(۲) خلفائے اسلام بہ تعلیمات اہلبیت علیہم السلام اور اسلامی معاشرہ (ائمۂ آل محمدؐ کے نکتہ نظر سے)

یہ ہر دو مفید کتب جن کی طباعت کے متعلق پیشتر اعلان ہو چکا ہے۔ اس وقت تکمیل کے آخری مرحلہ میں ہیں۔ اور قوی امید ہے کہ اس ماہ کے آخر تک چھپ کر تیار ہو جائیں گی۔ اور ممبران ادارہ میں حسب معمول مفت تقسیم ہونگی چونکہ یہ ضخامت میں علے الترتیب ۱۳۲ اور ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا جو ممبران بحفاظت منگوانا چاہیں وہ چار آنے کے ٹکٹ ڈاک برائے رجسٹریشن روانہ فرما دیں۔ تاکہ بعد ازاں کتابیں نہ پہنچنے کا شکوہ نہ رہے۔ ادارہ حسب معمول یہ کتب عام ڈاک سے (بغیر رجسٹری) کے روانہ کریگا۔ اور اس کا خرچہ ڈاک خود برداشت کرے گا۔

غیر ممبران یعنی خریداران ماہنامہ وغیرہ یہ ہر دو کتب قیمتاً علے الترتیب [illegible] اور [illegible] حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک علیحدہ ہوگا۔

یہ ہر دو کتب پبلک لائبریریوں اور ریڈنگ روم وغیرہ میں بھی مفت تقسیم ہونگی۔

(۳)۔ ترسیل زر

آئندہ سے تمام ترسیل زر بنام مدیر مالیات ادارۂ معارف اسلام ۲۰ انارکلی بازار لاہور کے پتہ پر ہونا چاہئے۔ نوٹ فرمائیے۔ ماہ ... کی زیادتی کی

وجہ سے فرائض تقسیم ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ہمارے ساتھ تعاون فرمادیں گے تو آپ کا یہ قومی ادارہ بہت جلد بام عروج پر پہنچ جائیگا۔ اور کم از کم آپ کی تمام کتابی ضروریات جلد از جلد پوری کر سکیگا۔

(۴) خط وکتابت آپ کی ہر قسم کی خط وکتابت مدیر ادارۂ معارف اسلام رجسٹرڈ ــــــ کے نام ہونا چاہئے۔ اس کے دو پتے ہیں۔ (۱) دفتر "شیخ مینشن" 9/B شاہ عالمی گیٹ لاہور (۲) مدیر کا ذاتی پتہ:۔ ڈبی بازار لاہور۔

(۵) معارفِ اسلام پریس فنڈ یاد رکھئے! جب تک آپ کا قومی روزنامہ اور قومی پریس نہ ہوگا۔ آپ اپنی آواز اپنے حقوق اور صحیح واقعات پبلک اور حکومت کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتے۔ ؎

تُو اپنی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے تذکرے ہیں آسمانوں میں

یہ پریس اور روزنامہ کسی کی ذاتی ملکیت یا حصّہ دارانہ منافع بازی نہیں ہوگا۔ بلکہ ضابطہ کے ماتحت قوم کا ہر فرد بشر اس کا مالک ہے ادارہ کے ہر ممبر۔ ماہنامہ کے ہر خریدار اور ہر ہمدرد مذہب وملت کو اس فنڈ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ جو "معارف اسلام پریس فنڈ" کے نام سے حبیب بنک لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں قائم ہو چکا ہے۔ اپنے کم یا زیادہ عطیات براہِ راست اس فنڈ کیلئے بنک کو روانہ فرمادیں۔

(۶) کتابت کی چند غلطیوں کو درست کر لیں۔ معارف اسلام

محرم نمبر یعنی ماہ اگست ۱۹۵۶ء میں (۱) ص۴ سطر ۲ پر "سورہ النساء" کی بجائے "سورہ السبا" درست ہے۔ (۲) ص۴ سطر ۳ پر "علیہ" کا لفظ کاٹ دیجئے۔

شمارہ ماہ ستمبر ۱۹ء میں:۔

(۱) ص۲ سطر ۴ پر "مذبوح عن القفا" چاہئے۔ قفا یعنی پشت گردن۔ قضا غلط ہے

(۲) ص۳ سطر ۱۶ آیت میں بلیغ غلط ہے بُلِّغ صحیح ہے۔

(۳) ص۳ سطر ۲۴ "بناز عنکَ" درست ہے (ز) پر نقطہ چاہئے۔

(۴) ص۵ سطر ۱۳ "ناراض کیوں ہوتے ہو" چاہئے۔ "ہیں" غلط ہے۔

(۵) ص۵ سطر ۱۶ "محمول" چاہئے "معمول" غلط ہے۔

(۶) ص۴ سطر ۱۴۔ "بطراً" چاہئے "بطواً" غلط ہے

(۷) ص۶ "فاستخفروا" چاہئے۔ "فاستغفر" صحیح نہیں۔

خط لکھتے وقت اپنا خریداری نمبر یا کیفیت نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔ کیونکہ ایک ایک نام کے کئی کئی آدمی ہیں ارشاد

روت کے کھیت میں کام کرنے لگی ...... بوعز نے روت سے کہا اے میری بیٹی ...... جو کچھ تو نے اپنے خاوند کے مرنے پر اپنی ساس کے ساتھ (حسن سلوک) کیا ہے وہ سب مجھے بتایا گیا ہے ...... خداوند تیرے کام کا بدلہ دے ...... نعومی نے اپنی بہو روت سے کہا میری بیٹی یہ اچھا ہے کہ تو اس کی چھوکریوں کے ساتھ جایا کرے سو وہ گیہوں کی فصل کے خاتمہ تک بوعز کی چھوکریوں کے ساتھ ساتھ لگی رہی۔ پھر اس کی ساس نعومی نے کہا میری بیٹی کیا میں تیرے آرام کی طالب نہ ہوں، کیا بوعز ہمارا رشتہ دار نہیں؟ دیکھ وہ آج کی رات کھلیان میں جو پھٹکے گا سو تو نہا دھو کر خوشبو لگا پوشاک پہن اور کھلیان کو جا ...... جب وہ لیٹ جائے تو تو اس کے لیٹنے کی جگہ کو دیکھ لینا۔ تب تو اندر جا کر اس کے پاؤں کھول کر لیٹ جانا اور جو کچھ تجھے کرنا مناسب ہے وہ تجھ کو بتائے گا اس نے اپنی ساس سے کہا جو کچھ تو مجھ سے کہتی ہے وہ سب میں کروں گی۔ سو وہ گئی جب بوعز کھا پی چکا اور غلہ کے ڈھیر کی طرف جا کر لیٹ گیا، تب وہ چپکے چپکے آئی اور اس کے پاؤں کھول کر لیٹ گئی، آدھی رات کو وہ مرد ڈر گیا جب اس نے کروٹ لی تو دیکھا کہ ایک عورت اس کے پاؤں کے پاس پڑی ہے اس نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیری لونڈی روت ہوں، سو تو اپنی لونڈی پر اپنا دامن پھیلا، اس نے کہا تو خداوند کی طرف سے مبارک ہو اے میری بیٹی تو نے شروع کی نسبت آخر میں زیادہ مہربانی کر دکھائی ...... اے میری بیٹی مت ڈر میں سب کچھ جو تو کہتی ہے تجھ سے کروں گا کیونکہ میری قوم تمام جانتی ہے کہ تو پاکدامن ہے ...... جب وہ اپنی ساس کے پاس آئی تو جو کچھ اس مرد نے اس سے کیا تھا اسے بتایا اور بولی کہ مجھ کو چھ پیمانے جو کے دئے ...... قوم کے لوگوں سے ملتے ہوئی اور بوعز نے نعومی کی تمام چیزیں خریدیں، اور موآبی روت کو بھی خرید لیا، بزرگوں نے کہا ہم گواہ ہیں خداوند اس عورت کو جو تیرے گھر میں آئی ہے راخل و لیاہ (دونوں یعقوب کی بیویاں اور سگی بہنیں تھیں) کی مانند کرے جن دونوں نے اسرائیل کا گھر آباد کیا ...... بیت لحم میں تیرا نام ہو اور تیرا گھر اس نسل سے جو خداوند تجھے اس عورت سے دے فارص کے گھر کی طرح ہو جو یہوداہ سے تمر کے ہوا ...... سو بوعز نے موآبی روت کو لیا اور وہ اس کی بیوی بنی اور اس نے اس سے خلوت کی وہ حاملہ ہوئی اور اس کے بیٹا ہوا ...... اس کا نام عوبید رکھا وہ یسی کا باپ تھا جو داؤد کا باپ ہے (کتاب روت)

نوٹ: اس واقعہ میں تہذیب و اخلاق سے جو گری ہوئی باتیں ہیں قطع نظر ان سے ایک چیز قابل غور ہے یہوداہ کو اس کی بہو تمر سے فارص ہوا اور روت موآبی لڑکی ہے۔ موآب وہ بچہ ہے جو لوط (نعوذ باللہ) کو ان کی لڑکی بڑی سے ہوا تھا۔ اور بوعز فارص کی نسل سے ہے (روت باب ۴ آیت ۱۸۔۲۲) اور فارص کی آٹھویں نسل میں داؤد ہیں۔ اس طرح حضرت داؤد کی نسبی حالت کیسی اس کتاب میں لکھی گئی ہے

اور وہ بھی داؤد کی نسل سے ماں کی طرف سے حضرت عیسیٰ ہیں۔ فتدبر۔

اسی زمانہ کے نبیوں کا رنگ ناچ گانا، مے وغیرہ (معاذ اللہ)

سموئیل نے ساؤل کو پھر گھر کی چھت پر بلا کر کہا اٹھ کہ میں تجھے رخصت کروں … جب تو آج میرے پاس سے چلا جائے گا، تو تبور کے بلوط کے پاس پہنچے گا وہاں تین شخص جو بیت ایل کو خدا کے پاس جاتے ہوں گے تجھے ملیں گے ایک بکری کے تین بچے دوسرا دمشق اور تیسرا مے کا ایک مشکیزہ لئے جاتا ہوگا … بعد اس کے تو خدا کے پہاڑ کو پہنچے گا جہاں فلستیوں کی چوکی ہے جب تو شہر میں داخل ہوگا تو نبیوں کی ایک جماعت جو اونچے مقام سے اترتی ہوگی تجھے ملے گی، اور ان کے آگے ستار اور دف اور بانسلی اور بربط ہوں گے، اور وہ نبوت کرتے ہوں گے، تب خداوند کی روح تجھ پر زور سے نازل ہوگی اور تو ان کے ساتھ نبوت کرنے لگے گا (سموئیل ۱ باب ۱۰ آیت ۱-۷)

نوٹ۔ اس زمانہ کے حالات جیسا کہ توریت میں درج کئے گئے ہیں، دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناچ گانا، بجانا، اور شراب نوشی عموماً جائز تھی، اور ایسے واقعات بکثرت ہیں، بلکہ نبیوں کی مے نوشی، گانا بجانا ناچنا اور متعدد عورتیں رکھنا بھی دکھایا گیا ہے۔ مرد و عورت کے تعلقات میں بظاہر کوئی پابندیاں کڑی نہیں ملتیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ کورٹ شپ کا طریقہ بھی جاری تھا جیسا کہ توریتی کتابوں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا اور میرے اس رسالہ سے بھی کچھ روشنی ملے گی کچھ اوپر گذرا اور کچھ نیچے آتا ہے۔

(معاذ اللہ) داؤد کا ناچنا گانا۔ داؤد نے پھر اسرائیلیوں کے سب چنے ہوئے تیس ہزار مردوں کو جمع کیا … داؤد اور اسرائیل کا سارا گھرانا صنوبر کی لکڑی کے سب طرح کے ساز، ستار، بربط اور دف، جھانجھ اور جھانجھ خداوند کے آگے بجاتے چلے … جب خداوند کا صندوق داؤد کے شہر کے اندر آ رہا تھا تو ساؤل کی بیٹی میکل (جو داؤد کی بیوی تھی) نے کھڑکی سے نگاہ کی اور داؤد بادشاہ کو خداوند کے حضور اچھلتے کودتے اور ناچتے دیکھا، سو اس نے اسے اپنے دل میں حقیر جانا … میکل داؤد کے استقبال کو نکلی اور کہنے لگی کہ اسرائیل کا بادشاہ آج کیسا شاندار معلوم ہوتا ہے، جس نے آج کے دن اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے۔ داؤد نے میکل سے کہا یہ تو خداوند کے حضور تھا جس نے تیرے باپ کو چھوڑ کر مجھے پسند کیا، سو میں خدا کے آگے ناچوں گا، بلکہ میں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گا، اور اپنی ہی نظر میں نیچ ہوں گا (سموئیل ۲ باب ۶)

داؤدؑ کی ایک شوہر دار عورت سے صحبت، پھر اس کے شوہر کو بہ حیلہ مروانا..........

شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھا شاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا، اس نے ایک عورت کو دیکھا، جو نہا رہی تھی اور وہ نہایت خوبصورت تھی، داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا کسی نے کہا وہ العام کی بیٹی بنت سبع نہیں؟ جو حِتّی اوریاہ کی بیوی ہے، داؤد نے لوگ بھیج کر اُسے بلا لیا، وہ اس کے پاس آئی، اور اس نے اس سے صحبت کی، پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی، اور وہ عورت حاملہ ہو گئی، سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں (اس کے بعد وہ سب باتیں تحریر ہیں جو داؤد نے اس عورت کے شوہر کو مروا ڈالنے کے لئے کی تھیں، یہاں تک کہ وہ مارا گیا) جب اوریاہ کی بیوی نے سنا کہ اس کا شوہر مر گیا تو وہ اپنے شوہر کے لئے ماتم کرنے لگی، اور جب سوگ کے دن گذر گئے تو داؤد نے اُسے بلوا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا۔ اور وہ اس کی بیوی ہو گئی، اور اس سے اس کے ایک لڑکا ہوا، پھر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند نے ناراضی ظاہر کی (۲ سموئیل باب ۱۱) خداوند نے ناتن کو داؤد کے پاس بھیجا اس نے اس کے پاس آکر کہا کسی شہر میں دو شخص تھے ایک امیر دوسرا غریب، امیر کے پاس بہت سے ریوڑ اور گلے تھے، پر غریب کے پاس بھیڑ کی ایک پٹھیا کے سوا کچھ نہ تھا، وہ اُسے بچوں کی طرح رکھتا تھا، امیر کے ہاں کوئی مسافر آیا اس نے اس کے لئے اپنے ریوڑ سے کچھ نہ لیا بلکہ اس غریب کی بھیڑ لے لی، اور اس مسافر کے لئے پکایا، تب داؤد کا غضب اس شخص پر بشدت بھڑکا۔ اور اس نے ناتن سے کہا کہ خداوند کی حیات کی قسم کہ وہ شخص واجب القتل ہے... کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اور اسے ترس نہ آیا تب ناتن نے کہا کہ وہ شخص تو ہی ہے خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میں نے تجھے مسح کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنایا، اور ساؤل کے ہاتھ سے چھڑایا، تیرے آقا کی بیویاں تیری گود میں کر دیں...... یہ سب کچھ تھوڑا تھا تو میں تجھ کو اور اور چیزیں بھی دیتا، سو تو نے خدا کی بات کی تحقیر کر کے اس کے حضور بدی کی، تو نے اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی، کہ وہ تیری بیوی بنے..... تو نے مجھے حقیر جانا...... میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا، اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا.... تب داؤد نے ناتن سے کہا میں نے خداوند کا گناہ کیا، ناتن نے داؤد سے کہا.... چونکہ تو نے اس کام سے خداوند کے دشمنوں کو کفر بکنے کا بڑا موقع دیا ہے۔ اس لئے وہ لڑکا بھی جو تجھ سے پیدا ہوگا مر جائے گا..... خداوند نے اس لڑکے کو جو اوریاہ کی بیوی کے داؤد سے پیدا ہوا تھا، مارا اور وہ

بہت بیمار ہو گیا ..... جب داؤد نے اپنے ملازموں کو آپس میں پھسپھساتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ لڑکا مر گیا اس کے بعد داؤد کے غم و رنج کا حال بیان ہوا ہے ہم بوجہ طوالت ان تمام عبارتوں کو چھوڑتے ہیں (۲ سموئیل ۲ باب ۱۱)

نوٹ: آپ بقول توریت حضرت داؤد کے یہ حیرت انگیز کارنامے دیکھ رہے ہیں، شوہر دار عورت سے صحبت اور پھر اس کے شوہر کو مروانے کی تدبیر، آخر میں مروا دینا، حرام سے جو بچہ پیٹ میں تھا اس کے مرنے پر داؤد کی بے قراری۔ تماشا یہ ہے کہ کتاب احبار باب ۲۰ میں تفصیلاً عورتوں کو لکھا ہے جس میں ہمسایہ کی عورت سے خاص کر صحبت منع کی ہے اور یہاں یہ عورت ہمسایہ ہی کی تھی حرام کے بچے پر داؤد کا غم، عجیب! اور یہ تمنا کہ کاش وہ بچہ جیتا رہتا "اس نے کہا جب تک وہ لڑکا زندہ تھا میں نے روزہ رکھا اور روتا رہا، کیا جانے خداوند کو مجھ پر رحم آجائے کہ وہ لڑکا جیتا رہے ..... (سموئیل ۲ باب ۱۲ آیت ۲۲)

باب ۱۳ داؤد کے بیٹے امنون کا اپنی سوتیلی بہن تمر سے عشق اور........

داؤد کے بیٹے ابی سلوم کی ایک بہن خوبصورت تھی جس کا نام تمر تھا، اس پر داؤد کا بیٹا امنون عاشق ہو گیا، اور امنون ایسا کڑھنے لگا کہ وہ اپنی بہن تمر کے سبب سے بیمار پڑ گیا کیونکہ وہ کنواری تھی سو امنون کو اس کے ساتھ کچھ کرنا دشوار معلوم ہوا، اور داؤد کے بھائی سمعہ کا بیٹا یونادب امنون کا دوست تھا، اس نے اس سے پوچھا اے بادشاہ زادے! تو کیوں دن بدن دبلا ہوتا جا رہا ہے، امنون نے کہا کہ میں اپنے بھائی کی بہن تمر پر عاشق ہوں، یونادب نے کہا تو اپنے بستر پر لیٹ جا اور بیماری کا بہانہ کرلے اور جب تیرا باپ تجھے دیکھنے آئے تو تو اس سے کہنا میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ مجھے کھانا دے ..... (غرض کہ ایسی تدبیریں ہوئیں اور تمر کھانا لے کر امنون کے پاس آئی، تو اس نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا اے میری بہن! مجھ سے وصل کر، اس نے کہا نہیں میرے بھائی میرے ساتھ جبر نہ کر ..... بھلا میں اپنی رسوائی کہاں چھپاؤں گی۔ اور تو بھی اسرائیلیوں میں احمق کے مانند ٹھہرے گا، سو تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا مگر اس

ے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمر امنون سے کہہ رہی ہے کہ تو بادشاہ سے میرے لئے کہہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا یعنی بیاہ کردے حالانکہ یہ دونوں سوتیلے بھائی بہن تھے، اور سوتیلے بھائی بہنوں کا بیاہ شریعت موسوی میں منع تھا آپ دیکھیں کتاب احبار باب ۱۸ "تو اپنی بہن کے بدن کو ..... خواہ وہ تیرے باپ کی بیٹی ہو چاہے تیری ماں کی، خواہ وہ گھر میں پیدا ہوئی ہو خواہ اور کہیں بے پردہ نہ کر ..... ہو گیا: اس میں اختلافات نے اور ایسے ہی دکانیوں نے تو شبہ پیدا کر دیا ہے کہ وہ توریت نہیں ہے جو ربانی کتاب تھی۔ اس واقعہ کو واقعات عجیبہ سے کہا جائے تو تعجب کیا۔ تذکرہ

نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی، پھر امنون نے اس سے کہا، اُٹھ چلی جا...... پھر اس نے اُسے زبردستی نکلوا دیا، تمر نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور سر پر ہاتھ دھر کر روتی ہوئی چلی، اس کے بھائی ابی سلوم نے اس سے...... اب چپکی ہو رہ۔ (اس کے بعد ابی سلوم امنون کا جانی دشمن بنا اور اس کے مروانے کی فکریں کرنے لگا چنانچہ وہ اپنی تدبیروں میں کامیاب ہوا اور امنون مارا گیا)...... اور داؤد ہر روز اپنے بیٹے کے لئے ماتم کرتا رہا...... (سموئیل ۲ باب ۱۳)

حضرت داؤد کے کافی بیویاں تھیں اس کے بجائے لطائف دیکھنے ہوں تو توریت دیکھئے، خیر اب جو حضرت داؤد بڈھے ہوئے تو بدن طبعی حرارت کے کم ہونے سے سرد رہنے لگا چنانچہ اس کے خادموں نے ان کے بدن میں گرمی پہنچانے کے لیئے جو نسخہ تجویز کیا ہے ملاحظہ ہو، مناسب حال ہے:۔ "داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا، اور وہ اُسے کپڑے اُڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا، سو اس کے خادموں نے اس سے کہا کہ ہمارے مالک۔ بادشاہ کے لیئے ایک جوان کنواری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبر گیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے، چنانچہ انہوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونیت ابی شاگ کو پایا اور اُسے بادشاہ کے پاس لائے، وہ لڑکی بہت شکیل تھی، سو وہ بادشاہ کی خبر گیری اور اس کی خدمت کرنے لگی...... (سلاطین ۱ باب ۱)

سلیمان کی ایک ہزار بیویاں اور خداوند کی اُن سے ناراضی

سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا، یہ اُن قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم اُن کے بیچ نہ جانا، اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں، کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی، سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا، اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں، اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا، کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا، تو اُس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا، اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا، اور خداوند کے آگے سلیمان نے بدی کی اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی، پھر سلیمان نے موآبیوں کی نفرتی کموس کے لئے اس پہاڑ پر جو یروشلیم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے

عفرتی مولک کے لئے بلند مقام بنا دیا، اس نے ایسا ہی اپنی سب بیویوں کی خاطر کیا جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانی گزرانتی تھیں، اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا، جس نے اُسے دوبار دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اس نے وہ بات نہ مانی ..... (سلاطین باب ۱۱)

ناظرین! یہ ہیں توریت کے سلیمان نبی جو کرشن جی سے گوپیوں کے معاملہ میں کسی طرح کم نہیں ہیں مگر وہاں تو خود کرشن جی کو خدا ہونے کا دعویٰ تھا لیکن یہاں سلیمان کا خدا ان سے ناراض بھی ہوا کیونکہ انہوں نے اپنے خدا کے بتائے ہوئے احکام سے نافرمانی کی۔

"ان ہی دنوں میں میں نے ان یہودیوں کو بھی دیکھا جنہوں نے اشدودی، عمونی اور موآبی عورتیں بیاہ لی تھیں...... سو میں نے اُن سے جھگڑ کر ان کو لعنت کی اور اُن کو خدا کی قسم کھلائی کہ تم اپنی بیٹیاں ان کے بیٹوں کو نہ دینا اور نہ اپنے اور اپنے بیٹوں کے لئے ان کی بیٹیاں لینا، کیا شاہ سلیمان نے ان باتوں سے گناہ نہیں کیا، اگرچہ اکثر قوموں میں اس کے مانند کوئی بادشاہ نہ تھا، اور وہ اپنے خدا کا پیارا تھا، تو بھی اجنبی عورتوں نے اسے بھی گناہ میں پھنسا دیا سو کیا ہم تمہاری سن کر ایسی بڑی برائی کریں..... (نحمیاہ باب ۱۳ آیت ۲۳-۲۷)

۱۹ حضرت ایوب سے ان کی بیوی کی فرمائش پہ تکفیر و ناصبری

پھر ایک دن خدا کے بیٹے آئے کہ خداوند کے حضور حاضر ہوں اور شیطان بھی ان کے درمیان آیا کہ خداوند کے آگے حاضر ہو، خداوند نے شیطان سے پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ زمین پر اِدھر اُدھر گھومتا ہوا، خداوند نے شیطان سے کہا کیا میرے بندہ ایوب کے حال پر بھی کچھ غور کیا؟ زمین پر اس کی طرح کامل اور راستباز جو خدا سے ڈرتا ہو کوئی نہیں، گو تو نے مجھ کو اُبھارا کہ بے سبب اُسے ہلاک کروں، تو بھی وہ اپنی راستی پر قائم ہے۔ شیطان نے خداوند کو جواب دیا کہ کھال کے بدلے کھال..... اب فقط اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی ہڈی اور اس کے گوشت کو چھو دے تو وہ تیرے منہ پر تیری تکفیر کرے گا، خداوند نے کہا دیکھ وہ تیرے اختیار میں ہے فقط اس کی جان محفوظ رہے، تب شیطان نے ایوب کو تلوے سے چاندی تک دردناک پھوڑوں سے دکھ دیا..... تب اس کی بیوی اس سے کہنے لگی کہ کیا تو اب بھی اپنی راستی پر قائم رہے گا، خدا کی تکفیر کر..... (ایوب باب ۲) اس کے بعد ایوب نے اپنا منہ کھول کر اپنے جنم دن پر لعنت کی اور کہنے لگا، نابود ہو وہ دن جس میں میں پیدا ہوا، اور وہ رات

بھی جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا ہوا، ...... وہ اس پر لعنت کرنے والے اس پر لعنت کریں.... میں رحم ہی میں کیوں نہ مرگیا، ..... یا پوشیدہ اسقاط حمل کی مانند میں وجود میں نہ آتا...... ایسے آدمی کو روشنی کیوں ملتی ہے جس کی راہ چھپی ہے، اور جسے خدا نے ہر طرف سے بند کر دیا ہے..... تب تیمانی الیفز نے کہا، دیکھ تو نے بہتوں کو سکھایا، اور کمزوروں کو مضبوط کیا، ...... پر اب تو تجھی پر آپڑی، اور تو بے دل ہوا جاتا ہے، کیا تیری خدا ترسی ہی تیری بھروسا نہیں، کیا تجھے یاد ہے کہ کبھی کوئی معصوم بھی ہلاک ہوا ہے..... تب ایوب نے جواب دیا، کاش کہ میرا کڑھنا تولا جاتا میری مصیبتیں ترازو میں رکھی جاتیں، تو وہ سمندر کے ریت سے بھی بھاری اترتی، اسی لئے میری باتیں بے تاملی کی ہیں، کیونکہ قادر مطلق کے تیر میرے اندر لگے ہوئے ہیں، خدا کی ڈراونی باتیں میرے خلاف صف باندھے ہوئے ہیں، اسی لئے میں اپنا منہ بند نہیں رکھوں گا، میں...... اپنی جان سے نفرت کرتا ہوں، میں ہمیشہ تک زندہ رہنا نہیں چاہتا (غرضکہ ایک طویل مکالمہ ہے جس میں سے میں نے چھانٹ کر لکھا ہے، کچھ اچھی اور کچھ ناصبری کی باتیں بھی ہیں۔ ایوب)

مثلا

حزقی ایل کو نجاست ملا کر روٹی پکانے اور کھانے کا حکم

تو یروشلیم کے محاصرہ کی طرف منہ کر اور...... اور اس کے خلاف نبوت کر، اور دیکھ میں تجھ پر بندھن ڈالوں گا...... تیرا کھانا وزن کرکے بیس مثقال روزانہ ہوگا، ...... اور تو جو کے پھلکے کھانا، اور تو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست (گو) سے ان کو پکانا، اور خداوند نے فرمایا اسی طرح سے بنی اسرائیل اپنی ناپاک روٹیوں کو ان اقوام کے درمیان جن میں میں ان کو کروں گا، کھایا کریں گے۔ تب میں نے کہا کہ ہائے؟ خداوند خدا! دیکھ میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی، اور اپنی جوانی سے اب تک کوئی مردار چیز جو آپ ہی مر جائے یا کسی جانور سے پھاڑی جائے میں نے ہرگز نہیں کھائی، اور حرام گوشت میرے منہ میں کبھی نہیں گیا، تب اس نے مجھے فرمایا، دیکھ میں انسان کی نجاست کے عوض گوبر تجھے دیتا ہوں، سو تو اپنی روٹی اس سے پکانا...... (حزقی ایل باب ۴ آیت ۱۵)

نوٹ۔ یہ ہے توریت کا خدا جس نے ایک نبی کو نجاست میں روٹی پکا کر کھانے اور کھلانے کا حکم دیا، حالانکہ وہ نبی خود اپنی برائت نجاسات کے استعمال سے ظاہر کر رہا ہے۔

ناظرین! یہودیوں اور مسیحیوں کی ربانی کتاب توریت نے مشہور انبیائے خدا کے حالات و کردار کو جس رنگ میں پیش کیا ہے انہیں میں اس باب میں مختصراً حاضر خدمت کر چکا اب سوال یہ

ہے کہ کیا کوئی با اخلاق و مہذب انسان بھی ایسے واقعات کو اپنے لئے پسند کر سکتا ہے؟ اس کا جواب انکار ہی میں ہوگا، ایسی حالت میں خود خداوند عالم پر فرض تھا کہ وہ ایک آخری ایسی آسمانی کتاب ضرور بھیجتا جو ان انبیا علیہم السلام کے سچے حالات سے دنیا کو روشناس کراتی تاکہ دنیا والے یہ تو سمجھ سکتے کہ ہاں! قدرت نے نوع انسانی کی عظمت مرتبت کا خیال کرتے ہوئے سچ مچ کیسے انبیا بھیجتے تھے، اس لئے قرآن پاک آخری دور میں ایسی صورت سے نازل کیا گیا جس میں تحریف لفظی حیثیت سے ممکن ہی نہیں ہوئی، اور نہ ہوگی۔ اگر غایت نظر سے دیکھا جائے تو قرآن پاک کا یہ بہت بڑا احسان اِن امم سابقہ پر ہے جس نے ان انبیاء کو دنیا کے سامنے ایسے صفات سے پیش کیا جو خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں کے لئے شایان شان تھے ورنہ عہد نامے تو ڈبو چکے تھے۔

تکملہ۔ توریت کے چند لطائف

ان لطائف پر جب آپ غور کریں گے تو کوئی معقول وجہ ان کے بیان کرنے کی آپ کو نہیں ملے گی، ہم اس باب کو بہت ہی مختصر لکھیں گے۔

(۱) کتاب پیدائش باب اول خلقت کائنات چھ دن میں

خلقت کائنات کو اس باب میں بہت تفصیل سے اس طرح لکھا ہے کہ خداوند نے زمین و آسمان کو پہلے دن اور فلاں فلاں چیز کو دوسرے دن اور فلاں فلاں کو تیسرے دن اسی طرح پوری کائنات چھ دن میں بنایا اور ساتویں دن خداوند نے آرام کیا۔ چھ دنوں میں ساری کائنات کا بننا یہ بالکل ہی خلاف عقل اور موجودہ تحقیق کے خلاف ہے اور پھر ساتویں دن آرام کرنا یہ تو اور بھی بے عقلی کی بات ہے۔

(۲) میں اپنی کمان کو بادل میں رکھتا ہوں وہ میرے اور زمین کے درمیان عہد کا نشان ہوگی اور ایسا ہوگا کہ جب میں زمین پر بادل لاؤں گا تو میری کمان بادل میں دکھائی دیگی۔ پیدائش باب ۹ آیت ۱۳، ۱۴
اس کمان سے اشارہ قوس قزح کی طرف ہے خدا کو اسے اپنی کمان کہنا یہ کہاں تک صحیح ہے اسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔

(۳) تقیہ: ابرہام نے اپنی بیوی سارہ کے حق میں کہا کہ وہ میری بہن ہے .... ابرہام نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ خدا کے خوف سے تو یہ لوگ ڈریں گے نہیں اور مجھے میری بیوی کے سبب سے مار ڈالیں گے اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے اگرچہ میری ماں کی بیٹی نہیں اور جب خدا نے میرے گھر سے مجھے آوارہ کیا تو میں نے اس سے کہا مجھ پہ تیری مہربانی ہوگی کہ جہاں کہیں ہم

وہ قطعاتِ ارض جہاں کہ اہل اسلام نمایاں طور پر آباد ہیں۔ اس امر سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ وہ دورِ رواں کی یورپائی و امریکائی طرزِ حکومت کے تخیل سے متاثر ہیں۔ چونکہ ان ممالک نے سائنسی ترقی کر کے آسائش و استراحت کے سامان مہیا کئے۔ اور ممالک کے اختلافات کی وجہ سے حملہ یا حفاظت کے لئے خطرناک ہتھیار تیار کئے۔ اور مسلمان بھی چونکہ اسلامی اصولوں سے دور ہو چکے ہیں۔ لہذا بہت جلد ان ممالک کے نظریات سے متاثر ہو گئے۔ اور اب کیا صورت ہے؟ بعینہٖ یورپائی اور امریکائی ممالک کی طرح اسلامی ممالک میں بھی بتدریج حکومتیں قائم ہو گئیں اور ہو رہی ہیں۔ اور ایک ایک ملک میں کئی کئی پارٹیاں حکومت حاصل کرنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں۔ پروپیگنڈا کر کے اپنی اپنی آواز زیادہ پیدا کر کے طاقت حاصل کرتی ہیں۔ ان تمام پارٹیوں اور جماعتوں نے اسلام ہی کے سائن بورڈ لگائے ہیں تمام اسلام ہی کی دعویدار اور تمام ہی کے اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط میں اختلافات۔ اب کون عقلمند یہ کہے گا کہ یہ تمام وہی اسلامی تخیل پیش کر رہی ہیں۔ جو جناب بانیٔ اسلام صلعم نے بحکم خالق موجودات دنیا میں رائج فرمایا تھا۔ درآنحالیکہ تمام ہی میں اختلافات ہیں۔ دراصل یہ حکومتیں حاصل کرنے کے داؤ پیچ ہیں۔ اسلام سے ان کا دور سے بھی تعلق نہیں۔ اسلام کے نام پر عوام کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔

چونکہ اس وقت ہم اصولی طور پر انتخابات کے مختلف پہلوؤں پر غور کر رہے ہیں۔ لہذا تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کر لیجئے کہ ملک پاکستان میں مسلمانوں کا ایک عام انتخاب امیر یا حکمران جماعت منتخب کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ بقول شخصے صحیح اسلامی رنگ میں آزادانہ ہوتا ہے حقیقت میں یہ انتخاب اصولاً اسلامی انتخاب نہ کہلائیگا۔ بلکہ ایک مقامی انتخاب ہوگا اب فرض کیجئے کہ اس انتخاب میں حصہ لینے کے لئے ہر ایک خیال کے مسلمان اپنا اپنا نمائندہ یا نمائندے پیش کرتے ہیں۔ اس وقت کافی سے زیادہ ایسی جماعتیں تشکیل میں آچکی ہیں۔ جو مذہب اور اسلام کی بنیاد پر اپنے قیام کی دعویدار ہیں۔ ہر زاویہ فکر کی جماعت انتخابات میں شامل ہوتی ہے۔ اب ہر ایک جماعت اپنے اپنے زاویۂ نگاہ سے صحیح اسلام کو مسلمان ووٹروں کے سامنے پیش کریگی۔ اور مسلمانوں سے وعدے بھی کریگی کہ اگر وہ جماعت کامیاب ہو گئی تو اس اسلام کے مطابق احکام نافذ کریگی۔ یہ پیشتر لکھا جا چکا ہے کہ انتخاب کے لئے پروپیگنڈا لازمی ہے۔ اور بغیر پروپیگنڈے یعنی نشر و اشاعت کے انتخابات ہو ہی نہیں سکتے۔ یعنی جبتک

رائے دہندگان کو علم ہی نہ ہو کہ کون کون اُمیدوار ہے؟ اور وہ کس کس خیال کا حامی ہے؟ اور کس پارٹی کا نمائندہ ہے؟ اور اس کا پروگرام کیا ہے؟ وہ اپنی رائے کے استعمال کرنے کے ناقابل ہیں۔ لہذا ہر ایک فرد یا جماعت زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے کے لئے سرتوڑ پروپیگنڈا اور کوشش کریگی۔

ایک اصول کی افادیت اور صحت کو جانچنے کے لئے یہ دیکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ آیا عمل میں لانے سے وہ اصول زمانے کے لئے صحیح اور مفید بھی ثابت ہوتا ہے کہ نہیں۔ اگر وہ PRACTICALLY FAIL یعنی عمل میں لانے سے ناکامیاب ثابت ہو تو لاریب وہ اصول صحیح نہیں۔ اسی معیار کے پیش نظر اب ذرا مندرجہ بالا فرضی انتخابات کے نقشے کو طول دیجئے ہر ایک جماعت زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے کے لئے اپنی خوبیاں اور مقابل جماعتوں کے نقائص جمہور کے کانوں تک پہنچانے میں دریغ نہ کریگی چاہے وہ کسی طور سے پہنچائے اور اس کے لئے کیسے ہی الفاظ استعمال کیوں نہ کرے۔ لہذا مسلمانوں میں مجادلہ اور خونریزی کی نوبت بآسانی پہنچ سکتی ہے۔ اس وقت تو خوش قسمتی سے حکومت پہلے ہی موجود ہے اور بدامنی کو روکا جاسکتا ہے۔ مگر اصولی بحث کے پیش نظر شروع ہی سے یہ انتخابات کرانے پڑتے ہیں۔ اسلامی فرقوں کا ایک دوسرے کے خلاف جوش وخروش ایک مانی ہوئی بات ہے۔ تاریخ شاہد ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ انتخابات پُرامن طور پر ہی ختم ہونگے تو جس جماعت کا نمائندہ یا نمائندے زیادہ کامیاب ہونگے۔ وہی جماعت برسر اقتدار ہو جائیگی۔ اور آئندہ حکومت اُس خاص جماعت کے اسلامی نظریات ہی کے مطابق قائم ہوگی اور لقایا جتنے بھی نظریات ہیں۔ اور جو مسلمان اُن کے پابند ہیں قوانین جو نافذ ہونگے اُن کے خیالات کے خلاف۔ لہذا نزاع پیدا ہوگا۔ اب کوئی فرقہ یا جماعت انفرادی طور پر یا تمام مخالف نظریات کے حامی اجتماعی طور پر مخالفت کرینگے۔ اور متحدہ محاذ قائم کرینگے۔

* (واضح رہے کہ یہ مثال محض اُن لوگوں کے خیال کے پیش نظر دی جارہی ہے۔ جو پاکستان میں اپنے مخصوص نظریئے کے مطابق حکومت اسلامیہ کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ موجودہ حکومت پاکستان جو کہ جمہوریت رائج الوقت کے مطابق اسلامی جمہوریہ کہلاتی ہے اس مقام پر اس کا کوئی تعلق نہیں)۔

غرض یہ کہ جب برسر اقتدار جماعت یا پارٹی کی مخالفت ہوگی تو حکومت کی طرف سے بھی

مخالف گروہ کو دبایا جائیگا۔ لہٰذا بدامنی بڑھے گی۔ اگر مخالف جماعت طاقت پکڑ لے گی تو پہلی حکومت بالآخر اپنے وقت پر ٹوٹ جائیگی اور دوسرے خیالات کے حامی برسر اقتدار آجائینگے۔ گویا کہ نظریات بدل گئے۔ حالانکہ صحیح اسلامی نظریہ حقیقت میں ایک ہی ہے جس کا بدلنا محال ہے۔ اب اسی طرح اگر انتخابات ہی کراتے جائیں تو کبھی کوئی برسر اقتدار آئیگا کبھی کوئی۔ اقتدار جس پارٹی کے لیڈر یا جماعت کے سپرد ہوگا وہ اپنے خیالات ہی کو رائج کریگی۔ لہٰذا اسلام میں اختلافات اور بڑھیں گے۔ اسلام میں موجودہ فرقہ بندی کا وجود ہمارے خیال کی بہترین مثال ہے۔ موجودہ دور میں دیکھ لیجئے اس وقت ایک پارٹی برسر اقتدار ہے۔ اسی کی حکومت ہے۔ اور اسی کے نظریئے کے مطابق قوانین وضع کئے جارہے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ اور بے شمار پارٹیاں لیگیں اور جماعتیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ہر لیگ اور ہر جماعت کے نظریات الگ ہیں۔ حالانکہ یہ سب لیگیں اور جماعتیں اسلام ہی کی دعویدار ہیں۔ اور اسلام ہی کے نام پر ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک لیگ دوسری کو شکست دے کر برسر اقتدار آجائے تو وہ اپنے ہی نظریات کو جو دوسری لیگوں سے مختلف ہیں۔ رائج کریگی۔ اور دعوے یہی ہوگا کہ اصلی اسلام یہی ہے۔ باقی سب نظریئے غلط ہیں ؛

گزشتہ دورِ اسلامیہ کو لیجئے یعنی وفات جناب رسولِ اکرم صلعم سے لے کر آج تک اسلام میں جتنے بھی فرقے عالمِ وجود میں آئے ہیں۔ وہ عموماً اسی وجہ سے آئے کہ برسر اقتدار جماعت کبھی کوئی ہوتی رہی کبھی کوئی۔ احکام شرعی کا نفاذ کبھی کسی خیال کے حامیوں کے ہاتھ میں حکومتوں کی طرف سے سونپا گیا کبھی کسی دوسرے خیال کے حامیوں کے ہاتھ میں۔ اگرچہ انتخابات باقاعدہ کبھی نہیں ہوئے۔ اور جو پارٹی بھی برسر اقتدار آتی رہی محض اپنی دنیاوی طاقت یا اپنی پارٹی کے افراد کی وقتی زیادتی یا طاقت کے بل بوتے پر۔ لہٰذا قسم قسم کے نظریات اسلام میں شامل ہوتے گئے۔ نمازیں بدل گئیں۔ فقہ بدل گئی۔ اعتقادات بدل گئے اور اعمال بدل گئے۔ اور آج اسلام آپ کو ٹکڑے ٹکڑے نظر آتا ہے۔ اگر آئندہ بھی یہی سلسلہ جاری رہا تو یقیناً اور بہت سے نظریئے اس میں شامل ہوتے رہیں گے۔ موجودہ دور پر ذرا معمولی طور سے غور کر دیکھئے۔ عورتوں کا پردہ۔ بے پردگی۔ عورتوں کا مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنا یا ذکر نما سکولوں میں تعلیم اور اس کا طریقہ۔ عورتوں کا فوج میں بھرتی ہونا۔ نماز اردو زبان میں پڑھنا بوٹ پہن کر پڑھنا۔ قرآن صرف اردو زبان میں شائع کرنا۔ اور اسے صرف اردو یا انگریزی

زبان ہی میں پڑھنا یا زبان وحی ہی میں تلاوت کرنا۔ مذہب اور سیاست کا ایک یا علیحدہ علیحدہ ہونا، مخلوق کے معاملے میں خالق کو اختیارات حاصل ہیں۔ یا خالق کو اختیار نہیں اور مخلوق اپنی رائے سے اپنے سیاہ و سفید کی مالک ہے اکثریت ہمیشہ برسرحق ہوتی ہے یا کہ اقلیت اور فرد واحد کی رائے بھی درست ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ اس قسم کے اور کئی سوالات آج کل نئے نئے پیدا ہوتے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔

انتخابات میں اگر فی الحقیقت آزادانہ طور پر بھی ووٹ دیا جائے تو بھی ووٹر اپنی بساط عقل کے مطابق ووٹ دیگا۔ اب اگر ایک جماعت کے برسراقتدار آنے سے اُسے دنیا میں نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اور دنیاوی فائدے سے وہ محروم رہتا ہے۔ تو آئندہ وہ اس جماعت کے حق میں ہرگز اپنی رائے اور ووٹ نہ دے گا۔ بلکہ اُسے جسے وہ اپنے خیال کے مطابق اپنے لئے اور عوام کیلئے فائدہ مند سمجھے۔ اور یقیناً وہ پہلی برسراقتدار جماعت سے دستور چلانے کے حق میں دوسرے نظریئے کی پابند ہوگی۔ دیگر یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ رائے دہندگان کی رائے عموماً بدلتی رہتی ہے۔ وہ عموماً کسی ایک خیال کی پابند نہیں رہتی۔ وہ اپنی عقل جتنی کہ اس کو دی گئی اُس کے مطابق اپنے مفاد کے پیش نظر ووٹ دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اصول اسلام ایک ہی ہے۔ ووٹر کو قانون کے استعمال سے نقصان اُٹھانا پڑے یا فائدہ اس میں ذاتی مفاد یا جُدا جُدا عقل کا دخل تک نہیں۔ غرض یہ کہ انتخابات کسی صورت میں بھی حتمی طور پر امن و امان قائم نہیں کر سکتے۔ فسق و فساد جاری رہے گا۔ انتخابات مسلمانوں کے درد کا علاج نہیں۔ بلکہ اپنی خواہشات نفسانیہ کا حصول یا نظریات کی اشاعت مقصود ہے۔ اور اقتدارِ حکومت حاصل کرنے کے لئے مختلف پارٹیوں کی زور آزمائی یا رسہ کشی کا طریقہ ہے۔ ان سے کلی طور پر امن کی بحالی ناممکن ہے۔

مذہب اور سیاست کا اسلامی نظریہ

(جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی ..... (اقبال"))

نبوتِ محمدیہ کا سلطنت سے تعلق

اس میں شک نہیں کہ سیاست بھی دین اسلام کا ایک اہم جزو ہے مگر اس سے بھی انکار کی گنجائش نہیں کہ جہاں تک نبوت محمدیہ کا تعلق ہے۔ سیاست کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑتا یعنی حضور نبی کریم

اُس وقت بھی نبی اکمل تھے جبکہ حکومت میں آپ کو کچھ دخل نہ تھا اور کفارِ مکہ دن رات درپے آزار تھے اور بالآخر آپ کو ہجرت کرنا پڑا۔ اور آپ اس وقت بھی نبیؐ تھے جبکہ فتح مکہ کے بعد حکومت عرب آپ کے قدم چوم رہی تھی۔ جہانتک حضورؐ کی نبوت اور ادائیگی فرائضِ نبوت کا تعلق ہے۔ نبوت حکومت کی محتاج نہیں۔ بغیر حکومت کے بھی آپ نبیؐ تھے اور حق نبوت ادا فرما رہے تھے۔ اور جب حکومت تھی تب بھی آپ اسی طرح نبی تھے اور وقت کی مناسبت سے خالق کی رضی کے مطابق فرائض نبوت ادا فرما رہے تھے۔

مثال نمبر۱ :۔ صوفیاء میں مریدان باصفا اپنے پیر کی اطاعت اسی نظریہ کے ماتحت کرتے ہیں کہ گو پیر کے پاس اقتدارِ حکومت دینا نہیں ہوتا پھر بھی وہ اُن کے اصول کے مطابق زندگی کے ہر شعبے میں مرید کو ہدایت کرتا ہے اور مرید حاکم وقت پر خواہ وہ اسلامی ملک کا ہو یا غیر اسلامی ملک کا اپنے پیر کو ترجیح دیتا ہے اور اپنے خیال میں اسی کو بعد از خدا اور رسولؐ ہر امر میں اپنا رہبر سمجھتا ہے۔ بتائیے حکومت کیا ہوئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ دین اللہ کو چلانے اور دین اللہ کو پھیلانے کے لئے حکومت لازمی نہیں ہے۔ اسی لئے تاریخ میں بڑے بڑے جابر حکمرانوں کو برگزیدگانِ خدا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے اور بعضوں کو اُن کے اشارے پر حکومتیں چھوڑتے اور دوسروں کے سپرد کرتے دیکھتے ہیں۔ آئمہ معصومینؑ کی مثال اور واضح ہے کہ باوجود اقتدار حکومت ہاتھوں میں نہ ہونے کے اُن کی فقہ رائج ہے۔

مثال نمبر۲ :۔ ایک ملک میں جہاں لاکھوں کفار بستے ہوں اور کفار ہی کی حکومت ہو وہاں پر اگرچہ چند مٹھی بھر صالح مسلمان بھی آباد ہوں۔ تو شرعاً انہیں حکم نہیں کہ وہ وہاں کفار اور کفار کی حکومت سے ٹکر لیں یا وہاں اپنی اسلامی حکومت قائم کرنے کیلئے تمام کفار کو اور اُن کے ملک کو اپنے ماتحت لانے کی کوشش کریں۔ اگر وہ مسلمان وہاں ایک چھوٹے سے گروہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اعمالِ دین و دنیا اسلام کے مطابق بجا لانے میں رکاوٹ نہیں شراب وہ نہیں پیتے چوری وہ نہیں کرتے۔ اپنے معاملات آپس میں طے کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ نیک اور صالح زندگی بسر کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہاں غیر اسلامی حکومت و غیر اسلامی اکثریت کی وجہ سے غیر اسلامی دستور رائج ہو۔ مگر یہ اللہ کے بندے اپنی زندگی پاکیزگی سے گزار رہے ہوں تو لاریب اُن کے اسلام میں کچھ شبہ نہیں۔ حالانکہ وہاں ان کا سیاسیات ملکی میں کوئی دخل نہیں وہ زیادہ اجر کے مستحق ہیں۔ اگر وہ کفار کی سختیاں بھی بعض امور ملکی میں برداشت کر رہے ہوں

ایسے حالات میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیہ مجیدہ اصول پیش کر کے ہماری رہبری کرتی ہے۔ ارشاد ہے:

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ
یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ
یَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ
قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ ۝ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ
عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ
یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا
مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْٓا
اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ
(پ۱۰ ع ۵ ۔ الانفال)

اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہونگے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے سو ہونگے تو وہ کافروں میں سے ہزار پر غالب رہیں گے۔ اسلئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے ہی نہیں۔ اب اللہ نے تمہارے بارے میں (اس حکم میں) تخفیف فرمادی اور یہ جان لیا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے صبر کرنے والے سو ہونگے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم میں سے ہزار ہونگے تو دو ہزار پر غالب آئیں گے۔ حکم خدا سے۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

غور فرمایا آپنے کہ پہلے ایک ہزار کفار کے مقابلے میں صرف دس صاحب ایمان مسلمان غالب تھے۔ یہ اُن کی قوتِ ایمانی کی طاقت تھی جو اللہ تبارک و تعالٰی نے جانچ کی معین فرمائی بعد میں جب لوگوں نے جوق درجوق اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور سب ہی قسم کے لوگوں نے اسلام میں شامل ہونا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ تو قوتِ ایمانی میں بھی پہلے کی نسبت فرق پڑگیا۔ یہ کمزوری ذات احدیت کے سامنے پوشیدہ نہیں تھی لہذا اب ایک مسلمان کو دس کفار پر کی بجائے ایک مسلمان کو صرف دو کافروں پر غلبہ کی بشارت دی گئی۔ یہ تو تھا اُن صاحب ایمان مسلمانوں کی قوت ایمانی کا معیار جو خود حضورؐ پیغمبر اسلام کے سامنے اسلام لائے اور آج کے مسلمان کی کمزوریاں پہلوں کی نسبت آپ خود ہی اندازہ لگالیں۔ کہ کیا معیار ہونا چاہئے موجودہ قوت ایمانی کے بموجب کتنے مسلمان کتنے کفار پر غالب آسکتے ہیں۔ تمام دنیا میں خدائی معیار کے مطابق صاحب ایمان مسلمانوں کی تعداد کتنی ہے۔ اور پھر وہ موجودہ حالات میں کتنے کفار پر غالب آسکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر دو کافروں پر ایک مسلمان کے غلبہ کی صورت بھی جاری رہتی تو اول تو دنیا کا کوئی گوشہ اسلام سے خالی نہ ہوتا ورنہ کم از کم مسلمان دنیا کی پہلی طاقت

ضرور شمار ہوتے۔ برعکس اس کے پہلی طاقت تو کجا وہ آج دنیا کی تیسری یا چوتھی طاقت میں بھی شمار نہیں۔ کبھی روس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اور کبھی اپنے لئے امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی چاہتے ہیں۔ غرضیکہ مسلمان حکومتیں بُری طرح دوسروں کے چنگل میں پھنسی ہیں۔ جس طرف اور جس طرح چاہیں۔ اغیار ان کا رُخ بدلتے رہتے ہیں۔ اور یہ اُن کے ہاتھوں میں بے بس۔ اقوام متحدہ میں یہ اغیار کے ووٹوں کے رحم وکرم پر ہیں۔ اور اپنے اپنے مقام پر بھی یہ روس امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کے ہتھیاروں کے محتاج۔ اُن کی مصنوعات کے بغیر کمزور۔ اور اُن کے تجارتی مقاطعے سے لرزاں اُن ہی کی کرنسی کے حلقوں میں گرفتار۔ اعلےٰ تعلیم کے لئے اُن ہی کی تعلیم گاہوں میں اپنے افراد کو بھیجتے ہیں۔ اُن کی تعلیم گاہوں کا علمی معیار بھی بلند ہے اور وہیں کا ڈگری یافتہ قابل تصور ہی نہیں بلکہ فی الواقعہ قابل ہوتا ہے۔ اسلامی ممالک پسماندہ ممالک کہلائے جاتے ہیں۔ اور انصاف کی بات ہے کہ درحقیقت پسماندہ ہیں۔ (یہ کمزوریاں کیوں پیدا ہوئیں؟ اس کے جواب کا اسی کتاب کے مضمون سے تعلق نہیں) لہذا ایسے حالات میں اگر کچھ مسلمان کسی غیر اسلامی یا اسلامی ملک میں سیاسیاتِ ملکی سے کنارہ کشی کئے خدا کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہوں۔ تو اُن کے اسلام میں شبہ کا سوال پیدا ہونا تو درکنار خود وہ اور اُن کی قوت ایمانی لائق صد تحسین وآفرین ہے۔

لہذا ان تمام حالات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیاست دین کی محتاج ہے۔ دین سیاست کا محتاج نہیں یعنی جہانتک نبوت محمدیہ کے احکام کا تعلق ہے۔ اُن پر بغیر سیاسیات ملکی کے بھی عمل ہو سکتا ہے۔ اور اُس کے لئے سیاست ملکی لازمی شئے نہیں ہے اور جہانتک خود سیاست کا تعلق ہے۔ اس کے لئے دین لازمی ہے۔ بغیر دین کے وہ چنگیزی بن جاتی ہے۔ مگر جس جگہ مسلمان ہی مسلمان آباد ہوں اور اُن کی وہاں پر نمایاں تعداد ہو تو وہاں پر مسلمانوں کی حکومت کے لئے قدرت کی طرف سے خاص شرائط اور دستور موجود ہے۔ اسلام دین کامل ہے ناکمل نہیں۔ ہر قسم کے حالات کے لئے احکام موجود ہیں۔ لہذا کسی خاص خطہ ارض میں اگر مسلمانوں کو حکومت کا موقع ملے اور حالات ایسے ہوں کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں حکومت ہو۔ تو اُس کے لئے اسلام میں راہبری موجود ہے۔ حکمران طبقے کے لئے معیار عمل صالح اور علم ہے اکثریت کے ووٹ نہیں۔ دین کامل ہونے سے پیغمبر کی زندگی میں اصولوں کے لئے مثالیں موجود ہیں۔ قرآن کی بیشتر آیات اس بات کا اعلان کرتی ہیں۔

ہر شعبہ میں واحدت الخیالی

بدقسمتی سے دورِ حاضرہ میں مذہب کو عبادات تک ہی محدود تصوّر کیا جاتا ہے۔ یعنی جہاں تک نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق ہے وہ مذہب سمجھے جاتے ہیں اور جو چیز حکومتِ ملکی اور امورِ دنیا سے متعلق ہے اُسے سیاست کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مذہب کے معنی ہیں طریقہ۔ یعنی انسان کیلئے دُنیا میں بسر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے اُس کی دنیوی اور اُخروی مکمل زندگی کامیاب گذرے دنیا میں ایسی باضابطہ اور پُرامن زندگی گذاری جائے۔ کہ اُخروی زندگی (جو کہ ہماری مکمل زندگی کا جزو اعظم ہے) پُرامن مطمئن اور پُرمسرت ہو۔ مسلم کے نزدیک اس طریقے کا نام "اسلام" ہے۔ اور یہی دین اللہ یعنی خدا کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ اسلام کیا ہے؟ اور اسلام پر ایمان لانا کسے کہتے ہیں؟ قرآن کو دلی اور زبانی طور پر سچا تسلیم کر لینا اور احکام قرآنی پر عمل کرنا ہر صاحبِ ایمان مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ اگر اسلامی نکتۂ نگاہ سے عبادات و سیاسیات کے دونوں شعبے ایک ہی دین اللہ کے ماتحت نہ ہوتے۔ تو لامحالہ رسولؐ اسلام صرف عبادات اور اعتقادات ہی کے لئے تبلیغ رسالت فرماتے۔ مگر حضورؐ اکرم کی رسالت میں تمام معاملات ایک ہی نظریئے کے ماتحت نظر آتے ہیں۔ یعنی "دین اللہ" کے ماتحت ۔

حقیقت یہ ہے کہ جب انسان دنیا میں پیدا کیا گیا تو اُس کا تعلق دنیا سے ہو گیا۔ اب اس کی پیدائش سے لے کر موت تک نظر ڈالیئے۔ خدائے رحمٰن و رحیم کی مخصوص عبادت یعنی نماز اور روزہ وغیرہ میں بہت ہی کم وقت صرف ہوتا ہے۔ اور یہ حکمِ خالق کے خلاف بھی نہیں۔ بقایا وقت اُسے تمام دنیاوی معاملات ہی میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ اب اس وقت میں بھی ایک ایک عمل کے لئے احکام خدا موجود ہیں۔ ہمارا اُٹھنا۔ بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ خدمت والدین۔ نگہداشتِ اولاد و بیوی۔ ہمسایہ سے تعلقات۔ مالکوں اور ملازموں سے تعلقات دوستوں اور رشتہ داروں سے تعلقات۔ ہماری تجارت زراعت اور حکومت وغیرہ وغیرہ غرض کہ ہر معاملے کے لئے احکام خدا موجود ہیں۔ اُن پر عمل کرنا بھی عبادت خالقِ حقیقی میں شامل ہے۔ یعنی حقِ عبودیت ادا کرنا۔ اور طریق اسلام میں زندگی کے ہر ہر لمحے میں احکام خدا کو پیشِ نظر رکھنا پڑتا ہے تا کہ کسی وقت اپنے کسی عمل سے کسی دوسرے پر ظلم نہ ہو جائے۔ یا فطرت کی خلاف ورزی سے اپنے اخلاق پر زد نہ پڑ جائے۔ وہی کیا جائے جس میں رضائے الٰہی شامل ہو۔ آپ دنیا کے کسی بھی عمل کو مثال کے طور پر لیجئے۔ لازم ہے کہ وہ یا تو حکم خدا کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(القرآن پ ۴)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۳۵

ماہنامہ

معارفِ اسلام

نگرانِ اعلیٰ

(اعزازی)

علامہ سید امداد حسین کاظمی المشہدی

ناشر

ادارہ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ)

لاہور

چندہ سالانہ للعہ قیمت فی پرچہ ۸ر

ضیاء شاہ الدین (سیکرٹری ادارہ معارف اسلام) پرنٹر و پبلشر نے تعلیمی پرنٹنگ پریس ... لاہور سے چھپوا کر
دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) لاہور شاہ عالمی گیٹ ... سے شائع کیا۔

"راستی و درستی بہترین سیاست است"

ماہنامہ

معارفِ اسلام لاہور

مدیر اعزازی:- غیاث الدین

جلد ۳ | ماہ شوال المکرم ۱۳۷۶ھ بطابق مئی ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گفتنی ھا

شیعہ سُنّی اتحاد

آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد اگرچہ مسلمانوں میں فرقہ بندیاں ہو کر اسلام جو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیغام لے کر آیا تھا۔ تہتر فرقوں میں بٹ گیا لیکن جہاں تک حقائق کا تعلق ہے اگر ان فرقوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ اور ان کے اپنائے ہوئے عقائد کا تجزیہ کیا جائے۔ تو ایک مبصر اور ناقد تیز اس حقیقت کو پا لیگا۔ کہ ان سب میں اختلاف صرف اور محض چند فروعات تک مبنی ہے اصول سب کے قریباً ایک ہی ہیں۔ اسلام کے سب سے بڑے اور عظیم الشان فرقے صرف وہی ہیں جنہیں شیعہ اور سنّی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ باقی اہلحدیث معتزلی۔ چکڑالوی وغیرہ سب انہیں کی مختلف شاخوں کے نام ہیں۔ اگر یہ دو فرقے آپس میں متحد ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے اور عیب گنوانے کی بجائے اسلام کی ترویج اور اشاعت پر کمربستہ ہو جائیں۔ تو دنیا میں امن اور سکون کا دور دورہ ہو سکتا ہے "معارف اسلام" چونکہ اتحاد بین المسلمین اور امن عالم کا خواہاں ہے۔ اور جب سے یہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا اسی نصب العین کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ اس لئے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اس آواز کو ہر مسلمان کے کان تک پہنچا دے۔ خواہ وہ مسلمان کسی مکتب خیال سے تعلق رکھتا ہو۔ اور اس وقت تک آرام اور چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ مسلمانوں کے دلوں سے مذہبی بغض و عناد نکال کر انہیں ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑا نہ کر دے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ہ

انہدامِ مزارات جنّت البقیع

ماہ شوال ہمیں خون کے آنسو رُلاتا ہے۔ چوتھائی صدی سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ جبکہ عرب کے سابق حکمران ابن سعود نے متوکل عباسی کی یاد کو قائم کیا۔ اُس نے مزار مبارک سید الشہداء پر ہل چلوائے تھے اس نے اہلبیتؑ صحابہؓ اور امہات المومنینؓ کے مزارات منہدم کرائے۔ اور اپنے مخصوص عقیدے کے مطابق اپنے دل کا بخار نکالا۔ نشاید ہی کوئی مسلمان ایسا بد بخت ہو جو خاتونِ جنت سیدۃ النساء سے عقیدت نہ رکھتا

ہو اور اپنے دین و دنیا خراب کرنا چاہتا ہو۔ جنت البقیع ابھی تک ویران ہے۔ جب ہم اپنے عزیز و اقارب کے مزارات دیکھتے ہیں اور اولیائے کرام کے مزارات کی شان و شوکت نظر آتی ہے۔ تو بضعۃ الرسولؐ کے مزار مقدس کی یاد دلوں کو تڑپاتی ہے۔ افسوس کہ ان لوگوں نے بانیانِ اسلام کے مزارات کو آثارِ قدیمہ میں بھی شمار نہیں کیا۔ حالانکہ دنیا کی ہر مہذب حکومت نے آثارِ قدیمہ کا تحفظ اپنے فرائض میں داخل کیا ہے اور اس امر کیلئے علیحدہ محکمہ قائم کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر مسلمانوں کی اور کیا بدبختی ہو سکتی ہے کہ عرب کی حکومت نے اپنے اس فعل شنیع سے اسلام کو بربریت کا دین ظاہر کیا۔ اور غیر اقوام و غیر مذاہب میں بدنام کرنے کی کوشش کی۔ ہم ملتِ اسلامیانِ پاکستان کے لیڈروں سے بالعموم اور اس مملکتِ خدا داد کی قابل حکومت سے بالخصوص پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائے اور حکومتِ نجد و حجاز سے اسلامیانِ عالم کا یہ دیرینہ مطالبہ منظور کرائے۔ جس پر عرب کی ترقی کا دارو مدار ہے جو اتحاد اسلامی کا پیش خیمہ ہے۔ یہ عزت بھی پاکستان ہی کے حصہ میں آئے +

طریقِ انتخاب کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں

گزشتہ ماہ کے اواخر میں مخلوط اور جداگانہ طریقِ انتخاب کے سلسلہ میں کافی ہنگامہ رہا۔ قومی اسمبلی میں بحث ہوئی۔ جلسے ہوئے۔ جلوس نکالے گئے اور بالآخر مخلوط طریقِ انتخاب کا مسودہ قانون منظور ہو گیا۔ "معارف اسلام" کی موجودہ پالیسی ملکی سیاسیات میں حصہ لینا نہیں۔ بلکہ صرف علوم اسلامیہ کا تعارف ہے اور نہ ہی یہ بحث ہمارے مدنظر ہے کہ کونسا طریقِ انتخاب درست ہے؟ البتہ وزیر اعظم پاکستان محترم حسین شہید سہروردی کا قومی اسمبلی میں یہ فرمانا کہ "طریقِ انتخاب کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں" بڑا وزنی ہے۔ وزیر اعظم وہ بات کہہ گئے جسے بیان کرتے ہوئے بڑے بڑے علماء دین بھی ہچکچاتے ہیں۔ چونکہ دنیا جمہوری رَو میں بہہ رہی ہے۔ اس لئے بعض علماء بھی خالص اسلام کے ساتھ جمہوریت کا پیوند لگانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ "جمہوریت" یا "انتخابات" کا دینِ اسلام سے کسی طرح کا بھی واسطہ نہیں۔ مسلم پیدائش سے لیکر وفات تک ایک ایک لمحہ دین اللہ کے ماتحت ہے۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

"انتخابات" کے متعلق تو متعدد آیاتِ قرآن میں واضح اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جن کے سامنے مسلم کیلئے سرتابی کی قطعاً گنجائش نہیں۔ مثلاً ارشاد ہے۔ وَ رَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ (پ ۲۰ سورہ قصص ع ۷) اور تمہارا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے

رہتی ہیں۔ گویا یزید اسی دنیا میں دوزخ کی سزا بھگت رہا ہے۔ سچ ہے ذلك لهم خزیٌ فی الدنیا ولهم فی الاخرۃ عذابٌ عظیم ۵ (پ مائدہ ع) یہ ان کیلئے دنیا میں ذلت اور خواری ہے۔ اور ان کے واسطے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ان کا مزار مبارک مرجع انام بنا ہوا ہے لوگ دنیا کے گوشہ گوشہ سے زیارت کے شوق سے کھنچے چلے آتے ہیں ونعم ما قیل :-

قطوبی لباب کبیت العتیق حوالیہ من کل فج عمیق

آپ کے نام سے لوگ برکت ڈھونڈتے ہیں۔ اور اپنے بچوں کے نام آپ کے نام پر رکھنا فخر سمجھتے ہیں اور یزید پلید کا تو کوئی نام لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ لیکن ماہنامہ "تذکرہ" کراچی کے ایک تذکرہ نویس نے ہمارے اس خیال کی تردید کر دی۔ وہ یزید کی مدح سرائی میں اس قدر مبہوت اور بدحواس ہوئے۔ کہ اپنے ممدوح کی حمایت میں کتاب "الحسین" پر تبصرہ اور تنقید کرتے ہوئے خامس آل عبا سید الشہدا امام الاتقیا والاصفیا کی ذات ستودہ صفات کو ہدف طعن وتشنیع بنا لیا۔ استغفر اللہ۔ ثم استغفر اللہ۔ اس دریدہ دہنی کے جواز میں آپ نے مغربی ملحدین کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"آج بیسویں صدی میں جبکہ مغربی اسکالر انبیا سلف اور الہامی صحیفوں کو تنقید وتبصرہ کا موضوع بنا سکتے ہیں۔ تو مشرق میں غیر نبی کی زندگی پر تاریخ کی روشنی میں تنقید وتبصرہ ہنوز جرم عظیم سمجھا جا رہا ہے۔ حالانکہ اہل مشرق خدا اور رسولؐ اور دیگر اہم معتقدات و اساسی دین مثلاً کتاب اللہ وحدیث نبوی پر غور وفکر کا انداز مغربی اساتذہ سے سیکھ کر اپنی قابلیت کا اظہار کیا کرتے ہیں"۔ (تذکرہ نومبر ۵۶ء صفحہ ۴۴)

دنیا جانتی ہے کہ جن مغربی ملحدین کو ہمارے تذکرہ نویس صاحب کتاب اللہ یعنی قرآن مجید اور حدیث نبوی پر غور وفکر کرنے کے انداز کا استاد تسلیم کر رہے ہیں۔ ان کی تنقید سے بانی اسلام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نہیں چھوٹے۔ اگر یقین نہ ہو۔ تو سر ولیم میور اور راڈویل جیسے مغربی مفکرین کی تحریریں پڑھ لیں۔ کہ انہوں نے خاکم بدہن گستاخ ختمی مرتبت صلعم کی زندگی پر کس قدر ناروا اور شرمناک حملے کئے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمان علما نے تنقید وتبصرہ کا انداز مغربی مفکرین سے ہرگز نہیں سیکھا۔ بلکہ یہ اسلام ہی کو شرف حاصل ہے کہ اس نے اس امر کے حصول کیلئے علم رجال کی بنیاد رکھی۔ اور انبیاء اور آئمہ کرام کی عصمت۔ طہارت اور صداقت پرکھنے کے لئے قرآن مجید ہی کو معیار قرار دیا۔ افسوس ہے کہ آپ اہل علم بننے کا دعویٰ کر کے کس قدر اصول اسلامی سے بیگانگی کا ثبوت دے رہے ہیں۔

اور بندوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہے۔ فکیف اذا اصابتھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم ثم جاءوک یحلفون ان اردنا الا احسانا و توفیقا (پ۵ سورۃ نسا) پھر اس وقت کیا حالت ہوگی جبکہ اُن پر اُن کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کے سبب کوئی مصیبت پڑیگی۔ پھر وہ تمہارے پاس خدا کی قسم کھاتے ہوئے آئینگے۔ کہ ہمارا ارادہ سوائے نیکی اور متفق ہونے کے اور کچھ نہ تھا فی الحقیقت معیارِ انتخاب تو یہ ہے۔ اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم القرآن پ۲۶ الحجرات ع۲) یہ ایسا معیارِ حقیقت ہے جو کہ محض انسان کے ذاتی اعمال و عقائد سے تعلق رکھتا ہے جمہور کے ووٹ کسی میں تقوٰی یا نیک نیتی و خوش اعمالی نہیں ڈال سکتے۔ جب وہ کسی کو ایسا نہیں بنا سکتے تو خلقِ خدا کے اجتماعی امور کا فیصلہ کرنے کا حق کیونکر اُس کے سپرد کر سکتے ہیں۔ اور ایک متقی انسان سے لہو و لعب میں مبتلا لوگوں کا کیا مقابلہ جن کو ہم اپنی کمزور و ناقص رائے کے مطابق نمائندے بناتے ہیں جن کے نتائج بعد ازاں ہمارے سامنے آتے ہیں۔ بہرحال وزیرِ اعظم صاحب کی صاف گوئی قابلِ تبریک ہے۔ جس سے انکار نہیں۔

یزید کی مدح سرائی

ابوسفیان کا پوتا۔ جناب معاویہ کا نورِ چشم۔ یزید ایسا بدسرشت۔ بدطینت۔ بدنہاد اور بدکردار نام نہاد خلیفۃ المسلمین گذرا ہے جس نے اسلام کے خوشنما اور رہتی دنیا تک روشن چہرہ پر ایک نہایت ہی بدنما دھبہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ اس ننگِ اسلام سپوت نے تختِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی جو پر پُرزے نکالے۔ اور جس احمقہ میدانِ کربلا میں آلِ رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خونِ ناحق سے رنگین کئے وہ قیامت تک مسلمانوں بلکہ ہر انسان کو خون کے آنسو رلاتے رہینگے۔ وہ آلِ رسولؐ جس کی مودت کو خداوند تعالیٰ نے واجب قرار دیا۔ اور ان پر درود و صلوات کا بھیجنا باعث قبولیت نماز گردانا۔ اس ملعون نے اسی آل کے خون سے ہولی کھیلی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ واقعہ المِ کربلا کے بعد لوگوں کو اس ننگ و عارِ انسانیت سے اس قدر نفرت ہوگئی۔ کہ اس کا نام لینا تو درکنار اس کے نام پر نام رکھنا باعث ذلت سمجھا گیا۔ مسلمان تو ایک طرف آج کسی غیر مسلم اچھوت تک کو یزید کہکر دیکھ لیجئے۔ وہ اسے دشنام سمجھ کر آپ پر حکومتِ وقت کی عدالت عالیہ میں دعوٰی حیثیت عرفی دائر کر دیگا۔ اور اس وقت تک دم نہیں لیگا۔ جب تک آپ کو قرار واقعی ہرجانہ دلا دے۔

یزید پلید کا وجود نجس تو بجائے خود اس کی قبر کا آج نشان تک نہیں ملتا بلکہ جہاں اس ملعون کو دفن کیا گیا تھا۔ وہاں آج کل شیشہ سازی کا کارخانہ بنا ہوا ہے جہاں رات دن آگ کی بھٹیاں جلتی

تنقیدی ضابطہ کے تحت آپ لکھتے ہیں ۔" کسی الہامی دین کے پیرو کیلئے جائز نہیں ہے کہ اپنے متبوع نبی کی ذات و کردار پر تنقید کرے ۔ بالخصوص ایک مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام زندگی کو اسوہ تسلیم کرکے اپنے قول وعمل کو اسی سانچے میں ڈھالے ۔حضور کے ہر قول وفعل کو سراسر حق اور دینی اساس قرار دے "۔ (ایضاً ص۲۳)

الحق یعلوا ولا یعلیٰ ۔ یقیناً آپ کا بیان کردہ یہ ضابطہ درست ہے ۔ اور عین حکم خدا کے مطابق کیونکہ آنحضور صلعم کے اتباع کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ۔ (پ۲۸ حشر) کہ جو کچھ رسول اللہ صلعم کی طرف سے تمہیں پہنچے اسے اختیار کرو اور جس سے حضور تمہیں منع فرماویں اس سے فوراً باز آجاؤ ۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم (پ۳ ع۱۲) کہدو اے رسول کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو ۔ تو میرا اتباع کرو ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست بھی بنالیگا اور تمہارے سب گناہ بھی معاف کردیگا۔

اس کی دلیل بھی دے دی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پ) کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلعم (کی زندگی) نیکیوں کا نمونہ ہے پس ہر مسلمان مومن پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر گوشے کو آنحضور صلعم کی زندگی کے مطابق ڈھالے ۔ آپ کا مل اتباع کرے ۔

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ آپ ان صحابہ کرام کے حق میں کیا فتویٰ دینگے ۔جنہوں نے آپ کی زندگی کو نمونہ بنانے کی بجائے آپ کے احکام اور فرامین میں تبدیلیاں کیں ۔ دین میں ردو بدل کیا ۔ اور آج کل کے آپ اپنے مغرب زدہ انہی صحابہ کرام کے عمل کو سامنے رکھ کر رسول اللہ صلعم کی بتائی ہوئی فقہ کے مقابلہ میں ایک جدید فقہ کی تشکیل کا خاکہ تیار کرنے اور اسے رواج دینے میں منہمک ہیں ۔ کیا آپ انہیں متبوعین رسول اللہ صلعم کی صف میں کھڑا کرینگے یا مخالفین رسالت ونبوت قرار دینگے ۔ ذرا سوچ سمجھ کر فتویٰ صادر فرمانا ۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں :۔

" انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر شخص کا کردار وگفتار اسوۂ نبی اور تعلیم وحی کی روشنی میں پرکھا جاسکتا ہے ۔ بلکہ پرکھا جانے "۔ (ایضاً ص۲۴)

قبلہ محترم اگر آپ کا یہ بیان کردہ اصول درست تسلیم کرلیا جانے ۔ تو پھر آپ کے ماتھے پر کیوں تیوری چڑھ جاتی ہے کیوں بل پڑنے لگتے ہیں حتیٰ کہ آپ کا خون کھولنے لگتا ہے ۔جب شیعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فہرست سے اصحاب ثلٰثہ کو الگ کرکے ان کے اعمال و افعال اور گفتار و کردار پر کڑی تنقید شروع کرتے ہیں ۔ اور ان اصحاب سے اُن کی تحقیق انیق کے مطابق

یہ اعمال خلاف حکم خدا و رسول سرزد ہوئے ان کو ایک ایک کر کے گنواتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ہر غیر نبی کے افعال و اقوال اور اعمال و کردار پر تنقید کی جا سکتی ہے تو مدح صحابہ کے مقابلہ میں قدح صحابہ کو بھی جائز قرار دینا پڑیگا۔ اور یہ مدح اور قدح کا جھگڑا مسلمانوں کو برباد کر کے رہیگا۔

مکرمی و محترمی آپ کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اگر تنقید کا دروازہ اس طرح کھول دیا گیا۔ تو کوئی بزرگوار بھی اس کی زد سے نہ بچ سکیگا۔ اور جن انبیاء کو آپ اس تنقید و تبصرہ سے IMMUNE اور مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ کیا ان میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی شمار کرینگے۔ کیونکہ وہ اگرچہ آپ کے نزدیک سچے نبی نہیں۔ لیکن نبی تو ہیں۔ خواہ کسی قسم کے نبی ہوں۔ انسانوں کی ایک جماعت انہیں نبی کہتی ہے بلکہ قادیانی حضرات کے نزدیک تو وہ ایسے اولی العزم نبی ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی (نعوذ باللہ) شان میں بڑھ کر ہیں۔

معلوم نہیں کہ آپ نے کس طرح تنقید کی کھلی چھٹی دیدی۔ اور انبیاء علیہم السلام کو بغیر QUALIFY کرنے کے کس طرح مستثنیٰ قرار دیدیا۔ جس سے قادیانی نبی بھی تنقید سے بالاتر ہو گیا۔ لیکن یہ سب اصول اور معیار محض اس لئے بنائے جا رہے ہیں کہ کسی طرح سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات بابرکت کو تنقید کی آڑ میں (معاذ اللہ) ہدف طعن و تشنیع بنایا جا سکے۔ چنانچہ آپ اپنا راستہ یوں ہموار کرتے ہیں:۔

"حسین ابن علی نبی نہیں ہیں۔ اس لئے بذات خود ان کی زندگی دین کا معیار نہیں قرار دی جا سکتی" (ایضاً ص ۴۷)

دیکھا آپ نے کہ تذکرہ نویس مذکور نے کس طرح اپنے دلائل کی اساس سفسطہ پر رکھی۔ پہلے از خود ایک غلط اصول تنقید قرار دیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو "غیر نبی" کہہ کر ان کی زندگی کو دین کے معیار سے الگ قرار دیا۔ اور بالآخر تان یہاں آکر ٹوٹی کہ ان پر تنقید جائز ہے۔ استغفر اللہ

گستاخی کا یہ عالم ہے کہ آپ امام مظلوم کے اسم گرامی کے ساتھ "حضرت اور امام" وغیرہ کے تعظیمی خطابات کا الحاق بھی گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ خود سید ہونے کے مدعی ہیں اور اپنے نام سے پہلے "مولانا اور سید" لکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور جس مقدس ہستی کی اولاد سے ہونے کی نسبت سے سید کہلاتے ہیں۔ انہیں اس خطاب کے قابل نہیں سمجھتے۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات گرامی پر تنقید کے سلسلہ میں فاضل تذکرہ نویس نے پہلے تو قبل از اسلام عرب کی حالت کا ایک اجمالی نقشہ کھینچا ہے۔ اس کے بعد آنحضور صلعم کی وفات کے بعد حضرت عثمان کی حکومت کے زمانہ تک مسلمانوں کی حالت بغیر کسی سند کے بیان کی ہے۔ پھر خود ہی قتل عثمان کے ذمہ دار شیعیان علی کو قرار دیتے ہوئے شیعیان معاویہ کا کردار بھی پیش کر دیا ہے۔ اور جنگ جمل کے واقعات پر

اپنی من گھڑت تنقید کرتے ہوئے حضرات طلحہ۔ زبیر اور حضرت عائشہؓ کے نام بھی گنوائے ہیں اور جنگ صفین کی صف آرائی بھی بیان فرمادی ہے۔ اور اس تمام تگ ودو کی غرض یہ تھی کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ یزید پلید ہرگز ہرگز حسین علیہ السلام کو شہید کرا کے کسی جرم کا مرتکب نہ ہوا تھا۔ بلکہ یہ سب کچھ ان دشمنانِ اسلام کی خود ساختہ اور جھوٹی روایتوں کا نتیجہ ہے جو انہوں نے بظاہر طرفداری اہلبیت و خاندانِ رسالت کی خاطر گھڑیں۔ اور در باطن اسلام کی جڑ مل پر کا اچھالا یا۔ ورنہ یزید تو نہایت پاک باطن۔ نیک۔ دیندار اور اہلبیت رسول کا نہ صرف تابعدار بلکہ اس خاندان کے ساتھ اس کے مراسم نہایت اعلیٰ اور دوستانہ تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"تاریخ بتاتی ہے اور خود اہل بیت حسینی کے متعدد افراد گواہ ہیں کہ یزید بن معاویہ حلیم۔ متحمل مزاج۔ دور اندیش اور سیاس تھا"۔۔۔۔۔ (تذکرہ فروری ۵۵ء ص ۴۲)

"اگر یزید کافر۔ مرتد۔ فاسق۔ فاجر اور غاصب ہوتا۔ تو کوئی مومن ایک لمحہ کیلئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا ہے کہ سیدنا امام زین العابدین ایسے نابکار اور طاغی سے دوستانہ تعلقات رکھتے اور دونوں کے خاندان میں رشتہ داریاں جاری رہتیں"۔

"یہ تعلقات جہاں ایک طرف یزید کو مذہبی اتہامات سے بری ثابت کرتے ہیں۔ وہاں ایک دوسری حقیقت کو بھی ساتھ ہی ساتھ واضح کرتے ہیں کہ واقعہ کربلا اور مظلومیت اہلبیت میں یزید کا ہاتھ نہ تھا۔ اور وہ اس خونیں حادثہ سے بے داغ اور بری ہے"۔

(تذکرہ مارچ ۵۵ء ص ۴۳)

سبحان اللہ۔ کس عجیب طریق سے یزید کو بری الذمہ قرار دینے کی سعی مذموم کی جا رہی ہے۔ تاریخ دان حضرات پر مخفی نہیں ہے۔ کہ کوفہ کے بازاروں میں جب آل رسول کی مخدرات باعصمت بے مقنعہ و چادر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کرا کے تشہیر کی جا رہی تھیں۔ تو کوفہ کے لوگ باوجود سنگدلی اور شقاوت قلبی کے مصائب آل رسول دیکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اس وقت امام زین العابدین علیہ السلام نے انہیں اس حال میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ :۔

اے کوفہ والو۔ اگر تم سچے ہو۔ تو بتاؤ میرے بابا امام حسین علیہ السلام اور اہلبیت کے نوجوانوں کا خون کس نے کیا؟ یہی کیفیت تذکرہ نویس صاحب کی ہے۔ ہم بھی ان سے بصد ادب پوچھتے ہیں کہ اگر یزید ایسا ہی پاک باطن اور نیک تھا جس کا ہاتھ واقعہ کربلا میں نہ تھا۔ تو بتاؤ کہ اس خونیں واقعہ کا بانی مبانی اور کرتا دھرتا کون تھا؟ یزید کو ہر الزام سے بری کرنے کیلئے آپ لکھتے ہیں :۔

"افترا پردازوں نے یزید پر نواج محرمات کا الزام تو لگایا۔ مگر کوئی شخص آج تک یہ نہ بتا سکا کہ یزید کی وہ مائیں۔ بہنیں۔ بیٹیاں۔ پھوپھیاں۔ خالائیں اور بھتیجیاں کون تھیں۔ جن کو یزید نے اپنی زوجیت میں لیا۔ یا خلافت نشینی کے جشن کے موقعہ پر مسجد میں بیٹھ کر شراب نوشیاں کیں۔ اور گھر میں ہتک محرمات کرتا رہا۔" (تذکرہ مارچ ۶۴ء)

اجی حضرت تذکرہ نویس صاحب آپ یہ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں۔ آپ صحابہ کرام سے پوچھئے یا آپ غسیل الملائکہ کے فرزند ابن حنظلہ سے پوچھئے۔ جو بروایت صواعق محرقہ (ابن حجر مکی) یہ کہہ رہا ہے کہ خدا کی قسم ہم نے یزید پر خروج اس خوف سے کیا۔ کہ کہیں ہم پر آسمان سے آگ اور پتھر نہ برسنے لگیں۔ کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں بہنوں سے زنا کرتا تھا۔ اور شراب نوشی کرتا تھا۔ اگر مزید ضرورت ہو۔ تو تاریخ کی کسی کتاب سے واقعہ حرہ کے حالات پڑھ لیجے۔ کہ اس ملعون نے جب مدینہ منورہ پر فوج کشی کی۔ تو اس کے لشکریوں نے اس کے حکم سے کس قدر اصحاب رسولؐ۔ حفاظ اور قاریان قرآن مجید کو قتل کیا کتنی کنواری لڑکیوں کا ازالہ بکارت کیا جس سے بے شمار لڑکیاں حاملہ ہو کر بچے جنیں۔ اور مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے جن کی لید سے حرمت مسجد ہوئی۔ خانہ کعبہ پر منجنیق لگوا کر آگ برسائی۔ جس سے پردہ اور تبرکات جل گئے۔ اور مسجد نبوی میں تین دن تک ان کے خوف سے نماز کی ادائیگی بند رہی۔ العیاذ باللہ

(تاریخ طبری و تاریخ ابو الفداء وغیرہ وغیرہ)

کیوں جناب تذکرہ نویس صاحب۔ یہی ہے آپ کا ممدوح یزید۔ جس کی مدح سرائی میں آپ زمین اور آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ مضمون ماہنامہ تذکرہ کراچی میں کئی قسطوں میں شائع ہوا ہے مضمون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تذکرہ نویس نے کسی بھی مستند تاریخ کا حوالہ نہیں دیا۔ تمام واقعات اور استدلال خود ساختہ ہیں۔ اور آپنے مخصوص عقائد بد کے زیر اثر سپرد قلم کئے گئے ہیں تحقیقی نہیں۔ حیرانگی ہے آج کل کے روشنی کے زمانے میں بھی ایسے مسلمان موجود ہیں۔ جو نمازیں جن پر درود وسلام بھیجتے ہیں انہی پر زبان طعن وتنقید دراز کرتے ہیں۔ رسولؐ جن کو جوانان جنت ہونے کی خبر دیں۔ اور حسین منی و انا من حسین کہے۔ انہیں تو مورد الزام گردانا جائے۔ اور قاتلانِ اولاد رسولؐ و دشمنانِ اسلام کی مدح سرائی کی جائے۔ یہ ہے ان کا اسلام۔ اگرچہ مضمون اس قابل نہیں ہے کہ اس کی ایک ایک بات کا جواب دیا جائے۔ پھر بھی اگر کبھی وقت ہمیں میسر آیا تو تمام غیر مستند تحریروں پر غیر معقول دلیل کا مہذب جواب دیا جائے گا۔

(ادارہ)

صفاتِ پروردگارِ عالم

(بزبانِ امیر المومنین علیہ السلام)

الحمد لله الّذی بطن خفیّاتِ الامُور ودلّت علیه اعلامُ الظهور وامتنع علیٰ عین البصیر فلا عینٌ من لم یرهٔ تُنکرهٔ ولا قلبٌ من اثبتهٔ یُبصرهٔ سبق فی العلوّ فلا شیءٌ اعلیٰ منهُ وقرب فی الدّنوّ فلا شیءٌ اقرب منهُ فلا استعلاؤهُ باعدهٔ عن شیءٍ من خلقهٖ ولا قربهٔ ساواهم فی المکان به لم یُطلع العقول علیٰ تحدید صفتهٖ ولم یحجبها عن واجب معرفتهٖ فهو الّذی تشهد له اعلامُ الوجُود علیٰ اقرار قلب ذی الجحود تعالیٰ الله عمّا یقولُ المشبهون به والجاحدون لهٔ عُلوًّا کبیرًا۔

(نہج البلاغہ)

حمد اُس خدا ہی کے لئے سزاوار ہے جو مخفی امور سے واقف ہے اور جس (کے وجود) پر ہستی کے آثار و علامات مستقل دلیل بنے ہوئے ہیں اور چشم بینا پر اُس کی رویت ممتنع و محال ہے سو جس نے اسے دیکھا نہیں ہے اس کی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اُسے مان لیا ہے اُس کا دل اُس کی کنہ حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتا وہ بلندی میں سب سے آگے ہے کوئی شے اس سے بلند تر نہیں اور نزدیکی میں سب سے قریب ہے کوئی چیز اُس سے قریب تر نہیں . . . . لیکن نہ اس کی بلندی نے اسے اس کی مخلوقات میں سے کسی سے دور کیا اور نہ اس کی نزدیکی نے ان کو مکان اور جگہ میں اُس کے برابر بنایا۔ اس نے عقلوں کو اپنی کنہ حقیقت پر مطلع اور نہ انہیں اپنی واجبی معرفت سے باز ہی رکھا وہ وہی معبود ہے جس کے لئے ہستی کے نشانات کافروں کے دلی اقرار پر گواہی دے رہے ہیں۔ خدا بلا شبہ اُن باتوں سے بہت بلند ہے جس کے مخلوقات سے اُسے مشابہ قرار دینے والے یا اس کے وجود کا انکار کرنے والے قائل ہیں۔

موجودہ قوانین اسلام کی روشنی میں

(از حضرت علامہ مرزا احمد علیؒ سرپرست ادارہ معارف اسلام)

(نوٹ:- گذشتہ شمارہ میں اشارتاً واضح کیا گیا تھا کہ صاحبان تفسیر بالرائے نے فقہ کی جدید تشکیل کا مطالبہ کیا ہے۔ اس ضمن میں حسب وعدہ ذیل میں حضرت علامہ مرزا احمد علی مدظلہ (سرپرست ادارہ معارف اسلام) کا گرانقدر مضمون ناظرین معارف اسلام اور گورنمنٹ عالیہ پاکستان کی خدمت میں پیش کیجاتا ہے۔ تاکہ صحیح راستہ اختیار کیا جائے اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جو کہ ملت اسلامیہ پاکستان میں انتشار کا باعث بنے۔ ادارہ)

حکومتِ پاکستان نے عدالتِ عالیہ کے فاضل جج جسٹس محمد شریف صاحب کی زیر نگرانی ایک قانونی کمیشن قائم کیا ہے۔ تاکہ وہ موجودہ قوانین ملک کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے اور پانچ برس میں آخری رپورٹ پیش کرے۔ یہ بہت اہم اور نہایت ہی دیانت داری اور ذمہ داری کا کام ہے۔ سب سے پہلے جو بات اس میں ملحوظ رکھنی چاہیے یہ ہے کہ ہم نے ملک میں اسلامی قوانین نافذ کرنے ہیں اور اسلام اللہ کے ہاں کا دین ہے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ یہ تمام دینوں میں سے اکمل ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اس میں کوئی کمی نہیں۔ کوئی نقص نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نقص نہیں۔ تشریع کا حق اللہ کو ہے۔ امر معروف اور نہی منکر کا بھی اصل حق تو اللہ ہی کو ہے لیکن جب وہ کسی کو رسول تشریعی بنا دیتا ہے۔ تو اسے بھی حق تشریع حاصل ہوتا ہے۔ وہ بھی بحکم خدا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے۔ وہ حلال و حرام بھی متعین کرتا ہے۔ یہی تشریع ہے۔ یامرھم بالمعروف و ینھاھم عن المنکر۔ یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث۔ اور اس کا کرنا خدا کا کرنا ہوتا ہے اور اسی لئے وہ اسے معصوم بنا کر بھیجتا ہے۔ تاکہ نہ یہ اس کی مرضی کے بغیر کچھ کرے اور نہ کسی اور کو یہ کہنے کی گنجائش ہو کہ اس نے فلاں امر اللہ کے حکم کے خلاف کیا۔ اس بنیادی اصل کو سمجھ کر قانون اسلام کے ڈھانچے میں موجودہ قوانین کو ڈھالنا چاہیے۔ ہمیں قانون الٰہیہ کے رد و بدل میں کوئی بھی اختیار نہیں ما کان لھم الخیرۃ من امرھم۔ انہیں ان کے کام کا بھی کوئی اختیار نہیں۔ چہ جائیکہ خدا کے کام میں کوئی اختیار ہو۔ اسلام کے قوانین یا قرآن میں ہیں اور یا سنت یعنی احادیث نبویہ میں جہاں ان میں کوئی بات صریحاً مل جائے۔ وہاں مومن کا کام اس سے روگردانی نہیں۔ ہم پہلوں کی روگردانیوں سے اسی لئے

روگرداں ہیں کہ ان معترضین سے روگرداں ہوکر ہی راہ ہدایت ملتی ہے اور انکی اطاعت سے مزید روگردانیاں اور خدا اور اس کے سچے رسول سے انحراف کی راہیں پیدا ہوتی رہینگی۔ ہمارا طریق کار درست نکلا۔ اور اب پہلوں کی روگردانیوں کو بطور مثال پیش کر کے مکمل روگردانی کی شاہراہ پیدا کرنے کی سعی بلیغ کی جارہی ہے۔ اور اس کمیشن میں پیش پیش ہونے والے وہی لوگ ہیں جو پہلے ہی سے نیا اسلام اور نئی شریعت پیدا کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور جنہیں حکومت پاکستان نے ایڈ دے دے کر اس امر کی جرأت دلائی ہے اور جن کی حقیقت ہم نے فتنۂ تفسیر بالرائے اور معارف القرآن میں ظاہر کر دی ہے۔ اس مسخ یا نسخ اسلام کی مہم پاکستان کے ہوا داروں نے شروع کر رکھی ہے۔ ان میں اقبال کے طاؤں میں سے تنخواہ دار علامہ سر دھڑ کی بازی لگانے کا کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے شادی کمیشن کے موقعہ پر بھی ہنگامہ آرائی کی تھی لیکن ہم نے "قوانین شرعیہ" میں ان کی حقیقت ظاہر کی تو پھر کسی کو ان کی ہمنوائی کی جرأت نہ ہو سکی۔ اب انہی کا لیڈر اس کمیشن کا بھی لیڈر بنا دیا گیا ہے اور اس کے حواری روزانہ اخباروں میں اپنے قائد کی تائید میں مضامین لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ ایک پرانے بزرگ اہلحدیث نے [illegible] مارچ [illegible] کے "امروز" میں اصل بات دل میں رکھکر "فقہ میں جدید تشکیل کی ضرورت" کے زیر عنوان مضمون لکھا ہے جس کے آخر میں اپنی یہ حقیقت دکھلائی ہے کہ عبادات میں کم اور معاملات میں اکثر مسائل ظروف واحوال کے اثر سے متبدل ہو سکتے ہیں۔ لیکن نامہ نگار نے یہ نہیں سوچا کہ ایسے مقام پر شریعت خود گویا ہوئی ہے اور اس نے بدلی حالت کے مطابق حل بھی بتلا دیا۔ مثلاً نماز کیلئے آبی طہارت شریعت نے مقرر کی لیکن جب مسلم بیمار ہوا اور پانی کے استعمال سے اسے نقصان پہنچے یا اسے پانی ہی نہ ملے۔ تو وہاں وضو یا غسل کی بجائے تیمم رکھ دیا۔ یا تندرست اور شہری کے لئے ماہ رمضان کے روزے مقرر کئے۔ جب حالت بدلی یہ بیمار ہوا یا اسے جائز شرعی سفر پیش آیا۔ تو بدلی ہوئی حالت کے مطابق حکم بھی بدلا اور اسے بھی خدا ہی نے بتلایا۔ جس نے روزوں کا حکم دیا تھا فعدۃ من ایام اخر۔ ان حالات میں ماہ رمضان کے ان دنوں کے روزے نہ رکھو ان کی جگہ ماہ رمضان کے بعد اتنے ہی دنوں کے روزے قضا کی نیت سے رکھ لو۔

لیکن نامہ نگار امروز نے یہ حقیقت ظاہر کرنے کی بجائے ایک غیر حقیقی مثال پیش کر دی کہ رسول خدا صلعم نے رمضان میں تین روز عشاء کے نوافل باجماعت پڑھائے۔ حسب معمول صحابہ چوتھے روز بھی عشاء کے بعد صفوں میں بیٹھے رہے اور بعض حضرات نے رسالت مآب کے حجرہ پر جا کر دستک دینا شروع کر دی۔ آنحضرت نے خشم آلود انداز میں فرمایا کہ میں تمہارا اضطراب محسوس کر رہا ہوں مگر مجھے یہ اندیشہ ہے

کر رمضان کے باجماعت نوافل فرض ہی نہ کر دیئے جائیں۔ یہ نوافل آپ اپنے اپنے گھروں میں فرداً فرداً پڑھتے۔ اس دن سے مسلمان یہ نوافل جنہیں بعد میں تراویح سے تعبیر کیا گیا فرداً فرداً ہی پڑھتے رہے۔ تا آنکہ رسالت مآب رفیق اعلےٰ سے ملاقی ہو گئے۔ اب حضرت ابوبکر جانشین ہوئے۔ نوافل رمضان فرداً فرداً پڑھے جا رہے تھے۔ تا آنکہ حضرت عمر ابن الخطاب زیب آرائے مسند ہوئے حضرت عمر کے دور میں جن جن مسائل میں اجتہاد رونما ہوا۔ ان میں یہ نوافل رمضان بھی ہیں۔ موطا مالک اور صحیح بخاری دونوں میں روایت ہے (ترجمہ از عبدالرحمٰن) کہ رمضان کی ایک شب تھی میں حضرت عمر کی معیت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ جہاں چند حضرات فرادے نوافل ادا کر رہے تھے اور ایک طرف کچھ لوگ جماعت سے پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ سب لوگ یکجا ہو کر ایک امام کی اقتدا میں یہ نوافل ادا کر لیا کریں اور ممدوح نے لوگوں کو جمع کر کے اس پر توجہ کرنے کے لئے ابی بن کعب کو مقرر فرمایا۔ دوسری شب کو میں حضرت عمر کی معیت میں مسجد نبوی میں پھر حاضر ہوا تو لوگ یہ نوافل باجماعت ادا فرما رہے تھے۔ حضرت عمر نے دیکھتے ہی فرمایا۔

نعمت البدعة - یہ ایک اچھی بات ہے۔

ہم ان کتابوں اور ان صاحبوں کا ان کے شایان شان احترام کرتے ہوئے اس واقعہ اور اس کے شان نزول کے متعلق اہل اسلام کے غور و فکر کے لئے چند امور کو پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔

روزانہ سنتوں اور نفلوں میں جماعت نہیں۔ حضرت نے ماہ رمضان کے ان نفلوں کو کیوں تین دن خلاف معمول جماعت سے پڑھا۔ نماز تہجد آپ پر فرض تھی آپ نے اسے بھی صحابہ کو جماعت سے نہیں پڑھایا۔ اس لئے یہ بھی تو سرے سے ہی غلط معلوم ہوتی ہیں کہ حضور انور نے بذاتِ خود ہی اُن نوافل کو جماعت سے پڑھایا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضور پڑھ رہے ہوں اور صحابہ خود بخود حضور کے پیچھے کھڑے ہو گئے ہوں لیکن صحابہ کی شان سے یہ بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور کے طریق اور آپ کے احکام کو جانتے ہوئے کیسے نوافل کی جماعت بنا کر کھڑے ہو گئے۔ خیر جماعتِ نوافل ماہ رمضان کو بقول راوی حضرت کا بند کر دینا حجت شرعی ہے کہ جماعتِ نوافل مرغوب شارع نہیں۔ اس لئے اب اس آیت کو دیکھئے ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ جو رسول کہے اسے کر لو اور جس سے روکے اس سے رکے رہو۔ پس جب حضرت نے اسے خود ہی بند کر دیا تو کسی ہستی کا اسے نہ ماننا اور اس کی مخالفت کرنا رسالت الٰہیہ کی توہین ہے اور آپ پر حکم چلانا اور آپ کے حکم کو منسوخ کرنا ہے ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ الخ کا مصداق ہے۔ لطف دیکھئے کہ اس

کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ کہیں اللہ میاں نوافل کی باجماعت نماز کو فرض ہی نہ کردے۔ پوچھئے اللہ میاں نہ ہوا اتلا مسیتی ہو گیا کہ یونہی جسے چاہے اور جب چاہے فرض کردے۔ سنت نمازیں بھی تو پڑھی جاتی ہیں۔ ان کو فرض کردینے کا اندیشہ کیوں نہ ہوا۔ نماز تہجد تو بھی پڑھتے تھے۔ رسول پر واجب تھی امت کے پڑھنے سے اس کے فرض کئے جانے کا اندیشہ کیوں نہ ہوا۔ یہ بات یونہی بنائی گئی ہے تاکہ خلیفہ دوم کے فعل کے لئے جواز کی کوئی صورت نکالی جائے۔ زمانہ رسول میں تو فرض ہونے کے اندیشہ سے چھٹی۔ اب اللہ میاں کرے جو کرنا ہے۔ اب فرض کر سکتا ہی نہیں۔ خلیفہ دوم نے اللہ میاں پر فتح پالی یہ دفعتاً کر جماعت سے پڑھوانے لگے۔ اور اللہ میاں دیکھتے کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اب آئے خلیفہ کے فعل پر۔ خلاف نص اجتہاد کیا ہوا۔ عصیان رسالت ہوا۔ بلکہ نبوت و رسالت کی توہین ہوئی۔ اسی لئے تو یزید نے رسالت کا مضحکہ اڑایا لعبت ہاشم بالملک کہا کہ وارث ہاشم رسالت مآبؐ نے دنیا سے کھیل کھیلا اور نبوت چلائی۔ خلیفہ صاحب نے رسالت مآب سے کھیل کھیلا اور ان کی صریح ممانعت کے باوجود تراویح ایجاد کیں اور اس کی جماعت کی ایجاد کی۔ اور خود نہ پڑھائیں۔ ابی کو اس پر چلائے رکھا اور آپ نگران رہے کہ لوگ پڑھتے ہیں یا نہیں۔ اس سے بھلا فائدہ کیا ہوا پہلے سب قرآن خود پڑھتے تھے اب خود قرآن پڑھنے سے محروم ہو گئے اور حافظ صاحب ہی نے صرف پڑھا اور سعدی صاحب کے یوں زیر عتاب آئے سہ

گر قرآن را بدیں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

بھلا کہیں بدعت بھی حسنہ ہوا کرتی ہے حدیث کی کتابیں تو یوں کہتی ہیں کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔

جو حشر اس تشکیل جدید کا اللہ و رسول کے سامنے ہوا۔ اس سے بدتر جدید تشکیلات کا ہوگا۔ بدعات اور ہیں۔ استنباط اور ہے۔ یہ کام مجتہدین عظام کے سپرد کیجئے۔ جو باخدا ہوں۔ پھر دیکھئے کیسے عمدہ قوانین دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں + اس وقت اسلام میں دو ہی بڑے فرقے ہیں۔ شیعہ اور سنی۔ باقی تمام فرقے ان دو فرقوں کے زیر اثر ہیں۔ لہذا یہ اہم امر شیعہ و سنی مجتہدین ہی کے سپرد ہونا چاہئے اور انہی کے زیر نگرانی اس اہم امر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہئے۔ تاکہ پاکستانی عوام کا ہر فرد مطمئن ہو۔ اور دونوں فرقے اپنی اپنی فقہ کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

(مرزا احمد علی ۸۸۵ کھجور گلی
اکبری دروازہ لاہور)

(فضائل قرآن)

جامعیتِ قرآن

(از علامہ سید امداد حسین صاحب کاظمی صدر ادارہ معارف اسلام)

معارف اسلام کے گذشتہ شمارہ میں ہم نے "اعجاز قرآن" کے عنوان پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا اور عنوان بالا پر لکھنے کا وعدہ کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن مجید کی وہ قدر و منزلت نہیں کی جس کی یہ الہامی کتاب اہل تھی۔ حالانکہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت نبوت و رسالت پر ایک کامل دلیل ہے۔ اور یہ وہ معجزہ باقیہ ہے۔ جو قیامت تک ممتد اور روایت ہے مسلمانوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا۔ اور گھروں میں نہایت عمدہ ریشمی غلافوں میں ملفوف کر کے صرف قسمیں اٹھانے کے لئے رکھ لیا شاید ہی لوگ اس کے مطالب حقیقیہ سے استفادہ نہیں کرتے۔ پیر کے جبہ قبہ اور عمامہ و دستار سے اس قدر والہانہ محبت اور یہ قدر و منزلت کہ اگر ان کی ایک تار بھی کہیں سے مل جائے۔ تو اس سے برکتیں ڈھونڈتے ہیں لیکن قرآن سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں۔ یہودیوں کو اگر آج معلوم ہو جائے کہ عصائے موسیٰ کہیں پڑا ہوا ہے یا عیسائیوں کو پتہ چل جائے کہ خر عیسیٰ کا سم کہیں دستیاب ہوا ہے۔ تو وہ اسے حرز جان بنائیں۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان غافل ہیں۔ اور اگرچہ قرآن مجید کے کئی کئی نسخے ہر گھر میں موجود ہیں لیکن وہ اس کی قدر نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربار ایزدی میں اپنی امت کی شکایت دربارۂ قرآن ان الفاظ میں کریں گے۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً (پ۱۹ فرقان ع۳) کہ اے میرے پالنے والے میری یہ مسلمان قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی (یا اسے جھوٹ اور جھک سمجھا) اگر مسلمانوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کو نہ چھوڑا ہوتا تو کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں نعوذ باللہ جھوٹی شکایت کریں گے؟

قرآن کا دعویٰ ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (پ۷ انعام ع۷) کوئی چیز تر اور کوئی چیز خشک ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو۔ نیز ارشاد ہے۔ ما فرطنا فی الکتاب من شیٔ (پ۷ انعام ع۴) کہ ہم نے اس قرآن مجید میں کسی شے کے ذکر کو نہیں چھوڑا۔ وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (پ۲۰ نمل ع۶) ترجمہ۔ اور آسمان اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے۔ اور جملہ علوم متداولہ قرآن ہی سے مستنبط ہوتے ہیں۔ علماء بتاتے ہیں کہ کل عقلی علوم جو آج تک معلوم ہو چکے ہیں:۔

(۱) علم الٰہیات (۲) علم طبیعیات (۳) علم ریاضیات (۴) علم اخلاق (۵) سیاست مدن یعنی قانون ملکی (۶) علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری۔

ان چھ علوم کی ذیل میں تقریباً ساٹھ علوم آ گئے ہیں۔ مثلاً:۔

علم الالٰہ۔ علم الملائکہ۔ علم المعاد۔ علم النبوۃ۔ علم الامامۃ۔ علم النفس۔ علم الحساب۔ علم ہندسہ۔ علم مساحت۔ علم جر ثقیل۔ علم موسیقی۔ علم مناظرہ۔ علم ہیئت۔ علم نجوم۔ علم جفر۔ علم غیبت۔ علم کیمیا۔ علم ریمیا۔ علم سیمیا۔ علم ویمیا۔ علم طب۔ علم تشریح۔ علم حیوانات۔ علم جمادات۔ علم نباتات۔ علم جغرافیہ۔ علم تاریخ۔ علم اخلاق جسمانی۔ علم اخلاق روحانی۔ علم قوانین ملکی۔ علم تدبیر منزل۔ علم مرایا۔ علم عروض۔ علم کلام۔ صنائع بدائع لفظی۔ صنائع بدائع معنوی۔ علم قیافہ۔ علم تفسیر۔ علم صرف۔ علم نحو۔ علم لغات۔ علم قرأت۔ علم تجوید۔ علم منطق الطیر۔ علم رجال۔ علم فقہ۔ علم امثال۔ علم معمہ۔ علم معانی۔ علم بیان۔ علم درایہ۔ علم الخوارق۔ علم منطق۔ علم فلسفہ۔ علم تعبیر خواب۔ علم صناعات وغیرہ وغیرہ

ان سب علوم کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ چونکہ طوالت کا خوف ہے اور "معارف اسلام" کے مختصر اوراق اس طوالت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان میں سے چند علوم کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں مثلاً

(۱) علم الالٰہیات۔ اس علم کے ذیل میں اپنے خالق مطلق یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بحث کی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید نے سورہ اخلاص میں توحید اور واحدانیت باری تعالیٰ کو جن الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ان سے بہتر کسی نے آج تک بیان نہیں کیا۔ حالانکہ اسلام سے پہلے لاکھوں مذاہب تھے۔ جو منجانب اللہ ہونے کے دعویدار تھے۔ قرآن کہتا ہے قل ھو اللہ احد۔ کہدو اے رسول کہ اللہ تعالیٰ "احد" ہے۔ یہاں واحد نہیں فرمایا۔ کیونکہ واحد کے معنے ایک۔ اور ایک دو نصفوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور ہر نصف دوسرے کا محتاج۔ اور "ایک" اپنے اجزا یعنی دو نصفوں کا محتاج۔ "احد" کے معنے یکتا اور بے مثل۔ قرآن نے جس توحید کو پیش کیا۔ وہ سب سے افضل ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کی توحید ملاحظہ ہو۔ جب آپؑ بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلانے کے لئے راتوں رات لے کر نکلے۔ اور فرعون کا لشکر پیچھے سے آ پہنچا۔ تو بنی اسرائیل نے کہا کہ انا لمدرکون (پ۱۹ شعراء ع۴) کہ یا موسیٰ ہم تو پکڑے جائینگے۔ حضرت موسیٰؑ نے انہیں تسلی دی۔ اور فرمایا۔ ان معی ربی سیھدین (پ۱۹ شعراء ع۴) کہ تحقیق میرا رب میرے ساتھ ہے وہ عنقریب ہمیں ہدایت فرمائیگا۔ اور بچاؤ کا طریقہ بتائیگا۔ حضرت موسیٰؑ نے ایک تو اپنے وجود کو خالق کے وجود سے مقدم رکھا۔ یعنی فرمایا "معی ربی" میرے ساتھ میرا رب ہے۔ دوئم۔ خدا کے وجود کو اپنے ساتھ مختص فرمایا کہ میرا ہی رب ہے اور میرے ہی ساتھ ہے۔ باقی سب مخلوقات سے اس کی ربوبیت اور معیت کی نفی کر دی۔

پھر لفظ رب فرمایا جو عام ہے اور ہر مربی کو کہہ سکتے ہیں۔ یہ ادنیٰ قسم کی توحید تھی لیکن جو توحید آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔ ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو۔ ایک موقعہ تھا کہ آنحضور صلعم غار میں چھپے بیٹھے تھے۔ وہاں ان کا ایک ہمراہی بھی تھا۔ جب اس ہمراہی سے خوفِ کفار کی وجہ سے بے چینی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور وہ حزن کرنے لگا۔ تو آپ نے کمال دلجمعی اور حوصلہ سے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا (پ توبہ) تم حزن مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہے۔ آنحضور صلعم کا بیان ملاحظہ ہو۔ رب نہیں کہتے جو عام ہے اور ہر مربی کو شامل۔ بلکہ اللہ کہتے ہیں۔ جو ذات وحدہٗ لاشریک کیلئے مختص ہے اور کسی غیر اللہ پر نہیں بولا جا سکتا۔ اس بیانِ توحید کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آنحضور صلعم نے اپنا وجود بعد میں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پہلے اور مقدم رکھی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ آنحضور صلعم نے اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے وجود تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ صیغہ متکلم مع الغیر ارشاد فرما کر سب مخلوق الٰہیہ کو اپنے ساتھ اس معیت الٰہیہ میں شامل کر لیا۔ فرمائیے قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس توحید سے کامل اور نقائص واعتراضات سے بری کوئی اور توحید ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔

۲۔ سیاسیات: نظامِ حکومت کے قیام کیلئے دنیا میں مختلف طریقے رائج ہیں۔ اور ہر زمانہ میں یہ مسئلہ متنازعہ رہا ہے۔ شہنشاہیت۔ ملوکیت۔ جمہوریت۔ نخابلیت کے علاوہ کئی دیگر نظریئے اپنائے جارہے ہیں۔ مثلاً فاسزم (مسلکِ فاشستی) کمیونزم (اشتمالیت یا اشتراکیت)۔ سوشلزم (اجتماعیت) اور نیشنلزم (قومیت) وغیرہ وغیرہ۔ ان جملہ نظریات پر عملدرآمد ہو جانے کے بعد بھی قیامِ امن میں سراسر ناکامی رہی ہے۔ اور دنیا مسلسل جنگوں کی لپیٹ میں ہے۔ ایک جنگ ختم ہونے کے فوراً ہی بعد دوسری کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام نظریات میں حق حکومت انسان ہی کے سپرد رکھا گیا ہے۔ خواہ وہ انفرادی صورت میں ہو یا جماعتی صورت میں۔ محض یہی وجہ ہے کہ انسان ہی کا بنایا ہوا قانون رائج ہے جس کی وجہ سے فسادِ عالم میں کمی واقع ہونے کی بجائے دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ چونکہ ان تمام نظریات کی بنیاد انسانی حکومت ہے۔ جو کہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ اس لئے اس بنیادی کمزوری کو دور کرنے کیلئے قرآن میں ان الحکم الا للہ کا بنیادی قانون پیش کیا گیا جس کی وجہ سے حق حکومت انفرادی وجماعتی ہر طور سے انسان کی دسترس سے باہر رہتا ہے۔ اور کلی طور پر انسان خدائی دستور کے مقابلہ میں بے بس ہو جاتا ہے۔ جب ایک ہی قانون تمام دنیا میں جاری ہو تو ملک پرستی اور قوم پرستی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کوئی کسی دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتا۔ خدائی قانون جہاں شہنشاہیت اور جمہوریت کے ہاتھوں

ہیں اختیاراتِ حکومت نہیں سونپتا وہ ان انتخابات کے جگر کو بھی یہ کہکر ریزہ ریزہ کر دیتا ہے کہ وربک یخلق ما یشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ - چونکہ ربانی قوانین کے ماتحت انتخابات انسانوں نے کرنے ہوتے ہیں - لہٰذا اس کے لئے قرآن میں بہترین مثالیں موجود ہیں جبکہ ایک نبیِ وقت سے اُس کی قوم نے اپنے پر سردار مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ وقال لھم نبیھم ان اللہ قد بعث لکم طالوت ملکاً ، قالوا انّٰی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یوت سعۃً من المال ، قال ان اللہ اصطفٰہ علیکم وزادہٗ بسطۃً فی العلم والجسم . (پ البقرہ ع ۱۶) (یعنی اور جب اُن کے نبی نے اُن سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے تو کہنے لگے کہ اُس کو ہم پر حکومت کہاں سے ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ سزاوار ہیں - اُس کو کشائش مال تو دی ہی نہیں گئی - (نبی نے) فرمایا کہ بیشک اللہ نے اُس کو تم پر بزرگی دی ہے - اور اُسے علم اور جسم میں زیادہ کیا ہے) - غور فرمایا آپ نے کہ اس جگہ سرداری کا معیارِ علم اور جسم یعنی طاقتِ جسمانی قرار دیا گیا ہے مگر حکومتوں کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے . ماضی اور حال پر نگاہ دوڑائیے کبھی بھی اس معیارِ ربانی کو کام میں لایا گیا ؟ شہنشاہیت ہو یا جمہوریت آج تک علم اور طاقت کو معیار مقرر نہیں کیا گیا۔ اور ملکی اقتدار ہمیشہ نااہل ہاتھوں میں رہا۔ جس کی وجہ سے امن عالم محال ترین مسئلہ بن گیا ہے۔ کاش کہ موجودہ دنیا جمہوریت کی بجائے معیاریت کو اپنائے - اگر قرآنِ حکیم سے مکمل دستورِ حکومت پیش کیا جائے تو کم از کم ایک ضخیم جلد درکار ہے - اس کی جگہ کمی صفحات کے پیشِ نظر اشارتاً چند آیات پر اکتفا کیا گیا ہے ۔

۳۔ اصولِ طبابت قرآن میں طبابت کا بھی اصول بیان کیا گیا ہے - طبیب کہتے ہیں کہ سب امراض کی جڑ معدہ ہے - اگر کھانے پینے میں احتیاط برتی جائے - بھوک رکھ کر تھوڑا اور ستھرا کھایا جائے تو انسان کبھی بیمار نہ ہو - چنانچہ یہی اصول قرآن مجید نے بھی بیان فرمایا :

(ا) کلوا واشربوا ولا تسرفوا (پ اعراف ع) کھاؤ اور پیو - اور اسراف نہ کرو ۔

(ب) کلوا من طیبات ما رزقنکم (پ بقرہ ع) جو پاک اور ستھرا رزق تمہیں دیا گیا ہے اس میں سے کھاؤ ۔

(ج) کلوا واشربوا ھنیئاً پ بقرہ ع) وہ چیز کھاؤ اور پیو جو تمہارے لئے خوشگوار اور صحت بخش ہو ۔

(د) کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً (پ بقرہ ع) زمین میں سے جو حلال اور پاکیزہ خوراک ہے وہ کھاؤ

(۴) علاوہ اناج اور ترکاری کے پختہ پھلوں کے کھانے سے صحت برقرار رہتی ہے کچے پھل کھانے

سے نقصان ہوتا ہے۔ یہی طبابت کہتی ہے اور اسی کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔
کلوا من ثمرہ اذا اثمر (پ انعام ع) کہ جب پھل پک جائیں تو انہیں خوب کھاؤ +

۴۔ **تشریح الاعضاء (PHYSIOLOGY)** خداوند تعالیٰ نے علم تشریح الاعضاء کو کس وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ۵ ثم جعلنا نطفۃ فی قرار مکین ۵ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاماً فکسونا العظام لحماً ثم انشانٰہ خلقاً اٰخر ۵ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۵ (پ المومنون ع) ترجمہ۔ ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو ایک ٹھیری ہوئی جگہ میں نطفہ قرار دے دیا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو ایک بستہ بوند بنا دیا پس ہم نے اس بستہ بوند کو ایک لوتھڑا بنا دیا پس اس لوتھڑے کو ہم نے ہڈیاں بنایا۔ پس ہم نے ان ہڈیاں پر گوشت کی پوشش پہنائی۔ پھر اس کے بعد ہم نے اس کی ایک دوسری صورت بنا دی پس کیسا برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب بنانے والوں سے اچھا ہے +

سبحان اللہ۔ اس آیہ مجیدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے ایک ایک عضو کی ساخت بنا دی اور جس جس طرح اعضاء انسانی کو بنایا یا ترکیب وترتیب دیا۔ بلاکم وکاست من وعن بیان فرما دیا۔ یہ سب کچھ قرآن مجید نے اس زمانہ میں بتایا۔ جبکہ آپ کے موجودہ زمانے کے X-RAY ایجاد نہ ہوئے تھے۔ رحم مادر میں نطفہ کے داخل ہونے کے بعد کامل بچہ بننے تک جو جو تبدیلیاں اس میں واقع ہوتی رہیں وہ سب کی سب بالترتیب بیان کر دیں۔ اس سے بڑھ کر صداقت قرآن کا اور کیا ثبوت ہوگا +

۵۔ **اصلاح جماع**۔ عورت کو جب ایام ماہواری آ رہے ہوں۔ مرد کی قربت نہایت نقصان دہ ہوتی ہے۔ اور کئی خطرناک بیماریاں مثلاً جذام۔ کوڑھ۔ آتشک وغیرہ وغیرہ کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ طبیب لوگ ایسی حالت میں قربت سے قطعاً منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یوں ہی ہے۔ جیسے قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ یسئلونک عن المحیض ۵ قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ۵ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین ۵ (پ البقرع) ترجمہ اور لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم کہدو۔ کہ وہ ایک نجاست ہے پس تم زمانہ حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔ اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ ان کے پاس نہ جاؤ۔ پھر جب وہ غسل کر لیں۔ تو جدھر سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے۔ ان کے پاس آؤ۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور طہارت

کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۶۔ **علم زراعت** ۔ ارشاد ہے۔ افرایتم ما تحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن الزارعون ٥ لو نشاء لجعلناه حطاماً فظلتم تفکھون ٥ (پ۲۷ واقعہ ع۲) ترجمہ۔ آیا تم نے اس میں بھی غور کیا۔ کہ جو بیج تم بوتے ہو کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہتے تو اس کو چورا چورا کر دیتے۔ پھر تم باتیں ہی بناتے رہ جاتے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے کمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اکلها ضعفین فان لم یصبها وابل فطل (پ۳ البقرع ۳۶) ترجمہ۔ اس باغ کی مثال جو بلندی پر ہو۔ اور اس پر زور کا مینہ پڑے پھر وہ دگنا پھل دے۔ پھر اگر زور کا مینہ نہ برسے تو ہلکا بھی۔ یا شبنم ہی کام دے جاتی ہے۔

اس آیت سے کھیتی میں دگنا پھل لانے کیلئے زور کے مینہ کا برسنا شرط بتائی گئی ہے۔ نیز ہلکی بارش یا صرف شبنم بھی یہ کام دے جاتی ہے۔

اور سنئے۔ وھو الذی انشا جنت معروشات وغیر معروشات والنخل والزرع مختلفاً اکله والزیتون والرمان متشابھاً وغیر متشابه ط کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقه یوم حصادہ ٥ (پ۸ انعام ع۱۷) ترجمہ اور وہ خدا وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے کہ ان میں بیلیں چڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور زمین میں بچھی ہوئی۔ اور درخت خرما اور کھیتیاں جن کے پھل طرح طرح کے ہوتے ہیں۔ اور زیتون اور انار جو صورت میں ہم شکل بھی ہوتے ہیں۔ اور بے جوڑ بھی۔ جب ان میں پھل آجاتے۔ تو ان کے پھل کھاؤ۔ اور کاٹنے کے دن اس کا مقررہ حصہ دیدو۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔ وھو الذی انزل من السماء ماءً فاخرجنا به نبات کل شیئ فاخرجنا منه خضراً نخرج منه حباً متراکباً ومن النخل من طلعها قنوان دانية وجنات من اعناب والزیتون والرمان مشتبھاً وغیر متشابه ط انظروا الی ثمرہ اذا اثمر وینعه (پ۷ الانعام ع۱۳) ترجمہ۔ اور اللہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا جس کے ذریعہ سے ہم نے ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی۔ پھر اس سے ہم نے ہری ٹہنیاں نکالیں جن میں سے ہم جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور درخت خرما کے گوبھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے نکلتے ہیں۔ اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار ہم نے پیدا کئے۔ کہ ان میں سے ملتے جلتے بھی ہیں۔ اور بے جوڑ بھی۔ اس کے پھل کی طرف جبکہ وہ پھل لائے۔ اور اس کی پختگی کی طرف خوب نظر بھر کے دیکھو۔

پھل اگر باغ سے صبح کے وقت اتارے جائیں تو تازہ ہوتے ہیں۔ اور صحت کیلئے مفید۔ یہی قرآن کہتا ہے۔ اغدوا علی حرثکم ان کنتم صارمین (پ ۲۹ القلم ع ۱) ترجمہ۔ اگر تم کو پھل لینے ہیں۔ تو اپنے باغ کو سویرے ہی سویرے چلو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ سبزیوں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها (پ ۱ بقرہ ع ۷) ترجمہ اپنے خدا سے ہمارے لئے دعا کرو کہ زمین سے جو جو چیزیں پیدا ہوا کرتی ہیں۔ ساگ پات۔ کھیرا ککڑی۔ گیہوں۔ مسور۔ پیاز وغیرہ وہ ہمارے لئے بھی پیدا کر دے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً فسلکه ینابیع فی الارض ثم یخرج به زرعاً مختلفاً الوانه ثم یهیج فتراه مصفراً ثم یجعله حطاما (پ ۲۳ زمر ع ۳) ترجمہ۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر زمین میں اس کے چشمے بنا کر جاری کر دیا۔ پھر اس کے ذریعہ سے رنگ برنگ کی کھیتی پیدا کرتا ہے۔ پھر وہ خشک ہونے لگتی ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اس کو کھلیان کر دیتا ہے۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے کھیتی باڑی کرنا۔ باغ لگانا۔ زمین نرم کرنا (ہل چلانا) پانی دینا۔ زیتون۔ انار۔ انگور۔ کھجور وغیرہ اگانا۔ پھلوں کو پکنے دینا۔ جب تک پھل پک نہ جائیں۔ پودوں کی نگرانی کرتے رہنا۔ بارش کے فائدے۔ دگنا پھل حاصل کرنا۔ شبنم کے فائدے۔ ساگ پات۔ کھیرا۔ ککڑی۔ گیہوں۔ مسور۔ پیاز وغیرہ بونا۔ کھیتی کا پکنا۔ کھلیان بنانا وغیرہ۔ غرضیکہ کھیتی باڑی اور باغبانی کی مکمل تعلیم موجود ہے۔

۷۔ علم تعبیر خواب:۔ حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے تعبیر خواب کا علم سکھلایا تھا چنانچہ ارشاد ہوا۔ کذلک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث (پ ۱۲ یوسف ع ۱) ترجمہ۔ اور اسی طرح تمہارا پروردگار تمہیں مجتبیٰ کریگا۔ اور تمہیں خوابوں کی تعبیر سکھلائے گا۔

حضرت یوسف نے خواب دیکھا۔ اور اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے بیان کیا۔ اذ قال یوسف لابیه یا ابت انی رایت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رایتهم لی ساجدین (پ ۱۲ یوسف ع ۱) ترجمہ۔ اے رسولؐ وہ وقت یاد کرو۔ جبکہ حضرت یوسف نے اپنے باپ سے عرض کی۔ کہ ابا جان میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنی طرف سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جب حضرت یوسف مصر میں وزارت اعلیٰ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ تو کچھ عرصہ کے بعد جب آپ کے بھائی

اور والدین ان کے پاس پہنچے - اور سجدہ شکر میں گر پڑے - تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں فرمایا - ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجداً وقال یا ابت ھذا تاویل رءیای من قبل قد جعلھا ربی حقاً (پ ۱۳ یوسف ع ۱۱) ترجمہ - اور اپنے والدین کو حضرت یوسفؑ نے تخت پر بٹھایا - اور سب کے سب سجدہ شکر میں گر پڑے اور یوسفؑ نے کہا - ابا جان - یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے -

حضرت یوسفؑ جب عزیز مصر کی قید میں تھے - تو بادشاہ نے خواب دیکھا - قال الملک - انی اریٰ سبع بقرٰت سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر و اخر یابسٰت (پ ۱۲ یوسف ع ۶) اور بادشاہ مصر نے کہا کہ میں نے خواب میں سات موٹی تازی گائیں دیکھیں جن کو سات دبلی پتلی گائیں کھائے جاتی ہیں - اور سات ہری بھری بالیں دیکھیں - اور دوسری سات سوکھی جوان پر غالب آ گئیں

جب حضرت یوسفؑ کو زنداں میں یہ خواب سنا کر اس کی تعبیر پوچھی گئی - تو آپ نے فرمایا - قال تزرعون سبع سنین داباً فما حصدتم فذروہ فی سنبلہ الا قلیلا مما تاکلون ○ ثم یاتی من بعد ذٰلک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لھن الا قلیلاً مما تحصنون ○ ثم یاتی من بعد ذٰلک عام فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون (پ ۱۲ یوسف ع ۷)

ترجمہ حضرت یوسفؑ نے فرمایا - کہ تم سات برس تک لگاتار کھیتی کرتے رہو گے - پس جیسے تم اس کھیتی کو کاٹو - تو سوائے اس تھوڑے سے غلہ کے جو تمہارے کھانے میں آئے - باقی سب کو بالوں ہی میں رہنے دینا پھر اس کے بعد سات برس سختی کے آئیں گے جن میں سوائے اس تھوڑے سے کے جو تم بیج وغیرہ کیلئے رکھتے ہو اور جو کچھ جمع کیا گیا ہو گا - سب کھا جائیں گے - پھر اس کے بعد ایک ایسا برس آئیگا - کہ جس میں لوگ سیر و سیراب ہو جائیں گے - اور جس میں وہ نچوڑیں گے -

اسی طرح آپ نے قید خانہ میں دو قیدیوں کے خواب کی تعبیر بتلائی - قال احدھما انی ارانی اعصر خمراً - وقال الاخر انی ارانی احمل فوق راسی خبزاً تاکل الطیر منہ نبئنا بتاویلہ (پ ۱۲ یوسف ع ۵) ترجمہ - ان قیدیوں میں ایک نے کہا - کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے - کہ میں انگور نچوڑ کر اور شراب بنا رہا ہوں اور دوسرے نے کہا - کہ میں نے یہ دیکھا ہے - کہ میں اپنے سر پر روٹیوں کا ایک خوان اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا جاتے ہیں - ان کی تعبیر ہم کو بتلا دیجئے +

حضرت یوسفؑ نے تعبیر بتلائی - اور فرمایا - یا صاحبی السجن اما احدکما فیسقی ربہ خمراً واما الاخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ قضی الامر الذی فیہ تستفتیٰن

(پ۱۲ یوسف ع۵) ترجمہ۔ اے میرے قید خانہ کے دو ساتھیو۔ تم میں سے ایک تو اپنے مالک کو شراب پلائیگا اور رہا دوسرا سو وہ پھانسی پائیگا۔ اس کا مغز پرندے ٹھونگے مار کے کھائینگے۔ وہ معاملہ جس کے بارے میں تم دریافت کرتے تھے طے ہو گیا

اسی طرح حضرت ابراہیم کا خواب قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک (پ۲۳ صافات ع۳) پھر یہ خواب سچا نکلا اور خدا نے فرمایا۔ قد صدقت الرءیا (پ۲۳ صافات ع۳)

میں چاہتا ہوں کہ اس ضمن میں علمائے کرام نے جو قرآن مجید کی آیات سے خواب کی تعبیر اخذ کی ہیں وہ بھی درج کر دوں۔

خواب	تعبیر	قرآنی آیت سے دلیل
کشتی وغیرہ کی سواری کرنا	نجات ہو	فانجیناہ واصحاب السفینۃ (پ۲۰ عنکبوت ع۲)
سوکھی لکڑی دیکھنا	نفاق ظاہر ہو	منافقوں کی نسبت ارشاد ہے۔ کانھم خشب مسندۃ (پ۲۸ منافقون ع۱) کہ گویا وہ دیوار سے لگی ہوئی خشک لکڑی ہیں۔
پتھر دیکھنا	فسق ظاہر ہو	فاسقوں کے حق میں ہے۔ فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ (پ۱ بقرع۹) کہ وہ پتھر ہیں بلکہ اس سے بھی سخت ہیں
بیماری میں مبتلا دیکھنا	نفاق	فی قلوبھم مرض (پ۱ بقرع۲) منافقوں کے دلوں میں بیماری ہے۔
گوشت کھانا	غیبت کا مرتکب ہو	ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا (پ۲۶ حجرات ع۲) کیا تم میں سے کوئی گوارا کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ غیبت کو گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔
لباس دیکھنا یا پہننا	عورت۔ جورو ملیگی	ھن لباس لکم و انتم لباس لھن (پ۲ بقرع۲۳) عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔
انڈا دیکھنا		کانھن بیض مکنون (پ۲۳ صافات ع۲)

۸۔ حیوانات (منطق الطیر) حیوانوں سے پیغامبری کا کام لینا وغیرہ وغیرہ

(۱) ارشاد ہے۔ وتفقد الطیر فقال ما لی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین ۰

لاعذبنه عذابا شديدا او لا اذبحنه او لياتينی بسلطٰن مبين ٥ فمكث غير بعيد فقال احطت بما لم تحط به وجئتك من سبا بنبا يقين ٥ (پ النمل ع)
ترجمہ اور حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی۔ تو فرمایا کیا بات ہے کہ میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا؟ آیا وہ غیر حاضر ہے پس ضرور اس کو سخت عذاب دونگا۔ یا اس کو ذبح کرڈالونگا۔ یا ضرور ہے کہ وہ میرے پاس کوئی کھلی دلیل لائے۔ پس کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ آگیا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے اس بات کی خبر لگی ہے جس کی آپ کو بھی خبر نہیں۔ اور میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔
اس کے بعد ہُدہُد نے ملک سبا کی ملکہ کے حسن اور اس کے ملک کے حالات سنائے جنہیں سن کر حضرت سلیمان نے فرمایا۔ اذهب بكتابی هذا فالقه اليهم (الا) یہ رقعہ لے جاؤ اور اس کا جواب لاؤ۔
(ب) چیونٹی کی گفتگو۔ قالت نملة يايها النمل ادخلوا مساكنكم لا يحطمنكم سليمان و جنوده وهم لا يشعرون ٥ فتبسم ضاحكا من قولها (پ النمل ع) ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے۔ اور ان کو اس کا شعور بھی نہ ہو پس حضرت سلیمانؑ اس کی اس بات پر ہنسنے کیلئے مسکرائے۔
معلوم ہوا کہ چیونٹی بھی عصمت انبیاء کی قائل تھی۔ اسی لئے اس نے کہا تھا وهم لا يشعرون کہ ان کو شعور بھی نہ ہوگا۔ اور ان کا لشکر روند جائیگا۔
اس کے علاوہ قرآن مجید میں ہاتھی۔ گھوڑا۔ پرندے۔ اونٹ۔ مچھلی۔ شہد کی مکھی۔ انسان غرضیکہ سب کا ذکر موجود ہے۔ بخوف طوالت مختصراً لکھا گیا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں "شہد کی مکھی" کے متعلق کچھ قرآنی حقائق و معارف درج کئے جائینگے۔

۹۔ کیمیا۔ (CHEMISTRY) علم کیمیا سے وہ علم مراد ہے جس کے ذریعہ سے جمادات و نباتات کو ترکیب دے کر معمولی اور ادنیٰ دھاتوں سے چاندی اور سونا بنایا جاتا ہے۔ چونکہ اس سے انتظام عالم خراب اور درہم برہم ہوتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس علم کو مخفی رکھا۔ لیکن ذکر کردیا۔ تاکہ اس علم کی کمی نہ رہ جائے۔ کہتے ہیں۔ قارون کو معلوم تھا۔ چنانچہ اس کے خزانے مشہور ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے خزانوں کا ذکر یوں آیا ہے۔ ان قارون كان من قوم موسى فبغى عليهم واتينه من الكنوز ما ان مفاتحه لتنوأ بالعصبة اولى القوة اذ قال له قومه لا تفرح ان الله لا يحب الفرحين ٥ وابتغ فيما اتاك الله الدار الاخرة ولا تنس نصيبك من الدنيا واحسن كما احسن الله اليك ولا تبغ الفساد فی الارض ان الله لا يحب

المفسدین ۰ (پ۲۰ قصص ع۸) ترجمہ - بے شک قارون حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا۔ پھر وہ ان سے باغی ہو گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو خزانوں کی اتنی مقدار دی تھی کہ ان کی کنجیاں بڑے قوت والے کثیر گروہ پر بھی گراں گذرتی تھیں جس وقت اس کی قوم نے اس سے کہا کہ تو مت اترا - یقیناً اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دے رکھا ہے۔ تو اس کے ذریعہ سے دار آخرت کا طلبگار رہو - اور اپنے دنیا کے حصہ کو فراموش نہ کر - اور جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ احسان کر اور زمین میں فساد کا خواستگار نہ ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قارون نے جواب دیا۔ قال انما اوتیتہ علیٰ علم عندی (") یعنی قارون نے کہا کہ یہ جو کچھ مجھے دیا گیا ہے۔ یہ تو اس علم کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے جو میرے پاس ہے۔

یہ علم کیمیا کا علم تھا جو قارون کو یاد تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے اس نے اس قدر خزانے تیار کیے تھے اسی سلسلہ میں ایک اور آیت بھی ہے جو اس پر روشنی ڈالتی ہے - اور جس میں اگر غور اور خوض کیا جائے تو سونا چاندی بنانے کی ترکیب بھی بتا دی گئی ہے - بشرطیکہ دماغ کام کرے۔ ارشاد ہے۔ انزل من السماء ماءً فسالت اودیۃ" بقدرھا فاحتمل السیل زبداً رابیاً ومما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ او متاع زبدٌ مثلہٗ ط کذٰلک یضرب اللہ الحق والباطل ہ فاما الزبد فیذھب جفاءً و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض ط کذٰلک یضرب اللہ الامثال ہ (پ۱۳ الرعد ع۲) ترجمہ - اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا - پھر اپنی مقدار کے موافق نالے بہہ نکلے اور رَو جھاگ کو اوپر لا دے گئی - اور اس میں سے جو (سونا) زیور یا مال بنانے کیلئے تپایا جاتا ہے (کٹھالی میں رکھ کر آگ پر تپایا جاتا ہے) ایسا ہی جھاگ نکلا کرتا ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے - پس جھاگ تو بیکار رہتا ہے - اور وہ چیز جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے زمین میں نیچے رہ جاتی ہے - اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔

اس آیہ مجیدہ نے زیورات بنانے کیلئے سونا چاندی بنانے کی سب ترکیب بیان کر دی ہے بشرطیکہ کوئی سمجھنے والا ہو - چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس علم کا مخفی رکھنا منظور ہے - اس نے باوجود سب کچھ بتا دینے کے واضح تشریح نہیں کی۔ اس لئے ہم بھی اسکی زیادہ تشریح نہیں کرتے - ورنہ آئمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مخفی الفاظ میں اہل نظر کیلئے سب کچھ بتا دیا ہوا ہے - من شاء فلیرجع الیہ

۱۰ - کیمیا - حکماء کے نزدیک قوتی کی دو قسمیں ہیں - (۱) فاعل (۲) منفعل - قوت فاعل

علویات سے متعلق ہے۔ اور شعبہ سفلیات سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں دو نوں کو ترتیب دے کر سحر تیار کیا جاتا ہے۔ اور اسی کو لیمیا کہتے ہیں۔ قرآن میں اس علم کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علیٰ ملك سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل هاروت وماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه (پ بقرع ۱۲) ترجمہ۔ اور اس کی پیروی کرنے لگے۔ جو کچھ شیاطین عہد سلطنت سلیمانؑ میں پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمانؑ کی طرف سے کفر کی کوئی بات نہیں ہوئی۔ بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔ جو آدمیوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل ہوا تھا۔ حالانکہ یہ دو نو فرشتے کسی شخص کو کوئی بات نہ بتاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے تھے کہ دیکھو۔ ہم آزمائش ہیں۔ اور تو کفر نہ کر۔ اس پر بھی لوگ ان دونو سے ایسی باتیں سیکھتے تھے جن سے شوہر اور زوجہ میں جدائی ڈالدیں۔ اللہ تعالیٰ نے دفع سحر کیلئے معوذتین نازل فرمائے یعنی سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس +

۱۱۔ ریمیا۔ اسے نیرنجات کا علم بھی کہتے ہیں۔ اس کے ذریعہ ارضی اجزا کی ترکیب سے شعبدات دکھا کر دنیا کو گرویدہ بنایا جاتا ہے مثلاً اگر سوّر اور بھیڑئے کی چربی دو مختلف چراغوں میں جلائی جائے تو ان کے شعلے آپس میں لڑتے دکھائی دینگے۔

قرآن مجید نے بھی اس علم کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرعون کے جادوگر جو حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں آئے تھے۔ وہ اپنی رسیوں میں پارہ بھر لائے تھے۔ جب انہیں میدان میں پھینکا گیا۔ تو دھوپ کی تمازت سے وہ پارہ اچھلنے کودنے لگا۔ تو وہ رسیاں جو سانپ کی شکل پر بنائی گئی تھیں۔ اچھلنے کودنے پر دیکھنے والوں کو سانپوں کے دوڑنے کا دھوکہ ہوا۔ چنانچہ اسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعیٰ (پ ۱۶ طہ) ترجمہ پس یکایک ان جادوگروں کی رسیاں اور ان کی لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے انہیں ایسے معلوم ہونے لگیں کہ دوڑ رہی ہیں۔

پس یہی علم ریمیا تھا جس کو حضرت موسیٰؑ نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے اپنا عصا پھینک کر باطل کر دیا جس پر جادوگر فوراً ایمان لے آئے۔ اور مسلمان ہو گئے +

۱۲۔ حساب۔ اس کے چار شعبے ہیں (۱) جمع۔ (۲) تفریق۔ (۳) ضرب۔ (۴) تقسیم۔ قرآن مجید نے ان سب کو بیان فرمایا ہے۔

اول۔ جمع۔ ارشاد ہے (ا) سیقولون ثلثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم رجماً بالغیب (پ کہف ع) ترجمہ عنقریب وہ یہ کہینگے کہ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے۔ اور بعضے اٹکل پچو یہ کہینگے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے الخ

(ب) ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً (پ کہف ع) ترجمہ۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس سے زیادہ نو سال رہے تین سو سے زیادہ نو سال کا مطلب = ۳۰۰ + ۹ = ۳۰۹ سال یہی جمع ہے یعنی تین سو میں نو جمع کرو +

(ج) وارسلنا الی مائۃ الف او یزیدون (پ صافات ع) ترجمہ۔ اور ہم نے حضرت یونسؑ کو ایک لاکھ تیس ہزار کی طرف بھیجا۔ او کے معنے جمع

$$\begin{array}{r} 100000 \\ 30000 \\ \hline 130000 \end{array}$$

دوم۔ تفریق۔ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما (پ عنکبوت ع) ترجمہ پس حضرت نوحؑ اپنی قوم میں ایک ہزار سال مگر پچاس سال کم رہے یعنی ہزار میں سے پچاس نکال دو یا منفی کردو۔ باقی نو سو پچاس رہے۔ یہی تفریق ہے +

دوسری مثال۔ ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً فی کتاب اللہ منھا اربعۃ حرم (پ توبہ ع) ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے بیچ کتاب اللہ کے۔ ان میں سے چار حرمت کے مہینے ہیں۔ لفظ منھا سے تفریق کرنا مراد ہے +

سوئم۔ ضرب۔ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء (پ البقرہ ع) ترجمہ مثال ان لوگوں کی جو اپنا مال راہ خدا میں صرف کرتے ہیں اس دانے کی سی مثال ہے۔ جو سات بالیں اگائے۔ کہ ہر بالی میں سَو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھا دیتا ہے +

سات بالیں اور ہر بالی میں سَو دانے = کل کتنے ہوئے = ۷ × ۱۰۰ = ۷۰۰ دانے۔ یہی ضرب کہلاتی ہے۔

چہارم تقسیم۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (پ النساء ع) ترجمہ۔ خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کیلئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے + یہی تقسیم ہے۔

۱۳۔ ہندسہ (جیومیٹری)۔ اس سے وہ علم مراد ہے جس سے مکانات اور عمارات کے نقشے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ اور پھر قاعدے اور زاویے بنا کر عمارتیں تیار کی جاتی ہیں۔ خدا فرماتا ہے

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل (پ بقرع) ترجمہ اے رسول۔ وہ وقت یاد کرو۔ جبکہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ قاعدہ BASE کو کہتے ہیں اور BASE وہ سیدھا خط ہے جس پر کوئی چیز مربع یا مستطیل یا تکون تیار کی جاتی ہے۔ قاعدہ یا BASE علم جیومیٹری کی اصطلاحات ہیں۔ کعبہ مکعب شکل میں تعمیر ہوا۔ اسی لئے اسے کعبہ کہا گیا تھا۔ مکعب جیومیٹری کی ایک شکل ہے +

دوسری مثال۔ یا ھامان ابن لی صرحاً (پ مومن ع) ترجمہ۔ فرعون نے ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک اونچا محل بناؤ +

۱۴۔ موسیقی یہ علم ایک طویل بحث چاہتا ہے۔ اس میں چھ راگ اور چھتیس ۳۶ راگنیاں ہوتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے راگ کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے۔ اب یہ سوال رہ جاتا ہے۔ کہ جسے حرام قرار دیا گیا ہے اس سے کون سا راگ مراد ہے۔ کیونکہ ہر بات یا کلام انسان کے منہ سے نکلے اس میں کچھ نہ کچھ موسیقی ضرور ہوتی ہے۔ پس علماء نے اس پر بہت طویل بحث کی ہے۔ اور اس راگ کو حرام قرار دیا ہے جس میں کم از کم تین پلٹے آجائیں یعنی کوئی کلام گلے میں تین بار اس طرح پھیر پھیر کر ادا کیا جائے۔ کہ اس میں لچک اور جاذبیت پیدا ہو جائے۔ کتاب مطلع الفنون میں سال کے تین سو پینسٹھ (۳۶۵) ایام کی مناسبت سے ہر یوم کو گھڑیوں اور پلوں میں تقسیم کرکے ہر گھڑی اور پل کیلئے راگ اور راگنیاں مقرر کی ہیں۔ پھر ہر موسم کے لحاظ سے ان کے اوقات بدلتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں راگ کی حرمت کے متعلق مندرجہ ذیل احکام موجود ہیں

(۱) واجتنبوا قول الزور (پ حج ع) اس کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں۔ قول الزور ھو الغناء و مجالس اللھو (تفسیر قمی) کہ قول زور سے مراد راگ اور لہو و لعب کی مجلسیں ہیں +

(۲) اذا مروا باللغو مروا کراما (پ فرقان ع) نیک اور صالح آدمیوں کی یہ پہچان ہے کہ وہ جب لغو کے پاس سے گزرتے ہیں۔ تو بڑے بزرگانہ شان سے گذر جاتے ہیں۔ تفسیر قمی میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اللغو الکذب و اللھو و الغناء کہ لغو سے مراد اس آیہ مجیدہ میں کذب۔ جھوٹ۔ لہو و لعب اور راگ ہے۔

نیز آیات ذیل بھی اسی مطلب کی طرف مشیر ہیں۔

والذین ھم عن اللغو معرضون (پ مومنون ع) ترجمہ مومن وہ ہیں۔ جو لغو (راگ رنگ)

سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

والذین لا یشہدون الزور (پ۱۹ فرقان ع۶) ترجمہ مومن وہ ہیں۔ جو راگ رنگ میں حصہ نہیں لیتے۔ اذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه (پ۲۰ قصص ع۶) وہ ایسے ہیں۔ کہ جب راگ سنتے ہیں۔ تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

۱۵- آداب مناظرہ - خداوند تعالیٰ نے مناظرہ کے آداب بیان فرمائے ہیں

(۱) ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ (پ۱۴ نحل ع۱۶) ترجمہ۔ لوگوں کو اپنے رب کی طرف بلاؤ حکمت عملی سا چھے اچھے وعظ اور نصیحت سے اور اگر ان سے مناظرہ کرو۔ تو ایسے طریق سے جو سب سے اچھا ہو۔

(ب) ولا تجادلوا اهل الکتاب الا بالتی هی احسن (پ۲۱ عنکبوت ع۵) ترجمہ۔ اور اہل کتاب کے ساتھ مناظرہ نہ کرو مگر اس طریق سے جو نہایت ہی اچھا ہو

(ج) الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه ان اته الله الملك اذ قال ابراهیم ربی الذی یحی ویمیت قال انا احی وامیت قال ابراهیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبهت الذی کفر۔ (پ۳ بقرع ۳۵) ترجمہ۔ کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کے بارے میں مناظرہ کیا۔ اس سے کہ خدا نے اسے سلطنت دیدی تھی جس وقت ابراہیمؑ نے یہ کہا۔ کہ میرا پروردگار وہ ہے۔ وہ زندہ بھی رکھتا ہے۔ اور مارتا بھی ہے۔ اس نے کہا میں بھی زندہ رکھتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے نکالتا ہے۔ پس تو اس کو مغرب کی طرف سے نکال لا۔ اس پر وہ کافر لاجواب ہو گیا۔

یہ ابراہیمؑ کا مناظرہ نمرود بادشاہ سے تھا خدا کی قدرت پر یہ دلیل دیا کہ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا ہے دلیل جلی تھی جس کا جواب نمرود نے دے دیا۔ اب ابراہیمؑ نے برہان واضح پیش کی۔ کہ اگر تو خدا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال۔ یہ وہ دلیل تھی جس کا جواب نمرود کے پاس نہیں تھا۔ پس وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔

۱۶- صنائع بدائع - اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صنائع بدائع لفظی (۲) صنائع بدائع معنوی

اول۔ **صنائع بدائع لفظی** - اس کی بھی بہت اقسام ہیں۔ مثلاً

(۱) **تجنیس تام** جس میں ہر دو لفظ جو مذکور ہوں۔ قسم۔ تعداد شکل صورت اور ترتیب میں موافق ہوں۔ اور اگر دو لفظ ایک ہی نوع سے ہوں۔ مثلاً دو تو اسم ہوں۔ یا فعل۔ یا حرف تو اسے **تجنیس مماثل** کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال اس آیت میں موجود ہے۔ یوم تقوم الساعة یقسم المجرمون ما

لبثوا غیر ساعۃ (پ۲۱ الروم ع۶) ترجمہ جب قیامت قائم ہوگی۔ گنہگار لوگ قسمیں کھا کھا کر کہینگے کہ وہ (ہم) ایک گھنٹہ سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے۔

پہلا پہلا لفظ ساعۃ یعنے قیامت ہے اور دوسرا ساعۃ یعنے گھنٹہ ہے۔

پھر تجنیس یا تو مرکب متشابہ ہوتی ہے یا مرکب مفروق۔ اس کی اور بھی قسمیں ہیں۔ مثلاً تجنیس مرفو تجنیس محرف۔ تجنیس ناقص۔ تجنیس زائد۔ تجنیس مطرف۔ تجنیس مذیل۔ تجنیس قلب۔ تجنیس مضارع وغیرہ وغیرہ۔ پھر تجنیس قلب کی دو قسمیں ہیں۔ قلب کل۔ قلب بعض۔ ایک اور قسم ہے مقلوب مجنح قلب کل کی ایک قسم مقلوب مستوی بھی ہے جیسے لفظ ورد اگر اسے الٹو تو بھی وردہی رہتا ہے۔ ساری عمر زور لگانے کے بعد امیر خسرو صرف ایک شعر اس صنعت میں کہہ سکا ہے

شکر بترازوئے وزارت برکش   شو ہمرہ بلبل بلب ہر مہ وش

اگر اسے الٹو تو ہر مصرعہ سے وہی مصرعہ بعینہٖ پیدا ہوگا۔ لیکن قرآن میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً

(۱) ربک فکبر (۲) کل فی فلک۔

تجنیس مضارع کی مثال:۔ (۱) وھم ینھون عنہ وینئون عنہ (پ۷ انعام ع۳)

(۲) ویل لکل ھمزۃ لمزۃ (پ۳۰ ہمزہ ع) (۳) وانہ علیٰ ذٰلک لشہید وانہ لحب الخیر لشدید (پ۳۰ عادیات ع) (۴) فاذا جاء ھم امر من الامن (پ۵ النساء ع)

ایک قسم تجنیس خطی بھی ہے۔ قرآن سے مثال: وھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین (پ۱۹ شعراء ع۵)

تجنیس سے اشتقاق اور شبہ اشتقاق بھی ملحق ہیں۔

(۱) اشتقاق یہ ہے کہ دو لفظ ایک مادہ سے مشتق ہوں۔ اور ان کے اصول وحروف بھی موافق ہوں اور اصل معنی میں متفق۔ مثال از قرآن: فاقم وجھک للدین القیم (پ۲۱ روم ع۴) لفظ اقم اور قیم قام یقوم سے مشتق ہے۔

(۲) شبہ اشتقاق یہ ہے کہ دو لفظ آپس میں مشابہ ہوں لیکن دونوں کا مادہ جدا جدا ہو مثال از قرآن۔ قال انی لعملکم من القالین (پ۱۹ شعراء ع۹)۔ اس آیہ مجیدہ میں لفظ قال قول سے مشتق ہے۔ اور قالین قلی سے جس کے معنے بغض ہیں۔

صنائع بدائع لفظی کی ایک قسم لزوم ما لا یلزم بھی ہے۔ اس کا تعلق قافیہ سے ہے۔ مثال از قرآن

فاما الیتیم فلا تقھر و اما السائل فلا تنھر (پ۳۰ والضحیٰ ع)

ایک قسم سجع ہے۔ جس کی تین قسمیں ہیں (۱) مطرف (۲) متوازی (۳) موازنہ

(۱) سجع مطرف وہ ہے کہ نثر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن میں مختلف ہو، لیکن دیکھنے میں متفق ہو۔ قرآن کی مثال:۔ ما لکم لا ترجون للّٰہ وقارا۔ وقد خلقکم اطوارا (پ۲۹ نوح ع۱)

(۲) سجع متوازی وہ ہے کہ نثر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن اور دیکھنے میں متفق ہو۔

قرآن کی مثال۔ فیھا سررٌ مرفوعۃ و اکوابٌ موضوعۃ (پ۳۰ الغاشیہ ع۱)

(۳) سجع موازنہ وہ ہے کہ نثر کے دو فقروں کا آخری کلمہ وزن میں متحد اور دیکھنے میں مختلف ہو۔

قرآن کی مثال:۔ و نمارق مصفوفۃ و زرابی مبثوثۃ (پ۳۰ غاشیہ ع۱)

سجع موازنہ کی ایک اور قسم بھی ہے کہ نثر کے دو فقروں یا نظم کے دو مصرعوں میں کل الفاظ بر سبیل تقابل وزن میں متحد اور شکل میں مختلف لائیں۔ اور سجع متوازی میں یہ بمنزلہ ترصیع کے ہے۔ مثال قرآن سے: و آتیناھما الکتاب المستبین و ھدیناھما الصراط المستقیم۔ (پ۲۳ صافات ع۳)

ایک قسم صنائع بدائع لفظی کی تنسیق صفات بھی ہے جس میں موصوف کو صفات متوالیہ سے ذکر کیا جاتا ہے قرآن سے مثال: ھو الذی لا الٰہ الا ھو الملکُ القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر (پ۲۸ حشر ع۳) بہرحال صنائع بدائع لفظی کی بے شمار اقسام ہیں جن میں سے ہر ایک قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے بخوف طوالت باقی اقسام چھوڑ دی ہیں۔ مثلاً رد العجز علی الصدر۔ و رقطا۔ خیفا۔ مقطع۔ موصل۔ ذوالقافیتین۔ متلون۔ سیاق الاعداد۔ تنسیق صفات۔ توشیع وغیرہ وغیرہ

اب صنائع بدائع معنوی کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) طباق۔ اس کو تضاد اور مطابقۃ بھی کہتے ہیں۔ تعریف اس کی یہ ہے۔ کہ کلام میں دو معنوں کو جن کا آپس میں تقابل یا تضاد ہو ذکر کریں۔ خواہ وہ دونو اسم ہوں۔ خواہ فعل۔ خواہ حرف۔ خواہ ایک فعل ہو۔ ایک حرف اور ان میں سے ہر ایک خواہ بطریق ایجاب واقع ہو۔ یا بطریق سلب۔

مثال طباق اسم با اسم (۱) تحسبھم ایقاظا و ھم رقود (پ۱۵ کہف) (۲) یخرج الحی من المیت (پ۳ ع۴)

مثال طباق فعل با فعل:۔ یحی و یمیت (پ۱۱ توبہ ع۱۴)

مثال طباق حرف با حرف۔ لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت (پ)

پوشیدہ نہ رہے کہ اس آیت میں لام اور علی نفع اور ضرر کے معنوں پر مشتمل ہونے کی جہت سے متضاد واقع ہوئے ہیں۔

مثال طباق سلبی از قرآن۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا (پ۲۱ ع۶)

یہاں لا یعلمون (نہیں جانتے) کے ساتھ ہی بلا فاصلہ یعلمون (وہ جانتے ہیں) لایا گیا ہے۔

(۲) مراعاۃ النظیر۔ اس صنعت کو تناسب اور توفیق بھی کہتے ہیں۔ اس کا ضابطہ یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزوں کو جو آپس میں نسبت اور رشتہ رکھتی ہوں سوائے نسبت تقابل اور تضاد کے انہیں جمع کیا جائے اس کی ایک قسم ایہام تناسب بھی ہے۔ تعریف اس کی یہ ہے کہ دو معنوں کو دو لفظوں سے تعبیر کریں۔ اور ان دو لفظوں میں سے ایک دو معنے رکھتا ہو اور اس کے دوسرے معنے غیر مقصود ہوں۔

مثال ایہام تناسب از قرآن:۔ والشمس والقمر بحسبان ٥ والنجم والشجر یسجدان ٥ (پ الرحمٰن ع) اس آیہ مجیدہ میں لفظ نجم یعنی ایسی روئیدگی ہے۔ جو تنا نہ رکھتی ہو۔ کیونکہ جو روئیدگی (نباتات) تنا رکھتی ہے اسے شجر کہتے ہیں۔ اور لفظ نجم کے دوسرے معنے یعنی ستارہ یہاں مقصود نہیں ہیں لیکن شمس اور قمر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا۔

(۳) مشاکلۃ۔ یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک چیز کو ایک غیر لفظ سے ذکر کریں۔ اس غیر کی صحبت میں اس چیز کے واقع ہونے کی وجہ سے۔

مثال:۔ (۱) جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (پ شوریٰ ع) (۲) و مکروا و مکر اللہ (پ آل عمران ع) خداوند تعالیٰ نے ان دو آیات میں عذاب کو لفظ سیئۃ اور مکر سے تعبیر فرمایا ہے بوجہ اس کے کہ کفار کے سیئہ اور مکر سے مشاکلت ہے۔ پس پہلی آیت کے معنے بدی کی جزا عذاب ہے۔ اور دوسری کے معنے یہ ہیں کہ کفار نے مکر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب کیا۔

(۴) ارصاد۔ بعض علماء اس صنعت کا نام تسہیم بھی رکھتے ہیں۔ اور وہ یوں ہے کہ قبل از عجز فقرہ نثر یا عجز بیت ایسا لفظ لائیں۔ جو عجز پڑھنے سے پیشتر ہی اس پر دلالت کرے۔ لیکن شرط ہے کہ اس فقرہ یا شعر کی رو سے اول علم حاصل ہو چکا ہو۔

فقرہ میں ارصاد کی مثال:۔ وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔ (پ عنکبوت ع) لفظ یظلمھم جو اس جگہ واقع ہوا ہے۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فقرہ کا عجز لفظ یظلمون ہوگا۔ (باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۲۶) رضوان۔ اعتصام اہلحدیث اور معلوم نہیں کون کون چنگاریاں پھینک رہے ہیں اور پاکستان کی سالمیت کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ اس لئے سب حلقوں کو مل کر فتنہ پرور عنصر کو ختم کر کے اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہئے۔ تاکہ یہ اس حادثہ سے بچیں۔ جو پہلی جنگ آزادی کو پیش آیا تھا۔

مرزا احمد علی ۸۸۵ کھجور گلی۔ اکبری دروازہ۔ لاہور

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علیؑ والوں کا حصہ

اور

آخری مغل شہنشاہ کا دربار اہلبیتؑ میں نذرانہ عقیدت

(از علامہ الحاج مرزا احمد علیؒ مدظلہ)

انگریزی راج سے پہلے ہندوستان قریباً تمام کا تمام علیؑ والوں ہی کے قبضۂ اقتدار میں تھا اور انہوں نے ایسی خوش اسلوبی سے حکومت کی کہ بلاتفریق مذہب و ملت سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا اس لئے جب فرنگی نے ان پر ضرب لگائی تو تمام ملک ان کے غصب شدہ اقتدار کو انہیں واپس دلانے کے لئے مختلف موقعوں پر مختلف جگہوں میں اٹھ کھڑا ہوا۔ چونکہ تخت و تاج تیمور کا نمائندہ "بہادر شاہ ظفر" تھا۔ اس لئے سب کی نگاہیں اسی پر پڑیں۔ یہ پختہ کار مولائی تھا۔ اگر تحریک آزادی کامیاب ہو جاتی تو اس کے شہنشاہ مسلم ہونے میں کوئی شک ہی نہ تھا۔ چونکہ جناب اقبال جیسے کو یہ اقرار کرنا پڑا ہے

از ولائے دودمانش زندہ ام   درجہاں مثل گہر تابندہ ام

کہ حضرت علیؑ کے خاندان کی محبت ہی سے میں زندہ ہوں اور جہان میں موتی کی طرح چمکتا ہوں بہادر شاہ کی شخصیت جو ایک صدی کے بعد تابندہ ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہی ولائے دودمان علیؑ ہے۔ اصل مقصود سے پہلے تھوڑا سا کلام ظفر سن لیجیے۔ تاکہ اس کی روح کو ثواب پہنچے:۔

کلیاتِ ظفر مطبوعہ نول کشور دیوان اول صفحہ۳۳:

دو یا نبیؐ اللہ خبر با حرمتِ آل و علیؑ   تا آب رحمت سے کہیں سوزہ بابو منطفی

میرا وسیلہ پنجتنؑ برکت سے اُسکے نام کی   ملتی ہے یہ آفت بلا ہو کیوں نہ میرا دل قوی

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ

المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناھما والفاطمہ

ہے یا جناب پنجتنؑ وصف آپکا قرآن میں   لولاک اور تطہیر ہے آیا تمہاری شان میں

دافع بلا کا تم سوا آتا نہیں ہے دھیان میں   یہ ہے مرا ورد زباں ہے جان جبتک جان میں

لی خمسۃ اطفی بہا حر الوباء الحاطمہ

المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناھما والفاطمہ

واللہ غیر از پنجتن یارا کسی کو یہ کہاں   جو اس بلا کو ٹال دے ہو وے شفیع عاصیاں
یا ور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیاں کا کیا بیاں   تکتے ہیں دروازے پہ تا گھر رہے دارالاماں

لی خمسۃ اطفی بہا حرالوباء الحاطمہ
المصطفےٰ والمرتضےٰ وابناھما والفاطمہ

ہے گرم گرچہ یہ ہوا جوں نارِ دوزخ بیشتر   لازم ہے تجھکو جوش پہ دریائے رحمت کی نظر
ہر گز جو اس خمسہ کم تو وہم سے اپنے نذر   بعد از نمازِ پنجوقت اسکو پڑھا کرلے ظفر

لی خمسۃ اطفی بہا حرالوبا الحاطمہ
المصطفےٰ والمرتضےٰ وابناھما والفاطمہ

دیوان چہارم ۱۲۶۴ھ سے

زورِ بازوئے مصطفےٰ ہے علیؑ   صفدرِ عرصۂ وغا ہے علیؑ
میری کشتی کا ناخدا ہے علیؑ   میرا ہادی ہے رہنما ہے علیؑ

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

وہ ہے مشکلکشا شہِ مرداں   کرتا ہے میری مشکلیں آساں
ظفر کس طرح نہ با دل و باجاں   میں رکھوں رات دن یہ وردِ زباں

میرا حامی ہے پیشوا ہے علیؑ
میرے ہر درد کی دوا ہے علیؑ

اب دیوان اول ۱۲۶۳ھ کے ایک مرثیہ کے چند تھے ملاحظہ ہوں ؎

اُسے مجرا جو شاہِ دو جہاں ہے   جھکا مجرے کو جس کے آسماں ہے

وہ سرور ہیں شاہ شہیداں دو جگ کا اجیارا
اللہ کا محبوب ہے وہ اور ہے وہ نبیؐ کا پیارا
علیؑ کا ہے جگر زہراؑ کی جاں ہے

ستم ہے ساقیِ کوثر کا جانی   نہ پائے تین دن ایک بوند پانی
پانی کی اک بوند نہیں اور سوکھی جائے زباں   مارے پیاس کی گرمی کے ہونٹوں آئی جاں

لبوں پر پھیرتا سوکھی زباں ہے

ظفر اس غم سے اک عالم ہے مغموم زمیں سے تا فلک ماتم کی ہے دھوم
نیلا تا گا اکاس نے کینو جانی اندھیری رین تارے ناہیں آنسو ڈبی ہے بچھرے زمانہ نین

جسے دیکھو غرض ماتم کناں ہے

اگر برادرانِ اسلام کی خواہش ہوئی اور کم از کم ایک ہزار حضرات نے ادارہ کو چار چار آنے کے ٹکٹ بھیجدیئے تو ادارہ اس یادگار میں نشانِ آزادی جناب ظفر کے توحید۔ نعت منقبت اور مرثیہ کے متعلق اشعار الگ رسالہ کی صورت میں شائع کر دیگا۔ تاکہ مستقل یادگار رہ جائے +

دہلی میں علیؑ والے علماء میں سے شمس العلماء مولانا محمد حسینؒ صاحب آزاد مرحوم دہلوی ثم لاہوری کے والد ماجد جناب مولانا محمد باقر صاحب مرحوم بہادر شاہ ظفر کے خاص حامیوں میں سے تھے۔ یہ شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا کہ سب سے پہلا اردو اخبار موسوم بہ "اردو" آپ ہی نے نکالا۔ اس کا پہلا شمارہ ۱۰ اکتوبر ۱۸۳۶ء کو شائع ہوا۔ مولوی محمد باقر آخری مغل بادشاہ کے نہایت درجہ مداح اور معاون و مددگار تھے۔ اسی لئے ان کے پرچے کی پیشانی پر "اخبار ظفر" بھی نمایاں طور پر لکھا ہوتا تھا۔ مولوی محمد باقر ملک کی آزادی کے بہت بڑے متمنی تھے اور اس کیلئے انہوں نے اپنے اخبار میں بہت کچھ شائع کیا۔ اور آخری مغل بادشاہ کی حمایت میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کو جب انگریز دوبارہ دہلی پر قابض ہوئے تو مولوی محمد باقر صاحب کو گرفتار کر کے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ اور بالآخر پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ مولوی محمد حسینؒ آزاد مرحوم سخت تگ و دو اور مصیبتوں کے بعد جان بچا سکے۔

ان کے علاوہ مہاراجہ محمود آباد و دیگر ریاستوں نے جنگ آزادی میں کافی حصہ لیا۔ یوپی میں مرحوم واجد علی شاہ اودھ کی ملکہ حضرت محل نے کارہائے نمایاں کئے جن کی تفصیل آئندہ شمارہ میں شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ ملکہ کی خدمات جنگ آزادی کا ایک سنہری اور ناقابل فراموش باب ہے۔ جن لوگوں نے آخری وقت انگریز کی طرفداری حاصل کر لی وہ اس لئے تھی تاکہ وہ تاحد امکان مسلمانوں کی مدد کر سکیں اور انہیں زیادہ تباہی سے بچا سکیں۔ چنانچہ وہ کسی حد تک اس میں کامیاب رہے۔

مجتہدین شیعہ تمام دورِ ظالمہ میں انگریز کو ظلمہ ہی سمجھتے رہے۔ اور اعانتِ ظلمہ حرام است ہی کا فتوے دیتے رہے۔ اور صرف اس صورت میں جواز کا فتوے دیا جبکہ کسی مومن کی اعانت ہو سکے +

جب انگریز نے تحریک آزادی کو دبا دیا تو نہ پوچھئے کہ مسلمانوں کا کیا حشر ہوا۔ مولائی شاعر غالب مرحوم نے لکھا ہے سے گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے۔ زہرہ ہوتا ہے آب انسان کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے۔ گھر بنا ہے نمونہ زندان کا

شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاص تشنۂ خوں ہے ہر مسلمان کا

قتل و غارت کے ساتھ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی مہم بھی جاری ہوئی۔ غالب کا یہ شعر اس کا پتہ دیتا ہے

؎ ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

اس وقت کے دہلی کے مسلم اخبار ایران کو مدد کے لئے بلا رہے تھے کہ جیسے اس نے ہمایوں کو تخت و تاج واپس دلایا تھا۔ ویسے ہی اب بھی دلائے۔ لیکن ایران تک اس کی آواز کے پہنچنے کا کوئی ذریعہ ہی نہ تھا۔ ورنہ مظلوموں کو ماننے والا ایران ضرور ان کی مدد کرتا۔

غرض دہلی اجڑ گئی۔ خاندان تباہ ہو گئے۔ ہمارا خاندان بھی پورے کا پورا انگریز کے ظلم کا شکار ہوا۔ صرف ہمارے دادا مرحوم بچے جن کی عمر دس سال تھی اور ان کے بھائی جن کی عمر بارہ سال تھی۔ لیکن یہ دونوں بھائی بھی ایسے بچھڑے کہ تمام عمر نہ مل سکے۔ ہمارے دادا مرحوم جنگلوں میں پھرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت کے بعد امرتسر۔ صندوق سر کے پاس نعل بازار میں رہائش اختیار کی۔ جناب شمس العلماء آزاد مرحوم کو ارسطو جاہ حضرت مولانا سید رجب علی خاں مرحوم بھاکری نے بچایا۔ اور ایسے ہی اور بھی بہت سے اکابرو اماجد کو اسی بزرگ نے بچایا۔

چونکہ قلم و بند انگریز نے مولائیوں سے لی۔ اس لئے انگریز ہمیشہ مولائیوں کے دشمن رہے اسی دور میں بلکہ اس سے کچھ پہلے انہوں نے وہابیوں کو مالی اور اخلاقی مدد دیکر شیعوں کے خلاف ابھارا۔ اسی لئے انہوں نے فیض آباد کے ملا حیدر علی سے منتہی الکلام شائع کرائی۔ اس کے بعد دہلی سے شاہ ولی اللہ کے خاندان سے تحفہ اثنا عشریہ شائع کرایا۔ اور یوں شیعہ سنی میں سر پھٹول کرادی اور تمام انگریزی دور میں انگریز ان کو لڑا کر ہی حکومت کرتا رہا۔ چونکہ شیعوں پر سخت حملے کئے گئے۔ اس لئے انہیں سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ان کے جوابات دیکر صفائی پیش کرتے۔ اس کے لئے ارسطو جاہ اعلی اللہ مقامہ نے لدھیانہ میں مطبع مجمع البحرین کھولا جس میں منتہی الکلام کا جواب استقصاء الافحام پہلے پہل چھپ کر ملک بھر میں تقسیم ہوئی۔ پھر تحفہ کے متعدد جوابات عبقات الانوار کی شکل میں کئی جلدوں میں شائع ہوئے آخر وہابیوں نے اس مطبع ہی کو نذر آتش کر دیا۔

جیسے پہلی جنگ آزادی مولائیوں نے لڑی ویسے ہی پاکستان کی جنگ آزادی بھی محمد علی جناح مولائی نے ہی لڑی پہلی جنگ میں تو وہابیوں نے مولائیوں کو کامیاب نہ ہونے دیا تھا لیکن پاکستان کو بنانے میں محمد علی جناح کامیاب ہو گیا لیکن اب تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ وہابی عناصر سنیت کے لباس میں مولائیوں پر یورشیں کر رہے ہیں کہیں دعوت نے تنظیم کا شور مچایا ہوا ہے جگہ جگہ بد نظمی ہو رہی ہے۔ تعزیہ داری جو مغل دور کا مو متحدہ مسئلہ تھا۔ اسے مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا

(متعلق کتاب "فتنہ تفسیر بالرائے" مع "معارف الفرقان")

علامہ ڈاکٹر سید مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری مجتہد العصر صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

بکرمی سیکرٹری صاحب ادارہ معارف اسلام سلام علیکم

"فتنہ تفسیر بالرائے" اور "معارف الفرقان" کے مطالعہ سے بہت لطف اندوز ہوا جس طرح کسی دریا کا بند ٹوٹ جانے سے طوفانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح تفسیر بالرائے کے ذیل میں اس قدر کثرت سے مضامین بیان ہو گئے ہیں جس سے طبیعت کے جوش و خروش کا پتہ چلتا ہے اس کتاب کیلئے خود علامہ مرزا احمد علی صاحب کی تعبیر بہت موزوں ہے آپ نے اپنی تحریر میں اسے "جامع کشکول" کہا ہے۔ فاضل محترم میجر سید محمد یحییٰ علیشاہ صاحب کے تعارف مولانا قمر الزمان صاحب کے مقدمہ اول اور مجاہد ملت شیخ غیاث الدین صاحب کے مقدمہ دوم سے بھی اسی موضوع پر کافی روشنی پڑ گئی ہے۔ پھر کتاب کے مصنف مولانا سید امجد حسین صاحب نے تقریباً دو سو سال میں تفسیر بالرائے یا تحریف دین میں جو مواد پیدا ہوا ہے اس پر خوب تنقید کی ہے۔ آپ نے کتاب میں جو چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کئے ہیں اس سے کتاب کے مسائل پر روشنی پڑ جاتی ہے۔ مثلاً ایٹمی دور اور مادی ترقیاں۔ ایٹمی دور کا مسلمان۔ عقل انسانی۔ اسلام دین فطرت ہے۔ سائنس کی بے اعتباری۔ فتنہ تفسیر بالرائے۔ چکڑالویت۔ آیات قرآن کی تعبیر کیلئے حدیث رسولؐ کی ضرورت۔ ضرورت حدیث۔ رسول سے کیا مراد ہے۔ مسئلہ شفاعت۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے۔ مسئلہ حیات و ممات مسیح۔ ختم نبوت۔ غلام احمد پرویز اور انکار حدیث۔ پرویز کی تفسیر۔ تفسیر بالرائے کے تباہ کن نتائج۔ انہی مخلصین کا علم۔ قرآن کا مفسر اول وغیرہ وغیرہ

۲۹۷ صفحات تک تعارف و مقدمات اور اصل کتاب۔ پھر اس کے بعد فتنہ تفسیر بالرائے کا ضمیمہ (معارف الفرقان) علامہ مرزا احمد علی صاحب کے قلم سے ہے۔ برائے نام یہ ایک ضمیمہ ہے حجم و مواد کے لحاظ سے یہ خود ایک تالیف ہے۔ وجود خدا تعالیٰ۔ عدل۔ مقام حضرت خاتم الانبیاءؐ۔ اطاعت و اتباع رسول۔ اختلافات کے موقع پر رسول کی حیثیت۔ اجتہادی غلطی کی حقیقت۔ اعجاز قرآن۔ حسبنا کتاب اللہ کا تجزیہ۔ رسولؐ کے بعد شریعت میں ترمیم۔ تفسیر بالرائے۔ فتنہ پرویز۔ خلوۃ بہائیت وغیرہ وغیرہ۔ اس کثرت سے مسائل اس ضمیمہ میں بیان ہوئے ہیں حقیقتاً کتاب "فتنہ تفسیر بالرائے" اور ضمیمہ (معارف الفرقان) کو ایک جامع کشکول کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ مخلص مجتبیٰ حسن کامونپوری [illegible]

محترم قریشی غلام یعقوب صاحب انور۔ ایڈووکیٹ گوجرانوالہ

مکرمی غیاث صاحب تسلیم

نوازشنامہ اور کتاب مستطاب "فتنہ تفسیر بالرائے" موصول ہوئی شکریہ یہ تصنیف قابل قدر ہے۔ چند ایک احباب نے پڑھنے سے پیکر دیکھی ہے سب نے تعریف کی ہے گرامی قدر والد صاحب نے بھی مطالعہ فرمائی ہے اور بہت بہت تعریف فرمائی ہے خود میری رائے میں اس تصنیف پر خوب محنت اور تحقیق کی گئی ہے۔ اور ادارہ لائق صد تحسین ہے جزاک اللہ میں چند ایک احباب سے مزید آرڈر دلوانے کی کوشش میں ہوں۔ وقت ایسا آگیا ہے کہ عوام تفریحی لٹریچر کے خواہاں ہیں۔ اور اس قسم کی سنجیدہ کتاب سے گریزاں رہنے میں خیریت محسوس کرتے ہیں کیونکہ ایسی کتاب جو نیکی کا صحیح نقشہ پیش کرتی ہے۔ خطا کار انسانوں کو شرمندہ بھی کرتی ہے نیاز مند۔ انور قریشی۔ (وکیل)

ضروری اطلاعات و اعلانات

(۱) سالانہ جلسہ عام:- ادارۂ معارفِ اسلام کی مجلسِ نظامت کی نشست منعقدہ ۴ مئی میں سالانہ جلسہ کی تاریخ ۷ جولائی ۱۹۵۵ء بروز اتوار مقرر کی گئی ہے۔
مقام:- دفتر ادارۂ معارفِ اسلام شیخ مینشن ۹/ بی شاہ عالمی گیٹ لاہور۔ وقت:- صبح ۸½ تا ۱۱½ بجے۔
ممبران ادارۂ معارفِ اسلام تاریخ وقت اور مقام نوٹ فرمالیں۔ تمام ممبران کو دعوتِ شرکت عام ہے اپنی اپنی مفید تجاویز تاریخ مقررہ سے زیادہ سے زیادہ دس یوم پیشتر دفتر ادارۂ معارفِ اسلام ٹبی بازار لاہور کو بھیج دیں ایجنڈا حسبِ معمول جو آئندہ اشاعت میں بھی درج کر دیا جائیگا

(۲) لاہور کے مقامی ممبران متوجہ ہوں:- مئی ۱۹۵۵ء سے شیخ ضامن علی صاحب کو ادارہ کا محصل (برائے فراہمی چندہ) مقرر کیا گیا۔ ادارہ کی طرف سے تعارفی خط انکے پاس ہے۔ مرزا حیدر علی صاحب سابق محصل بعض غلطیوں کی وجہ سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں آئندہ کوئی صاحب انہیں چندہ نہ دیں۔ اگر بغیر رسید کے کوئی رقم ادا کی گئی تو ادارہ اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

(۳) ماہنامہ معارفِ اسلام کا چندہ:- یہ ماہنامہ جو آپکے ہاتھوں میں ہے اس پر چھ روپیہ سالانہ خرچ آتا ہے مگر صرف چار روپیہ لئے جاتے ہیں تاکہ دین کو فروغ حاصل ہو۔ اسکے باوجود بھی آپ چار روپے روانہ نہ فرمائیں تو تعجب اور افسوس ہے جیسا کہ گذشتہ شمارہ میں اعلان کیا گیا تھا کہ آئندہ پرچہ وی پی ہوگا۔ لہذا وی پی سے پیشتر ہی چار روپے منی آرڈر کر دیں۔ تاکہ آپ کو ڈاک کے زائد خرچ کا بار نہ اٹھانا پڑے بعض صاحب دل اور ہمدرد مذہب حضرات نے توجہ فرمائی جن کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ مگر زیادہ تعداد ابھی تک خاموش ہے۔ لہذا اس مرتبہ صرف چار صد حضرات کو وی پی روانہ کیا گیا ہے۔ اور بقایا زیادہ تعداد کو پھر بغیر وی پی کے ہی ارسال ہوا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ وی پی کا انتظار نہ کریں اور اس قومی پرچہ کا بدل اشتراک بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تاکہ آپکے اس قومی سرمایہ کو زیادہ زیر بار نہ ہونا پڑے۔ (ادارہ)

(۴) ادارہ تعلیمات الٰہیہ۔ کراچی سے یہ مسرت خیز اطلاع ملی ہے کہ محترم سید محمد رضی صاحب شگفتہ نے جناب فضیلت مآب آقائے محمد محسن صاحب مجتہد کی سرپرستی میں چند تبلیغی مقاصد کیلئے "ادارہ تعلیماتِ الٰہیہ" قائم کیا ہے جس کا چندہ رکنیت پانچ روپے سالانہ ادا کرنے پر ممبران کو رسائل بلا قیمت ملا کرینگے پہلا رسالہ "خدا شناسی" (قیمت ۲ر) شائع ہو چکا ہے رجوع:- سید محمد رضی شگفتہ سیکرٹری ادارہ تعلیماتِ الٰہیہ۔ ڈرگ روڈ ۳/۱۴۴ کراچی

ماہنامہ المبلغ سرگودھا (بلاک ۱۹) مدرسہ محمدیہ سرگودھا ہمارے مایہ ناز مدرسوں میں سے ہے یہ ماہنامہ اسی مدرسہ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے جو ایک معیاری پرچہ ہے جس میں باب التفسیر، باب التاریخ، باب الفقہ اور باب الحقائق و دیگر مضامین کی موجودگی میں باقی کیا کمی رہ جاتی ہے۔ مدیران سبط احمد منظر، علامہ شبیر خاں اور علامہ حسین اصغر جیسے قابل افراد ہیں۔ سالانہ چندہ صرف پانچ روپیہ ہے۔

سالنامہ حیدری جنتری ۱۹۵۵ء حسام العلماء حکیم شیخ ابوالقاسم خراسانی کی تالیفات سے ہے جو جدول تاریخ کے علاوہ بہت سے

...ہم کی معلومات کا ایک خزانہ ہے قیمت ۱۰ر ملنے کا پتہ:- بک لینڈ ۱۳ محمد بلڈنگ۔ برمز جی سٹریٹ جمشید روڈ کراچی

فہرست کتب ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ)

مندرجہ ذیل کتابیں خود پڑھیں اور خرید کر دوسروں کو پڑھائیں تمام آمدنی اشاعت مذہب پر صرف ہوتی ہے ۔ (خرچ ڈاک بذمہ خریدار ہوگا)

تفسیر بالرائے	
مجلد ۱۲ - غیر مجلد ۱۲	
مذہب اور سائنس	۱۰
حکومت ربانی	۸
محرم و آداب عزا	۸
نوائے اقبال (اقبال اور اہلبیت)	
موازنہ حق و باطل	۶
دلیل عزا	۶
قوانین شرعیہ	۵
تعلیم کی ناکامی اور اس کا علاج	۳
رجسٹر ٹریژرر (انگریزی)	۴
اقتصادی مشکلات کا حل	۴
مہدی موعود	۴
عصمت انبیاء	۴
ذکر بہاء	۲
اسوۂ صوفیاء	۲
آل محمد	۲

رحمۃ للعالمین (اسلام اور اقلیات)	۳
شہید واحدانیت	۲
ضرورت اتحاد	۲
حدیقۂ غم (یوم عاشور کی تاریخ منظوم)	
نہج البلاغہ ہر سہ حصہ (مترجم علامہ مفتی جعفر حسین صاحب)	
سیپارہ اول (علامہ علی نقی صاحب قبلہ)	۱۲
فلسفہ اسلام (آقا محمد سلطان مرزا)	۱۲
اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ	
قرآن اور جغرافیائی مسائل	۸
مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات	
دلیل العرفان	
بنیر الاولین تاریخ بنو امیہ	۱۰
معلم اسلام (علامہ کاظمی)	۳
اعمال واجبیہ (〃)	۲
دلیل الزائرین	۲

زینت النسا (حالات سیدہ کونین)	۵
مقتل الحسین عقبہ بن سمعان (علامہ نوگانوی)	۸
تصویر درد	۴
مناظرہ لشکری فتح حیدری	۴
ظفر المبین ۴ ، استیصال البدعہ	۴
حقیقت الفتنہ	۲
عملیہ عزا (علامہ مرزا احمد علی)	۲
حضرت یوشع بن نون	۴
انوار حکمت	۵
رموز حقیقت ۳ ، منظر اتحاد	
امراء القیس کی لڑکیاں (اصلاح کھجوا)	۳
فضل الباری تنقید صحیح البخاری (اصلاح کھجوا)	
سوانح حضرت ابوبکرؓ	
آغا خانی (〃) ماخذ بدا	
رسالہ تقیہ (〃)	
مسئلہ خلافت و امامت (پنڈت ہرنام داس)	
انتصار در حرمت ادبار (اصلاح کھجوا)	

خط و کتابت بنام :- مہتمم دفتر ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) 9/5 شیخ مینشن شاہ عالمی گیٹ لاہور

ترسیل زر بنام :- مدیر اعزازی ادارہ معارف اسلام (رجسٹرڈ) ڈبی بازار لاہور

امامیہ کتب خانہ لاہور کے چند انمول موتی

تفسیر امام عسکری علیہ السلام یعنی آثار حیدری جو عرصہ سے ختم تھی۔ اب چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ یہ بے بہا قابل قدر تفسیر کتاب اللہ جو امامیہ سلسلہ کے گیارھویں امام حجۃ اللہ راسخ العلم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی مرتبہ تفسیر کا اردو ترجمہ ہے جس کو جناب مولوی سید شریف حسین صاحب نے کمال محنت و جانفشانی سے فیض عام کیلئے سلیس لکھ کر مرتب فرمایا ہے۔ اس ترجمہ کی تقریظیں ہندوستان کے بعض دوسرے مشہور علمائے کرام اور عالیجناب حضرت مولٰنا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمان اعلی اللہ مقامہ لکھنوی نے تحریر فرمائی ہیں۔ حجم ۶۰۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت صرف سات روپے مجلد ولایتی ڈائیدار سنہری حروف ساڑھے آٹھ روپے (۸/۸)

لمعۃ الضیاء مصنفہ جناب مولوی سید مظفر حسن صاحب قبلہ سہارنپوری۔ اس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے تمام حالات ولادت تا شہادت تحریر ہیں۔ قیمت صرف تین روپے

ابطال الاستدلال مصنفہ حکیم امیر الدین صاحب مؤلف کتاب خلاف النجات کا مکمل مناظرانہ تبصرہ ہے۔ قیمت صرف ۸/

تفریح الشیعہ یہ اپنی قسم کی نرالی کتاب ہے جس میں لطیف ترین مضامین درج ہیں۔ قیمت ۱۲/

عقل و تہذیب اہل حدیث اس رسالہ میں فرقہ اہل حدیث کے اصول قرآن و دین تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں قیمت ۸/

دافع وہم مصنفہ سید سجاد حسین صاحب۔ اس میں مسئلہ تقیہ پر بحث کی گئی ہے۔ کہ تقیہ شعار اسلام ہے اور کن حالات پر شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ قیمت صرف ۱۲/

پیغام توحید مصنفہ سید محمد سبطین صاحب۔ اس میں توحید باری تعالیٰ کے نہایت اہم مسئلہ پر مدلل بحث کی گئی ہے قیمت صرف ۱۲/

مسح رجلین یہ رسالہ اپنی نوعیت میں بے نظیر ہے۔ قیمت ۵/

شیعہ دینیات کا سٹ مصنفہ مولانا مولوی حافظ فرمان علی صاحب قبلہ۔ یہ کتابیں شیعہ لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ ہر مومن کے گھر میں شیعہ دینیات کا سٹ ہونا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ بچے بآسانی فائدہ حاصل کر سکیں۔ قیمت دینیات کی پہلی دوسری۔ اور تیسری ۱۲ کا مکمل سٹ ۸/ صرف علاوہ محصول ڈاک

نماز امامیہ با ترجمہ مع اصول دین و خطبات عیدین وغیرہ

مطابق فتویٰ آقائے الحاج السید حسین صاحب قبلہ بروجردی مجتہد اعظم دام ظلہ العالی و شمس العلماء مولانا مولوی السید علی الحائری صاحب قبلہ مجتہد العصر اعلی اللہ مقامہ۔ اس میں صحیح اور سادہ عام فہم اردو زبان میں اصول دین با دلائل اور مقدمات نماز نجاست۔ غسل طہارت۔ وضو۔ فروعات دین طریق تیمم۔ نقشہ اوقات نماز۔ شکیات نماز۔ طریق نماز جماعت خطبات عیدین۔ نماز عیدین۔ دعائے قنوت عیدین۔ تکبیرات عیدین زکوٰۃ فطرہ۔ قربانی عید الضحیٰ۔ نماز آیات۔ نماز تہجد و جمعہ۔ نماز قسم۔ نماز طواف۔ نماز اجارہ۔ نماز قضاء الدین۔ نماز سفر۔ نماز احتیاط نماز قضا۔ غسل میت۔ ترکیب کفن۔ نماز میت۔ تلقین میت۔ غرضیکہ اس رسالہ نماز امامیہ با ترجمہ میں واجب نمازیں مع مجدد مسائل جمع ہیں۔ زبان سلیس اور آسان۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ حجم 116 صفحات۔ لکھائی چھپائی۔ کاغذ عمدہ سرورق چہار رنگہ۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

شیعہ نکاح نامہ عکسی رنگین مصنفہ فخر المحدثین مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ۔ یہ شرعی اعتبار سے ہر طرح مکمل نکاح نامہ ہے اسکے اردگرد رنگدار خوبصورت بیل اور اس کے نیچے رنگدار آراستہ حروف نہایت ہی خوشخط الگ الگ۔ تاکہ پڑھنے میں آسانی ہے۔ ہم نے زر کثیر صرف کر کے قوم کی اشد ضرورت کو پورا کیا ہے۔ ایسی عمدہ گی صحت چھپائی بازار میں آپ کو کسی دوسری جگہ سے دستیاب نہیں ہو گی۔ کاغذ نہایت ہی عمدہ چکنا سائز $\frac{20 \times 30}{2}$ چہار رنگین نکاح

المشتہر:- منیجر امامیہ کتب خانہ لاہور متصل حویلی موچی دروازہ